حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
[061-4540513-4519240

بسلسلہ ــــ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

جلد نمبر ۵

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

عنوانات

حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہ

استاذ الحدیث دارالعلوم کراچی

ناشر:

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

061-540513
061-519240

E-MAIL: ishaq90@hotmail.com // Website : www.Taleefat-e-Ashrafia.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

الافاضات الیومیہ
جلد پنجم

سلامت اقبال پرنٹنگ پریس چوک فوارہ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یکم ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

منی آرڈر کوپن میں مختصر تحریر کی ضرورت

(ملفوظ ۱) فرمایا کہ کل ایک صاحب نے بذریعہ خط اطلاع دی کہ میں ایک منی آرڈر بھیجوں گا اور اس خط میں منی آرڈر کی رقم کے متعلق تفصیل بھی درج تھی کہ کس کس مد میں کتنا کتنا روپیہ صرف کیا جانے میں نے لکھ دیا کہ میں آپ کے اس خط کو محفوظ نہیں رکھ سکتا اگر اس منی آرڈر کے کوپن میں یہ تفصیل درج ملی تو میں اس منی آرڈر کو وصول کر لوں گا ورنہ واپس کر دوں گا اسی کے متعلق زبانی ارشاد فرمایا کہ پہلے میں انتظار منی آرڈر ایسے خطوط کو محفوظ رکھ لیتا تھا مگر بار ہا ایسا ہوا کہ خط مدت دراز تک رکھا رہا اور منی آرڈر ندارد کہیں کچھ کریں کچھ لکھ تو دیتے ہیں کہ منی آرڈر بھیجونگا جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قریب ہی آجاوے گا لیکن پھر بھیجا ہے نہیں مجھے تو امانت رکھنے کی زحمت فضول ہی اٹھانی پڑی ان تجربوں کی بنا پر میں نے یہ معمول مقرر کر لیا کہ صاف لکھ دیتا ہوں کہ میں خط کو محفوظ نہیں رکھ سکتا اگر کوپن میں اس رقم کے متعلق کوئی کافی تحریر نہ ہوئی تو منی آرڈر واپس کر دیا جائے گا واقعی مجھ کو تو خط کا یاد رکھنا یا مشاغل کثیرہ میں اس کا محفوظ رکھنا بڑا مشکل ہے اور میں بحمد اللہ کسی کو دھوکا نہیں دیتا صاف لکھ دیتا ہوں کہ مجھ سے خط محفوظ نہیں رکھا جاتا چنانچہ آج ہی ایسا ایک منی آرڈر آیا تھا جس کے کوپن میں کوئی تحریر نہیں تھی اور اس کے متعلق کوئی خط بھی محفوظ نہ تھا اس کو میں نے واپس کر دیا مگر واپس نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔ اتنا تو البتہ مجھے یاد آیا کہ کوئی خط اس رقم کے متعلق آیا تھا مجھے تفصیل تو یاد نہیں رہ سکتی یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ مدرسہ کے لئے روپیہ بھیجنے کو لکھا گیا مگر میں محض اس شبہ کی بناء پر تو وصول نہیں کر سکتا تھا اگر بھیجنا ہو پھر باقاعدہ بھیجیں نہ معلوم یہ کیا حرکت ہے جب کہ کوپن میں کافی جگہ موجود ہے مگر اس پر ایک حرف نہیں لکھا۔ کوپن میں تو اتنی گنجائش ہے کہ رقم کے متعلق جو لکھنا تھا لکھ دیتے مگر ایسا نہیں کرتے یہ بھی ایک مرض

ہے کہ علیحدہ کارڈ لفافہ بھیجیں گے اور اپنے نزدیک سمجھیں گے کہ یہ کافی ہو گیا مگر خود الگ خط بھیجنا بھی تو سبب ہو جاتا ہے کلفت کا اور جیسا ابھی بیان کیا کہ پھر مدت تک خبر نہیں لیتے اگر اس طرح ستاویں نہیں تو خیر جیلا کا محفوظ رکھنا بھی کیا مشکل تھا مگر دق جو کرتے ہیں پہلے پہلے میں نے ہر طرح اخلاق کا برتاؤ کیا مگر جب بد تمیزیوں کا تحمل نہ ہوا تو میں نے بھی ضابطے تجویز کئے۔ ایک صاحب نے کسی گاؤں سے جمعہ کے متعلق استفتا بھیجا تھا میں نے اس پر یہ دریافت کیا کہ وہاں بازار بھی ہے یا نہیں انہوں نے اس خط کو تو وہیں رکھ لیا اور ایک علیحدہ کارڈ میں لکھ بھیجا کہ ہاں بازار ہے میں نے لکھا کہ پہلا خط بھی تو بھیجنا چاہیئے تھا کیونکہ جتنے اجزا اس میں ہوں گے جو مجھے زبانی کیسے یاد رہ سکتے ہیں اب دیکھ لیجئے کچھ حد ہے اس بد تمیزی کی اپنی حرکتوں کو تو دیکھتے نہیں اور جب میں تنگ آ کر ضابطے مقرر کر دیتا ہوں تو کہتے ہیں کہ صاحب بڑے بد اخلاق ہیں آپ ہی لوگوں نے مجھے ہوشیار کر دیا۔ اس پر بعض ذہین لوگ کہتے ہیں کہ کیا ضرور ہے کہ سب ایسے ہی بد تمیز ہوں تو قانون عام کیوں مقرر کیا جاتا ہے لیکن جس کو واقعات پیش آ چکے ہوں اس کو یہ کیا خبر کہ فلاں شخص ایسا نہیں ہے واقعات کی بناء پر قانون مقرر کیا جاتا ہے پھر جب قانون مقرر ہو گیا تو اب استثنا کی کیا وجہ؟ بالخصوص جہاں بالکل مجہول حالت ہو جیسے کل وہ صاحب کھجور پیش کر رہے تھے اور باوجود اس سمجھا دینے کے کہ میرا معمول نہیں کہ میں ایسے شخص سے ہدیہ لوں جس سے بے تکلفی نہ ہو پھر کیسی گڑبڑ کی۔ میں نے بہت تجربوں کے بعد قواعد مقرر کئے ہیں جو اپنی اور دوسروں کی راحت کا سبب ہیں۔

ہر کام میں سلیقہ کی ضرورت ہے

(ملفوظ ۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب میں کسی سے کوئی فرمائش کرتا ہوں تو میرا قاعدہ ہے جس پر ایسے کم عقلوں کے واسطے خود بھی عمل کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی مشورہ کہہ دیتا ہوں کہ بات کہہ کر مخاطب سے اعادہ کرا لینا چاہیئے تاکہ غلط فہمی کا شبہ نہ رہے اور اصل بات یہ ہے کہ ہر کام میں، ہر بات میں سلیقہ کی ضرورت ہے سلیقہ سے طبیعت پر اچھا اثر ہوتا ہے اور بد سلیقگی سے طبیعت مکدر ہوتی ہے مگر آجکل یہ باتیں قریب قریب لوگوں میں مفقود ہیں سمجھانے پر بھی اثر نہیں ہوتا پھر جب

آدمی کو خود اپنی اصلاح کی فکر نہ ہو دوسرا کیا اصلاح کر سکتا ہے۔

اھل محبت کی عجیب شان

(ملفوظ ۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت بھی عجیب چیز ہے اس کی بدولت انسان سب کچھ برداشت کر لیتا ہے محبوب کی تو خفگی بھی محبوب ہوتی ہے کسی نے خوب کہا ہے

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ　　　ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

اہل محبت کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے حضرت شاہ ابوالمعالی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید حج کو گئے شاہ صاحب نے مرید سے کہا کہ جب مدینہ منورہ حاضر ہو تو روضۂ اقدس پر میرا بھی سلام عرض کرنا چنانچہ یہ بعد فراغ حج مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور پیر کا سلام عرض کیا وہاں سے ارشاد ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا جس کو ان مرید نے بھی سنا جب واپس آئے تو حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب نے پوچھا کہ ہمارا سلام بھی عرض کیا تھا انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کر دیا تھا حضور ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہی الفاظ کہو جو وہاں سے ارشاد ہوئے ہیں عرض کیا کہ جب حضور ﷺ کے الفاظ حضرت کو معلوم ہیں تو پھر میرے ہی کہنے کی کیا ضرورت ہے نیز میری زبان سے وہ الفاظ ادا ہونا سوء ادب ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ معلوم ہیں مگر سننے میں اور ہی مزا ہے اور بھائی تم خود تو نہیں کہتے وہ تو حضور ﷺ کے ارشاد فرمائے ہوئے ہیں تمہارا ادا کرنا تو حضور ﷺ ہی کا فرمانا ہے اس میں بے ادبی کیا ہوتی بالآخر مرید نے وہی الفاظ ادا کر دیئے سن کر شاہ صاحب پر وجد کی حالت طاری ہو گئی اور کھڑے ہو کر بیساختہ زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا کہ

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی　　　جواب تلخ میزیبد لب لعل شکر خارا

(آپ نے مجھے برا کہا مگر میں تو بہت خوش ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمادے اور آپ کے لب شیریں سے تو تلخ جواب بھی پیارا ہی معلوم ہوتا ہے ۱۲۔)

غرض محبت وہ چیز ہے کہ حضور نے بدعتی بھی فرمایا اور سلام بھی فرمایا اور شاہ صاحب پر حالت بھی طاری ہو گئی اور بدعت سماع کو فرمایا اور سماع جامع شرائط صورۃً بدعت

ہے حقیقت میں بدعت نہیں۔

اعتدال اختیار کرنے میں مصلحت

(ملفوظ ۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ سے ایک تاجر نے روایت کی کہ ایک شخص نے جو بریلوی خانصاحب کا مرید تھا کلکتہ میں یہ کہا تھا کہ کون کہتا ہے کہ اشرف علی دیو بندیوں میں سے ہیں دیوبندی خواہ مخواہ اس کو اپنی طرف منسوب کرتے ہے وہ تو ہماری جماعت سے ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ میں سختی نہیں کرتا ہر چیز کو اس کی حد پر رکھتا ہوں حتی کہ بریلوی مسلک کے متعلق بھی غصہ سے کام نہیں لیتا اس اعتدال سے وہ سمجھ گئے کہ یہ ہمارا ہم عقیدہ ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھ کو اپنے رنگ پر سمجھتا ہے اور میں ہر رنگ سے جدا ہوں اس پر ایک مثال عجیب فرمایا کرتے تھے کہ میری ایسی مثال ہے کہ جیسے پانی کہ اس میں کوئی رنگ نہیں مگر جس رنگ کی بوتل میں بھر دو اس کا وہی رنگ معلوم ہونے لگتا ہے میں اس شعر پر یہ پڑھا کرتا ہوں ے

ہر کسے از ظن خود شد یار من، وزدرون من نہ جست اسرار من

رقعہ اور رکا (لطیفہ)

(ملفوظ ۵) ایک شخص نے آکر نہایت بلند آواز سے عرض کیا کہ میں ایک رقعہ لایا ہوں فلاں صاحب نے بھیجا ہے حضرت والا نے وہ رقعہ لے لیا اور مزاحاً فرمایا کہ رقعہ تو دکھایا پیچھے اور رکا (شور وغل) دیدیا پہلے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہ بد سلیقگی کی بات ہے اتنے زور سے چیخا کہ جیسے اذان دیا کرتے ہیں اعتدال تو رہا ہی نہیں یا تو اس قدر آہستہ بولیں گے کہ کوئی سن ہی نہ سکے یا کانوں کے پردے بھی پھاڑ دیں گے غرض افراط و تفریط سے خالی نہیں۔

یکم ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

لیڈی کی بجائے لفظ اہل خانہ مناسب ہے

(ملفوظ ۶) فرمایا کہ ایک رئیس کی بی بی کا خط آیا تھا اس میں اپنے پتہ کے ساتھ لکھا تھا کہ لیڈی فلاں میں نے لکھا کہ اگر تم بجائے لیڈی لفظ کے اہل خانہ لکھتیں۔ یہ اچھا تھا پھر

ایک مہینہ کے بعد خط آیا اس پر اہل خانہ فلاں لکھا تھا تو یہ بڑے شریف خاندان کی عورتوں کی حالت ہے ان میں بھی جدید اثر آگیا ایسا ہی آج ایک خط آیا ہے اس میں اپنے نام کے ساتھ مسٹر لکھا ہے کیا آفت ہے شریفوں میں بھی یہ بلا گھس گئی ہے نئے الفاظ کو آج کل پسند کیا جاتا ہے کیا اردو میں دلالت کے لئے الفاظ رہے۔ نہیں فنا ہو گئے۔

رضاعی رشتہ بالکل حرام ہے

(ملفوظ ۷) فرمایا کہ آج ایک رجسٹری آئی ہے اس میں ایک استفتاء آیا ہے لکھا ہے کہ یہ رضاعی رشتہ ہے اس کو ایک پیر نے جائز کر دیا ہے خدا معلوم لوگ ایسے جاہلوں سے مسائل پوچھتے ہی کیوں ہیں باوجود اس کے کہ آج کل علم کا زمانہ ہے کثرت سے علماء ہیں مگر پھر بھی جاہلوں سے مسائل پوچھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ جب پیر ہو گئے تو سب کچھ ہو گئے سر بھی ہو گئے اور پیر بھی ہو گئے فرمایا میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ بالکل حرام بالکل باطل ہے اور یہ قول کہ مرضعہ کا دودھ ہندہ کی پیدائش کے زمانہ کا نہ تھا اس لئے زید و ہندہ رضاعی بھائی بہن نہیں ہوئے بالکل غلط بالکل باطل ہے۔ زید کو چاہیے کہ فوراً ہندہ کو جدا کر دے اور ان سب کو توبہ کرنی چاہیے مع پیر صاحب کے اور پیر صاحب سے ادب کے ساتھ کہنا چاہیے کہ پیر ہی رہیں مولوی نہ بنیں اور فتوے نہ دیا کریں ان کمبختوں نے لوگوں کے دین کا ناس کر دیا خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ بناتے ہیں یہاں اس نواح میں تو بفضلہ تعالیٰ ان گمراہیوں کا پتہ نہیں چلتا اپنے بزرگوں کا اثر ہے یہاں سے ادھر ادھر جا کر دیکھئے کیا خرافات برپا ہے ایک مرتبہ بمبئی میں وعظ کا اتفاق ہوا مجھ کو بڑا تردد ہوا کہ کیا بیان کروں اگر مسائل اختلافیہ بیان کرتا ہوں تو وحشت ہو گی متفق علیہ بیان کروں تو ان کو سب جانتے ہیں یعنی نماز روزہ وغیرہ تو ضرورت کا بیان کونسا کیا جاوے پھر سوچ کر میں نے آیت

وضرب الله مثلاً قرية كانت امنة مطمئنة الخ

(اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیب بیان فرماتے ہیں کہ وہ امن و اطمینان میں تھے)

پڑھ کر اس کا بیان کیا کہ اللہ نے آپ کو بہت نعمتیں دی ہیں مگر آپ ان کا شکر ادا نہیں

کرتے یہ بیان کبھی ان کے بڑوں نے بھی نہ سنا ہوگا اس کو میں نے بہت اچھی طرح ثابت کیا میں نے بیان کرنے میں ایک شرط یہ بھی لگائی تھی کہ عوام الناس کا وعظ میں اجتماع نہ ہو بہاں جو عمائد اور خوش فہم ہوں ان کو بلایا جاوے اس لئے کہ بڑے درجہ کے لوگ خواہ وہ دوسرے ہی مذہب کے ہوں عالی حوصلہ ہوتے ہیں اگر ان کے خلاف بھی بیان کیا جاوے وہ ناگواری کا اثر نہیں لیتے اور عوام الناس جاہل اکثر مفسد ہوتے ہیں خصوص بمبئی کے عوام الناس تو نہایت ہی مفسد ہیں ایسی جگہوں میں بیان کر کے دل خوش نہیں ہوتا اگر سامعین خالی الذہن ہوں نہ اعتقاد ہو نہ عناد ہو تو بھی مضائقہ نہیں مگر وہاں تو کثرت سے معاندین ہیں۔

مزاج میں بے فکری کی دلیل

(ملفوظ ۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کہنے کی تو ایسی کوئی بات نہ تھی مگر ذکر آ گیا اس لئے کہتا ہوں آج ایک لفافہ آیا ہے اس میں جو جواب کے لئے لفافہ رکھا ہے اس پر نئے قاعدہ کی رو سے پورے ٹکٹ نہیں ہیں اور جس وقت محصول بڑھا ہے میں نے ایک روپیہ کے ٹکٹ منگا کر رکھ لیئے تھے اور برابر لوگوں کے جوابی کارڈ اور لفافوں پر چسپاں کرتا رہا اور یہ نیت کر لی تھی کہ جس روز پوری ڈاک میں ٹکٹ پورے آنے لگیں گے پھر اس روز سے نہ لگاؤں گا سو جس روز ڈاک میں پورے ٹکٹ آنے ہیں اس روز ایک ٹکٹ بچا ہوا تھا تو پہلے چونکہ ذہن میں ضرورت تھی ایک روپیہ خرچ کرنا بھی آسان تھا اور اب بعد رفع ضرورت یہاں دو پیسے بھی خرچ کرنا مشکل ہیں چنانچہ آج جو بچا ہوا ٹکٹ رکھا ہے اس کے لگانے کو جی نہیں چاہتا اس لئے کہ سب جگہ محصول کا بڑھنا معلوم ہو چکا تو اسکا خیال تو ہونا چاہیئے مگر پھر بھی خیال نہ ہونا نہایت غفلت کی بات ہے بات یہ ہے کہ مزاج میں بیفکری بہت ہے اور جس کو کبھی اتفاق سے ایسا موقع پیش آجائے وہ تو اس قسم کی رعایت کر سکتا ہے اور جس کو روزانہ اسی قسم کا سابقہ پڑتا ہو وہ رعایت نہیں کر سکتا۔

۲ ذیقعدہ ۱۳۵۰ ہجری مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

برق کی دو قسمیں

(ملفوظ ۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ نواب وقار الملک مجھ کو علی گڑھ کالج میں

وہاں بیان ہوا میں بیان کے وقت سے پہلے ہی کالج میں پہنچ گیا تھا وہاں کے ارکان نے بعض مقامات کی سیر بھی کرائی منجملہ سب کے ایک کمرہ تھا جس میں بجلی تھی اس کا بھی معائنہ کیا جب بیان شروع ہوا تو دوران تقریر میں بجلی کے متعلق بھی کچھ تحقیق تھی اس باب میں جو حدیث آئی ہے وہ بھی بیان کی گئی۔ پھر میں نے کہا کہ شاید آپ لوگوں کو یہ شبہ ہو کہ برق کی حقیقت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے ہم نے خود برق بنالی ہے اس کی حقیقت تو وہ نہیں میں نے جواب میں کہا کہ ممکن ہے برق کی دو قسمیں ہوں ایک سماوی اور ایک ارضی تو جس کی حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی وہ برق سماوی ہے اور جس برق کا آپ کو مشاہدہ ہوا ہے وہ ارضی ہے سو اگر دونوں کی حقیقت مختلف ہو تو اس میں تعارض کیا ہوا چونکہ ایسا قریب الفہم جواب انہوں نے کبھی سنا نہ تھا ان لوگوں پر بڑا اثر تھا تمام وعظ سن لینے کے بعد کہا کہ ہم کو ایسے وعظ کی ضرورت ہے اور اسی طریق سے ہماری اصلاح کی ضرورت ہے اصلاح بھی ہو جاوے اور ہم کو ناگوار بھی نہ ہو اور عام واعظین میں بعض تو ہم پر کفر کے فتوے دیتے ہیں جس سے ہم کو وحشت ہوتی ہے اور بعض ہماری ہاں میں ہاں ملاتے ہیں جس سے بجائے اصلاح کے ہمارا مرض بڑھتا ہے طلبہ کی خواہش تھی کہ یہ کالج میں آتا رہے تاکہ ہماری اصلاح ہو مگر کالج کے حامی ڈر گئے کہ اگر ایک دو دفعہ اور آ گیا تو تمام کالج ہی کی کایا پلٹ ہو جائے گی پھر نہیں جانا ہوا۔

تفسیر سے لکھنے سے نفع آجلہ اور عاجلہ

(ملفوظ ۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریز جنٹ نے جو نہایت اشتیاق سے مجھ سے ملا تھا مجھ سے سوال کیا کہ آپ نے قرآن شریف کی تفسیر لکھی ہے میں نے کہا کہ لکھی ہے کہنے لگا کہ آپ کو کتنا روپیہ ملا ہے میں نے کہا کہ ایک پیسہ بھی نہیں کہنے لگا پھر تم کو کیا فائدہ ہوا میں نے کہا کہ ہمارے مذہب نے تعلیم دی ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی بھی ہے وہاں اس کا فائدہ ہو گا۔ آجلہ (آئندہ کا) فائدہ تو یہ ہے اور عاجلہ (موجودہ) فائدہ یہ ہے کہ شائقین اس کو پڑھتے ہیں مجھ کو دیکھ کر مسرت ہوتی ہے آگے کچھ نہیں بولا یہ لوگ ذہین نہیں ہوتے اس لئے جلد گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

خلوص سے معمولی الفاظ پیارے معلوم ہوتے ہیں

(ملفوظ ۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے بڑے القاب اور چکنے چپڑے الفاظ میں کیا رکھا ہے خلوص اور محبت ہو تو معمولی الفاظ بھی پیارے ہو جاتے ہیں دیکھ لیجئے اللہ تعالیٰ کا نام صرف سب لیتے ہیں کوئی بھی مخدومنا مکرمنا نہیں کہتا مکہ معظمہ میں شریف حسین تھے کہ ایک معمولی بدوی آکر اس طرح پکارتا یا حسین یا حسین اور وہ نہایت خندہ پیشانی سے خوش خوش گفتگو کرتے تھے اگر یہ سادگی محبت سے ہو تو کیا مضائقہ ہے بلکہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ایک بڑی بی تھیں میرے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دیا کرتی تھیں کہ بچے تو جیتا رہ تیری عمر بڑی ہو چونکہ محبت تھی اور سادگی سے ایسا برتاؤ کرتی تھیں ان کی یہ ساری باتیں پیاری معلوم ہوتی تھیں ایک بار گھر میں سے کہا کہ برادری میں ایک یہ ہی بڑی رہ گئی ہیں جو تم کو پیار کر سکتی ہیں۔ میرٹھ میں حافظ عبدالکریم رئیس تھے ان کی عادت تھی اکثر بیٹا بیٹا کہا کرتے تھے ایک چمار آیا پرانی عمر کا آدمی تھا اس کو بھی بیٹا کہا اس چمار نے کہا کہ تمہارے باپ کی برابر تو میری عمر اور مجھ کو بیٹا کہتے ہو حافظ صاحب بہت متواضع تھے برا نہیں مانا غرض حافظ صاحب محبت سے ایسا کہتے تھے کوئی بھی برا نہ مانتا تھا اصل چیز محبت ہے تعظیم میں کیا رکھا ہے بلکہ زیادہ تعظیم و تکریم تو ایک قسم کے حجاب ہیں یہ محبت کی سادگی تو ہم نے اپنے بزرگوں میں دیکھی بالکل اپنے کو مٹائے ہوئے تھے پھر تکلف کہاں رہتا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ اسد علی حقہ بہت پیتے تھے جب ضرورت ہوتی فرماتے کہ بیٹا قاسم حقہ بھر دے مولانا کی یہ حالت تھی کہ فوراً حکم کی تعمیل فرماتے باوجود اس کے کہ مرید اور شاگرد سب موجود مگر کچھ پرواہ نہیں اگر کوئی کہتا بھی تو فرماتے کہ یہ تمہارا کام نہیں یہ میرا کام ہے۔ اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے اس انکسار اور فنا کا بالکل ہی اپنے کو مٹا دیا تھا۔ مولوی معین الدین صاحب کہتے تھے کہ ایک ولایتی درویش آئے بڑے غصہ میں بھرے ہوئے نماز پڑھ کر مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے جب لوگ نماز پڑھ کر نکلنے لگے مولانا کے والد بھی آئے انکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تم مولانا سے حقہ بھرواتا ہے آخر باپ تھے کہا کہ جی ہاں بھرواتا ہوں ان درویش نے کہا کہ کبھی باپ ہونیکے بھروسہ رہو تم جس وقت مولانا کو حقہ بھرنے کو کہتے ہو

حاملان عرش کانپ اٹھتے ہیں اگر تم نے عنقریب توبہ نہ کی تو کوئی وبال نازل ہوگا پھر انہوں نے ایسی فرمائش نہیں کی دوسرا واقعہ حضرت مولانا ہی کا ہے جلال آباد کے ایک خانصاحب حضرت کے مہمان ہوئے آدھی رات کو پلنگ پر پڑے ہوئے کروٹیں بدل رہے تھے مولانا بڑے ذہین تھے سمجھ گئے کہ غالباً حقے کے عادی ہیں مولانا اسی وقت محلہ سے حقہ مانگ کر لائے اور بھر کر چارپائی کے برابر میں لا کر رکھ کر فرمایا کہ میں پیتا نہیں اس لئے بھرنا بھی نہیں آتا دیکھ لیجئے کسی چیز کی کمی بیشی ہو تو ٹھیک کردوں خان صاحب بیچارے پلنگ سے اتر کر الگ ہوگئے اور بڑی عذر معذرت کی فرمایا کہ تم مہمان ہو تمہارا حق ہے اس میں شرمندگی اور محجوب ہونے کی کونسی بات ہے ان خان صاحب کے ساتھ ایک بازاری عورت تھی بے نکاحی اور یہ پہلے سے علماء کے معتقد نہ تھے یہ کہا کرتے تھے کہ سب کو دیکھ لیا ہے صبح ہی کو حضرت مولانا سے مرید ہوگئے اور اس عورت کو بھی مرید کرایا اور نکاح پڑھوایا تو حضرت مولانا اس قدر منکسر المزاج تھے کہ اپنے مہمانوں تک کا حقہ بھرتے تھے بھلا باپ کا حقہ بھرنا تو کیسے چھوڑ سکتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ بڑا بننے میں کیا رکھا ہے بلکہ بعد تجربہ دین کے لئے تو مضر ہے ہی، یہ بڑا بننا دنیا میں بھی مصائب کا نشانہ بناتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

خشمہاؤ چشمہا و رشکہا　　　　بر سرت ریزو چو آب از مشکہا

(اگر بڑا ہوگے تو لوگوں کے غصے اور نگاہیں اور رشک و حسد تجھ پر ایسا پڑیں گے جیسے مشک سے پانی گرتا ہے۔ ۱۲)

غرض ضرورت محبت اور خلوص کی ہے بڑائی کی ضرورت نہیں ایک مرتبہ ایک گاؤں کا شخص مجھ سے بیعت تھا اکثر میرے پاس آیا کرتا تھا ایک دن کہنے لگا کہ ہمارے گاؤں میں ایک فقیر آیا کرتا ہے اگر کہو تو اس کا طالب ہو جاؤں (یہ ایک اصطلاح ہے گاؤں والوں کی مرید کے بعد ایک درجہ نکالا ہے طالب کا) میں نے اسکو غصہ کے لہجے میں ڈانٹا اس لئے کہ وہ فقیر شریعت کا پابند نہ تھا۔ ایک عرصہ کے بعد میں نے اس شخص سے مزاحاً پوچھا کہ اب بھی کسی کا طالب بنے گا نہایت محبت بھرے لہجے میں سادگی سے کہتا ہے کہ بس اب تو تیرا ہی پلہ (دامن) پکڑ لیا مجھے اس وقت اسکا یہ کہنا بہت ہی پیارا معلوم ہوا اور یہ الفاظ کئی مرتبہ اس کی زبان سے کہلوائے ہر مرتبہ میں ایک نیا لطف آیا۔ محبت میں کیسے ہی

الفاظ ہوں پیارے معلوم ہوتے ہیں اور اس پر ملامت بھی نہیں ہو سکتی اس کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفتگو عاشقاں در کار رب   جوشش عشقست نے ترک ادب

بے ادب تر نیست زو کس در جہاں   باادب تر نیست زو کس در نہاں

حق تعالیٰ کے بارہ میں عاشقان حق کی باتیں بے ادبی کیوجہ سے نہیں ہوتیں بلکہ جوش محبت کی وجہ سے ہوتی ہیں ظاہر میں تو اس سے زیادہ کوئی بے ادب معلوم نہیں ہوتا اور باطن میں اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہوتا۔ ۱۲)

چور طالب علمی کرتے ہیں طالب علم چوری نہیں کرتے ہیں

(ملفوظ ۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کو عوام کے تابع نہ ہو جانا چاہیئے اس میں علاوہ ان کی ذلت کے دین کا بھی ضرر ہے مجھ کو تو ہمیشہ اس کا خیال رہتا ہے کہ اہل علم کی اور علم دین کی دنیاداروں کی نظر میں تحقیر نہ ہو یہی وجہ ہے کہ میں سبکی طرف سے فرض کفایہ ادا کرتا رہتا ہوں جس کی وجہ سے آئے دن لوگوں سے لڑائی رہتی ہے اہل علم اور اہل دین کی حقارت گوارا نہ ہونے پر ایک لطیف واقعہ یاد آیا جب میں کانپور مدرسہ جامع العلوم میں تھا ایک طالب علم نے ایک طالب علم کی کتاب اور کچھ اسباب دق کرنے کو اپنے حجرہ میں لے جا کر چھپا لیا۔ مالک سامان نے اس کی اطلاع پولیس میں کر دی داروغہ تحقیقات کے لئے آ گیا اور اس کے متعلق گفتگو ہوتی رہی داروغہ مجھ سے کہنے لگا کہ افسوس ہے کہ طالب علم بھی چوری کرتے ہیں۔

میں نے کہا کہ طالب علم کبھی چوری نہیں کر سکتا کہنے لگے کہ مشاہدات کی تکذیب ہے دیکھئے یہی ایک واقعہ ہو گیا میں نے کہا کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ طالب علم نے چوری کی بلکہ کبھی چور طالب علمی کرنے لگتے ہیں چور یہ سمجھتے ہیں کہ اس روپ میں مدرسہ کے اندر چوری سہولت سے ہو سکتی ہے داروغہ جی نے ہنس کر کہا کہ صاحب مولیوں سے اللہ بچائے جدھر کو چاہے بات پھیر دیں تو اس واقعہ میں بھی طالب علم کی تحقیر نہیں ہونے دی اور ہمیشہ اسی کو جی چاہتا ہے کہ اہل علم کی تحقیر نہ ہو کیونکہ اگر عوام اہل علم سے بدگمان ہو جائیں تو اندیشہ ہے انکی گمراہی کا۔

تقویٰ سے نور فہم پیدا ہونا

(ملفوظ ۱۳) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ علم کے ساتھ تقویٰ کی سخت ضرورت ہے تقویٰ سے نور فہم پیدا ہوتا ہے جو غیر متقی کو نصیب نہیں ہوتا دیکھئے کہ حضرات صحابہ میں اکثر وہ حضرات تھے جو نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا مگر بڑے بڑے شاہان دنیا سے جب مخاطبت کا اتفاق ہوا وہ تو ان کی گفتگو سن کر دنگ رہ جاتے یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں اسلام کے قبل بھی ایک استعداد خاص پیدا کر دی تھی مگر ظہور تو اس کا اتباع اور تقویٰ ہی کی بدولت ہوا۔ اس استعداد پر ایک قصہ یاد آیا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان فرماتے تھے کہ دو چچا زاد بھائی سفر میں چلے آپس میں کوئی نزاع پیش آیا ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا قاتل کا چچا مقتول کا باپ تھا لوگ قاتل کو پکڑ کر اس کے پاس لائے اور واقعہ بیان کیا غایت وقار سے اس شخص کی نشست کی ہیئت تک نہیں بدلی اور بیساختہ کہا کہ میرے دو ہاتھ تھے ایک ہاتھ نے ایک ہاتھ کو کاٹ ڈالا تو کیا اس ہاتھ کو میں کاٹ ڈالوں مگر مقتول کی ماں کو صبر نہ آویگا اس لئے سو اونٹ ہمارے اصطبل سے کھول کر مقتول کی ماں کو دیدے۔ ایک خبط اس انگریزی داں طبقہ میں اکثر یہ ہو جاتا ہے کہ پڑھتے تو ہیں انگریزی اور دخل دیتے ہیں دین میں باقی اللہ کے بندے بعضے ایسے بھی ہیں جو اس کا احساس بھی رکھتے ہیں اور اپنی غلطی کا اقرار بھی کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب کانپوری نے وعظ بیان کیا وعظ میں ایک صدر اعلیٰ صاحب بھی شریک تھے کسی شخص نے شاہ صاحب سے مسئلہ پوچھا شاہ صاحب نے مسئلہ کا جواب دیدیا ایک شخص نے کہا کہ صدر اعلیٰ صاحب اس طرح بتلاتے ہیں مولوی صاحب نے بیدھڑک کہا کہ صدر اعلیٰ گوہ کھاتے ہیں اب ان کی تہذیب اور اہلیت دیکھئے۔ کھڑے ہو کر کہا کہ مولانا واقعی سود کی ڈگری دینے والے کو یہ منصب نہیں کہ دین میں دخل دے اور میں توبہ کرتا ہوں انشاء اللہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہو گا اور یہ تمام شغف انگریزی سے صرف دنیوی عزت کے لئے ہے سو خود عزت دنیوی ہی کوئی چیز نہیں اصل عزت آخرت کی ہے حتیٰ کہ اگر ساری دنیا کسی کو حقیر سمجھے چاروں طرف سے اس کو دھولیں تھپیڑیں لگیں ذلت ہو رسوائی ہو تب بھی کوئی چیز نہیں اگر خدا

کے نزدیک پیارا اور محبوب ہو۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جہاز میں سفر کر رہے تھے اس جہاز میں ایک رئیس بھی سوار تھا اس کو تفریح کی ضرورت ہوئی چند مسخرے ہمراہ تھے اب تلاش ہوئی کہ ایسا شخص ملے جس کو تختہ مشق بنایا جائے تو تفریح مکمل ہو سو ایسی حقیر اور پست حالت میں حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ ملے انہوں نے ان ہی کو اپنے مذاق کا تختہ مشق بنایا یہ کچھ نہیں بولے جب دیر ہو گئی تو غیرت خداوندی جوش میں آئی الہام ہوا کہ اے ابراہیم اگر کہو تو ان سب کو ڈبو دوں عرض کیا کہ اے اللہ ان کی آنکھیں نہیں یہ مجھ کو پہچانتے نہیں جیسے آپ میری بددعا ان کے حق میں قبول فرما سکتے ہیں ایسے ہی میری دعا ان کے حق میں قبول فرما لیجئے میں دعا کرتا ہوں کہ ان کو صاحب بصیرت بنا دیجئے تاکہ مجھ کو پہچان سکیں حضرت ابراہیم کی دعا قبول ہو گئی اور سب کے سب صاحب بصیرت ہو گئے قدموں میں جا پڑے صاحب نسبت ہو گئے ان کے نزدیک حضرت ابراہیم صاحب ذلت تھے اور اللہ کے نزدیک صاحب عزت تھے یہ کتنی بڑی عزت ہے کہ مالک دو جہاں مشورہ کریں کہ اگر کہو تو سب کو ڈبو دوں بس عزت یہ ہے باقی یہاں کی عزت سو اسکی کیفیت تو خواب کی سی ہے اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ مجھ کو پکڑ کر حاکم کے سامنے لے گئے اور مجھ کو سزا کا حکم ملا ذلت کے تمام اسباب جمع ہیں مگر جب آنکھ کھلی تو کچھ بھی نہیں یا یہ دیکھئے کہ میں ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو گیا اور حشم خدم ساتھ ہیں عزت کے تمام اسباب جمع ہیں مگر جب آنکھ کھلی تو کچھ بھی نہیں تو کیا ان دو خوابوں کا کچھ میں دید واس تحمل کی کیا حد ہے اور واقعی اہل عرب میں کوئی بات تو تھی جب تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں بھیجا ان کے جذبات بڑے اچھے تھے بس قوت کے فعل میں آنے کی ضرورت تھی حضور پر ایمان لاتے ہی تمام کمالات ابل پڑے۔

۲ ذیقعدہ ۱۳۵۰ ہجری مجلس بعد نماز جمعہ

فطری بات بتلانے کی ضرورت نہیں

(ملفوظ ۱۴) ایک لڑکے نے آ کر تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ حضرت والا نے فرمایا کہ ابھی سے بدتمیزی کی باتیں سیکھنا شروع کر دو اس وقت کے بگڑے ہوئے

ساری عمر بھی سیدھے نہ ہوگے ایک صاحب نے عرض کیا معلوم ہوتا ہے کہ گھر والوں نے تعلیم نہیں دی فرمایا کہ بالکل غلط فرمایا گھر والے ضرور کہتے ہیں کہ فلاں چیز کا تعویذ لے آو اس سے زیادہ بتلانے کی ضرورت نہیں کیونکہ سیدھی بات ہے اور سیدھی ہی بات فطری ہوتی ہے اس کے بتلانے کی کیا ضرورت البتہ ضرورت ٹیڑھی بات سکھلانے کی ہوتی ہے تو آج کل اگر تعلیم کرتے ہیں تو الٹی بات کی چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ ایک شخص مکان سے تعویذ لینے چلا اور یہ بھی اس کے ذہن میں ہے کہ فلاں چیز کے لئے تعویذ کی ضرورت ہے اور فطری مقتضا ہے کہ وہ آتے ہی خود سب کہہ دیتا مگر اب اس کو یہ سکھلایا جاتا ہے کہ جب تک نہ پوچھیں بولنا مت تو یہ بد تمیزیاں البتہ سکھلائی جاتی ہیں رہی سیدھی بات سو وہ اصلی چیز ہے اس میں تعلیم کی کون سی ضرورت ہے غیر اصلی چیز میں تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے حضرت والا نے اس لڑکے سے فرمایا کہ تم نے اس وقت بد تمیزی کی جس سے سخت طبیعت پریشان ہوئی اس لئے آدھ گھنٹہ کے بعد آؤ آ کر پوری بات کہو اس میں تعلیم بھی ہے اور دوسرے کی پریشانی بھی کم ہو جاویگی تب تعویذ ملیگا اور اگر پوری بات نہ کہو گے پھر بھی تعویذ نہ ملے گا اس وقت وہ لڑکا چلا گیا اور آدھ گھنٹہ کے بعد آ کر پوری بات کہی تعویذ دیدیا گیا۔

حکایت مولوی شاہ سلامت اللہ کان پوری

(ملفوظ ۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انگریزی کی بدولت آدمیت بھی جاتی رہی حیوانیت کا غلبہ ہو رہا ہے اور دین بھی بالکل برباد ہو جاتا ہے جن کو اسکا احساس ہو گیا ہے وہ بچ بھی سکتے ہیں چنانچہ ایک شخص نے اپنے لڑکے کو انگریزی تعلیم پڑھانی چاہی اور وہ لڑکا پڑھنا نہیں چاہتا تھا اس لڑکے نے مجھ سے کہا میں نے تدبیر بتائی کہ تم فیل ہو جایا کرو وہ دو مرتبہ فیل ہو گیا باپ نے کہا کہ نالائق ہے جا عربی پڑھ، ملا بن بس پیچھا چھوٹ گیا۔ اعتبار ہو گا ایسے خواب پر ایک حکایت یاد آئی کہ ایک شخص رات کو چار پائی پر پیشاب کرتا تھا بیوی نے کہا کہ تو بڈھا خرانٹ ہو کر چار پائی پر موتتا ہے اس نے کہا کہ شیطان خواب میں لے جاتا ہے اور کسی جگہ بٹھلا کر کہتا ہے کہ پیشاب کر لے سو وہ ایسا کراتا ہے میاں بیوی مفلس بھی تھے بیوی نے کہا کہ جب شیطان سے تیری دوستی ہے وہ تو جنوں کا

بادشاہ ہے اس سے مال کیوں نہیں مانگتا اس نے کہا کہ آج کہوں گا غرض رات کو بدستور شیطان خواب میں آیا اس نے کہا کہ خالی پھیکے لیجاتے ہو تم کو یہ خبر نہیں کہ ہم غریب ہیں تو کہیں سے مال دلواؤ تم کو تو تمام خزانوں کی خبر ہے شیطان نے کہا کہ پہلے سے تم نے کہا کیوں نہیں چلو میرے ساتھ جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو لے لو یہ ساتھ ہو لیا ایک خزانہ پر لیجا کر کھڑا کیا اور وہاں سے ایک بڑا بھاری روپیہ کا توڑا کندھے پر رکھوا دیا اس میں وزن تھا زیادہ بوجھ کی وجہ سے پیشاب تو کیا پاخانہ بھی نکل گیا آنکھ کھلی تو دیکھا کہ نہ خزانہ ہے نہ روپیہ صرف پاخانہ ہے خواب میں تو خزانہ تھا۔ اور بیداری میں پاخانہ ہو گیا۔ اسی طرح جب اس عالم دنیا سے عالم آخرت کی طرف جاؤ گے اور وہاں آنکھ کھلے گی تب معلوم ہو گا وہاں جو خزانہ تھا یہاں پاخانہ ہے پھر اس کی ساتھ ہی یہ حالت کہ بیک بینی دو گوش تن تنہا۔ نہ کوئی یار نہ مددگار یہ تو یہاں کے متاع کی حقیقت نظر آوےگی۔ اور جب وہاں کے درجات اور نعماء دیکھو گے تو وہی کہو گے جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دنیا میں ہماری کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی اور ہم کو یہ درجہ ملتا تو کیا خوب ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ اپنے اکثر بندوں کو دونوں جگہ راحت دیتے ہیں اگر کسی کو تکلیف بھی ہوتی ہے تو وہ محض جسمانی تکلیف ہوتی ہے اور ان کی یاد کرنے والوں کو اس میں روحانی پریشانی نہیں ہوتی۔

الحرص علی الجاہ

(ملفوظ ۱۶) (ملقب بہ الحرص علی الجاہ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آجکل تو بعض علماء بھی لیڈروں کے ہم خیال بن کر سلطنت کے خواہشمند ہیں اور زیادہ حیرت تو اس پر ہے کہ اس خواہش میں احکام کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ زمانہ تحریکات میں جو کچھ کیا گیا وہ اظہر من الشمس ہے اور احکام کے سامنے سلطنت تو کیا چیز ہے جن کے قلوب میں حق تعالیٰ کی اور اس کے احکام کی محبت پیدا ہو چکی ہے ان کی نظر میں تمام دنیا کا وجود مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ان کے نزدیک تو اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے چھوٹے چھوٹے بچے مٹی یا ریت کے گھر بنا لیتے ہیں اور وہ اس میں سے کسی کا نام دیوان خانہ اور کسی کا بالاخانہ رکھتے ہیں تو عقلاء ان بچوں پر ہنستے ہوئے گزرتے

ہیں اوران سے کہتے ہیں کہ آؤ ہم تم کو حقیقی دیوان خانہ اور بالاخانہ دکھائیں ان کو دیکھو۔ اسی طرح خاصان حق اہل اللہ آپ کے ان محلوں اور کوٹھی بنگلوں کو دیکھ کر ہنستے ہیں اور آخرت کی ترغیب دیتے ہیں اور تمہاری اس فانی سلطنت کی حقیقت وہ ہے جو ایک بزرگ نے ایک بادشاہ کو بتلائی تھی یعنی بادشاہ سے دریافت کیا کہ اگر کسی موقع پر آپ جا رہے ہوں۔ اور پانی پاس نہ ہو اور شدت پیاس سے جانپر بن رہی ہو ایسے وقت پر کوئی شخص ایک کٹورا پانی لے کر آئے اور یہ کہے کہ نصف سلطنت کے بدلے یہ کٹورا پانی کا فروخت کرتا ہوں تو آپ خرید لیں گے بادشاہ نے کہا کہ ضرور خرید لوں گا پھر ان بزرگ نے کہا کہ اگر اتفاق سے تم کو پیشاب کا بند لگ جائے اور کوئی علاج مفید نہ ہو اور کوئی شخص یہ کہے کہ اگر نصف سلطنت دو تو یہ بند کھول دوں گا تو کیا کرو گے بادشاہ نے کہا کہ نصف سلطنت دیدوں گا ان بزرگ نے کہا کہ یہ حقیقت ہے تمہاری سلطنت کی کہ آدھی سلطنت کی قیمت ایک کٹورا پانی کا اور آدھی سلطنت کی قیمت ایک کٹورا پیشاب کا بس یہ ہے وہ سلطنت جس کے لئے آجکل کے عقلاء اور ان کے ہم خیال بعض مولوی سرگردان اور پریشان حال ہیں اور آخرت کو بھی بھول گئے ہیں سلطنت حاصل کرنے کو یا ترقی کرنے کو منع نہیں کرتا خوب ترقی کرو اور خوب سلطنت اور حکومت کرو میں تو خود ترقی کو پسند کرتا ہوں مگر اس میں کچھ شرط بھی تو ہے وہ یہ کہ احکام شریعت کو محفوظ کرتے ہوئے حدود اسلام پر نظر رکھتے ہوئے حاصل کرو البتہ اس کے عکس کے خلاف ہوں کیونکہ ایسی حکومت مسلمانوں کے کام کی نہیں ہو سکتی جس میں پہلے احکام شرعیہ کو پامال کر دیا جائے سو ایسی سلطنت باعث ترقی نہیں ہو سکتی بلکہ باعث نحوست ہوگی مجھ کو مقاصد سے اختلاف نہیں طریق کار سے اختلاف ہے میں یوں کہتا ہوں کہ سلطنت ہو یا حکومت مال ہو یا جاہ عزت ہو یا آبرو اگر تم خدا کے احکام کی حفاظت کرتے ہوئے ان پر کاربند رہتے ہوئے حاصل کر سکو تو تم کو ہزار بار مبارک اس لئے کہ اس صورت میں یہ چیزیں احکام اسلام کی اشاعت کا ذریعہ ہوں گی اور اگر اس کے ساتھ اغراض فاسدہ وابستہ ہیں جیسا آجکل کے واقعات سے بالکل ظاہر ہے تو ایسی سلطنت اور حکومت پر لعنت ہزار بار لعنت ایسی چیز مبغوض ہے منحوس ہے مردود ہے جو خدا کی یاد سے غافل کر دے یا احکام سے دور کر دے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی سلطنت کو پیش کرتے ہیں یہ بھی معلوم

ہے کہ اسکے ساتھ ہی وہ حضرات احکام اسلام پر کس طرح عاشق تھے اور کس سختی سے ان کے پابند تھے عین قتال کے وقت جوش کی حالت میں بھی احکام کا ہوش رکھتے تھے مثلاً یہ مسئلہ ہے کہ اگر عین قتال کے وقت کسی کافر پر تلوار اٹھاؤ جس نے تمہارے باپ بھائی بیٹے کو قتل کر دیا ہو اور وہ عین اس حالت میں کلمہ پڑھ لے تو فوراً ہاتھ روک لو کیا اب کوئی ایسا کر سکتا ہے۔ رات دن کے معمولات اور معاملات میں تو حدود اور احکام کی پابندی کی ہی نہیں جاتی ایسے سخت وقت میں تو بھلا کون رعایت کر سکتا ہے غرض ہر چیز کے کچھ حدود ہیں قواعد ہیں پہلے طبیعتوں کو ان کا خوگر بناؤ پھر میدان میں آؤ میں تقسیم عرض کرتا ہوں

کہ پھر نصرت خداوندی تمہارے ساتھ ہو گی اور پھر تم
سلف کی طرح تمام عالم پر حکومت کرو گے اور بدون

احکام کی پابندی کے اختیار کئے ہوئے حکومت یا سلطنت کا حاصل کرنا ایسا ہے جیسے بلا وضو کے نماز پڑھنا یا بدون منتر جانے ہوئے سانپ پکڑنا جس کا انجام ہلاکت ہے اور اگر بالفرض چندے یہاں حکومت کر بھی لی تو آخرت کی زندگی تو برباد ہو جائیگی اصل چیز تو وہی ہے جس کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور وہ ایمان اور اعمال صالحہ ہیں ایمان کی حفاظت کرو اور اعمال صالحہ اختیار کرو پھر اس پر خوشخبری ہے بشارت ہے جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ان الارض یرثہا عبادی الصالحون
(اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے)

یہ بیان تو ان کے لئے تھا جو جاہ کے لئے حکومت اور سلطنت کے خواہاں اور جویاں ہیں باقی اہل اللہ اور خاصان حق جن کو تم نظر تحقیر سے دیکھتے ہو کہ وہ خستہ حالت میں ہیں میلے کچیلے ہیں بے سروسامانی ان کی رفیق ہے وہ ان چیزوں کی پرواہ نہیں کرتے گو بضرورت سلطنت بھی حاصل کر لیں اور اس میں بھی کوشش کریں کہ اپنے کو اس سے علیحدہ رکھ کر دوسرے کے سپرد کر دیں اور اگر باول ناخواستہ ان کے ذمہ پڑ جاوے تو پھر اس کے پورے حقوق ادا کریں۔ میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ یہی حضرات کچھ ساتھ لیجانیوالے ہیں تم نے جن سامانوں کو قبلہ و کعبہ بنا رکھا ہے وہ تم ہی کو مبارک ہوں وہ تو ان سامانوں کو حجاب اور وبال جان خیال کرتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب

باہان ارمنی کے دربار میں اپنے اسیروں کو چھڑانے کے لئے تشریف لیگئے تو آپ نے دربار کا فرش دیبا اور حریر کا اٹھا کر پھینک دیا اور اس کے سوال پر جواب میں فرمایا کہ تیرے فرش سے ہمارے اللہ کا فرش افضل ہے حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے کہ جب آپ نے یہ آیت قرآن پاک کی "سنئ والارض فرشنھا" (اور ہم نے زمین کو فرش بنایا ہے) اسی وقت اپنے پاؤں سے جوتے نکال کر پھینک دیے کہ خدا کے فرش پر جوتے پہن کر چلنا خلاف ادب ہے۔ (یہ غلبہ ہے حال کا جو خوبی ہے مگر حجت نہیں) اب سنیئے کہ تمام چرند پرند کو حکم ہو گیا جس جس طرف بشر حافی کا گذر ہو کوئی بیٹ نہ کرنے پاوین۔ غرض ہماری عزت اس ظاہری سامان سے تھوڑا ہی ہے۔ اگر عزت ہے تو بے سروسامانی ہی میں ہے جو عبدیت سے مسبب ہو اسی کو فرماتے ہیں۔

زیر بارند درختاں کہ ثمر ہا دارند　　　اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

دلفریباں نباتی ہمہ زیور بستند　　　دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

(پھل دار درخت زیر بار رہتے ہیں مبارک ہو سرو کو کہ وہ تمام غموں سے آزاد ہے حسینان جہاں کو بناؤ سنگھار کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے محبوب کو حسن خداد حاصل ہے)

حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بادشاہ سنجر نے ایک مرتبہ لکھ کر بھیجا کہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت کیخدمت میں اکثر مجمع خدام کا رہتا ہے اگر اجازت ہو تو ایک حصہ ملک کا خدام کے لئے حضرت کی خدمت میں پیش کر دوں حضرت نے جواب میں لکھ بھیجا۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد　　　دردل اگر بود ہوس ملک سنجرم

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب　　　من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

(اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ہوس ہو تو جس طرح سنجر کا چتر سیاہ ہے میرا نصیب بھی سیاہ ہو۔ اور جس وقت سے ملک نیم شب (یعنی عبادت نیم شبی) کی مجھے خبر ہوئی ہے میں تو ملک نیم روز کو ایک جو کے بدلے میں بھی نہ خریدوں)

ایک بزرگ کو کسی بادشاہ نے لکھا تھا کہ ہم مرغ کھاتے ہیں اور تم خشک روٹی ہم دیبا اور حریر پہنتے ہیں اور تم گدڑی اوڑھتے ہو تم بڑی مصیبت میں اور تکلیف میں ہو تم ہمارے پاس آجاؤ تو ہم تمہاری خدمت کریں گے اور یہاں پر تم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی ان

بزرگ نے جواب میں لکھا کہ

خوردن تو مرغ مسمی دمے　　طعمہ ما نانک جویں ما
پوشش تو اطلس و دیبا حریر　　بخیہ زدہ خرقہ پشمین ما

(تیری غذا بھنا ہوا۔۔۔۔ مرغ اور شراب ہے ہماری غذا جو کی روٹی ہے تیرا لباس اطلس اور دیبا اور ریشم ہے۔ اور ہمارا لباس ہماری پیوند زدہ گدڑی ہے)

اور آخر میں فرماتے ہیں

نیک ہمیں است کہ می بگذرد　　راحت تو محنت دوشین ما
باش کہ تا طبل قیامت زنند　　آن تو نیک آید و یا این ما

عنقریب یہ سب چیزیں گذر جاویں گی تیری راحت بھی اور ہماری تکلیف بھی ذرا انتظار کرو کہ قیامت کا طبل بجاویں پھر دیکھنا ہے کہ تیرے حالات درست ہوں یا ہمارے)
مطلب یہ ہے کہ اس روز معلوم ہوگا کہ یہ حالت اچھی تھی یا وہ اور اصل بات تو یہ ہے کہ ان بادشاہوں کی یہی رائے کہ ان بزرگوں کو تکلیف میں سمجھتے تھے غلط تھی۔ ان حضرات کے قلوب میں ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ وہ سب سے مستغنی کر دیتی ہے۔

لوگوں کے ہنسنے پر آپکا ضرر نہیں

(ملفوظ ۱۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مقام پر جو جدید مدرسہ بچوں کی تعلیم قرآن و دینیات کے لئے ہم لوگوں نے جاری کیا ہے اس پر لوگ ہنستے ہیں کہ یہ تو چھ مہینے کا ہے پھر نہ مدرسہ رہے گا نہ مدرسی فرمایا کہ ہنسنے دیجئے آپ کا کیا ضرر ہے اگر ایک شخص کو ایک وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق ہو جائے تو ایک ہی وقت کی سہی ایک وقت کا تو فرض ادا ہوا نہ پڑھنے سے تو بہتر ہے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا تھا کہ فلاں شخص ریا سے ذکر کرتا ہے فرمایا کرتا تو ہے تم کو تو ریا سے بھی کبھی توفیق نہ ہوئی تمہارا کیا منہ ہے اعتراض کا حاصل جواب کا یہ ہے کہ اول تو ریا ہی کا ثبوت نہیں دوسرے ممکن ہے ریاء ہی سے عادت ہو جائے پھر عمل بلاریا ہونے لگے ایک مجتہد شیعی نے ایک مولوی صاحب سے نانوتہ میں کہا تھا آپ حضرات نے فلاں کام کیا تھا جس میں خطرات بھی تھے آخر کیا نتیجہ نکلا بجز پریشانی کے جواب میں مولوی صاحب نے یہ قطعہ

پڑھ دیا۔

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن　　　بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منہ سے اپنے آپکو کہتا ہے عشق باز　　　اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

اگر کوئی شخص تبلیغ کرے اور سو برس کی کوشش میں ایک شخص بے نمازی سے نمازی ہو جائے تو کوشش بیکار نہیں گئی کارآمد ہوئی کچھ تو ہوا کچھ نہ ہونے سے تو بہتر ہوا بلکہ میں تو توسع کر کے کہتا ہوں کہ اگر ساری عمر کی کوشش کا بھی بظاہر کوئی نتیجہ نہ نکلے مثلاً ایک نمازی بھی نہ ہوا تب بھی کوشش بیکار نہیں کارآمد ہے ظاہر کی قید میں نے اس لئے لگائی کہ باطن میں تو اس کا نفع ہو ہی رہا ہے یعنی ثواب مل رہا ہے مگر آج کل لوگوں کی عجیب حالت ہے جس کو ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ نہ آپ چلیں نہ دوسرے کو چلنے دیں حتیٰ کہ کام کرنے والے کو بددل کر دیتے ہیں۔ اس پر ایک حکایت بیان فرمایا کرتے تھے کہ غدر کے زمانہ میں ایک میدان میں کچھ لاشیں پڑی ہوئی تھیں ان میں ایک زخمی سپاہی بھی پڑا ہوا تھا اس سپاہی کو خیال ہوا کہ دن تو جس طرح بھی ہو گا گذر جائے گا مگر تنہا شب کا کاٹنا مشکل پڑیگا مزاحاً فرمایا کہ اس سپاہی کو تنہائی کی ضرورت نہ تھی تنہا کی ضرورت تھی۔ (یعنی کئی تن کی) ایک لالہ جی اس طرف سے گزر رہے تھے سپاہی نے آواز دی۔ لالہ جی آواز سن کر گھبرائے کہ لاشوں میں کیسی آواز ہے اس سپاہی نے کہا کہ ڈرو مت میں مرا نہیں زخمی ہو گیا ہوں اور میری کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہے اگر میں مر گیا یونہی بیکار جائیگی تم کھول کر لے جاؤ تمہارے ہی کام آئے گی لالہ جی کے روپیہ کا نام سن کر منہ میں پانی بھر آیا اور ڈرتے ڈرتے سپاہی کے قریب پہنچے سپاہی نے کہا کہ مجھ میں تو کھول کر دینے کی قوت نہیں تم خود کھول لو جب لالہ جی بالکل ہی قریب ہو گئے سپاہی نے برابر سے تلوار اٹھا لالہ جی کے پیروں پر رسید کی، گر پڑے پھر بھی ہمیانی ٹٹولی مگر وہاں کچھ بھی نہیں تھا تب سپاہی سے پوچھا کہ یہ کیا کیا سپاہی نے کہا لالہ جی بیوقوف ہوئے ہو میدان جنگ میں کوئی ہمیانی روپوں کی بھی باندھ کر آیا کرتا ہے۔ یہ تو ایک تدبیر تھی تم کو اپنے پاس رکھنے کی شام قریب ہونے کو تھی خیال ہوا کہ رات کو دل گھبراویگا کسی کو پاس رکھوں تم نظر آ گئے اب بات چیت میں رات گزر جائیگی۔ تب لالہ جی نے کہا کہ اوت کا اوت نہ آپ چلے نہ اور کو چلنے دے سو یہ زمانہ وہی ہے کہ نہ خود کوئی

کام کریں۔ نہ دوسروں کو کرنے دیں اگر خاموش ہی رہیں تو اچھا ہے نہیں خاموش بھی نہیں بیٹھا جاتا بلکہ اور کام میں روڑے اٹکاتے ہیں۔

طریق اور اسکا مقصود

(ملفوظ ۱۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق میں نکات اور لطائف پیچ ہیں یہ سب باتیں طریق کی حقیقت سے بےخبری کی بدولت ہو رہی ہیں طریق تو اعمال ہے اور مقصود رضاء حق ہے یہ حقیقت ہے اس طریق کی ایسے ہی طالب میں صدق اور خلوص کی ضرورت ہے اگر یہ نہیں تو محروم رہیگا۔

بلاضرورت سوال کا جواب ارشاد نہ فرمانا

(ملفوظ ۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب کوئی مجھ سے علمی سوال کرتا ہے تو میرا معمول ہے کہ میں جواب سے پہلے دو امر کی تحقیق کر لیتا ہوں پھر بعد میں جواب دیتا ہوں ایک تو یہ کہ سائل کو علم کس قدر ہے۔ دوسرے یہ اطمینان ہو جائے کہ واقعی خلوص سے پوچھ رہا ہے اور اگر کوئی طالب علم سوال کرتا ہے تو اس کو یہ دیکھتا ہوں کہ اپنے استادوں سے کیوں نہیں پوچھتے بعض ایسے ذہین ہوتے ہیں لکھتے ہیں کہ اساتذہ سے پوچھا تھا مگر شفاء نہیں ہوئی میں لکھتا ہوں کہ ان کی تقریر لکھو کہ انہوں نے کیا بیان کیا اور جو تم اس کا مطلب سمجھے ہو وہ لکھو پھر جو شبہ ہو وہ لکھو تا کہ میں واقعہ اور فہم کا اندازہ کروں مگر پھر کوئی کچھ نہیں لکھتا اگر واقعی تحقیق کیا تھا پھر تردد رہا اور شفا نہ ہوئی تو لکھنا چاہیئے تھا محض ایک مشغلہ ہے کہ لاؤ بیٹھے ہوئے بلاضرورت یہ بھی سہی سو یہاں یہ باتیں نہیں چلتیں پھر اس پر خفا ہوتے ہیں جی یوں چاہتا ہے کہ ضرورت کے موافق دوسرے کو تکلیف دی جائے فضول باتوں سے خود بھی اجتناب رکھیں اور دوسرے کو بھی پریشان نہ کریں پھر ضرورت میں بھی استادوں کا وجود بھی تو عبث نہیں ان سے استفادہ کرنا چاہیئے۔

۳ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

خانقاہ میں قیام کے شرائط

(ملفوظ ۲۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا اگر نفس کے ضروری حقوق ہیں یا عیال کے حقوق میں کسی قسم کی بھی کوتاہی کا احتمال ہو اس حالت میں یہاں قیام کرنا

نافع نہیں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے میرے یہاں ہر چیز اپنی حد پر ہے وہ در وہ معاملہ نہیں جیسے آجکل دکاندار مشائخ رسم پرستی کرتے ہیں اور دوسروں سے کراتے ہیں مجھ کو یہ باتیں پسند نہیں ہر بات صاف اور اپنی حد پر رہنی چاہیے۔

جواب دینے کے لئے قیود و شرائط

(ملفوظ ۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو علماء کا یہ طرز ناپسند ہے کہ وہ سائل کے ہر سوال کے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جواب دینے کے بھی تو کچھ شرائط ہیں۔ آخر نماز اتنا بڑا رکن ہے دین کا مگر وہ بھی قیود اور شرائط سے خالی نہیں ان شرائط کا حاصل یہ ہے کہ اول یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ سوال ضروری ہے یا غیر ضروری پھر اگر یہ بھی معلوم ہو جائے کہ فی نفسہ ضروری ہے تو پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ مشغلہ کے طور پر سوال کر رہا ہے یا واقع میں بھی اس کو ضرورت ہے۔ اگر محض مشغلہ مقصود ہے اور عمل وغیرہ مقصود نہیں تو ایسے شخص کو ہرگز نہ جواب دیا جائے البتہ علم کا جو حصہ فرض عین ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ غرض اس قسم کی باتوں کا خیال رکھنا علماء کو بہت ضروری ہے۔ علماء نے جو ان اصول کو چھوڑ دیا اس سے بہت مخلوق فضول میں مبتلا ہو گئی یہی وجہ ہے کہ عوام الناس جاہل تک علماء کو اپنا تختۂ مشق بنالیتے ہیں اور مسائل دینیہ میں اپنے منصب کے خلاف دخل دیتے ہیں اور بلاضرورت خواہ مخواہ علماء کو پریشان کرتے اور جھگڑوں میں پھنساتے ہیں اور علماء کے ایسا کرنے کا سبب اکثر جاہ ہے کہ جواب دینے سے زیادہ معتقد ہو جائے گا یا اور اغراض فاسدہ ہیں مثلاً یہ کہ ہم کو بدنام کریں گے یا اپنے دل میں سمجھیں گے کہ انہیں کچھ آتا جاتا نہیں یا مدرسہ کا چندہ بند کر دیں گے اس لئے ہر سوال کا جواب دینے کو تیار ہوتے ہیں سو یہ بھی اچھی خاصی مصیبت ہے معلوم بھی ہے کہ بڑے سے بڑے عالم محقق امام اور مجتہد کو بھی بعض مسائل پر لاادری (مجھے معلوم نہیں) کہنے کے سوا کچھ نہیں بن پڑا خلاصہ یہ ہے کہ علماء کو سائل کا تابع نہ ہونا چاہیے بلکہ سائل کو اپنا تابع بنانا چاہیے ہاں جہاں سوال ضروری ہو اور طالب کو بھی فی الحقیقت ضرورت ہو وہاں اپنے اور کاموں کو چھوڑ کر بھی جواب دینا چاہیے اس لئے کہ وہاں دین کی ضرورت ہے حاصل یہ

ہے کہ دین کے تابع خود بھی ہو اور دوسروں کو بھی بناؤ۔ دین کو کھیل اور محض تفریح منت بناؤ جیسا کہ ہو رہا ہے مولانا عبدالقیوم صاحب مقیم بھوپال کا معمول تھا کہ فضول سوال کا جواب نہ دیا کرتے تھے اگر کوئی سوال کرتا کہ یہ مسئلہ کس حدیث میں ہے تو فرمایا کرتے کہ میں تو مسلم نہیں ہوں جو حدیث تلاش کرنے کی ضرورت پڑتی میرے آباء اجداد سب حضور کے زمانہ سے مسلمان چلے آرہے ہیں ہم کو اپنے ان بڑوں سے دین پہنچا ہے مطلب یہ تھا کہ یہ بتلانا چاہتے تھے کہ یہ سوال تیرا فضول ہے تو علماء کو یہ طرز اختیار کرنا چاہیئے اور اس وقت کا جو طرز ہے وہ مضر ہے اور اس میں بڑے مناسد ہیں۔

تعلیم کے شرائط

(ملفوظ ۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے بیعت کا تعلق پیدا کرنا چاہا میں نے انکار کر دیا مگر تعلیم سے عذر نہیں کیا اور بیعت اس لئے نہیں کیا کہ مجھ کو ان کی حالت سے اندازہ ہو چکا تھا کہ اس وقت جوش ہے اگر ہوش میں آجائیں اور پھر بھی یہی رائے رہے تب ٹھیک ہے ان کا اصرار تھا میں نے کہا کہ آپ تو بیعت پر مصر ہیں جو طبعاً و عرفاً بہت قوی تعلق ہے میں تو تعلیم میں بھی یہ شرط لگاتا ہوں کہ اگر مجھ کو شبہ پیدا ہو جائے گا کہ تو میں خط و کتابت کو بھی قطعاً بند کر دوں گا وہ اس کو منظور نہ کرتے تھے مگر اب وہ اعتقاد وغیرہ سب غائب ہو گیا خط و کتابت میں گڑبڑ شروع کی میں نے منع کر دیا کہ آئندہ خط و کتابت کی اجازت نہیں مجھ کو اپنی رائے کے صائب ہونے پر مسرت ہوئی اب بتلایئے کہ جو صاحب مشورے دیتے ہیں کہ نرمی کرو اور یہ کرو وہ کرو میں ان کے کہنے سے اپنے ان تجربات کو کیسے چھوڑ دوں۔

عدم اذیت کا اہتمام نہ کرنا سبب بے فکری ہے

(ملفوظ ۲۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس کا تو خدانخواستہ قلب میں شبہ بھی نہیں کہ لوگ جان کر یا قصد اور اہتمام سے اذیت پہنچاتے ہیں ہاں یہ یقینی ہے کہ عدم اذیت کا بھی اہتمام نہیں کرتے جس کا سبب صرف بے فکری ہے بس میں اسی کی کوشش کرتا ہوں کہ فکر پیدا ہو اگر فکر سے کام لیں تو بہت کم غلطیاں ہوں۔

۳ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

دوسرے کی اصلاح مصلح کی ضرورت

(ملفوظ ۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کی اصلاح کے لئے نرا صالح ہونا کافی نہیں بلکہ مصلح کی ضرورت ہے جیسے مریض کو معالج کے تندرست ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے طبیب ہونے کی ضرورت ہے اس لئے کہ ہر تندرست طبیب نہیں ہوتا۔

"اشرفی" لکھنا پسند نہیں

(ملفوظ ۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو یہ ایسی پارٹی بندی پسند نہیں کہ ایک ہی خیال اور ایک ہی مشرب کے ہو کر نسبتوں سے فرق ظاہر کریں جیسے ایک صاحب نے اپنے نام کے ساتھ اشرفی لکھا تھا بلاضرورت ایسی نسبتیں متضمن مفاسد ہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ چشتی قادری، نقشبندی، سہروردی یہ بھی تو ایک نسبت ہے فرمایا کہ وہاں تو اپنے مسلک اور مشرب کو اہل بدعت کے مسلک سے ممتاز کرنا ہے اور یہاں جب ایک ہی مسلک اور مشرب ہے تو وہ مقصود نہیں ہو سکتا۔

اپنے کام کے لئے دوسروں کو مجبور نہ فرمانا

(ملفوظ ۲۶) ایک صاحب کے لئے واسطہ کے ذریعے خط و کتابت کرنا حضرت والا نے تجویز فرمایا تھا ان صاحب نے عرض کیا کہ واسطہ بننے پر کوئی راضی نہیں ہوتا فرمایا پھر میں کیا کروں ہاتھ جوڑو پیر پکڑو اور راضی کرو غرض آپ کا کام ہے آپ کوشش کیجئے میں اس کا کیا انتظام کروں میں تو خود اپنے کاموں کے لئے بھی دوسروں کو مجبور نہیں کرتا دوسروں کے لئے تو کیا کسی کو کچھ کہوں اور مجبور کروں۔

بے فکری دور کرنے کے لئے مواخذہ

(ملفوظ ۲۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ سب پریشانیاں جیسی اس وقت ان صاحب کو ہو رہی ہیں یہ سب بے فکری دور کرنے اور فکر پیدا کرنے میں معین ہوتی ہیں فرمایا کہ جی ہاں میری تو یہی نیت ہوتی ہے پھر فرمایا کہ بے اصول باتیں کر کے خود اپنے اوپر پابندیاں عائد کراتے ہیں اور ایک عجیب بات ہے کہ اپنے بے اصول برتاؤ کی خوب تاویلیں کر لیتے ہیں مگر میرے مواخذہ کی تاویل نہیں کرتے کیوں شکائتیں کرتے پھرتے ہیں حالانکہ ان کی سب بے تمیزیاں ہی سبب ہیں اور میرا مواخذہ مسبب ہے۔ کیونکہ وہ

بعد میں ہوتا ہے مثلاً میں سیدھی سیدھی بات پوچھتا ہوں اس میں چالاکیاں کرتے ہیں وہ یہاں چلتی نہیں۔ جرح قدح ہوتی ہے بات بڑھ جاتی ہے پہلے تو ایک ہی بات ہوتی ہے گڑ بڑ کرنے سے پھر کئی جمع ہوجاتی ہیں ایسی حرکتیں ہی کیوں کرتے ہیں جس کے تدارک کی ضرورت ہو اور میں ایسے امور کی سزا پہلے خود تجویز کردیا کرتا تھا اس پر مجھے بدنام کیا کہ سختی کرتا ہے اب میں نے تجویز کرنا چھوڑ دیا کہہ دیتا ہوں کہ خود تجویز کرو اب یہ عقل مند میری تجویز سے زیادہ سخت سزا تجویز کرتے ہیں مگر چونکہ اپنی تجویز ہوتی ہے اس لئے اس کو سخت خیال نہیں کرتے پھر میں اکثر اس میں تخفیف کردیتا ہوں تو غنیمت سمجھتے ہیں۔

۴ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

حیدر آباد کے فقراء اور امراء

(ملفوظ ۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک دوست کے مدعو کرنے پر حیدر آباد دکن گیا تھا وہاں پر تقریباً چودہ روز قیام کیا ایک صاحب نے مجھ سے اپنے گھر میں کے لئے بیعت کرنے کی درخواست کی میں نے قبول کرلی چنانچہ انہوں نے ایک وقت مکان پر لے جانے کا متعین کیا اور اس وقت پر سواری لے کر آگئے۔ میں مکان پر پہنچا اور مردانہ میں جاکر بیٹھ گیا پھر پردہ کرا کر گھر میں لے گئے اور ایک دالان میں بٹھلادیا اور وہاں ہی سب عورتیں برقع اوڑھے ہوئے بیٹھی تھیں مجھ کو یہ بھی ناگوار ہوا مگر چونکہ خیر ضروری پردہ تھا اس لئے صبر کرکے بیٹھ گیا اب ان حضرات کو جوش اٹھا اور رسوم مروجہ کا غلبہ ہوا جن کو آج کل کے رسمی اور جاہل پیروں نے جائز کر رکھا ہے وہ یہ کہ عورتوں سے کہا کہ منہ کھول دو میں نے سوچا کہ اگر اول ان سے بحث کی تو عورتیں بے پردہ ہوچکیں گی اس لئے میں نے عورتوں سے کہا کہ ہرگز منہ مت کھولنا اب وہ بیچاری بڑی کشمکش میں ادھر گھر کے مالک کا ایک حکم ادھر اس کے خلاف پیر کا ایک حکم۔ کہنے لگے کہ وجہ اور کفین تو ستر نہیں میں نے کہا ضرورت میں یا بلا ضرورت بھی کہنے لگے کہ یہاں پر تو ضرورت ہے میں نے کہا کہ وہ ضرورت کیا ہے کہنے لگے کہ اگر آپ دیکھیں گے نہیں تو ان کی طرف توجہ کس طرح ہوگی۔ میں نے کہا کیا توجہ دیکھنے پر موقوف ہے آخر عورتوں سے کہا کہ اچھا بھائی یہ کیا کسی کی مانیں گے۔ اس کے بعد نے عورتوں کی طرف

رومال بڑھا دیا کہ وہ پردہ میں سے اس کا گوشہ تھام لیں۔ اس پر ان صاحب کو پھر جوش اٹھا اور فرمانے لگے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کیجئے۔ میں نے کہا کہ حدیث شریف میں تصریح موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہ فرماتے تھے کہنے لگے کہ اچھا صاحب یہی سہی۔ غرض اللہ کے فضل سے میں ہی غالب رہا اور یہ شخص ماشاء اللہ عالم صوفی مصنف سب کچھ تھے۔ مگر خدا ناس کرے ان رسوم کا ان میں وہ بھی مبتلا تھے۔ اور عام لوگ ان رسمی پیروں اور دکانداروں کی بدولت ان خرافات میں مبتلا ہیں جس سے اس طریق کی حقیقت تو بالکل ہی مستور ہو گئی اور ان بزرگ کا ان امور پر جو کچھ بھی اصرار تھا شرارت سے نہ تھا بلکہ انتہائی عقیدت اور خوش نیتی پر مبنی تھا جو حیدر آباد کے بڑے طبقہ کا جزو لاینفک ہو گیا ہے چنانچہ ماموں امداد علی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حیدر آباد کے فقراء تو دوزخی اور امراء جنتی اور اس کی وجہ بیان کیا کرتے تھے کہ فقراء تو امراء سے تعلق پیدا کرتے ہیں دنیا کے واسطے اور امراء فقراء سے تعلق پیدا کرتے ہیں دین کے واسطے اور ظاہر ہے دین کا طالب جنتی اور دنیا کا طالب دوزخی۔ اس خوش اعتقادی کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ایک پیر صاحب کی حکایت ہے کہ ایک عورت کا مجمع میں بیٹھے ہوئے جس میں اس کا خاوند بھی موجود تھا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور بوسہ لے لیا خاوند بے حیا کہتا ہے کہ اب تو تم متبرک ہو گئیں تم تک ہماری رسائی کہاں کیا ٹھکانا ہے اس بے حیائی اور گمراہی کا۔

راحت کی خاطر سفر بند فرمانا

(ملفوظ ۲۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سفر نہ کرنے کی میں نے قسم تھوڑا ہی کھائی ہے بلکہ کسی قید کے سفر کر سکتا ہوں کوئی مانع نہیں ہاں اپنی راحت کے واسطے سفر بند کیا ہے لیکن اگر کسی مصلحت کے سبب جی چاہے جا بھی سکتا ہوں اور اللہ کا شکر ہے کہ خود بدن کے اندر ایک ایسا عذر فرما دیا ورنہ اگر یہ عذر بھی نہ ہوتا تب بھی سفر بند ہی کرنا پڑتا بڑے فتنہ کا زمانہ ہے۔

اکثر جاہل صوفی حظوظ نفسانیہ میں مبتلا ہیں

(ملفوظ ۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے اکثر جاہل صوفی حظوظ نفسانیہ میں

مبتلا ہیں طریق کی حقیقت سے بے خبر ہیں یہ کیفیات اور لذات کو مقصود سمجھتے ہیں سو ایسے لوگ بالکل کورے ہوتے ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ آج کل کے صوفی نہیں سوقی (بازاری) ہیں اور یہ آج کل کے اہل سماع اہل سماء نہیں۔ اہل ارض ہیں۔

"ولکنہ اخلد الی الارض"

کے مصداق ہیں کانپور کی حکایت حافظ عبداللہ مہتمم جامع العلوم نے بیان کی تھی کہ سماع ہو رہا تھا ایک شخص کو وجد شروع ہوا حالت وجد میں ایک پاس والے شخص نے امتحان کے لئے صاحب وجد کی چادر اتار کر قوال کو دے دی بس فوراً ہی وجد ختم ہو گیا اور چادر کی واپسی کا تقاضا کرنے لگے بڑا جھگڑا ہوا یہ ان کے وجد کی حقیقت ہے محض جھوٹے مکار۔

ہر کام کے لئے استخارہ مسنون نہیں

(ملفوظ ۳۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ شیعی لوگ ہر کام پر ہر بات پر استخارہ کرتے ہیں۔ ایک صاحب کا کسی شیعی صاحب پر قرض چاہتا تھا انہوں نے اپنا قرض طلب کیا تو اس پر استخارہ دیکھا اور یہ کہا کہ ادا کرنے کے لئے استخارہ نہیں آتا فرمایا کہ کبھی لینے کے وقت بھی استخارہ کیا ہوگا کہ اس وقت نہیں لیں گے۔ استخارہ نہیں آتا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ گورکھپور میں ایک شیعی رئیس تھے۔ جب بیمار ہوتے طبیب کو بلاتے اور نسخہ کے ہر جزو کے لئے استخارہ کرتے طبیب بہت پریشان ہوتے میں نے سن کر کہا کہ استخارہ کے لئے بھی تو استخارہ کرنا چاہئے تھا۔ کہ استخارہ کریں یا نہیں پھر اس استخارہ کے لئے بھی استخارہ کی ضرورت ہے پھر یہ ایک سلسلہ ہوگا جو لامتناہی ہوگا اور قیامت تک بھی نسخہ مرتب نہیں ہو سکتا شاید یہ سمجھا ہوگا کہ ایمان اجمالی پر اکتفا کرنا چاہئے ایمان مفصل کی ضرورت نہیں۔

قبروں کو پوجنے والے

(ملفوظ ۳۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ قبروں کے پوجنے والے نہایت گڑبڑ کرتے ہیں اچھی خاصی بت پرستی کرتے ہیں۔

بزرگوں کی صحبت کا اثر

(ملفوظ ۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا بچپن تھا مگر الحمدللہ ایسے بزرگوں کی صحبت

رہی کہ اس وقت بھی تہجد پڑھتا تھا چاہے بارش ہو رعد ہو برق ہو سب کچھ ہو مگر تہجد قضا نہ کرتا تھا۔ وعظ سننے کا شوق تھا۔ وعظ کہنے کا شوق تھا یہ سب بزرگوں کی صحبت کا اثر تھا۔

طریق میں غیر مقصود چیزوں کی تفصیل

(ملفوظ ۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کام کرنا چاہئے اس غم میں نہ پڑنا چاہئے کہ میرے اندر شوق نہیں خوف نہیں کیفیات نہیں لذات نہیں انوار نہیں یہ سب چیزیں غیر مقصود ہیں ہاں مقصود کی معین ہوجاتی ہیں وہ بھی بعض کے لئے اور بعض کی قید اس لئے لگائی کہ بعض کو یہ چیزیں مضر بھی ہوتی ہیں اور ہر حال میں سالک جن احوال و کیفیات کے فقدان سے پریشان ہوتا ہے۔ یہ فقدان کوئی نقص نہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ یہ بڑا کمال ہے بدون احوال و کیفیات کے بھی مقاصد میں رسوخ حاصل ہوجائے۔ یہ بڑی نعمت ہے بڑی دولت ہے غرض بندہ کو بندہ بن کر رہنا چاہئے اور جس حال میں حق تعالیٰ رکھیں اسی کو اپنے لئے مصلحت اور حکمت سمجھنا چاہئے۔ ایک ضروری بات سمجھ لینے کی یہ ہے کہ یہ چیزیں غیر اختیاری ہیں اختیاری نہیں اس لئے مامور بہ بھی نہیں۔ مامور بہ صرف اعمال ہیں اور ثمرہ ان کا رضائے حق۔ بس یہ حقیقت ہے اس طریق کی اب اس کا عکس لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ غیر مقصود کو مقصود اور مقصود کو غیر مقصود سمجھ رہے ہیں اور اس لئے غیر اختیاری چیزوں کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں اور وہ سبب ہوجاتا ہے پریشانی کا اسی لئے میں سب سے اول اس کی کوشش کرتا ہوں کہ طالب صحیح راستے پر پڑ جائے اور اپنے مقصود کو سمجھ لے پھر ساری عمر کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ پریشانی سے نجات ہوجاتی ہے گو اس حالت میں بھی ضرور ہے کہ سالک پر اکثر حزن و غم کے پہاڑ رہتے ہیں مگر وہ اور چیز ہے ایک پریشانی ہوتی ہے گمراہی کی کہ راستہ سے بھٹکتا ہوا پھرتا ہے اور راستہ نہیں ملتا یہ پریشانی تو مقصود کے تعین سے رفع ہوجاتی ہے اور ایک پریشانی ہوتی ہے محبوب کے توارد تجلیات کی تو وہ حزن اور غم و پریشانی تو ایسی ہے کہ ہزاروں سکون اور راحتوں کو اس پر قربان کریں اس میں محب کو ہر ساعت یہی خیال رہتا ہے کہ میں محبوب کا حق ادا نہیں کرسکا پھر جس وقت یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ ان کی محبت یا طلب میں ذرہ برابر بھی کمی ہے تو اس پر حزن اور غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں اسی کو فرماتے

ہیں۔

بردل سالک ہزاراں غم بود　　　گر نہ باغ دل خلالے کم بود

(سالک دل کے باغ میں سے اگر ایک تنکا بھی کم ہو جاتا ہے تو اس کے دل پر ہزاروں غم سوار ہو جاتے ہیں۔ ۱۲)

پھر یہ سب کچھ تو ہے مگر اس طریق میں ناکامی اور ناامیدی اور مایوسی کا نام و نشان نہیں قدم قدم پر تسلی موجود ہے بشرطیکہ منزل مقصود کی صحیح راہ معلوم ہو گئی ہو اس لئے کہ پھر تو صرف چلنا ہی باقی رہ جاتا ہے اور جس قدر چلتا ہے مقصود سے قریب ہی ہوتا جاتا ہے پھر تو اس شخص کو ناامیدی اور مایوسی کا وسوسہ تک بھی نہیں ہوتا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔ ے

کوئے نومیدی مرو کامیدہاست　　　سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

(ناامیدی کے کوچہ میں بھی مت جاؤ کیونکہ (حضرت حق سے) بہت امیدیں ہیں اور اندھیرے کی طرف مت جاؤ جبکہ سورج نکلے ہوئے ہیں ۱۲)

باقی خود محبت کے نشیب و فراز کی پریشانی یہ الگ چیز ہے۔

من لم یذق لم یدر

۴ ذیقعدہ ۱۳۵۰ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

خطوط پر بھی طریق سے مناسبت نہ ہونا

(ملفوظ ۳۵) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں بیعت کی درخواست کی تھی میں نے لکھا کہ میں جب تک یہ نہ دیکھ لوں کہ تم کو طریق سے مناسبت بھی ہے یا نہیں اس وقت تک بیعت نہیں کر سکتا اور اس کا اندازہ موقوف ہے خطوط تعلیمی کے دیکھنے پر جس کا سلسلہ پہلے سے جاری ہے آج ان کے خطوط آئے ہیں تریسٹھ خطوط ہیں ایک اچھی خاصی مسل ہے میں نے سب کو دیکھنے کی زحمت بھی گوارا کی دیکھنے پر معلوم ہوا کہ بالکل مناسبت نہیں ان خطوط سے معلوم ہوا کہ باوجود تنبیہات کے پھر بھی بہت گڑبڑ کی ہے اس کا سبب صرف فہم کی کمی ہے فہم نہیں معلوم ہوتا حتی کہ آخر کے خطوط میں بھی وہی گڑبڑ ہے حالانکہ اتنے دنوں میں تو مناسبت ہو جانا چاہئے تھی لوگ مجھ کو تو بدنام کرتے

ہیں مگر اپنے فہم کو نہیں دیکھتے۔ میں نے ان صاحب کو جواب لکھ دیا ہے کہ سب خطوط دیکھ کر معلوم ہوا کہ ابھی طریق سے مناسبت نہیں ہوئی معلوم نہیں اس کا کیا سبب ہے کم فہمی یا بے فکری سابقہ خطوط میں سے بعض میں تو میں نے جتلا بھی دیا ہے کہ تم سمجھتے ہی نہیں۔ مگر پھر بھی خطوط میں گڑبڑ ہے الجھی ہوئی باتیں لکھیں ہیں۔ میں نہایت صاف بات لکھتا ہوں مگر پھر بھی لوگ الجھتے ہیں میری بات میں کبھی گنجلک نہیں ہوتی نہ تقریر میں نہ تحریر میں البتہ علمی تصنیفی مضامین میں میری تقریر ضرور ایسی ہوتی ہے جیسے کنز مگر وہ بھی صاف۔ گو مختصر ہو مگر مبہم نہیں ہوتی ابہام اور چیز ہے اور اختصار اور چیز ہے۔

طلب کی شرط اعظم مطلوب کی تعین ہے

(ملفوظ ۳۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس کھود کرید سے مقصود میرا یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ آیا مطلوب ان کے ذہن میں معلوم و مستحضر ہے یا نہیں کیونکہ طلب کی شرط اعظم مطلوب کی تعیین ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ آیا میں اس کو پورا کر سکتا ہوں کہ نہیں اور یہ معلوم ہو جانے پر طرفین میں سے کسی کو دھوکا نہیں ہوتا۔ میں بات کو صاف ہی کرنا چاہتا ہوں خدانخواستہ مواخذہ بالذات تھوڑا ہی مقصود ہوتا ہے گو وہ مواخذہ ہوتا ہے مگر محض صورۃً مواخذہ ہوتا ہے۔ اس سے اصل مقصود صفائی ہوتی ہے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ صاف بات کو بھی الجھاتے ہیں اور تاویلات کرنا شروع کر دیتے ہیں اس کی وجہ سے ناگواری کے سبب میرے لہجے میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تغیر کو خفگی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تو ایسا ہے کہ طبیب مریض کی بد پرہیزی پر مطلع ہو جائے اور وہ مریض طبیب کی خفگی سے بچنا چاہئے اس لئے اس ------ میں تاویلات اور تلبیس کرے تو اب بتلایئے کہ اس سے طبیب کا نقصان ہے یا مریض کا۔ لوگ ذہانت سے کام نکالنا چاہتے ہیں اور اللہ کے فضل سے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے وہ یہاں پر چلتی چلاتی نہیں، حق و باطل صاف صاف نظر آنے لگتا ہے اس پر لوگ ناراض ہوتے ہیں بدنام کرتے ہیں اسی دوران تقریر میں ایک صاحب سے ان کی غلطی پر مواخذہ فرمایا کہ یہ حرکت کیوں ہوئی اس پر ان صاحب نے تاویلات شروع کر دی ارشاد فرمایا کہ ابھی ذکر ہو رہا تھا تاویلات کے مذموم ہونے کا اور وہی حرکت موجود ہے اب آپ حضرات دیکھ

رہے ہیں کہ میری گفتگو انتہا درجہ کی صاف ہے کوئی گنجلک نہیں ابہام نہیں اشارہ کنایہ نہیں کوئی ایسی باریک بات نہیں مگر دیکھ لیجئے کہ اس کو تاویلات کا جامہ پہنا کر کہاں سے کہاں پہنچادیں گے۔ اپنی غلطی کے اقرار کا تو یہ لوگ سبق ہی نہیں پڑھتے سب ایک مکتب کے تعلیم پائے ہوئے ہیں قسم کھا کر آتے ہیں کہ کبھی اپنی غلطی کا اقرار نہ کریں گے اور کبھی سیدھی بات صاف نہ کہیں گے۔ پھر بتلایئے ایسے نااہلوں کے جمع کرنے سے کیا فائدہ کیا اس میں میرا کوئی نفع ہے یا میری کوئی غرض ہے پوچھتا محض اس غرض سے ہوں کہ منشاء غلطی کا معلوم ہو تو اصلاح کی تدبیر اختیار کروں۔ مگر یہ لوگ اس کو بلی کے گوہ کی طرح چھپاتے ہیں سو میری جوتی سے مجھ کو کون غرض ہے کہ میں ایسے بدفہموں کا تختہ مشق بنوں اپنی اصلاح نہیں چاہتے جائیں اپنے گھر بلانے کون گیا تھا۔ اور جب تک انسان خود اپنی اصلاح نہ چاہے بیچارے بزرگ اور عالم تو کیا ہستی اور وجود رکھتے ہیں ایسوں کی اصلاح نبی بھی نہیں کر سکے دیکھ لیجئے ابوطالب کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مرتے دم تک سعی اور کوشش فرمائی کہ ایمان لے آئیں مگر چونکہ ابوطالب نے نہ چاہا کچھ بھی نہ ہوا اس کے بعد کسی کا کیا منہ ہے کہ کوئی بدون طالب کی طلب کے اصلاح کر سکے پھر حضرت والا نے ان صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ اگر میری بات کا صاف اور معقول جواب نہیں دے سکتے یا دینا نہیں چاہتے تو مجلس سے اٹھ جایئے اور جب تک جواب نہ دیں مجلس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں اور اب اگر جواب دینے کا ارادہ ہو تو کسی واسطہ سے جواب دیں میں براہ راست اب گفتگو نہ کروں گا اور یہ بھی ظاہر کئے دیتا ہوں کہ مجھ کو جواب کا انتظار نہ ہوگا اگر تم اپنی مصلحت سمجھو اور جی بھی چاہے تو کسی واسطہ سے جواب دینا ورنہ معاملہ ختم اس پر وہ صاحب خاموش رہے فرمایا کہ جو میں نے عرض کیا آپ نے سن لیا عرض کیا کہ سن لیا فرمایا تو کم از کم ہاں نہ کا جواب تو آدمی کو دینا چاہیے۔ تاکہ دوسرا بے فکر ہو جائے نواب نہ بننا چاہیے۔ کیوں آپ لوگ ستاتے ہیں جایئے مسجد میں جا کر بیٹھئے وہ صاحب اٹھ کر چلے گئے فرمایا کہ اب آپ حضرات نے نقشہ دیکھ لیا یہ ہیں وہ باتیں جن پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے آخر میں بھی بشر ہوں تغیر کی بات پر تغیر ہوتا ہی ہے اور اگر تاویلات کا دروازہ کھول لوں تو پھر اصلاح کی کیا صورت ہے اور مجھ کو تو یہ آسان ہے کہ اصلاح کا کام قطعاً چھوڑ دوں باقی یہ مجھ سے

نہیں ہوسکتا کہ آنے والوں کی چاپلوسی کروں اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کروں کہ حضور آپ سے فلاں غلطی ہوئی آئندہ نہ ہو۔ سو یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا اگر اس کی برداشت نہیں تو اور کہیں جائیں کوئی ایک میں ہی تو مصلح نہیں اور بہت جگہ ہیں مگر کام تو کام ہی کے طریق سے ہوتا ہے۔

تجربات کے بعد اصول و قواعد متعین ہونا

(ملفوظ ۳۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں جس قدر اصول اور قواعد مرتب ہوئے وہ بعد تجربوں کے ہوئے ہیں مثلاً لوگ آتے ہیں اور استفتاء وغیرہ ساتھ لاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ فوراً جواب لکھ دیا جائے اس میں اول تو یہ بات ہے کہ بعض مسئلہ ایسا ہوتا ہے کہ کتاب دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسرے یہ کہ جلدی میں اندیشہ ہے کہ ذہول کے سبب غلط جواب لکھا جائے۔ ایک دفعہ ایسا ہوچکا ہے کہ ایک شخص فتوی لکھوانے آیا میں نے لکھ دیا اس میں غلطی ہوگئی یاد آنے پر اس قدر قلب پریشان اور مشوش ہوا کہ مسئلہ کی بات ہے اب کیا ہو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں کا رہنے والا اور کس طرف کو گیا جب کچھ نہ بن پڑا دعاء کی۔ تھوڑی دیر بعد دیکھتا ہوں کہ وہ شخص فتوی ہاتھ میں لئے آرہا ہے مجھ کو اس وقت بڑی مسرت ہوئی اور خدا کے فضل کا شکریہ ادا کیا اس شخص نے آکر کہا کہ مولوی جی اس پر آپ نے مہر تو کی ہی نہیں میں نے کہا کہ بھائی مہر تو اب بھی نہ کروں گا مہر میرے پاس ہے ہی نہیں ہاں مسئلہ غلط لکھا گیا تھا اس کو صحیح کردوں گا غرض میں نے اس کو درست کردیا اور اس وقت سے یہ قاعدہ مقرر کردیا کہ استفتاء اور اس کے ساتھ اپنا پتہ لکھ کر لفافہ دے جاؤ بذریعہ ڈاک بھیج دیا جائے گا مسائل کا نازک معاملہ ہے اس کے بعد سے ایسا نہیں کرتا کہ فوراً جواب لکھ کر دے دوں۔ اس کے علاوہ اس میں ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ جب تک کام لینے والا سر پر ہوتا ہے غور وفکر کا کام نہیں ہوتا ایک قسم کا تقاضا اور بوجھ سا قلب پر رہتا ہے کام لینے والے کے علاوہ چاہے جس قدر مجمع ہو اس قسم کا اثر نہیں ہوتا اس قسم کی باتیں وجدانی ہیں جو محض بیان سے دوسرے کی سمجھ میں نہیں آسکتیں کام کرنے والا ہی سمجھتا ہے ایک شاعر لندن میں تھا۔ مشہور شاعر تھا۔ اس کے اشعار مقبول بہت تھے ایک شخص نے اس شاعر سے کہا کہ اتنے

ہزار روپیہ لے لو۔ اور اس سال کے اندر جتنے اشعار لکھو سب دے دو اس نے وعدہ کر لیا اسی وقت سے آمد بند ہو گئی تب اس شاعر نے روپیہ لوٹا دیا اور کہا کہ میں ایسا وعدہ نہیں کرتا اسی وقت سے آمد شروع ہو گئی۔ اس کو تو کام کرنے والا ہی سمجھ سکتا ہے کہ کس چیز کا کیا اثر ہوتا ہے دوسرے کو کیا خبر۔ ایک شخص یہاں پر آکر بیٹھ گئے میں نے پوچھا کیسے بیٹھے ہو کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں میں نے کہا کہ اگر کوئی تم کو بیٹھ کر دیکھے تو کیا تم کو تکلیف نہ ہو گی کہا کہ مجھ کو تو کوئی تکلیف نہ ہو گی میں نے کہا کہ میں تمہاری تکذیب نہیں کرتا تم کو نہ ہوتی ہو گی مگر مجھ کو ہوتی ہے یہاں سے جایئے اس کو آپ نہیں سمجھتے میں سمجھتا ہوں خیر یہ تو ان کی بے حسی تھی مگر زیادہ تر دوسری چیز ہے یعنی قلت اعتناء اور قلت اہتمام اس کی فکر ہی نہیں کہ ہم سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو میں تو رات دن مشاہدہ کر رہا ہوں مجھ کو تو سخت مزاج کہتے ہیں مگر اپنی نرم مزاجی کو ملاحظہ نہیں فرماتے۔ کہ بے فکری کے سبب ایذائیں دیتے ہیں غرض دنیا سے سلیقہ گم ہی ہو گیا نہ عربی خوانوں میں رہا نہ انگریزی خوانوں میں رہا۔ بالکل مفقود ہی ہو گیا اور کچھ نہیں صرف بے فکری کا غلبہ ہو گیا ہے یہ سب اسی کے برکات ہیں اپنی طبیعت پر سوچنے کا بوجھ نہیں ڈالتے کہ دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے۔

اسلامیت جاتی رہے مگر حنفیت نہ جانے بعض نے کہا کہ مردوں کی قوامیت (حکومت)

الحیلۃ الناجزہ کی تصنیف کا سبب

(ملفوظ ۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر آئے دن ایک نیا فتنہ پیدا ہوتا ہے اس وقت ایک بڑا فتنہ یہ پیدا ہوا ہے کہ خاوندوں کی زیادتی اور ظلم کے سبب عورتوں میں ارتداد شروع ہو گیا معلوم ہوا کہ قریب ہی زمانہ میں کئی ہزار عورتیں مرتد ہو چکیں بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ عورتوں کو جو مرد ستاتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں یا مرد مجنون ہو گیا ہے یا عنین ہے یا مفقود الخبر ہے اس کے متعلق اسلام میں کیا احکام ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں ایسی حالت میں مرد سے عورت کی نجات کے لئے کوئی صورت نہیں کوئی امام ابو حنیفہ پر اعتراض کرتا ہے کہ ان کے مذہب میں ان مشکلات کا کوئی حل نہیں ہے ان ہی وجوہ سے ایک رسالہ مرتب کرا رہا ہوں اب یہ سوال ہوتا ہے کہ جب تک وہ رسالہ تیار ہو اور اسکی اشاعت ہو اس وقت تک مظلومہ کس طرح زندگی بسر کرے میں

جواب دیتا ہوں کہ اگر شرع میں نجات کی ایسی تدبیر نکل بھی آئے مگر شوہر عدالت میں چارہ جوئی کرے کیونکہ وہ تدبیر قانون میں منظور شدہ نہیں تو عورت کو قانون کی زد سے بچنے کی کیا صورت اور کیا تدبیر ہوگی اس کا کسی نے آج تک جواب نہیں دیا دوسروں ہی پر اعتراض کرنا آتا ہے اب جواب دیں یہ اس کا مصداق ہوگیا کہ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا اب تک تو یہ شبہ تھا کہ علماء کے یہاں اس کا کوئی علاج نہیں علماء بتلا نہیں سکتے اب بحمد اللہ اس کا بھی جواب نکل آیا لیکن باوجود ایسے اعتراضات کے لغو ہونے کے ہمیں پھر بھی اس کی ضرورت ہے کہ ہم نجات کی سبیل بتلائیں اس بتلانے کے بعد دو جماعت کا قصور رہ جاوے گا ایک حکام کا کہ ایسا کوئی قانون نہیں بنایا کہ وہ مذہب کے بھی مطابق ہو اور ایک عوام کا کہ وہ کوشش کر کے اس شرعی تدبیر کو قانون میں کیوں نہیں داخل کرا لیتے جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ کئی ہزار عورتیں کوئی سبیل نہ ہونے کی وجہ سے مرتد ہو گئیں اس سے بے حد دل پر اثر ہوا اور اس رسالہ کی تکمیل کی ضرورت محسوس ہوئی اور چونکہ اس رسالہ میں بعض تدابیر دوسرے ائمہ سے لی گئی ہیں اس لئے بعض علماء نے کہا کہ اس سے حنفیت جاتی رہے گی میں نے کہا (کیا خوب) چاہے اسلامیت جاتی رہے مگر حنفیت نہ جائے بعض نے کہا کہ مردوں کی قوامیت (حکومت) جاتی رہے گی میں نے کہا کہ چاہے عورتوں کی اسلامیت جاتی رہے نیز میں نے کہا کہ کیا اس واسطے حکومت دی تھی کہ ظلم کیا کریں۔ اگر ایسی حکومت جاتی رہے تو اس کا جانا ہی اچھا۔ (الحمد للہ کہ وہ رسالہ تیار ہو کر چھپ گیا اس کا نام ہے الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ)

پھیکی روشنائی سے طویل خط سے تکلیف

(ملفوظ ۳۹) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے ایک دفتر بے معنی ہے اور روشنائی پھیکی۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ اتنا طویل مضمون پھر روشنائی بھی پھیکی جس کے پڑھنے میں وقت بھی زیادہ صرف ہوا اور آنکھیں بھی۔ تو جس شخص کو بہت سا کام ہو وہ ایسی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ زبانی ارشاد فرمایا کہ دس آنہ کا کام ڈھائی آنہ میں نکالنا چاہتے ہیں اگر یہی مضمون چار لفافوں میں ہو تو شاید وہ بھی کفایت نہ کرتے بعض لوگ بڑے ذہین ہوتے ہیں ایک شخص نے اس تطویل کا عذر لکھا تھا کہ صاحب اگر کسی

کے پاس پیسہ نہ ہو۔ میں نے لکھا کہ ہم سے منگالو مگر ہمارے پاس خط طریقہ ہی سے بھیجو چنانچہ انہوں نے ٹکٹ کے دام بھیجنے کو لکھا میں نے ایک روپیہ بھیج دیا اور یہ لکھ دیا کہ جب یہ ختم ہو جائے پھر لکھو مگر ایک مرتبہ میں ایک روپیہ سے زائد نہ دوں گا حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہر ایک عذر کا جواب قلب میں پیدا فرما دیا ہے۔

۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ پونے آٹھ بجے صبح یوم دوشنبہ

مدعیان علم و فہم سے گفتگو میں تسامح کی رعایت نہیں

(ملفوظ ۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری عادت مدعیان علم و فہم کے ساتھ معاملات کی گفتگو میں تسامح و رعایت کی نہیں اس سے ان کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ دبتا ہے اور اس خیال سے ان کا جہل بڑھتا ہے میں جب تک ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے درگذر کرتا ہوں، کرتا ہوں مگر جس وقت گفتگو کے لئے متوجہ ہوتا ہوں اس وقت اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں فلاں مدرسہ کے مجلس شوریٰ کے ارکان آئے ہوئے ہیں ان لوگوں نے اس کے قبل ایک دل آزار خط لکھا تھا اس کے متعلق ان سے گفتگو ہوئی انہوں نے چاہا تھا کہ مدرسہ کی دوسری جزئیات میں گفتگو کریں میں نے منع کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ میں اس بے ہودہ تحریر سے منقبض ہوا اور رہوں گا۔ اول اس کو صاف کیجئے اور میں نے ان کو اجازت دی کہ اس میں گفتگو کر لی جائے اس پر جواب دیا گیا کہ جن صاحب کی طرف سے وہ تحریر آئی ہے ان کا طرز تحریر ہی ایسا ہے باقی دل میں کوئی بات نہیں میں نے کہا کہ میں اسکی تکذیب نہیں کرتا مگر باوجود اس علم کے کہ ایک شخص کی تحریر کا یہ طرز ہے پھر اس سے کیوں لکھوایا میں نے یہ بھی لکھ دیا کہ یہ معاملہ کی گفتگو ہے میں صاف صاف کہوں گا اور اس وقت میرا کلام آزاد نہ ہو گا کہنے لگے کہ پھر اب اس کا کیا تدارک ہو میں نے کہا کہ میرا ہی معاملہ اور مجھ سے ہی تدارک کی تدبیر پوچھی جائے ہاں اگر کسی اور کا معاملہ ہوتا تو مجھ سے اس سوال کا مضائقہ نہ تھا میری غیرت کا اقتضا نہیں کہ میں اپنے متعلق تدارک کی تدبیر بتلاؤں اس پر ان ہی میں سے ایک صاحب نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ لوگوں کو خود تدارک تجویز کرنا چاہئے میں نے کہا کہ میں اتنی اور رعایت کر سکتا ہوں کہ جو تدارک آپ لوگ تجویز کریں گے اس کے کافی ہونے نہ ہونے کو میں ظاہر کر دوں گا اور

اصولاً تو صورت یہ ہونا چاہیے کہ آپ تدارک بھی تجویز کریں اور اس کا اعلان بھی کریں اس وقت میں اپنی رائے کا اظہار کروں کہ یہ کافی ہوا یا نہیں اور کافی نہ ہونے کی صورت میں کہوں کہ اور کوئی تدارک کیجئے۔ مگر میں اعلان سے قبل ہی محض آپ کی تجویز کے بعد ہی کافی ہونے نہ ہونے کو ظاہر کردوں گا اور یہ میرا تبرع اور احسان ہوگا اس کے بعد ایک صاحب کے ذہن میں وہی بات آئی جو میں تجویز کرتا یعنی یہ کہ اس تحریر کا رد لکھا جائے بس یہ تدارک کی کافی صورت ہے اور اس سے پہلے اور دو صورتیں بیان کی تھیں مجھ کو یاد نہیں اخیر صورت یہ تجویز ہوئی یعنی کہ اس غلطی کو چھپوا کر شائع کردیں اسکی نسبت مجھ سے سوال ہوا میں نے کہا کہ بالکل کافی ہے پھر اس پر سوال ہوا کہ رسالہ "النور اور الهادی" میں شائع کردیا جائے میں نے کہا کہ وہ رسالے تو میرے کہلاتے ہیں کہا کہ اخباروں میں شائع کردیا جائے میں نے کہا کہ مجھکو یہ بھی گوارا نہیں۔ اس لئے کہ اخباروں کا زیادہ حصہ نااہلوں اور بددینوں کے ہاتھ میں جاتا ہے میں اس کو گوارا نہیں کرسکتا کہ آپ دیندار حضرات کی بددینوں میں سبکی ہو۔ ہاں ایک اور صورت ہے وہ یہ کہ مستقل چھپوا کر شائع کیجئے تقسیم کیجئے یہ بات تو ختم ہوگئی پھر میں نے یہ بھی کہہ دیا کہ مجھ کو اس کے تدارک کے اعلان کا انتظار نہ ہوگا اگر جی چاہے اور یہاں سے جا کر دوسرے حضرات کے مشورہ کے بعد بھی یہی رائے رہے جو اس وقت طے ہوئی اور اس میں مدرسہ کی اور اپنی مصلحت بھی ہو تو شائع کیجئے ورنہ جانے دیجئے مگر مجھ کو بھی اپنے حال میں رہنے کی اجازت دینا پڑے گی اور یہ جو اس وقت میں نے کچھ کہا ہے محض آپ کے آنے کی وجہ سے اور آپ کی خواہش پر ورنہ اس میں بھی میری کوئی غرض نہیں اس کے بعد مدرسہ کی سرپرستی کا مسئلہ پیش ہوا ایک صاحب نے کہا کہ میری ذاتی رائے ہے کہ کلی اختیارات سرپرست کو ہونے چاہئیں وہ جو مصلحت اور مناسب سمجھے احکام صادر کرے اس پر ایک صاحب نے کہا کہ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ شوری بالکل ہی حذف کردیا جائے میں نے کہا کہ یہ معنی نہیں جو آپ سمجھے بلکہ مصلحت یہی ہے کہ شوریٰ ہو۔ خلفاء راشدین کا بھی یہی معمول رہا کہ شوری ہوتا تھا خود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے باقی یہ کہ جب کل اختیارات ایک ہی کو ہوں گے پھر وہ کون سی مصلحت ہے جو شوریٰ میں ہے وہ مصلحت یہ ہے کہ اس مختار مطلق کی نظر کو محیط بنادیں

اسلئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہر وقت ہر جزئی کو ایک شخص کی نظر محیط نہیں ہوتی اس لئے
اس کی ضرورت ہے کہ سب اپنی اپنی رائے پیش کردیا کریں تاکہ اس مختیار مطلق کی
نظر میں سب پہلو آجاویں پھر اس کے بعد یہ حق کسی کو نہ ہوگا کہ وہ سرپرست سے اس
کا سوال کریں کہ جو آپ نے تجویز کی ہے اس میں کیا مصلحت اور کیا حکمت ہے اگر ایسا
ہوا کہ وہ انہیں سمجھائیں یہ انہیں سمجھائیں تو یہ ایک مناظرہ کی سی صورت ہوگی اور ایسے
معاملات جو ذوق اور وجدان کے ماتحت ہوتے ہیں مناظرہ اور مکالمہ سے طے نہیں ہوا
کرتے ایک صاحب نے کہا کہ اگر بالکلیہ اختیارات سرپرست کو دے دیئے جائیں تو ممکن
ہے کہ کوئی اہل غرض آکر سرپرست کی رائے کو بدل دے۔ میں نے کہا کہ یہ تو اہل
شوریٰ میں بھی احتمال ہے کہ کوئی اہل غرض آکر ان کی رایوں کو بدل دے اور ایسے کو
سرپرست بنایا ہی کیوں جاوے جس سے اس قسم اندیشہ ہو اور شبہ ہو بلکہ ایسے کو
سرپرست بنایئے جہاں یہ شبہ نہ ہو اور اس پر اعتماد ہو اور وہ متدین ہو بس ان کو ایسے
اختیارات دیئے جائیں اور جس میں یہ باتیں نہ ہوں تو جو قواعد سابقہ سرپرست کے متعلق
ہوں ان کو حذف کر کے دوسرے قواعد تجویز کر لئے جائیں اس سے سب شقوق کا فیصلہ
ہوگیا اب یہ کام آپ صاحبوں کا ہے جس کو سرپرست بنایا جائے دیکھ لیا جاوے اور یہ
میں آپکو اطمینان دلائے دیتا ہوں کہ مجھ کو شوق نہ سرپرستی کا اور نہ اختیارات کا جو کچھ
ہے مدرسہ ہی کی مصلحت کے واسطے ہے ورنہ طبعی بات تو میری یہ ہے کہ میں بکھیڑوں
سے گھبراتا ہوں خصوصی ذمہ داری کے کاموں سے بس طبیعت آزادی اور یکسوئی کو چاہتی
ہے۔ میری اس تقریر کے بعد اس ہی مجلس میں میری سرپرستی کے متعلق گفتگو شروع
کردی میں نے کہا کہ اپنے مستقر پر جاکر اس کو طے کیجئے اور اگر یہاں ہی طے کرنا ہے تو مجھ
کو اجازت دی جائے میں اس جگہ سے علیحدہ ہوجاؤں میں اس مجلس میں شرکت نہ کروں گا
جس میں میرے متعلق گفتگو ہو اور بہتر وہ پہلی ہی شق ہے کہ وہاں ہی جاکر اس کو طے
کریں تاکہ سب کی رائے اطمینان سے پیش ہوکر معاملہ طے ہوجائے ایسے کاموں میں
جوش اور عجلت سے کام نہ لینا چاہئے قرائن سے معلوم ہوتا تھا کہ بات سب کی سمجھ میں
آگئی میں نے یہ بھی کہا کہ میں نہ متعارف متواضع ہوں کہ خواہ مخواہ تکلف کی راہ سے اپنی
نااہلیت کا دعویٰ یا اقرار کروں اور نہ بحمد للہ متکبر ہوں کہ خواہ مخواہ دعویٰ اہلیت کا کر کے

بڑائی کی خواہش کروں میں دل سے راضی ہوں کہ جس کو مدرسہ کے لئے مصلحت سمجھا جائے سرپرست بنائیں مقصود کام کا ہونا ہے کام ہونا چاہئے کام کرنے والا کوئی بھی ہو۔ ہاں اس کو ضرور جی چاہتا ہے کہ مدرسہ اپنے بزرگوں کے مسلک پر رہے اس لئے کہ یہ ان کی یادگار ہے اگر یہ بات مدرسہ میں سے جاتی رہی تو ہونا نہ ہونا برابر ہے اور میں اس کا بھی اطمینان دلاتا ہوں کہ میں اختلاف رائے سے دلگیر نہ ہوں گا اب اس کی دعا کرتا ہوں کہ مدرسہ کے واسطے جو بہتر ہو اس پر سب کا اتفاق ہو جائے بس مجلس گفتگو ختم ہو گئی۔

۵ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا اپنا نام بھولنے کا واقعہ

(ملفوظ ۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو کسی چیز پر بھی ناز نہ کرنا چاہئے محض ان کے فضل پر نظر رکھنا چاہئے اگر ان کا فضل نہ ہو سب دھرا رہ جاتا ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ خط لکھ کر اپنے دستخط کرنا چاہا مگر اپنا نام بھول گیا اور ایسی عجیب بات ہے کہ اگر میں خود مولانا سے نہ سنتا تو راوی کی تکذیب کرتا چلا گیا کوئی دعوی یا ناز کر سکتا ہے جب اتنے بڑے عالم کو ایسی بات بھلا دی گئی جس کا بھولنا عادۃً محال ہے۔

تنعم طالب علمی کے خلاف

(ملفوظ ۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ والد صاحب نے ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے واسطے چائے بھیجی اور ایک خط بھی ان کے ہمراہ آیا اس میں لکھا تھا کہ کبھی اشرف علی کو بھی شریک فرمالیا کریں پھر اسی خط کے اخیر حصہ میں لکھتے ہیں کہ یہ میں نے بے سوچے لکھ دیا تھا ایسا تنعم طالب علمی کے خلاف ہے مولانا نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارے والد کا خط ہے ایک ہی خط میں دو باتیں لکھی ہیں کون سی پر عمل کروں میں نے عرض کیا کہ حضرت آخر کی بات ناسخ ہوتی ہے اسی پر عمل فرمایا جائے۔ یہ حضرات باوجود اس کے کہ ان میں بعض دنیادار بھی تھے مگر عرف اور رواج سے مغلوب نہ تھے صدق اور خلوص کا غلبہ تھا اور نہ ہدیہ کے متعلق یہ درخواست کہ اس میں سے میری اولاد کو بھی دیجئے عرف سے کس قدر بعید ہے۔

حضرت میاں جی رحمتہ اللہ علیہ کی روشنی

(ملفوظ ۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت میاں جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری وفات کے بعد دیکھنا ہماری روشنی کس قدر پھیلے گی۔ (چنانچہ مشاہدہ ہے)

خلوص اور تواضع کی قدردانی

(ملفوظ ۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں تو خلوص اور تواضع کی قدر ہے اگر یہ نہیں تو پھر چاہے کتنا ہی بڑا ہو اس کی ذرہ برابر قدر نہیں ہوتی اور اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ میں محروم ہوں نہ کوئی نفع ہو اور نہ ہو سکتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ وہ نفع اور عدم نفع کا امتیاز ہی نہ کرتا ہو جیسے بعض علمی اداروں میں تکبر اور ترفع کو خودداری سمجھتے ہیں اب اگر کسی کے یہاں رذائل ہی کمالات سمجھے جاتے ہوں اور باعث فخر ہوں اس کا کسی کے پاس کیا علاج اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ مریض اپنے امراض ہی کو کمال سمجھے اور اس پر فخر کرے تو طبیب بیچارہ کیا تیر لگائے گا مگر انجام اس کا ہلاکت ہی ہے۔

۶ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

حق تعالیٰ سے دعا کی ترغیب

(ملفوظ ۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں اپنے دوستوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں اور خود بھی اس پر عامل ہوں کہ حق تعالیٰ سے اپنی بہبود اور فلاح کی دعا کریں اور یہ بڑا عمل ہے اور اس سے بڑا عمل یہ ہے کہ خدا کے راضی کرنے کی فکر میں لگ جائیں اگر مسلمان ایسا کریں تو چند روز میں انشاء اللہ کایا پلٹ ہو جائے حقیقی مالک ملک کے حق تعالیٰ ہی ہیں تو ملک جن کی ملک ہے انہیں سے مانگو اور اس کا صحیح طریق یہی ہے کہ ان کو راضی کرو۔ اور راضی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ گذشتہ نافرمانیوں سے تائب ہو کر آئندہ کے لئے عزم اعمال صالحہ کا کرو دیکھو پھر کیا ہوتا ہے کیونکر تدابیر بھی وہی ذہنوں میں پیدا فرماتے ہیں اور پھر ان تدابیر کو مؤثر بھی وہی بناتے ہیں تو ان کو راضی رکھنے سے تدبیریں بھی صحیح اور مؤثر سمجھ میں آتی ہیں اور یہ بات یقین کے درجہ کی ہے کہ اگر مسلمان ایسا کریں تو ان کے تمام مصائب اور آلام ختم ہو جائیں یہ مصائب کا سامنا خدا کو ناراض کرنے ہی کی

بدولت ہو رہا ہے اور جو تدابیر اس وقت اختیار کر رکھی ہیں چونکہ ان کا اکثر حصہ غیر مشروع ہے اس لئے بجائے کسی کامیابی کے اور الٹی ذلت اور ناکامی گلوگیر ہو جاتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ (انگریزوں کی) شروع سلطنت کے زمانہ میں اس کا مشورہ ہوا تھا کہ ہندوستان کو نکما بنانا چاہیے اور اس کی تدبیر یہ نکلی کہ مذہبی حمیت کو برباد کر دینا چاہیے بس میں اسی حمیت کو کہتا ہوں کہ اپنے اندر پیدا کر لیجئے کیا اثر ہوتا ہے اس وقت کثرت سے لوگوں کو مذہب سے بے گانہ کر دیا گیا ہے یہ نہایت باریک حربہ ہے بس اس کے مقابلہ میں کرنے کا کام یہ ہے کہ مذہب کی اہمیت قلوب میں پیدا کیجائے مگر مشکل یہ ہے کہ جو کام کرنے کے ہیں ان کو تو مسلمان کرتے نہیں دوسرے جھگڑوں اور قصوں میں پڑ کر اپنا مال اور اپنی جان اپنا وقت برباد کر رہے ہیں حقیقی تدابیر سے بھاگتے ہیں صاحبو اگر اعتقاد سے کرتے تو آزمانے ہی کے طریق پر کر کے دیکھ لو اسی کو فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش　　　آزموں را یک زمانے خاک باش

(برسوں تک تو سخت پتھر بنا رہا آزمائش کے لئے کچھ روز خاک ہو کر بھی دیکھ ۱۲)

ان رسمی تدابیر کو چھوڑو برسوں کر کے دیکھ لیں خاک نہ ہوا اب ذرا خاک میں سر رکھ کر بھی دیکھ لو حکمت یونانی کا نسخہ تو بہت زمانہ تک استعمال کر لیا اب حکمت ایمانی بھی استعمال کر کے دیکھ لو انشاء اللہ تعالیٰ تمام امراض کافور ہو جائیں گے اور میں تدابیر ظاہرہ کا مخالف نہیں ہوں بشرطیکہ غیر مشروع نہ ہوں شکایت تو اس کی ہے کہ تدابیر ظاہری کے اس قدر پیچھے کیوں پڑ گئے کہ حقیقت سے بھی دور جا پڑے اس لئے ضرورت ہے کہ اب طب ایمانی نسخہ استعمال کرو فرماتے ہیں۔

چند خوانی حکمت یونانیاں　　　حکمت ایمانیاں راہم بخواں

(یونانیوں کی حکمت کب تک پڑھو گے ایمان والوں کی حکمت بھی پڑھ لو)

خلاصہ یہ ہے کہ طبیب جسمانی کی تدابیر پر تو عمل کر چکے اور اس کا نتیجہ بھی دیکھ چکے اب طبیب روحانی یعنی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے نسخوں پر عمل کر کے دیکھو کیونکہ یہ مرض ان طبیبان ظاہری کی سمجھ سے باہر ہے تو ان کی تدبیر کیسے کافی ہوگی اسی کی نظیر میں مولانا فرماتے ہیں۔

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند　　　آں عمارت نیست ویران کردہ اند

بے خبر بودند از حال دروں　　استعیذ اللہ مما یفترون

(مرد غیبی نے کہا کہ جو دوا ان لوگوں نے کی ہے وہ مرض کو بڑھانے والی تھی۔ تندرست کرنے والی نہ تھی۔ وہ لوگ اندرونی حالت سے بے خبر تھے جو دوائیں وہ گھڑ رہے تھے ان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ۱۲)

دیکھئے صحابہ کرام کی جمعیت کچھ ایسی زائد نہ تھی مادی اسباب پاس نہ تھے مگر طبیب روحانی کے نسخوں پر ان کا عمل تھا دیکھ لو کیا سے کیا کر کے دکھا گئے یرموک میں جب اول روز لشکر اسلام کے مقابلہ میں جبلہ بن ایہم غسانی ساٹھ ہزار لشکر لے کر آیا ہے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ میں اول تیس آدمی پھر دوسروں کے کہنے سننے سے ساٹھ آدمی منتخب کر کے میدان میں لے گئے جبلہ یہ سمجھا کہ خالد بن ولید صلح کے لئے آئے ہیں وہ دیکھ کر ہنسا حضرت خالد بن ولید نے اعلان جنگ کر دیا شام تک تلوار چلی کفار کی ساٹھ ہزار جمعیت کو ہزیمت ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگے صحابہ میں سے پانچ یا چھ تو شہید ہوئے اور پانچ گرفتار ہوئے جب لاشیں بھی نہیں ملیں جب گرفتاری کا گمان ہوا تو چھ لاکھ کے لشکر میں جو باہان ارمنی کے زیر کمان تھا ان کے چھوڑانے کے لئے سو سپاہیوں کے ساتھ تشریف لے گئے اور باہان کی اطلاع و اجازت کے بعد جب آگے بڑھے تو تخت کے قریب دیبا و حریر کا فرش تھا حضرت خالد بن ولید نے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس کو الٹ دو باہان ارمنی نے کہا کہ میں نے تو آپ کی عزت کی اور حریر کا فرش بچھانے کا حکم دیا آپ نے اس کی کچھ قدر نہ کی آپ نے فرمایا کہ

"والارض فرشنها فنعم الماهدون"

خدا کا فرش تیرے فرش سے اچھا ہے باہان ارمنی نے کہا کہ ہم اور تم بھائی بھائی ہو جائیں حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ اسلام قبول کر لے ہم اور تو بھائی بھائی ہو جائیں گے اور اگر اسلام قبول نہ کرے گا تو وہ دن تجھ کو قریب نظر آتا ہے تیری گردن میں رسی ہوگی اور لوگ کھینچ کر تجھ کو امیر المومنین کے سامنے کھڑا کریں گے یہ سن کر باہان ارمنی آگ ہو گیا اور حکم دیا کہ ان کو پکڑو حضرت خالد بن ولید نے تلوار کھینچ کر ساتھیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم بھی تیار ہو جاؤ اور اس کی جرار کرار فوج کی طرف نظر نہ کرو اور اس وقت آپس میں ایک دوسرے کو نہ دیکھو اب انشاء اللہ آب کوثر پر ملاقات ہوگی بس باہان

ڈھیلا ہو گیا اور کہنے لگا میں تو ہنستا تھا تو یہ کیا چیز تھی وہی حمیت مذہبی تھی بس اعداء دین تدابیر سے اس کو مٹانا چاہتے ہیں اور اس کا یہ اثر ہوا کہ اب خود لوگ اپنا مذہب چھوڑ دینے پر آمادہ ہیں مگر پھر اعداء اعداء (دشمن دشمن) میں فرق ہے ایک قوم (انگریز) کی دشمنی آئین کیساتھ ہے اور دوسری قوم (ہندو) کی صریح ظلم کی ساتھ۔ اگر کہیں ان (ہندوؤں) کا تسلط ہو جائے تو یہ تو زبردستی مسلمانوں کو مرتد بنائیں۔ اب باوجود حکومت نہ ہونے کے جہاں قدرت ہوتی ہے جبر کرتے ہیں جہاں جہاں ان کی اکثریت اور کچھ قوت ہے اور مسلمانوں کی آبادی کم ہے ان کو ارتداد پر مجبور کیا جاتا ہے۔

رشوت خوف خدا سے چھوڑنا چاہیے

(ملفوظ ۴۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس زمانہ میں اکثر اہل حکومت کی نظر میں کام کرنے والوں کی قدر نہیں وفاداری کی قدر نہیں۔ بھائی مرحوم کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی رشوت خدا تعالٰی کے خوف سے چھوڑے تو ٹھیک ہے اور اگر اس خیال سے چھوڑے کہ اہل حکومت خوش ہوں گے وہ بڑا ہی بے وقوف ہے کوئی قدر نہیں اور ایسے اہل حکومت کی طرف سے جو کچھ پبلک کی راحت رسانی کا سامان کیا گیا اور کیا جا رہا ہے اس میں بھی نیت بخیر نہیں جیسے مذہبی جوش کو برباد کرنے کی سعی اور کوشش کی جا رہی ہے اس کا اثر قوت باطنی پر پڑا اور ظاہری قوت کو ان اسباب عیش اور راحت سے برباد کر دیا جیسے ایک عورت کی حکایت ہے کہ سوتیلے بیٹے کو تو گود میں لے رکھا تھا اور اپنے بیٹے کو انگلی پکڑے ہوئے پیدل لئے جا رہی تھی دیکھنے والوں نے کہا کہ کس قدر شفیق اور بے نفس طبیعت کی عورت ہے سوتیلے بیٹے کو گود میں اور اپنے کو پیدل لئے جا رہی ہے اس عورت نے سن کر کہا کہ اس میں بھی میری ایک حکمت ہے کہ یہ گود کا خوگر ہو کر اپاہج ہو جائے اور میرا بچہ چلنا سیکھ جائے اور تندرست رہے یہی مثال خود غرض لوگوں کی ہے کہ ان کی دوستی کے پردہ میں دشمنی ہوتی ہے۔

فقہاء کا عظیم کارنامہ

(ملفوظ ۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علم کلام کو علماء نے ایسا مدون کیا کہ ساری دنیا کو بند کر دیا کوئی آج تک اس کو نہیں توڑ سکا اسی طرح فقہاء نے احکام کی تدوین کی اور

نصوص کے حامل کو ظاہر کیا مگر اغبیاء نے بجائے شکر گزاری کے اور الٹا ان پر اعتراض کیا کہ یہ لوگ تاویلیں کر کے نصوص کو ترک کرتے ہیں چنانچہ ایک غیر مقلد نے دہلی میں وعظ کہا اس میں بیان کیا کہ قرآن و حدیث سب ظاہر ہے کہیں تاویل جائز نہیں ایک طالب علم مولوی عبدالحق تھے قصبہ جلال آباد کے انہوں نے کہا کیوں صاحب تاویل نہ کی جاوے گی کہا کہ ہاں کہیں نہیں کی جاوے گی انہوں نے کہا کہ بہت اچھا تو میں کہتا ہوں کہ اس قاعدہ کی بناء پر تو کافر ہے کہنے لگا کہ یہ کیوں انہوں نے کہا کہ قرآن میں ہے

ومن کان فی ھذہ اعمی فھوفی الاخرۃ اعمی

یہ غیر مقلد واعظ اندھا تھا کہنے لگا اس کا تو یہ مطلب نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہیں انہوں نے کہا کہ یہ تو تاویل ہے اور تاویل بقول آپ کے باطل ہے بڑا پریشان ہوا فرمایا کہ واقعی اگر ضرورت اور دلیل سے بھی تاویل نہ کی جاوے گی تو ایسا ہوگا جیسے ایک شخص نے شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کے اس شعر کا مطلب سمجھا تھا۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست　　　در پریشان حالی و در ماندگی

(دوست وہ ہے جو دوست کی پریشانی حالی و عاجز ہونے کے وقت مدد کرے ۱۲)

واقعہ یہ ہوا کہ اس شخص کا دوست کسی سے لڑ رہا تھا اور وہ بھی ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا اس نے پہنچ کر دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے جس سے بیچارے کی اچھی طرح مرمت ہوئی کسی نے کہا کہ یہ کیا حرکت۔ کہتا ہے کہ میں نے تو شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کی تعلیم پر عمل کیا ہے وہ فرما گئے ہیں۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست　　　در پریشاں حالی و در ماندگی

اگر تاویل سے بچیں تو کوئی کلام بھی دنیا میں صحیح معنی میں استعمال نہیں ہو سکتا اسی طرح کسی مطلق لفظ کو مقید پر محمول کرنا ایک قسم کا مجاز اور تاویل ہے مگر دلیل کی ضرورت سے اختیار کیا جائے گا۔ میں ایک مرتبہ علی گڑھ اپنے چھوٹے بھائی کے پاس مہمان تھا نواب وقار الملک کی استدعاء پر کالج میں گیا وہاں جمعہ بھی پڑھا۔ وعظ بھی کہا وہاں کے پروفیسر نے سائنس کے کمرہ کی بھی سیر کرائی اس میں بجلی بھی تھی۔ اس کے افعال و خواص کا بھی مشاہدہ کیا اس کے بعد وعظ ہوا تو میں نے وعظ میں برق کے متعلق بھی یہ بیان کیا کہ آپ لوگوں کو کہیں یہ شبہ نہ ہو کہ بجلی تو ہم نے بھی پیدا کرلی ہے پھر جو حقیقت بجلی کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے ہمارا مشاہدہ اس کی نفی کرتا ہے کیونکہ برق تو ہم بھی بنا سکتے ہیں میں نے جواب دیا کہ برق کی دو قسمیں ہیں ایک سماوی اور ایک ارضی سوارضی برق کی تو وہ حقیقت ہے جو تم سمجھتے ہو اور سماوی برق کی وہ حقیقت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی گو سماوی کی قید لفظوں میں مصرح نہیں مگر قرائن سے اس کا اعتبار کیا جاوے گا میرے اس بیان کا ان لوگوں پر بے حد اثر ہوا اس لئے کہ ایسا قریب جواب انہوں نے کبھی نہ سنا تھا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ جو کچھ میں نے اس وقت بیان کیا برق کے متعلق اس کو توجیہ و تکلف نہیں کہتے توضیح و تحقیق کہتے ہیں یعنی حقیقت کا اظہار جو شخص دونوں میں منافات سمجھتا تھا اس کو حقیقت سمجھا دی۔

۶ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

گمراہ عقیدہ کے لوگ دنیا میں موجود ہیں

(ملفوظ ۴۸) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے میں فکر و شغل اس لئے نہیں کرتا کہ کہیں تنگی معاش میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ خیال کیوں پیدا ہوا اور زبانی ارشاد فرمایا کہ اس عقیدہ کے لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں کہ اللہ کا نام لینے سے افلاس آتا ہے استغفر اللہ۔ نعوذ باللہ میں نے بھی ابھی کوئی جواب نہیں دیا اس ہی سے اس خیال کی وجہ معلوم کی ہے دیکھئے کیا لکھتا ہے۔

ایک صاحب کی بد تمیزی و بے شرمی

(ملفوظ ۴۹) ایک گاؤں کا شخص آیا اور مجلس کے منتہا پر کھڑے ہو کر پاجامہ کے نیفے میں سے ایک بٹوا نکال کر اس میں سے ایک پرچہ نکالا اس کے بعد حضرت والا کے قریب آکر بیٹھا حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ اتنی دیر تک وہاں کیوں آکر کھڑے رہے عرض کیا کہ بٹوا نکال رہا تھا فرمایا کے لوگوں کے سر پر کھڑے ہو کر پاجامہ کو ٹٹولنا اور بٹوا نکالنا بے شرمی کی بات ہے آئندہ ایسا نہ کرنا اس کی صورت یہ تھی کہ یہاں آنے سے پہلے باہر بٹوا نکال لیتے تب یہاں آتے آدمی کو تمیز سیکھنا چاہیئے جانوروں میں رہ کر جانور نہیں بننا چاہیئے۔

طریق سے بیگانگی کی حد

(ملفوظ ۵۰) فرمایا کہ ایک صاحب کا پہلے خط آیا تھا اس کا جواب میں نے لکھا تھا کہ ذکر واشتغال ہی مقصود ہیں یا اصلاح اعمال بھی آج ان صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ سوال ہی میری سمجھ میں نہیں آیا حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ پھر کس طرح سمجھاؤں کسی اور سے سمجھ لو۔ زبانی ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو اس طرف توجہ ہی نہیں اور وجہ اس کی بے فکری اور طریق سے بے گانگی ہے اور میرا مقصود سوالات سے پوچھنا ہی تھوڑا ہی ہوتا ہے بلکہ بتلانا ہوتا ہے مگر اس طرز میں مصلحت یہ ہے کہ اس سے ذہن پر بار پڑتا ہے خود فکر و غور کرتا ہے اور خود چل پڑتا ہے میں اول ہی میں طالب کو کام میں لگا دیتا ہوں اور بے فکری سے ہٹا کر فکر کی طرف متوجہ کر دیتا ہوں جب تک خود دوڑ سکتے ہیں دوڑیں جب تھک جائیں گے گود میں اٹھا کر راستہ طے کرا دیا جائے گا اگر خوب فکر کے بعد بھی ذہن نہ پہنچے پھر میں خود بتلا دیتا ہوں۔

طریق میں جذب کی ضرورت

(ملفوظ ۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں کسب کو دخل نہیں جذب کی ضرورت ہے البتہ خود جذب موقوف ہے اعمال پر ہاں اس معنی کر کسب کو بھی دخیل کہا جاسکتا ہے کہ وہ اعمال اختیاری ہیں مگر یہ دخل بھی محض صورۃً ہے ورنہ ہمارے اعمال ہی کیا۔ اس لئے میں پھر یہی کہوں گا کہ کسب کو دخل نہیں جذب ہی پر موقوف ہے بعض لوگ کہتے ہوں گے یا خیال کرتے ہوں گے کہ یہ اختیاری اور غیر اختیاری کے الفاظ خوب سیکھ لئے ہیں ہر جگہ جاری کر دیئے جاتے ہیں مگر معلوم بھی ہے کہ اس کی بدولت بہت سے خلجانوں سے نجات مل گئی۔ یہ تعلیم صدیوں سے گم ہو چکی تھی اس کی بدولت لوگ سخت پریشانیوں میں مبتلا تھے اب اگر کوئی کسی حالت کی نسبت پوچھنے پر لکھتا ہے کہ غیر اختیاری ہے تو میں لکھتا ہوں تو اس کے در پے کیوں ہو اور اگر کہتا ہے کہ اختیاری ہے تو میں جواب دیتا ہوں کہ پھر ہم سے کیا پوچھتے ہو اختیار سے کام لو۔ بس مناقشہ ختم ہو جاتا ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ نصف سلوک ہے۔ بلکہ اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو کل سلوک کہنا بھی میرے نزدیک بے جا نہ ہوگا۔

سیدھی بات میں بھی تعلیم کی ضرورت

(ملفوظ ۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ اپنے مقصود کے ظاہر کرنے میں پریشان کرتے ہیں اور بعض ان کی طرف سے یہ عذر کرتے ہیں کہ ان کو تعلیم نہیں ہوئی میں جواب میں یہ کہا کرتا ہوں کہ یہ امر تو فطری اور اصلی ہے کہ جس مقصود کو لے کر آوے اس کو بدون دریافت کئے ہوئے صاف صاف ظاہر کردے۔ اس میں کسی تعلیم کی ضرورت نہیں۔ تعلیم کی تو ٹیڑھی بات میں ضرورت ہے جس کو معمول بنا رکھا ہے مثلاً آہستہ سے بولتے ہیں بدون دریافت کئے ہوئے کچھ نہیں کہتے ان باتوں کی بیشک تعلیم کی ضرورت ہے اور سیدھی بات میں تعلیم کی کون ضرورت ہے۔

بغیر اپنے قصد کے دوسرا اصلاح نہیں کرسکتا

(ملفوظ ۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک طالب خود نہ چاہے امراض کا علاج نہیں ہوسکتا اور نہ اخلاق کی اصلاح ہوسکتی ہے دیکھئے خود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ابوطالب ایمان لائیں مگر چونکہ ابوطالب نے خود نہیں چاہا کچھ بھی نہ ہوا اب کس ہادی اور مصلح کو دعوی ہوسکتا ہے کہ اس کے چاہنے سے اصلاح ہوجاتی ہے نیز ارادہ کے علاوہ درستی اخلاق کے لئے طلب صادق اور خلوص کی بھی ضرورت ہے ورنہ قدم قدم پر پریشانی کا سامنا کرنا ہوتا ہے جس کا علاج وہی طلب و خلوص ہے بدون اس کے وہ مشقتوں کی برداشت ہی نہیں کرسکتا اور ایسی حالت میں اس راہ میں قدم رکھنا ہی عبث ہے اب اگر کوئی شخص ڈاکٹر کے پاس آپریشن کے لئے جائے مگر یہ کہے کہ جہاں تک آپریشن کی ضرورت ہے وہاں تک نشتر نہ جانے پائے اب بتلائے مادہ فاسد کس طرح نکلے گا اس کی بالکل وہی مثال ہے جیسی مولانا نے ایک حکایت کی صورت میں لکھی ہے کہ ایک شخص نے بدن گودنے والے سے کہا کہ میری کمر پر شیر کی تصویر بنادے اس نے سوئی لے کر جیسے ہی چبھوئی تو کہتا ہے کہ ارے یہ کیا بنارہا ہے اس نے کہا دم بناتا ہوں کہنے لگا کہ کیا بے دم کا شیر نہیں ہوتا اس دُم نے تو میرا دم ہی نکالا ہوتا اس نے وہاں سے چھوڑ کر دوسری طرف سوئی چبھوئی اس نے پھر ایک آہ کی کہ اب کیا بناتا ہے اس نے کہا پیٹ بناتا ہوں کہنے لگا کہ کیا یہ کھانا کھانے گا جو پیٹ کی ضرورت ہو اس نے اسے چھوڑ کر تیسری جگہ سوئی چبھوئی اس نے کہا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ منہ بناتا ہوں کہا

کہ ارے بھائی یہ تو تصویر ہے کوئی بولے گا تھوڑا ہی اسے بھی چھوڑ اس نے اسے بھی چھوڑا اور چوتھی جگہ سوئی چبھوئی پوچھا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ کان بناتا ہوں اس نے کہا کہ شیر بوچا بھی ہوتا ہے اسے بھی چھوڑ اس نے جھلا کر سوئی پھینک دی اور کہا جس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں۔

شیر بے گوش بے سرواشکم کہ دید　　　　این چنیں شیر لے خدا ہم نافرید

(بے کان، بے سر اور بے پیٹ کا شیر بھی کسی نے دیکھا ہے، ایسا شیر تو خدا نے بھی پیدا نہیں کیا ۱۲)

یعنی ایسا شیر تو خدا نے بھی نہیں بنایا جس کے کوئی عضو ہی نہ ہو اور شیر ہو تو میں تو کیا بنا سکتا ہوں آگے بطور ثمرہ اور نتیجہ کے فرماتے ہیں۔

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی　　　　پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

یعنی جب تو ہر کوچنے پر چیختا اور پکارتا ہے اور برداشت نہیں کر سکتا مراد یہ کہ مصلح اور مرشد کی ہر تنبیہ پر تیرے نفس میں کدورت پیدا ہوتی ہے تو بدوں مانجھے ہوئے صاف اور روشن کیسے ہوگا اور اسی کو فرماتے ہیں۔

چوں نداری طاقت سوزن زدن　　　　پس تو از شیر ژیاں ہم دم مزن

(جب تجھ کو سوئی چبھنے کا تحمل نہیں ہے تو شیر نر کی تصویر بنوانے کا خیال بھی چھوڑ دو ۱۲)

اس راہ میں قدم رکھنے کے لئے تو سب سے پہلی شرط یہ ہے جس کو فرماتے ہیں۔

در رہ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بجاں　　　　شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

(لیلیٰ کی طلب میں جان کو اور بھی خطرات ہیں مگر اول شرط مجنوں بننا ہے)

میں ایک مرتبہ حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض زیارت حاضر ہوا شب کو بے وقت پہنچا حضرت مولانا بہت خفا ہوئے اور مجھ پر ڈانٹ ڈپٹ کی مولانا نہ میرے استاد تھے نہ پیر تھے نہ پیر کے پیر تھے حتی کہ جس سلسلہ میں میں ہوں یعنی چشتیہ میں مولانا اس سلسلہ میں بھی نہ تھے کیوں کہ مولانا کا سلسلہ نقشبندی تھا مگر مولانا کے خفا ہونے کا میرے دل میں ذرہ برابر ثقل نہ تھا میں اپنے نفس کو عین خفگی کے وقت خوش پاتا تھا اور ذرا کدورت یا نفرت محسوس نہ کرتا تھا اس پر میں

حق تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا شکر ادا کیا یہ اللہ سے تعلق کی علامت ہے کہ اللہ والوں کی خفگی سے دل پر کوئی ناگوار اثر پیدا نہیں ہوا۔ سو جب تک قلب میں خلوص نہ ہو طلب صادق نہ ہو ایسی چیزوں کی برداشت نہیں کر سکتا عاشق کو اس مذہب کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے جس کو کہا ہے۔

یا مکن با پلیباناں دوستی — یا بنا کن خانہ بر انداز پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی — یا فرو شو جامہ تقوی بہ نیل

(یا تو فیل بان سے دوستی نہ کرو۔ یا گھر ایسا بناؤ جس میں ہاتھی آسکے: یا تو عاشقی کا دعوی نہ کرو، اور اگر کرتے ہو تو جامہ تقویٰ کو دریائے نیل میں دھوڈالو)

اگر یہ نہیں تو جھوٹا دعوی ہے پھر تو اس دعوی کی اس سے زیادہ حقیقت نہیں جیسے خاتمہ مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص ایک عورت کے پیچھے ہو لیا۔ اس نے پوچھا کہ تو میرے پیچھے کیوں آرہا ہے اس نے کہا کہ میں تجھ پر عاشق ہو گیا ہوں اس عورت نے کہا کہ مجھ بدشکل پر عاشق ہو کر کیا لے گا میرے پیچھے میری بہن مجھ سے بہت زیادہ خوبصورت آرہی ہے وہ ہے عاشق ہونے کے قابل بوالہوس تو تھا ہی فوراً پیچھے لوٹا اور منہ پھیر کر دیکھنے لگا اس عورت نے اس کے ایک دھول رسید کی اور کہا۔

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی — در بیان دعوی خود صادقی
پس چرا بر غیر افگندی نظر — ایں بود دعوی عشق اے بے ہنر

یعنی تو اپنے دعوی میں جھوٹا ہے اگر تو عاشق ہوتا تو غیر پر نظر کیوں کرتا محبت تو وہ چیز ہے کہ جس دل میں یہ ہوتی ہے محبوب کے سوا سب کو فنا کر دیتی ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(عشق تو وہ شعلہ ہے کہ جب یہ بھڑکتا ہے تو مشرق کے سوا سب کو پھینک دیتا ہے)

اور یہ وہ چیز ہے۔

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ما ہے — چہ کنم کہ چشم ایک بیں نہ کند بہ کس نگا ہے

(سارا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے مگر میں ہوں کہ ایک چاند کے خیال میں مست ہوں۔ کیا کروں کہ یہ آنکھ ایک کے سوا کسی کی طرف دیکھتی ہی نہیں۔ ۱۲)

جب عشق فانی کا یہ خاصہ ہے تو غیر محبوب نظر سے فنا ہو جاتا ہے تو عشق باقی کا تو کیا پوچھنا اس میں تو خود بھی اپنی نظر سے فنا ہو جاتا ہے حتی کہ کتے اور سور کو اپنے سے افضل سمجھنے لگتا ہے جس کی اصل حقیقت تو ذوقی اور وجدانی ہے مگر ایک ظاہری وجہ استدلالی بھی ہے کہ بہائم مامون العاقبہ (یعنی جانور عذاب سے امن میں ہیں) ہیں اور انسان مامون العاقبہ (عذاب سے مامون) نہیں غرض فنا ہونا مٹنا خاک میں ملنا اس طریق کا اول قدم ہے اور آخر دم توجہ ہے وہ جس کو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیں اور وہاں تک پہنچا دیں اس میں کسب کو دخل نہیں محض موہبت و جذب کی ضرورت ہے جو محض ان کے فضل پر ہے۔

حضرت حکیم الامت کی کسر نفسی

(ملفوظ ۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کوئی میرا معتقد ہو جاتا ہے تو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس پر مجھ کو تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں تو کوئی چیز نہیں جس کی وجہ سے یہ میرا معتقد ہوا اور اگر معتقد نہ ہو تو اس پر کوئی تعجب نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو میری حالت کا مقتضا ہی ہے۔

دو متضاد چیز رنج اور احترام جمع فرمانا

(ملفوظ ۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب فلاں مدرسہ کے ممبروں میں سے ہیں انہوں نے مجھ کو ایک بیہودہ تحریر لکھی تھی باوجود اس کے کہ ان کو تعلق اور محبت کا دعویٰ ہے چونکہ یہ تحریر اس دعوے کے بعد ان کے قول اور فعل میں تعارض ہے اس سے ناگواری ہوتی ہے یہاں پر وہ اور دوسرے متعدد ممبر آئے تھے میں نے صاف کہہ دیا کہ مجھ کو شکایت تھی اور ہے اور رہے گی میں منقبض تھا اور ہوں اور رہوں گا جب تک اس تحریر کا تدارک نہ ہوگا باقی مہمان ہونے کی حیثیت سے ان کا احترام بھی پورا کیا گیا تو میرے قلب میں دونوں چیزیں جمع تھیں شکایت اور رنج بھی اور اکرام و احترام بھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ میرے یہاں ہر چیز اپنی حد پر رہتی ہے اب یہ شبہ کہ دو چیزیں متضاد کیسے جمع ہو سکتی ہیں کیونکہ اول مستلزم ہے ان کے اعتقاد نقص کو اور ثانی استحضار عظمت کو تو میں جواب میں اس پر ایک مثال بیان کیا کرتا ہوں ایک بزرگ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے عجیب مثال ہے کہ کسی جرم پر بھنگی کو شاہی حکم ہوا کہ شہزادہ کے بید لگاؤ تو عین بید لگانے کے وقت کیا بھنگی یہ خیال کر سکتا ہے کہ میں شہزادے سے افضل ہوں ہرگز

نہیں کر سکتا۔ تو دیکھئے دونوں باتیں ایک وقت میں جمع ہو گئیں اس کا نقص اور جرم بھی اور اس کی عظمت اور اپنے سے افضل ہونا بھی۔ یقیناً وہ بھنگی یہی سمجھے گا کہ بھنگی بھنگی ہی ہے شہزادہ شہزادہ ہی ہے اسی طرح مصلح میں بھی دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں اصلاح و احتساب بھی۔ تواضع اور فنا بھی۔ تو یہ تعجب کرنا کہ دونوں کس طرح جمع ہوں غلطی ہے اور غیر محقق تو ایسے جمع کے مطالبہ پر گھبرانے گا اور یہ کہے گا۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ　　　　باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

(دریا کی تہہ میں باندھ کر ڈال دیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ دیکھو دامن بھی تر نہ ہو)

البتہ محقق چونکہ جامع ہوتا ہے وہ کہے گا کہ تختہ بند بھی ہو اور دریا میں بھی رہے پھر بھی دامن تر ہونے سے بچ سکتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ وہ تختہ بندی محض صورۃً ہوتی ہے دوسرے کو ایسا توہم ہوتا ہے ورنہ واقع میں ہاتھ پاؤں کھلے ہوتے ہیں یعنی قدرت ہوتی ہے تو جن چیزوں کو جمع کیا گیا ہے ان میں محض ظاہراً تضاد ہے حقیقی تضاد نہیں اور یہی محمل ہے اس قول کا کہ محقق وہ شخص ہے جو جامع بین الاضداد ہو غرض واقع میں وہ چیزیں اضداد نہیں ہیں مگر عوام کی نظر میں اضداد نظر آتی ہیں اس ہی معنی میں میں نے یہ کہا تھا کہ میرے اندر دو چیزیں جمع تھیں شکایت اور رنج بھی اور احترام بھی شکایت اور رنج بیہودگی پر تھا اور احترام مہمان ہونے کی حیثیت سے تھا البتہ ان حقائق کے سمجھنے میں فہم صحیح کی ضرورت ہے۔

اچھا کپڑا، اچھا جوتا پہننے میں تکبر نہیں

(ملفوظ ۵۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اچھا کپڑا پہننے کو جی چاہے اچھا جوتا پہننے کو جی چاہے کیا یہ تکبر ہے فرمایا یہ تکبر نہیں، تکبر وہ ہے کہ حق کو رد کر کے لوگوں کو حقیر سمجھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے اس قسم کا سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی جواب دیا کبھی تنگی نہیں فرمائی مگر لوگ خود تنگیوں میں پڑ گئے الحمد اللہ یہاں تو قرآن و حدیث کے موافق تعلیم ہوتی ہے اس لئے بحمد اللہ کوئی تنگی نہیں اب اگر کوئی سہل کو تنگ کرے یا تنگ سمجھے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ یہاں تو جس طریق کی تعلیم ہے وہ بہت ہی سہل ہے لیکن سہل نوالہ میں بھی منہ تو چلانا پڑے گا حلق سے نگلنا پڑے

گا اب اگر اس کو بھی دشوار سمجھا جائے تو کیا علاج۔

اہل یورپ روحیانیت میں بالکل ٹھوس ہیں

(ملفوظ ۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روحانیت میں اہل یورپ بالکل ٹھوس ہیں ہاں حسیات میں ان کا دماغ خوب کام کرتا ہے اور علوم کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کا دماغ بنایا ہے علوم کے لئے اور کسی کے پاس دماغ ہی نہیں دوسروں کے علوم سطحیات ہیں جن میں عمق نہیں مگر پھر بھی ہر طبقے میں کچھ لوگ ذہین بھی ہوتے ہیں کمی بیشی کا فرق الگ رہا میں نے ایک انگریز کا لکھا ہوا فیصلہ دیکھا ہے شیعہ سنیوں کا مقدمہ۔ تبرے کے متعلق عدالت میں پیش ہوا تھا شیعوں کا وکیل کہتا ہے کہ ہمارے یہاں تبرا کرنا عبادت ہے پھر جرم نہیں ہو سکتا۔ انگریز لکھتا ہے کہ ہم کو اس سے بحث نہیں اگر یہ عبادت ہے تو اس کی جزا ممکن ہے کہ آخرت میں ملے مگر دنیا میں تو فلاں دفعہ تعزیرات ہند کی بھگتنا ہی پڑے گی اس لئے میں اتنے دنوں کی سزا کرتا ہوں۔

۷ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

اہل دین میں بہت عقل ہوتی ہے

(ملفوظ ۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی دیندار کو کہتا ہے کہ اس میں عقل نہیں بہت ہی ناگوار ہوتا ہے کیونکہ یہ خیال ہی غلط ہے دین کی وجہ سے عقل نہیں جاتی بلکہ اس زمانہ میں دین کی طرف اکثر متوجہ وہی ہوتے ہیں جن میں عقل کم ہوتی ہے وہ دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتے کہتے ہیں آؤ دین ہی کی طرف چلو اور جو عقل رکھتے ہیں وہ اس کو دنیا میں صرف کرتے ہیں یہ وجہ ہو گئی اس غلط فہمی کی ورنہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی کو دیکھ لیجئے کہ ان حضرات میں کس درجہ عقل تھی کہ ان کے سامنے ارسطو اور افلاطون سب کی عقلیں گرد تھیں کیا دین اور عقل جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور انبیاء علیہم السلام تو بڑی چیز ہیں ان کے خادموں اور غلاموں کی عقلوں کے سامنے بڑے بڑے فلاسفر اور ریفارمر سر کے بل آپڑے ہیں اور اس زمانہ میں بھی اہل دین ایسے ایسے موجود ہیں کہ دنیا کا بڑے سے بڑا عاقل ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور یہ حقیقی عاقل ایسے ہیں کہ جتنی عقل ان میں بڑھتی جاتی ہے وہ دین کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے جاتے ہیں اور

حقیقت میں دین کا تو خاصہ یہی ہے کہ اس کے اختیار کرنے سے عقل اور بڑھتی ہے وجہ یہ کہ دین کے اختیار کرنے سے نور پیدا ہوتا ہے اور اس نور سے عقل کو ضیاء ہوتی ہے اور جس طرح دین سے عقل بڑھتی ہے اسی طرح عقل سے دین بڑھتا ہے کیونکہ عقل کا فعل یہ ہے کہ ضرر اور نفع کو پہچانے پھر ضرر اور نفع کی دو قسمیں ہیں ایک آخرت کا اور ایک دنیا کا، اور ایک کا فانی اور دوسرے کا باقی ہونا ظاہر ہے تو عقل صحیح کا فعل یہ ہوگا کہ آخرت کے ضرر اور نفع کو دنیا کے نفع اور ضرر پر غالب رکھے تو عقل سے دین کا بڑھنا ثابت ہوگیا پھر اس تلازم کے بعد دینداروں کو کم عقل کون کہہ سکتا ہے مگر عقل حقیقی میں گفتگو ہے باقی جو آج کل متعارف ہے اس عقل کی نسبت مولانا رومی فرماتے ہیں۔

آزمودم عقل دور اندیش را　　　بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

(میں نے عقل دور اندیش کو آزمالیا اس کے بعد دیوانہ (حق) بنا ہوں)

ایک غلطی اور ہوجاتی ہے کہ عقل اور تجربہ کو ایک سمجھتے ہیں اس لئے دینداروں کو کم عقل سمجھتے ہیں حالانکہ عقلی باتیں اور ہیں تجربہ کی باتیں اور ہیں سو جن چیزوں کا تعلق تجربہ سے ہے اس میں یہ حضرات اکثر ناواقف ہوتے ہیں مثلاً گیہوں کس زمانہ میں بویا جاتا ہے اور زمین اس کی کس وقت تیار کی جاتی ہے اس کا عقل سے کیا تعلق۔ ایک بنئے نے ریل میں مجھ سے پوچھا کہ آج کل آپ کے یہاں گیہوں کا کیا بھاؤ ہے میں نے کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں اس کو بڑا تعجب ہوا وجہ یہ کہ ان کے یہاں تو اس کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں ان کے یہاں عقل کی ایک بات بھی نہیں شب و روز اکل کی فکر ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است　　　تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

(کھانا اس لئے ہے کہ زندگی باقی اور اللہ کا ذکر کرتے رہیں مگر تمہارا اعتقاد یہ ہے کہ زندگی اسی لئے ہے کہ کھاؤ)

تو ایسے واقعات میں تو خود معترضین ہی میں عقل کی کمی ہے دیکھئے چمار تجربہ رکھتا ہے چمڑے کے متعلق اور شناخت کرتا ہے وانے سرائے کو اگر چمڑا دکھایا جائے اور اس کے متعلق کچھ پوچھئے وہ انکار کرے کہ مجھ کو اس کی حقیقت معلوم نہیں تو اس میں عقل کی کیا بات ہے بس ایک چیز کا تجربہ نہیں۔ یہاں ایک شخص ہے وہ مدرسہ میں بہشتی زیور پڑھتا تھا حیض کا بیان جو آیا اس سے بعض لوگوں نے مزاحاً کہا کہ تجھ کو بھی حیض ہوتا

ہے کہا کہ کوئی نہیں کہا کہ یہ تو بہت برا مرض ہے جلدی خبر لے اور حکیم صاحب سے جا کر کہو کہ مجھ کو یہ شکایت ہے وہ بھاگا ہوا گیا اور جا کر حکیم محمد ہاشم صاحب سے شکایت کی کہ حکیم صاحب مجھ کو حیض نہیں ہوتا۔ حکیم صاحب بھی ہنس پڑے۔ اب جن لوگوں نے یہ مذاق بنایا تھا وہ اس کو اس کی حماقت کے دلائل میں ذکر کرتے ہیں مگر یہ کوئی حماقت کی بات نہیں وہ حیض کا لغت اور اس کے معنی اور محل وقوع نہیں جانتا تھا یہ چیزیں اس کو معلوم نہ تھیں تو کسی واقعہ کا معلوم نہ ہونا حماقت نہیں۔

امراء کا تکبر

(ملفوظ ۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب ایک نوجوان شوخ مزاج انگریزی تعلیم یافتہ نواب کا ایک قصہ سناتے تھے کہ ایک انگریز (جو اردو بالکل نہ بولتا تھا) اور نواب صاحب ایک جہاز میں سفر کر رہے تھے نواب صاحب یہ سمجھے ہوئے تھے کہ یہ اردو نہیں سمجھتا اور ایسے امراء میں تہذیب بھی کم ہوتی ہے اور اس کا اصل منشاء تکبر ہوتا ہے کہ کسی کو کچھ سمجھتے ہی نہیں انہوں نے تمسخر سے اس انگریز کا نام رکھا تھا الو کا پٹھہ۔ اب اس کو بناتے تھے اور کہتے کہ آیئے الو کے پٹھے وہ الو کے پٹھے کے نام پر متغیر نہ ہوتا تھا تمام راستہ جہاز میں اس ہی لقب سے اس کو پکارتے رہے اور آپس میں یار دوستوں میں ہنستے رہے ان سب کو اس کے متغیر نہ ہونے سے پورا یقین ہو چکا تھا کہ یہ اردو کچھ نہیں جانتا جب جہاز بمبئی آ کر ٹھہرا اور اترنے کی تیاری ہوئی تو وہ انگریز نواب صاحب کے سامنے کھڑا ہو کر اور نہایت ادب سے کہتا ہے کہ الو کا پٹھا آداب بجالاتا ہے اب معلوم ہوا کہ یہ تو اردو سمجھتا ہے بس گڑ ہی تو گئے کاٹو تو خون نہیں یہ حالت تھی کہ زمین پھٹ جائے اور ہم سما جائیں یہ اعلیٰ طبقہ میں شمار ہونے والے بیدار مغز مشہور ہیں ان کی تہذیب کی یہ کیفیت ہے فرمایا کہ بیداری کے بھی درجے ہیں کبھی بدخوابی کے درجہ تک پہنچ کر دماغ بھی خراب ہو جاتا ہے اب یہ خرابی دماغ ہی کی تو باتیں ہیں۔ ایک تھانہ دار صاحب کا خط آیا تھا اس میں پوچھا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے اس پر لکھا کہ علماء کو ایسا خشک نہ ہونا چاہئے مگر چونکہ جواب کے لئے ٹکٹ وغیرہ نہ آیا تھا ان کو جواب نہ لکھ سکا اگر ٹکٹ ہوتا تو یہ لکھتا کہ جہلاء کو بھی اس قدر تر نہ ہونا چاہیے کہ تری میں ڈوب ہی جائیں۔

آداب معاشرت کی تعلیم

(ملفوظ ۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر لوگ آتے ہیں تعویذ وغیرہ مانگتے ہیں مگر باستثناء قلیل کوئی پوری بات نہیں کہتا اس پر میں متنبہ کر دیتا ہوں تو بد مزاجی میں بدنام کرتے ہیں تو کیا ہم لوگ مٹی پتھر ہیں یہ لوگ کبھی کسی تھانہ دار یا تحصیلدار کے سامنے ایسا کر سکتے ہیں وہاں دیہاتی پن کہاں جاتا رہتا ہے بد تہذیبی سے بات کرنا حقیقت میں ستاتا ہے یہ سلسلہ گفتگو جاری ہی تھا کہ ایک دیہاتی شخص آیا آ کر بیٹھ گیا خود کچھ نہیں کہا حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو عرض کیا کہ فلاں جگہ سے آیا ہوں فرمایا اگر کوئی کام ہو تو کہہ لو اس پر وہ شخص خاموش رہا اور حضرت والا کے چند بار دریافت فرمانے پر بہت آہستہ سے عرض کیا کہ ایک تعویذ کی ضرورت ہے فرمایا کہ موذی اس قدر پریشان کر کے اب کہتا ہے کیا پہلے سے زبان سہل گئی تھی جب اچھی طرح ستالیا اور وہ بھی میرے کئی مرتبہ کے پوچھنے کے بعد کہ مجھ سے کیا کام لینا ہے تب بولا وہ بھی ایسے طرز سے جیسے کوئی نواب بولتا ہے اب اس کا جواب یہ ہے میں تعویذ گنڈے نہیں جانتا یہ کسی عامل کا کام ہے میں تو نماز روزہ کے مسائل جانتا ہوں چل یہاں سے دور ہو بیہودہ۔ کام اپنا غرض اپنی اور نخرے دوسروں پر جیسے کوئی ان کے باپ کا نوکر ہے کہ جیسا چاہا برتاؤ کیا اور پھر بولے بھی تو نواب صاحب نے ادھوری بات کہی یعنی پھر نہیں بتلایا کہ کس بات کا تعویذ میں آخر کہاں تک ان لوگوں کے اقوال افعال کی بیٹھا ہوا تاویل کیا کروں انہوں نے تو قسم کھالی ہے کہ کبھی کوئی سیدھی بات اور پوری بات نہ کہیں گے یہ ہیں وہ باتیں جن پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کبھی ریل کے ٹکٹ گھر جا کر بھی پیسے رکھ کر کھڑے ہو گئے ہوں اور اتنا ہی کہا ہو کہ ٹکٹ دیدیا بابو کے پوچھنے کا انتظار کیا ہو یا بازار سودا لینے گئے ہوں اور دکان پر چار آنے پیسے رکھ کر کھڑے ہو گئے ہوں اور سودے کا نام نہ لیا ہو اور بابو یا دوکاندار کی شکایت پر یہ کہہ دیا ہو کہ ہم میں قابلیت نہیں وہاں قابلیت کہاں سے آجاتی ہے۔

اذیت نہ پہنچانے کا قصد ہونا چاہیئے

(ملفوظ ۶۱) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے جو برتاؤ کیا

ہے آپ کی شکایت نہیں کیونکہ میں جس جماعت میں سے ہوں یعنی ملا لوگ اس کو تمام دنیا حقیر سمجھتی ہے حتیٰ کہ بھنگی اور چمار بھی اس لئے آپکا قصور نہیں زمانہ کا رنگ اور رفتار ہی یہ ہے جس لائق میں تھا وہی آپ نے برتاؤ کیا اگر دل میں وقعت ہوتی تو ایسا نہ کرتے مسل تو ساری سامنے رکھ دی وہ بھی ایسی جس کے سر نہ پیر اب اگر آپ سے سمجھنے کے لئے اس کے متعلق کچھ دریافت کرتا ہوں تو جواب ہی ندارد آخر کب تک تغیر نہ ہو تشریف لیجائیے اور آپ کو اس کی اجازت دیتا ہوں کہ یہاں سے جا کر مجھ کو خوب بدنام کیجئے عرض کیا کہ معاف کردیجئے گا فرمایا معاف ہے مگر کیا جو تکلیف تم نے پہنچائی ہے اس کا اظہار بھی نہ کروں اور کیا معافی سے اس کا اثر بھی جاتا رہتا ہے کسی کے سوئی چبھودی اور وہ چلانا شروع کرے اور معافی چاہنے پر معاف کردے تو کیا معافی کے الفاظ سے اس کی سوزش بھی ختم ہوجائے گی اور حضرت حاجت تو وہ چیز ہے کہ بھنگی کے پاس بھی اگر حاجت لے کر جائے اسکو بھی ذلیل نہ سمجھنا چاہئے جناب مجھ کو تو بدمزاجی میں بدنام کیا جاتا ہے مگر جیسی نرم مزاجی اور خوش مزاجی آپ چاہتے ہیں مجھ سے نہیں ہوسکتی یہ تو اچھی خاصی غلامی ہے سو نرم مزاجی اور چیز ہے اور غلامی اور چیز ہے اب یہ صاحب جا کر کہیں گے کہ ذرا سی بات تھی اس قدر خفا ہوا جی ہاں سوئی بھی ذرا سی چبھوئی جاتی ہے اگر اس کے چبھونے پر کوئی کہے کہ آہ تو اس پر کہا جاتا ہے کہ اینٹ تھوڑا ہی ماری ہے جو آہ کرتے ہو خبر بھی ہے کہ اینٹ اندر نہیں گھسی تھی اور سوئی کھال کے اندر گھسی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ قصد تو غالباً اذیت پہنچانے کا نہ ہوگا فرمایا کہ میں اس کی تکذیب نہیں کرتا نہ حالاً نہ قالاً میں تو خود کہا کرتا ہوں کہ اذیت پہنچانے کا قصد تو نہیں ہوتا مگر اس کا بھی قصد اور اہتمام نہیں کہ دوسرے کو اذیت نہ پہنچے شکایت تو اس کی ہے۔

۷ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

مصلح مشفق کی تعلیم میں شبہات کی مثال

(ملفوظ ۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصلح محقق کی تعلیم اور تربیت میں شبہات کرنا یا دخل دینا سخت غلطی ہے جیسے طبیب حاذق کی تجویز اور علاج میں دخل دینا حماقت ہے بعض امور وجدانی اور ذوقی ہوتے ہیں جس کو معالج ہی سمجھ سکتا ہے دوسرا نہیں سمجھتا۔

ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آئے شیخ کو قرائن اور فراست سے معلوم ہوا کہ اس شخص کے قلب میں حب مال ہے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ مال ہے عرض کیا کہ سو دینار ہیں فرمایا ان کو پھینک کر آؤ وہ چل دیئے بلایا پوچھا کیا کرو گے عرض کیا کسی کو دے دوں گا فرمایا نہیں اس سے تو نفس میں حظ ہوگا کہ ہم نے دوسرے کو نفع پہنچایا دریا میں ڈال آؤ وہ چلدیئے پھر بلایا پوچھا کس طرح ڈالو گے عرض کیا ایک دم پھینک دوں گا فرمایا نہیں ایک دینار روزانہ ڈالو مطلب شیخ کا یہ تھا کہ روزانہ نفس پر آرہ چلے بعض اہل ظاہر نے مجھ سے اس پر شبہ اور اعتراض کیا کہ یہ تو اضاعت ہے مال کی میں نے کہا کہ اضاعت اسے کہتے ہیں کہ جہاں کوئی نفع نہ ہو اور یہاں نفع ہے وہی جو شیخ نے تجویز کیا۔ میں نے بحمداللہ اسکا جو جواب دیا ہے کسی کے کلام میں نہیں دیکھا حضرت یہ لوگ بھی مجتہد ہیں حکیم ہیں۔ ان کو حق تعالیٰ ایک نور عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی نظر میں حقیقت آجاتی ہے اسی سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت میں مجھ پر قسم قسم کے الزامات لگائے گئے۔ اور بعض عنایت فرماؤں نے دھمکی کے خطوط بھی لکھے کہ یا تو شریک ہوجاؤ ورنہ عنقریب تمہارے چراغ زندگی کو گل کردیا جائے گا غرض ایک ہڑبونگ مچا ہوا تھا اس لئے کہ ایسے لوگوں کے نہ قلب میں دین تھا نہ خدا کا خوف نہ کوئی قاعدہ اور آئین جو جی میں آیا کر لیا جو منہ میں آیا بک دیا میں اس زمانہ میں بھی حسب معمول جنگل جایا کرتا تھا اب بھی چلا جاتا ہوں ایک دن ایک بوڑھا ہندو راجپوت جنگل میں ملا اس نے کہا کہ میاں کچھ خبر بھی ہے کہ کیا ہو رہا ہے یعنی تمہارے متعلق کیا کیا تجویزیں ہیں میں نے کہا کہ مجھ کو اس چیز کی بھی خبر ہے جس کی تمہیں خبر ہے اور ایک اور چیز کی بھی خبر ہے جس کی تمہیں خبر نہیں وہ یہ کہ بدون خدا کے حکم کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا تو وہ ہندو کہتا ہے کہ بس میاں تمہیں کچھ جوکھم یعنی خطرہ نہیں جہاں چاہو پھرو اسی طرح ان محققین کو سب چیزوں کی خبر ہے یعنی اس کی بھی جس کی معترض کو خبر ہے یعنی اشکال اور اس کی بھی جس کی معترض کو خبر نہیں یعنی جواب اس اصلاح مذکور کی نظیر میں ایک حکایت یاد آگئی بڑے کام کی چیز ہے اگر کوئی اس سے منتفع ہو۔ اگرچہ اس حکایت میں اصلاح کی نیت نہ تھی محض انتقام تھا لیکن عبرت کے لئے تھوڑا سا اشتراک بھی کافی ہوتا ہے ایک ولایتی سرحدی پٹھان ریل میں سفر کر رہا تھا جب گاڑی ٹونڈلہ میں

ٹھہری اس پٹھان نے پلیٹ فارم پر کلی کی جس کی چھینٹیں ایک مغرور کافر کے پیروں پر پڑ گئیں جو پلیٹ فارم پر کھڑا تھا اس کو غصہ آیا اور غصہ میں کہا کہ سور۔ بس جناب اتنا کہنا تھا کہ ولایتی نے گاڑی سے اتر کر اور اس کا کان پکڑ کر اور ریل کے ہر ڈبہ میں اس کا منہ دے کر کہا کہ کہو میں سور وہ مغرور ہر ڈبہ میں منہ دے کر کہتا تھا کہ میں سور۔ اس سے اسکی عمر بھر کے لئے اصلاح ہوگئی کہ پھر تو کسی کو سور نہ کہا ہوگا تو بعض دفعہ اصلاح اسی طرح ہوتی ہے پھر ولایتی کی مناسبت سے فرمایا کہ بعضے سرحدی لوگ بڑے ہی سخت ہوتے ہیں ان کی دوستی کا بھی اعتبار نہیں۔ قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک سرحدی طالب علم پڑھا کرتا تھا ایک دفعہ جو وطن سے آیا تو قاری صاحب کے لئے ایک نئی دری لایا انہوں نے اس کو طالب علم اور غریب سمجھ کر لینے سے عذر کردیا۔ چلا گیا دوسرے روز پھر لایا تیسرے روز پھر لایا قاری صاحب نے یہ سمجھ کر کہ اصرار کر رہا ہے دل آزاری نہ ہو لے لی اس پر وہ طالب کہتا ہے کہ الحمدللہ کہ آج دو جانیں بچ گئیں آج ہم چھرا لایا تھا کہ اگر آج تم نہ لیتا تو ہم ایک تمہارے اور ایک اپنے مار لیتا اور لینے سے دو جانیں بچ گئیں۔

طاعون سے متعلق تحقیق

(ملفوظ ۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طاعون کے متعلق ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ جراثیم سے ہوتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں اس کو وخز جن یعنی طعن جن کا اثر فرمایا ہے تو اس میں کونسا استبعاد ہے اگر حضور نے بھی ایک سبب کی خبر دے دی اور طاعون مجموعہ پر مرتب ہوتا ہو تو ان کو کیا حق ہے اس کی تکذیب کا اور اب تو بڑے بڑے فلاسفر انگریز حقائق شرعیہ کی طرف آنے لگے ہیں اور ان کے ذہنوں میں احکام اسلام کے مصالح خود بخود آنے لگے ہیں ایک بہت بڑے فلاسفر انگریز نے ڈھیلے سے استنجاء سکھلانے پر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے حکیم تھے مگر ہم ان احکام میں منتظر نہ ہوں گے حکمت کے کہ اگر مصالح اور حکم معلوم ہوں گے تو مانیں گے ورنہ نہیں۔ یہ تو محض بددینی ہے اور یہ مرض نیچریت کی بدولت پھیلا ہے یہ تو حکمتوں کے تلاش کرنے والوں کا مرض ہے اور ایک منکرین حکمت کا مرض ہے وہ احکام کی حکمتیں سن کر

کہتے ہیں یہ سب اعتقاد والوں کی گھڑت ہے زبردستی کی حکمتیں نکال لیتے ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا خوب جواب فرمایا کہ نکلتی بھی وہی چیز ہے جو ہوتی ہے بھلا تم تو اپنے پیشواؤں کے کلام میں ایسی چیزیں نکال لو۔

غصہ کے موقع غصہ نہ آنا

(ملفوظ ۶۴) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بزرگی کے لوازم میں سے یہ بھی سمجھتے ہیں کہ بزرگوں میں بے حسی بے غیرتی ہو کسی چیز سے متاثر نہ ہوں جماد کی طرح سب کے تابع رہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ بزرگوں کو بت سمجھتے ہیں کہ ان کے ساتھ جو چاہو برتاؤ کرو ان کو حس ہی نہیں ہوتی اور اس کو بے نفسی کہتے ہیں ان اغبیاء کو یہ خبر نہیں کہ بے نفسی اور چیز ہے بے حسی اور چیز ہے امام شافعی نے خوب فرمایا ہے کہ جس کو غصہ دلایا جائے اور اس کو غصہ نہ آئے وہ حمار (گدھا) ہے اور جس سے معذرت کی جائے اور وہ معذرت کو قبول نہ کرے وہ شیطان ہے مطلب یہ کہ دونوں چیزوں سے متاثر ہونا یہ انسانیت ہے۔

شکایت سے متعلق معاملہ

(ملفوظ ۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ جب کوئی کسی کی شکایت لکھتا ہے تو میں اس کی تحریر کو جس کی شکایت کی ہے اس کے پاس بھیج دیتا ہوں اگر وہ تکذیب کرے تو شاکی کے قول کو حجت نہیں قرار دیتا اور معاملہ ختم کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ اس کی تصدیق کرے تو پھر اس سے جواب طلب کرتا ہوں اور شریعت کا یہی حکم ہے اور اگر کوئی شکایت کے ساتھ یہ بھی لکھے کہ اس کو یہ لکھ دو تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا تمہاری تحریر اس کے پاس بھیج دوں اس طریق میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔

۸ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

کم ہمتی کی بات

(ملفوظ ۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں موضع اعظم گڑھ گیا تھا۔ وہاں رات کو بعد عشاء بیان ہوا وہاں غیر مقلد بھی ہیں ایک شخص نے اثناء وعظ میں پرچہ دینا چاہا میں نے انکار کر دیا ایک صاحب کو بڑا ہی تعجب ہوا کہنے لگے بڑی ہی ہمت کی بات

ہے ورنہ طبعی بات ہے کہ ایسا پرچہ پڑھنے کو دل چاہتا ہے میں نے کہا جی نہیں بلکہ بڑی کم ہمتی کی بات ہے یہ احتمال تھا کہ شاید اس میں کسی غیر مقلد کی طرف سے یا غیر مقلد کی نسبت کوئی بیہودہ مضمون ہو تو اگر ہمت ہوتی تو اس کو دیکھ کر ضبط کرتا اب دیکھنے کی ہمت نہ کرنا یہ کمزوری کی دلیل ہے۔

خواب کسی واقعہ میں موثر نہیں ہوتا

(ملفوظ ۷۶) ایک صاحب کے خط کے سلسلہ میں انکے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ خواب کسی واقعہ میں مؤثر نہیں ہوتا بلکہ واقعات کا اثر ہوتا ہے خواہ وہ واقعہ ماضی کا ہو یا مستقبل کا۔ خواب کو اس میں دخل نہیں ہوتا بلکہ واقعات کو اس میں دخل ہوتا ہے غرض واقعات کا وہ اثر ہوتا ہے کہ واقعات میں مؤثر پھر جس واقعہ کا وہ اثر ہوتا ہے نہ وہ واقعہ یقینی نہ خواب کا اس سے ارتباط یقینی۔ مگر اس باب میں لوگوں نے بڑی گڑبڑ کر رکھی ہے بڑی چیز وحی ہے مگر افسوس آج کل خواب کے مقابلہ میں اس کی بھی وقعت نہیں کی جاتی اگر خواب کسی کو نظر آجائے جیسی اس کی وقعت ہوتی ہے ویسی وحی کی وقعت نہیں ہوتی ایک مرتبہ مجھ سے ماموں صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے پاس ایک چیز ہے جو سینہ بسینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہم تک چلی آرہی ہے وہ میں تم کو دینا چاہتا ہوں میں نے ادب سے مگر صاف عرض کر دیا کہ اگر وہ شریعت کے مطابق ہے تو میں لینے کو حاضر ہوں ورنہ مجھ کو ضرورت نہیں۔ تو وحی جس کا دوسرا نام شریعت ہے ایسی چیز ہے۔ خوابوں میں یا خلاف شریعت درویشی میں کیا رکھا ہے اصل چیز وحی ہے اور اس کا بیداری سے تعلق ہے پھر فرمایا کہ اب یہ صاحب اس جواب سے کہ خواب میں کیا رکھا ہے یہ سمجھیں گے کہ ملا ہے مگر سمجھیں اختیار ہے ملا ہی ہونا تو بڑی چیز ہے مجھ سے تو جب کوئی خواب کی تعبیر پوچھتا ہے میں اکثر یہ شعر لکھ دیتا ہوں۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم جو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

(میں نہ رات ہوں نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی باتیں کروں جب میں آفتاب کا غلام ہوں تو ساری باتیں آفتاب کی کہتا ہوں۔) پھر خواب کے غیر مؤثر ہونے پر اور واقعہ مؤثرہ کے وقوع اور ارتباط کے غیر یقینی ہونے پر بطور تفریح کے فرمایا کہ اگر کوئی شخص

خواب میں یہ دیکھے کہ میں جنت میں ہوں تو اس سے کوئی قرب نہیں بڑھا ہاں اس سے ظناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیک کام کر رہا ہے اسی لئے حضور نے خواب کو مبشرات میں سے فرمایا ہے اور خواب تو کیا چیز ہے حضور کو تو غیر مومن لوگوں نے بیداری میں دیکھا ہے مگر کیا ہوا بعضے اشد کافر رہے تو خواب ہی میں دیکھ کر کونسا قرب بڑھ سکتا ہے یا کونسے قرب کی دلیل ہے۔ ایک صاحب کے اس سوال پر کہ کیا کافر بھی حضور کو خواب میں دیکھ سکتا ہے؟ جواباً فرمایا کہ جب بیداری میں اس کا دیکھنا ممکن ہے تو خواب میں کیا امتناع ہے ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر کوئی مومن حضور کو خواب میں دیکھے فرمایا کہ علامت اچھی ہے بڑی نعمت ہے خدا کی۔ عرض کیا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ حضور ہی ہیں فرمایا کہ علم ضروری کے طور پر اگر قلب گواہی دے دے کہ یہ حضور ہیں تو بس کافی ہے عرض کیا کہ اکثر لوگوں نے حضور کو خواب میں دیکھا مگر مختلف ہیئت میں، فرمایا کہ دیکھنے والے کی مثال آئینہ کی سی ہے جیسا آئینہ ہوتا ہے اس میں ویسی ہی چیز نظر آتی ہے کسی آئینہ میں لمبا منہ نظر آتا ہے کسی میں چوڑا تو یہ اختلاف مرایا (جس چیز میں دیکھا گیا ہے) کا ہے مرئی (دیکھی ہوئی چیز) کا نہیں یہ تو توجیہ ہے اس کی کہ حضور کی صورت مبارکہ دیکھنے والے کے آئینہ میں نظر آئی کبھی دیکھنے والا حضور کو کسی خاص صورت میں دیکھتا ہے اور وہاں وہ صورت اس شخص کی ہوتی ہے اور حضور کی ذات مبارکہ آئینہ ہوتا ہے یہ شخص غلطی سے اس کو حضور کی صورت سمجھتا ہے اور وہ خود اس کی صورت ہوتی ہے چنانچہ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضور کو خواب میں اس شکل سے دیکھا کہ حضور روضہ مبارک میں بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے ہیں (نعوذ باللہ) میں نے کہا کہ تم کو اپنی صورت حضور کے آئینہ میں نظر آئی ہے وہ شخص حقہ پیتے تھے اسی طرح مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی نے خواب میں دیکھا کہ ایک چوراہہ ہے اس میں حضور کی لاش مبارک بے کفن رکھی ہے لوگ آتے ہیں اور اس سے پاؤں لگاتے ہوئے چلے جاتے ہیں (نعوذ باللہ) انہوں نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب اس ملک میں حضور کی شریعت کی پامالی ہونے والی ہے اس بناء پر وہ ہندوستان سے ہجرت فرما گئے تو یہاں بھی اسلام حضور کی صورت مبارکہ میں نظر آیا۔

والد مرحوم کے مہر کے ترکہ کی تقسیم میں فضل خداوندی

(ملفوظ ۶۸) ایک صاحب نے مہر کا ترکہ تقسیم کرنے کے متعلق حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت کی بڑی ہمت ہے کہ اتنی بڑی رقم محض احتمال کی بناء پر تقسیم فرمائی فرمایا کہ میری کیا ہمت ہے میں نے ابھی بیان کیا تھا کہ مال مفت دل بے رحم (مطلب یہ تھا کہ جس رقم سے دیا میرے دست و بازو کی مکسوبہ تو نہ تھی ہدایا عطایا بے مشقت ملتے ہیں اس میں سے دے دیا کون سا بڑا کمال کیا) رہا احتمال سو میں نے احتمالی قرض سے بھی سبکدوش ہونا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی سب آسان ہو گیا ایک تو یہ مدد کی کہ میرے دل میں ڈالا دوسرے یہ کہ رقم کا انتظام فرما دیا تیسرے یہ کہ ورثاء کا پتہ بہ آسانی چلوا دیا۔ حالانکہ ان کا بڑا طویل سلسلہ تھا اور پھر ان میں سے بعض بڑی بڑی دور کے فاصلہ پر تھے حتیٰ کہ حجاز حیدر آباد و بمبئی و لاہور وغیرہ۔

(نوٹ) واقعہ یہ تھا کہ صاحب ملفوظات کے والد ماجد نے آگے پیچھے چار نکاح کئے تھے اور یہ تحقیق نہ تھا کہ سب کے مہر ادا یا معاف ہوئے یا نہیں اگر یہ مہر واجب رہے ہوں تو مرحوم کے ترکہ میں سے ہر وارث کو جتنا حصہ ملا اسی نسبت سے اس وارث کے ذمہ مہر قرض ہو گیا اس کی تقسیم کے متعلق یہ ملفوظ ہے۔

۸ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

صاحب حاجت کو ضروری قیود کا پابند ہونا چاہیئے

(ملفوظ ۶۹) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ صاحب حاجت کو چاہیے کہ خود سب ضروری قیود کا پابند ہو اور جس سے کام لینا ہے اس کو آزاد رکھے یہ ہے تربیت اصول کے موافق انسان کو ہر کام میں اہتمام اور فکر ہونا چاہیئے اس پر بھی اگر کوئی فروگذاشت ہو جائے تو یہ سمجھ لیتا ہوں کہ بشر ہے ہاں بے فکری اور بے پروائی سے ناگواری ہوتی ہے اور میں بلاوجہ تھوڑا ہی کسی کو کچھ کہتا ہوں بے وجہ کہنا تو اس کا کام ہے کہ یا تو متکبر ہو دوسرے کی تحقیر کے لئے باتیں نکالا کرے یا دماغ میں خلل ہو وہ الٹی پلٹی باتیں نکالا کرے الحمد للہ یہاں یہ دونوں باتیں نہیں میں سب صاحبوں سے عرض کرتا ہوں کہ یہاں مجلس میں بیٹھ کر کسی قسم کی بے اصول حرکت نہ کیجائے حتیٰ کہ میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ جس وقت میں کسی پر مواخذہ کروں کوئی شخص میری نصرت اور تائید

کرے گو اس میں معتوب کو سمجھانا ہی مقصود ہو اس میں چند مفاسد ہیں ایک تو اس میں میری اہانت ہے اس کے تو یہ معنی ہیں کہ تو اور تیری اصلاح کافی نہیں جب تک ہم بیچ میں جوڑ نہ لگائیں دوسرے اس میں آنے والوں کی رعایت کی کہ ان کی تفہیم کی تکمیل کردی اور میری مصلحتوں کی ذرہ برابر پروا نہ کی گئی کیونکہ دوسرے کا دخل دینا میرے مصالح انتظامیہ کے بالکل خلاف ہے تیسرے دیکھنے والے اس دخل دینے والے کو میرا مقرب سمجھیں گے اور اس میں جو مفاسد ہیں وہ بے شمار ہیں اور بزرگوں کے درباروں میں شب و روز مشاہد ہیں۔

خواب کا حکم بیداری کی طرح نہیں

(ملفوظ ۷۰) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے ایک صاحب کی لڑکی کا رشتہ ہو رہا ہے لڑکے والوں نے ان کو لکھا ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ شادی میں جلدی کرو تو کیا آپ کی مصلحت حضور کی مصلحت سے بڑھی ہوئی ہے اب وہ بیچارے لڑکی والے لکھتے ہیں کہ کہیں اس وقت شادی نہ کرنا حضور کے حکم کے خلاف تو نہ ہوگا میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ ایسے امور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیداری کے ارشادات بھی محض مشورہ ہوتے تھے جن پر عمل کرنے میں انسان مختار ہوتا تھا وہ احکام تشریعیہ نہیں ہوتے تھے کہ لازم و واجب ہوں اور خواب تو بیداری سے بھی ضعیف ہے البتہ احیاناً (کبھی کبھی) امر جازم بھی ہوتا تھا جس کا علم قرائن قویہ سے ہو جاتا تھا اس پر عمل واجب تھا پھر زبانی ارشاد فرمایا کہ ایک طالب علم نے چاہا کہ میں شرح جامی پڑھوں۔ مولانا دیوبندی نے منع فرمایا اس نے اگلے روز خواب بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو شرح جامی پڑھ مولانا نے فرمایا کہ خواب کو تو ہم خود سمجھ لیں گے مگر تم شرح جامی نہیں پڑھ سکتے۔

عام باتوں کی تعلیم

(ملفوظ ۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ بڑے ذہین ہوتے ہیں ایک شخص نے کسی غلطی پر میرے مواخذہ کرنے پر کہا تھا کہ اسی واسطے تو یہاں آتے ہیں کہ غلطیوں کی اصلاح ہو میں نے کہا کل کو حوض کی نالی میں پاخانہ بھر دینا اور کہنا کہ پیر جی

ذرا آبدست لے دیکھو اور جب کوئی مواخذہ کرے تو کہہ دینا کہ غلطیوں ہی کی اصلاح کے لئے تو آئے ہیں میں نے یہ بھی کہا کہ یہاں ان باتوں کی تعلیم ہوتی ہے جو تمہاری سمجھ میں نہ آسکیں اور جو غلطی تم نے کی ہے اس کو تم خود سمجھ سکتے تھے جیسے حوض کی نالی میں پاخانہ بھرنا کہ ایسا کبھی نہیں کرسکتے۔

بغیر اجازت استاد کوئی طالب علم تعویذ لینے آئے

(ملفوظ ۷۲) ایک لڑکا مجلس میں آکر بیٹھا ایک صاحب نے آکر حضرت والا کو اطلاع دی کہ یہ پڑھنے سے جان بچا کر یہاں پر آبیٹھا ہے اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں تعویذ لینے آیا ہوں حضرت والا نے فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اور اس کے استاد سے کہو کہ کسی لڑکے کو بلا اجازت کے نہ آنے دیں جس کو اجازت دینا ہو ایک پرچہ پر صرف اپنا نام لکھ دیا کریں اور اس سے کہو کہ یہ وہ پرچہ لے کر آیا کرے اگر ایسا نہ ہوگا تو اس کی بات کی تصدیق نہ کی جاوے گی۔

مریض نسخہ خود تجویز نہیں کرسکتا

(ملفوظ ۷۳) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں زبانی ارشاد فرمایا کہ اگر پیچش کا مریض کہے کہ بھنا ہوا گوشت دے دو بچہ کہے کہ ہاتھ میں سانپ لوں گا تو کیا دے دینا چاہئے اس کو کیا خبر وہ کیا جانے نادان ہے اسی طرح ان کاتب خط کو کیا خبر کہ مصلحت کیا ہے ان کو چاہئے کہ وہ تابع نہیں میں ان کا تابع کیوں بنوں آپ ہی انصاف کیجئے جب مرض خود تجویز کرلیا اور نسخہ بھی خود ہی لکھ لیا اب مریض مریض ہی نہیں وہ تو خود مستقل طبیب ہے پھر اس کو طبیب کی کیا ضرورت۔

عدم مناسبت کی صورت میں الگ کرنا حضرت خضر علیہ السلام کی سنت ہے

(ملفوظ ۷۴) ایک نووارد صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو فطری بات ہے کہ آتے ہی انسان بتلاوے کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں اور یہاں کیوں آیا ہوں مگر انہوں نے ایسی موٹی بات میں بھی فرو گذاشت کی تو اب ان کا طرز میرے طرز سے بعید میرا طرز ان کے طرز سے بعید۔ پھر نباہ کیسے ہو لہذا عدم مناسبت کی صورت

میں الگ کردینا خضر علیہ السلام کی سنت ہے کہ انہوں نے عدم توافق کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کردیا

هذا فراق بيني وبينك

اس معمول پر مجھے کوئی الزام نہیں دے سکتا نہ موسیٰ علیہ السلام سے کوئی بڑا ہوسکتا ہے۔

تعلیم کی بیعت سے زیادہ ضرورت ہے

(ملفوظ ۷۵) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ تنبیہات میں نمونے دکھاتا ہوں لوگوں کی بے فکری کے معلوم ہوتا ہے کہ فکر ہے ہی نہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ آج کل بیعت پر لوگوں کو زیادہ اصرار ہوتا ہے تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتے فرمایا میں اسی عقیدہ کی اصلاح چاہتا ہوں یہ بہت بڑی جہالت ہے کہ لوگ کام کو ضروری نہیں سمجھتے بیعت کو ضروری سمجھتے ہیں۔

نکاح میں تحقیق کی نظر سے دیکھنے کی اجازت

(ملفوظ ۷۶) فرمایا کہ ایک صاحب کا استفتا آیا ہے جزم کی ساتھ لکھا ہے کہ حضور دستخط فرما دیں ان کو دوسرا احتمال ہی نہیں ہوا کہ شاید دستخط کے قابل نہ ہو اب اگر ان کا تابع بن جاؤں تو حقیقت کا ان کو کس طرح انکشاف ہو میں نے اس استفتاء کے متعلق ان سے چند سوالات کئے ہیں اگر جواب معقول دیا گیا تو دستخط کروں گا ورنہ نہیں میں ایسے مضامین میں دو باتیں چاہتا ہوں ایک یہ کہ ضروری اور غیر ضروری میں لوگوں کو فرق معلوم ہوجائے غیر ضروری کی تفتیش کو چھوڑیں دوسرے یہ چاہتا ہوں کہ حق واضح ہوجائے اور رسم مٹ جائے جیسے اکثر تقریبات میں رسم کا اتباع کیا جاتا ہے نیز فتاویٰ میں مشاہیر کی موافقت بے بصیرت کرلی جاتی ہے مگر اکثر لوگ اس سے گھبراتے ہیں بھاگتے ہیں اسی رسم پرستی کی ظلمت اور کج راہی پر رہنا پسند کرتے ہیں اصلاح کی برداشت نہیں کرتے مولانا رومی ایسے ہی گریز کی نسبت فرماتے ہیں۔

چوں بیک زخمے تو پر کینہ شوی ۔ پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

چوں نداری طاقت سوزن زدن ۔ پس تو از شیر ژیاں ہم دم مزن

(جب تم ایک زخم سے پر کینہ ہوجاتے ہو تو بغیر مانجھے ہوئے آئینہ کی طرح صاف شفاف

کس طرح ہو سکتے ہو)

یہ استفتاء ایک رشتہ کے متعلق ہے شادی کے قبل پسند ناپسند کے امتحان کے متعلق پوچھا ہے سو اس باب میں انگریزوں کے یہاں جو اصول ہیں وہ تو محض بددینی ہیں مگر توافق و تناسبت کا لڑکی اور لڑکے کے متعلق دیکھنا تو بہت ضروری ہے اسی واسطے حالات کی تحقیق کے علاوہ لڑکے کا لڑکی کو ایک نظر سے دیکھ لینا جب کہ نکاح کا ارادہ ہو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ تمام عمر کا تعلق پیدا کرنا ہے اس میں بڑی حکمت ہے حدیث میں اس کی اجازت ہے مگر یہ دیکھنا تحقیق کی نظر سے ہو گا تلذذ کی نیت سے نہیں جیسے طبیب کو جائز ہے نبض دیکھنا محض اس نیت سے کہ نبض سے مزاج کی برودت اور حرارت وغیرہ معلوم ہو جائے نہ کہ تلذذ کی غرض سے اور ایسی ہی ضرورتوں سے چہرہ کفین (دونوں ہاتھوں) کا کھولنا جائز کر دیا گیا ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں اگر دائی ہندنی بھی ہو تو ضرورت کی وجہ سے خاص مواقع دیکھ سکتی ہے اور غیر ضروری مواقع مثلاً سر سینہ وغیرہ نہیں دیکھ سکتی بے پردگی کے حامیوں نے بعض جزئیات یاد کر لئے ہیں اپنی غرض باطل کے لئے ان کو پیش کر دیتے ہیں ضرورت و عدم ضرورت کے فرق سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

اتباع سلف صالحین کی حرص

(ملفوظ ۲۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہم نے جن بزرگوں کو دیکھا ہے ان کے طرز پر چلنے کو جی چاہتا ہے ان حضرات کے کمالات اور ترجیح کی یہ شان تھی۔

شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد　　　بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

(معشوق وہی نہیں جو زلف دراز اور پتلی کمر رکھتا ہو۔ اس کے بندہ بنو جس میں ادائیں ہوں۔ ۱۲)

کسی کی خاطر سے یا کسی کی جاہ سے مال کی وجہ سے اس طرز کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسی طرز پر خاتمہ فرما دیں اور فلاں مدرسہ میں جو کمی آئی وہ ان حضرات کا طرز چھوڑنے ہی سے آئی۔ ویسے عمارت بھی بڑی ہے کام کرنے والوں کے القاب بھی بڑے بڑے ہیں روپیہ بھی بہت ہے مگر جو اصل چیز ہے یعنی وہی جس کو کہا ہے کہ

آئے نوواردوہی نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

بے پردگی کے مفاسد

(ملفوظ ۷۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بے پردگی کے مفاسد کو دیکھ لیجئے اور ان مفاسد سے پردہ کی اہمیت کا اندازہ کر لیجئے یعنی یہ دیکھ لیجئے کہ زنا کتنی بڑی سخت چیز ہے جس پر رجم کر دینے کا حکم ہے اور وہ بے پردگی ہی پر مرتب ہوتا ہے پس اس سے اندازہ ہو سکتا ہے پردہ کی اہمیت کا اس کے بعد اور زیادہ دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں جب زنا کا زیادہ سبب بے پردگی ہے اس وجہ سے پردہ کی کس قدر ضرورت ثابت ہوتی ہے البتہ اگر آج احکام اسلام کا جس میں زنا کی سزا بھی ہے کوئی نافذ کرنے والا ہوتا تو رعب سلطنت سے یہی لوگ جو بے پردگی کے حامی ہیں سب سے زیادہ پردہ کی حمایت کرتے پس یہ لوگ صورت پرست ہیں حقیقت شناس نہیں اب میں اس کے مفاسد کا دوسرا مشاہدہ کراتا ہوں جن قوموں میں پردہ نہیں کس قدر فواحش میں مبتلا ہیں غرض بے پردگی سے بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں مگر آج کل فساق فجار کا زمانہ ہے کہ کوئی نہیں سنتا اگر سمجھاؤ اور بتلاؤ تو خود مجتہد اور مفسرین بن بیٹھتے ہیں کٹ حجتیاں کرتے ہیں۔

۹ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

پہلی ملاقات میں ہدیہ نہ قبول کرنے کا معمول

(ملفوظ ۷۹) ایک صاحب نووارد حاضر ہوئے اور کچھ چیزیں بطور ہدیہ اپنے ہمراہ لائے تھے اس ہدیہ میں ایک ایسے صاحب کا بھی ہدیہ تھا کہ جن کو حضرت والا سے خصوصیت کا تعلق ہے ان آنے والے صاحب سے حضرت والا کے ضروری تعارف کے متعلق دریافت فرمانے پر بھی انہوں نے اپنا پورا تعارف نہیں کرایا اس لئے حضرت والا نے ہدیہ قبول فرمانے سے عذر فرما دیا اور صاحب خصوصیت کا ہدیہ بھی واپس کر دیا اور فرمایا کہ پہلی ملاقات میں یا اس کے بعد بھی جب تک کہ باہم بے تکلفی پیدا نہ ہو کسی شخص کا ہدیہ قبول کرنا میرے معمول کے خلاف ہے اور آپ نے تو عدم تعلق کی مانعیت کے علاوہ آتے ہی اذیت پہنچانا شروع کر دی اور مجھ کو ستایا بھلا اس شخص کے ہدیہ سے کیا جی بھلا

ہو سکتا ہے اور ان صاحب خصوصیت کے ہدیہ کی نسبت فرمایا کہ جن حضرات کو مجھ سے خصوصیت کا تعلق ہو ان کو بھی ایسے شخص کے ہاتھ ہدیہ بھیجنا نہ چاہیے جو پہلی مرتبہ آرہا ہو یہ اصول کے خلاف ہے اس لیے کہ نہ معلوم اس آنے والے کی مصلحت کی بناء پر اس سے کیا برتاؤ کیا جائے اور کیا معاملہ کیا جائے اور محسن کی وجہ سے واسطہ احسان کو بھی رعایت کرنا پڑتی ہے اور اس وجہ سے جانبین کی مصلحت برباد ہوتی ہے کیونکہ اس سے بعض اوقات اس کے اخلاق خراب ہوتے ہیں پھر ان نووارد کے متعلق فرمایا کہ یہاں تو صدق اور خلوص کی ضرورت ہے لوگ سمجھتے ہیں فلوس سے کام چلتا ہے اسی لئے بیچارے ہدیہ لائے تھے بلکہ ان صاحب کو چاہیئے تھا کہ جب پہلے سے مجھ سے خط و کتابت جاری ہے تو بجائے ہدیہ کے وہ خطوط اپنے ہمراہ لاتے اس سے بڑی سہولت ہوتی تعارف میں مدد ملتی آکر وہ خطوط دکھلا دینے سے ان سوالات کی نوبت ہی نہ آتی مگر خدا ناس کرے اس بے فکری اور بد سلیقگی کا کہ اس کی بدولت لوگ بے اصول طریق اختیار کر کے خود سیدھے اور صاف معاملہ کو الجھا لیتے ہیں پھر مجھ کو بدنام کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بدون تعلق اور محبت کے کہیں جانا فضول ہے آدمی جس کے پاس جائے کم از کم دل میں اس کی محبت و عظمت تو ہو ورنہ کیا فائدہ جانے سے۔ نیز میں چاہتا ہوں کہ بات بالکل صاف اور اس قدر صاف ہو کہ پھر گنجائش ہی نہ رہے صاف کرنے کی اور لوگ ہیں کہ وہ اس کو اس قدر خفا (پوشیدہ) اور الجھن میں رکھنا چاہتے ہیں کہ صاف کو بھی گڑبڑ میں ڈال دیتے ہیں آخر نتیجہ اس کا لڑائی ہی ہے یہ ہیں وہ معاملات جن پر مجھ کو سخت مشہور کیا گیا ہے آپ لوگ دیکھ رہے تھے کہ میں نے ہر بات میں ان صاحب کو کتنی گنجائش اور وسعت دی کہ یہ بسہولت اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کر دیں مگر نہیں وہی ایچ پیچ۔ اتنا بڑا سفر کیا خرچ کیا سفر کی صعوبت برداشت کی تو کیا گھر سے بلا تعین مقصود چل دیئے تھے یہ ذہن میں نہ تھا کہ میرا مقصود اس سفر سے کیا ہے سو جس مقصود کا اس وقت ارادہ کر کے اور قلب میں اس کا تعین کر کے چلے تھے وہی مجھ پر ظاہر کر دینا چاہیئے تھے اور خود تو کیا ظاہر کرتے میرے دریافت کرنے پر بھی نہ بتلایا کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کون ہوں اور کیا کام کرتا ہوں ادھر ادھر کی ہانکنا شروع کر دیا میری رعایت اور سہولت کی یہ قدر کی کہ اور الجھن پیدا کرتے رہے۔ جہاں تک پہنچے بات کو بڑھایا ہی گھٹایا نہیں یہ فرما کر اس نے فرمایا کہ

اسلم یہ ہے کہ آپ اس وقت واپس وطن تشریف لیجائیں اور وہاں سے خط و کتابت کر کے معاملہ طے کریں بشرطیکہ آپ کا بھی جی چاہے ورنہ میری کوئی غرض نہیں نہ مجھ کو انتظار ہوگا وہ صاحب مجلس سے اٹھ کر چل دیئے فرمایا ایسے ایسے کوڑ مغز یہاں آتے ہیں میں نے تو ان کی شیروانی کی قدر کی تھی (وہ شیروانی پہنے ہوئے تھے اور معزز ہیئت میں تھے) مگر ان کے اخلاق گرگ جیسے نکلے شیروانی نہ نکلے (اس میں گرگ اور شیر کے تقابل کا لطیفہ ہے)

محض وسوسہ کے سبب خدمت طالبین کے ضروری حقوق تلف نہیں کرسکتا

(ملفوظ ۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض مرتبہ مجھے وسوسہ ہوتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہوں گے کہ بڑا ہی متکبر ہے آنے والوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے مگر بحمداللہ مجھ پر اس کا ذرہ برابر اثر نہیں جو چاہیں سمجھا کریں میں سمجھنے والوں کی نظر میں مقبول ہونے کی غرض سے کوئی کام نہیں کرتا۔ آنے والوں کی مصلحت دیکھتا ہوں اگر کوئی اس کو تکبر سمجھے میری جوتی سے۔ ان خیالات کی وجہ سے میں خدمت طالبین کے ضروری حقوق تلف کردوں یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ میں اس کو خیانت سمجھتا ہوں میں نے علماء کے ایک مجمع میں لسبیل گفتگو کہا تھا کہ نہ میں متکبر ہوں نہ عرفی متواضع ایک سچ بولنے والا آدمی ہوں سچ بات کہتا ہوں کبھی اس میں تکبر کا رنگ ہوتا ہے اور کبھی تواضع کا مگر میری جو حالت ہے بالکل کھلم کھلا ہے میں اس کو چھپانا نہیں چاہتا اور چھپاؤں تو جب کہ کسی کو دھوکہ دینا ہو استغفراللہ۔ بس جن کو میری یہ حالت پسند ہو وہ مجھ سے تعلق رکھیں اور میرے پاس آئیں اور جن کو ناپسند ہو وہ نہ تعلق رکھیں اور نہ آئیں میں کسی کو بلانے تھوڑا ہی جاتا ہوں کسی کے دکھلانے اور نیک نام بننے کی وجہ سے اصول صحیحہ کو نہیں چھوڑ سکتا یہ تو اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے۔ اس ہی قسم کے توہمات اور شبہات نے مشائخ اور علماء کو اصلاح سے باز رکھا ہے اور عوام کے اخلاق کو خراب اور برباد کیا ہے کیا یہ جماعتیں محض زیارت اور ہاتھ چومنے ہی کے واسطے ہیں اور کیا ان کا فرض منصبی صرف یہی ہے ایسا طریق اختیار کرنا کہ جس میں اپنے اغراض اور مصالح کی بناء پر دوسروں کے اخلاق اور اعمال کو خراب اور برباد ہوتے دیکھ کر بھی روک ٹوک نہ کی جائے صریح خیانت ہے۔

بہت زیادہ قریب بیٹھنے سے طبیعت گھبرانا

(ملفوظ ۸۱) ایک صاحب کا حضرت والا سے بالکل مل کر بیٹھ جانے کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ بہت زیادہ قریب بیٹھنے سے میری طبیعت گھبراتی ہے قلب پر ایک بوجھ سا معلوم ہونے لگتا ہے اس حالت میں یکسوئی سے کوئی کام نہیں کر سکتا حتیٰ کہ جس زمانہ میں میں وعظ کہا کرتا تھا تو اپنے سامنے سے تھوڑی جگہ خالی چھوڑ دیتا تھا بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ لوگ محبت کی وجہ سے اور اس خیال سے بھی کہ تقریر سننے میں آسانی ہوگی بہت قریب بیٹھ جاتے تھے تو وعظ کے مضامین کی آمد بند ہوجاتی تھی جب سے میں نے یہ معمول کر لیا تھا۔

غیر مکلف پر عتاب نہ فرمانا

(ملفوظ ۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک دیہاتی شخص ہدیہ کچھ کپڑا لایا جو ایک گٹھری کی صورت میں تھا میں اس وقت ڈاک لکھ رہا تھا اس نے ڈاک کے خطوط پر وہ گٹھری رکھ دی مجھ کو ناگوار ہوا میں نے غصہ سے کہا کہ میرے سر پر رکھ دے اس نے اس گٹھری کو اٹھایا اور میرے سر پر رکھ دی اور اس کو تھام کر کھڑا ہوگیا تاکہ گر نہ جائے فلاں مفتی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے وہ اس پر خفا ہونے لگے میں نے کہا کہ کس پر خفا ہوتے ہو یہ تو غیر مکلف ہے اور میں نے ہی تو کہا تھا کہ میرے سر پر رکھ دے اس کا کیا قصور بلکہ حکم کی اطاعت کی ہے اسی طرح ایک مرتبہ ایک لڑکا چھوٹا سا جس کی عمر تقریباً پانچ یا چھ سال کی ہوگی اپنے باپ کے ساتھ میرے مکان کے دروازہ پر کھڑا تھا میں نے اس کی بغلوں میں ہاتھ دے کر دروازہ کی چوکی پر کھڑا کر دیا اور اس سے کہا کہ منہ پر تھپڑ مار اس نے میرے منہ پر چپت لگایا اس کا باپ اس کو ڈانٹنے لگا میں نے کہا کہ تم اس پر ناحق خفا ہوتے ہو اسکا کوئی قصور نہیں میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ کس کے منہ پر مار میرا ہی کلام ناتمام تھا میں ہی قصور وار ہوں اسکی خطا نہیں۔ ایک روز یہاں پر جو حافظ صاحب قرآن کے مدرس ہیں وہ ایک بچے سے کہہ رہے تھے کہ کان پکڑ مجھ کو اپنا واقعہ یاد آ کر خیال ہوا کہ کہیں حافظ صاحب ہی کے کان نہ پکڑ لے اس لئے کہ کلام ناتمام ہے۔

غلط تفسیر دانی کی مثال

(ملفوظ ۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے نیچری بھی قرآن شریف کی ایسی

ہی تفسیر کرتے ہیں جیسے ایک شخص نے شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کے شعر کی تفسیر کی تھی قصہ یہ ہے کہ ایک شخص کی کسی سے لڑائی ہوئی مار بھی رہا تھا مار کھا بھی رہا تھا اتفاق سے اس شخص کے ایک دوست صاحب بھی تشریف لے آئے اور آکر اپنے دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اب دوست صاحب کی خوب اچھی طرح مرمت ہوئی کسی نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت تھی کہا کہ میں نے شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کے فرمانے پر عمل کیا وہ فرماتے ہیں۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست　　　در پریشاں حالی و درماندگی

یہی حالت ان لوگوں کی تفسیر دانی کی ہے یہاں پر ایک ڈپٹی کلکٹر آئے تھے وہ بھی نیچری خیال کے تھے کہنے لگے کہ میں کچھ پوچھ سکتا ہوں میں سمجھ گیا کہ کوئی اس ہی قسم کا سوال کریں گے جس خیال کے ہیں یہ بھی آج کل مرض عام ہے ان لوگوں میں کہ نصوص میں عقلی شبہات نکالتے ہیں میں نے کہا کہ پوچھئے مجھ کو جو معلوم ہوگا عرض کردوں گا انہوں نے کہا کہ سود کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے یہ طرز سوال بھی نئی روشنی والوں کا ہے کہ بجائے حکم شرعی کے خیال کو پوچھا کرتے ہیں میں نے کہا کہ میرا خیال ہوتا آپ کو معلوم ہے کہ میں فلسفی شخص نہیں ہوں مذہبی شخص ہوں قرآن و حدیث کا حکم ظاہر کردینا میرا کام ہے قرآن وحدیث سے جواب دوں گا میرے اس جواب پر ان کے سوالات کا بہت بڑا ذخیرہ ختم ہوگیا پھر میں نے کہا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

واحل اللہ البیع و حرم الربوٰ۔

کہنے لگے کہ فلاں نظامی دہلوی تو اس کی یہ تفسیر کرتے ہیں میں نے کہا آپ قانون کی دفعات کی بنا پر فیصلے دیا کرتے ہیں آپ وہ قانون اور دفعات مجھ کو دیجئے میں اس کی شرح کروں گا آپ اس شرح کی موافق فیصلے لکھا کریں پھر دیکھئے کہ گورنمنٹ سے آپ پر کیسی لتاڑ پڑتی ہے اور جواب طلب ہوتا ہے اس پر آپ گورنمنٹ سے یہ کہہ دیں کہ فلاں شخص نے قانون کی یہ شرح کی ہے اور وہ عربی فارسی اردو سب جانتا ہے میں نے اس شرح کے موافق یہ فیصلہ لکھا ہے پھر دیکھئے کیا جواب ملے گا یہی کہا جائے گا کہ زبان دانی اور چیز ہے قانون دانی اور چیز ہے اسی طرح اس دہلوی شخص کی قرآن شریف کی تفسیر بھی ہے جیسی میں قانون کی شرح لکھوں پھر اس پر فرمایا کہ ایسی تفسیر اور شرح کی ایک

مثال بڑے کام کی یاد آگئی ایک سرحدی ایک اسٹیشن پر اترا اور ایک کشمش کا بورا جس میں قریب دو من کے وزن ہوگا بغل میں تھا بابو کو اپنا ٹکٹ دیا بابو نے دریافت کیا کہ خان صاحب اس بورے کا ٹکٹ یعنی بلٹی کہاں ہے خان صاحب نے کہا کہ اس کا ٹکٹ بھی یہی ہے بابو نے کہا کہ پندرہ سیر سے زائد اسباب بدون بلٹی لے جانا قانون کے خلاف ہے تو خان صاحب کہتے ہیں گویا کہ قانون کی تفسیر بیان کر رہے ہیں کہ پندرہ سیر کا قانون ہندوستانی کے لئے ہے وہ اتنا ہی بوجھ اٹھا سکتا ہے ہمارا ایسی پندرہ سیر ہے دیکھو کیسی آسانی سے ہم اس کو بغل میں لئے کھڑا ہے یہ آپ نے قانون کی شرح اور تفسیر کی تو حاصل یہ ہوا کہ اس قانون میں پندرہ سیر کا وزن مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مسافر جتنا آسانی سے لیجا سکے تو کیا اس کو قانون کی تفسیر کہا جاسکتا ہے اور کیا یہ تفسیر قانون دان کے نزدیک مقبول ہے اسی طرح غیر اہل فن کی قرآنی تفسیر ایسی ہی ہے جیسے اس ولائتی خان نے قانون کی تفسیر کی تھی اور اگر کوئی قانون دان اس کو حقیقت سمجھانے تو بہت مشکل ہے جب مخاطب کو فن سے مناسبت ہی نہیں تو اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ تو احمق ہے تو کیا جانے قانون کیا چیز ہے اس کے بعد وہ ڈپٹی کلکٹر صاحب کہنے لگے کہ سود نہ لینے کی وجہ سے مسلمان تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور ترقی نہیں کر سکتے میں نے کہا کہ اگر ترقی کی ایسی ہی ضرورت ہے تو حرام سمجھ کر بھی تو لے سکتے ہیں اس سے بھی ویسی ہی ترقی ہوگی ترقی تو لینے پر موقوف ہے نہ کہ اعتقاد حلت پر کیونکہ ترقی کو کیا خبر کہ اس کا عقیدہ کیا ہے اسلئے اگر حرام سمجھ کر لیں تب بھی ترقی ہو سکتی ہے اس صورت میں یہ ہوگا کہ جرم میں کسی قدر تخفیف ہوجائے گی فرق یہ ہوگا کہ اگر حرام سمجھ کر لے گا تو چور ڈاکو سمجھا جائے گا سزا میں جیل خانہ یعنی محدود مدت کے لئے دوزخ میں جائے گا اور اگر حلال سمجھ کر لیا یہ بغاوت ہوگی اس پر پھانسی کا حکم ہوگا یعنی غیر محدود مدت کے لئے دوزخ میں جائے گا یا دائم الحبس کیا جائے گا ایک صاحب ان کے ہمراہ تھے ان سے ڈپٹی صاحب کہنے لگے کہ دیکھئے یہ اعلیٰ درجہ کا فلسفہ کہ سود لینے کی ایک گنجائش نکال دی پھر فرمایا کہ سبحان اللہ خوب سمجھے۔ یہ گنجائش تو ایسی ہے جیسے ساحران موسیٰ کہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہم کو سحر کی اجازت فرمادی ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ

القوا ما انتم ملقون

کہ ڈالو جو تم کو ڈالنا ہے تو موسی علیہ السلام کا یہ فرمانا جواز سحر کے لئے تھوڑا ہی تھا بلکہ اس کا اظہار تھا کہ تم جو کچھ دکھلاتے ہو دکھلاؤ پھر میں بھی تم کو دکھاؤں گا اسی طرح میرے جواب میں سود کے حرام ہونے کا حکم اور اس کے نتیجہ عقوبت کا اظہار تھا لینے کے لئے تھوڑا ہی تھا حرام ہونا دلیل ہے اس کام سے منع کرنے کی ایسی ٹیڑھی سمجھ کا کس کے پاس علاج ہے۔

۹ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

مبلغین خانقاہ سے بیرونجات میں نفع

(ملفوظ ۸۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی طرف سے جو مبلغین بیرونجات میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں ان کے وعظ اور نصائح کا لوگوں پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اور لوگوں کو بہت بڑا نفع دین کا پہنچ رہا ہے لوگ بھی ان کے ساتھ محبت اور مدارات سے پیش آتے ہیں اور کسی کو ذرا وحشت نہیں ہوتی مگر لوگوں پر یہ امر بڑا شاق ہوتا ہے کہ وہ کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے فرمایا کہ یہ جو اتنی خاطر مدارات ہے اور وحشت نہیں ہوتی یہ سب اسی کی برکت ہے کہ وہ کسی سے کچھ لیتے یا کھاتے نہیں اگر لیتے یا کھاتے تو یہ خاطر مدارات پھر نہ ہوتی اب تو شاق ہی گذرتا ہے مگر کھانے کے بعد شاخ اس میں نکلتی۔ ایک مرتبہ فلاں مبلغ صاحب کچھ روپے مدرسہ کے واسطے لائے ان سے دریافت کیا گیا کہ یہ روپیہ کہاں سے اور کیوں لائے انہوں نے کہا کہ لوگوں نے اصرار کر کے مدرسہ کے واسطے دیا ہے مجبوراً لے لینا پڑا میں نے ان سے کہا کہ اس روپیہ کو واپس کرو اور ان سے کہدو کہ وہ خود آ کر مدرسہ میں دیں مبلغ صاحب نے کہا کہ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کاروباری لوگ ہیں ہم کو فرصت نہیں ہوتی میں نے کہا کہ ان سے کہو کہ وہ منی آرڈر کر دیا کریں انہوں نے کہا کہ فیس منی آرڈر کا بار ہوگا میں نے کہا کہ جو رقم مدرسہ کو دینا چاہیں اسی میں سے فیس منی آرڈر وضع کر لیا کریں اگر کوئی شخص کام کرنا چاہے اس کے سینکڑوں راستے نکل آتے ہیں میں نے مبلغین سے کہدیا ہے کہ آپ لوگ مدرسہ کے لئے چندہ جمع کرنے کو نہیں رکھے گئے تمہارا کام صرف لوگوں کو ہدایت کرنا اور مسائل دینیہ بتانا ہے مدرسہ جدا چیز ہے اور تبلیغ کا کام جدا ہے فرمایا کہ یہ وعظ کا اثر اور مبلغ کی وقعت

اسی کی برکت سے ہے کہ کسی سے لینے کھانے کا معاملہ نہیں رکھا گیا آج کل مبلغین کو اس کی بڑی ضرورت ہے کہ وہ ان امور کی احتیاط رکھیں ورنہ وعظ میں جو تین چار گھنٹے دماغ صرف ہوتا ہے اور محنت ہوتی ہے سب بے کار جانے گا مقصود حاصل نہ ہوگا۔

پورب کے بعض اضلاع میں علماء کے لئے غایت تکلف

(ملفوظ ۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پورب کے بعض اضلاع میں علماء کے لئے بہت کچھ لوگ تکلفات کرتے تھے وہاں کے بعض علماء نے لوگوں کو اس قسم کی عادتیں ڈال رکھی تھیں ادھر ایک مولوی صاحب تھے جو اچھی خاصی حکومت کرتے تھے ان ہی مولوی صاحب کا واقعہ ہے کہ ایک مقام پر گئے کسی نے حاکم کے یہاں درخواست دے دی کہ فلاں مولوی صاحب آئے ہیں ان کے وعظ سے اندیشہ بلوہ کا ہے حاکم نے کوتوال کو حکم دیا کہ تم جا کر مولوی صاحب سے آنے کی وجہ معلوم کرو اور اس کا انتظام کرو کہ کوئی فساد نہ ہو کوتوال مولوی صاحب کے پاس آیا مولوی صاحب نے صورت دیکھتے ہی خدام کو حکم دیا کہ اس کی داڑھی جو چڑھی ہوئی ہے اس کو اتار دو اور گٹوں سے نیچا پاجامہ ہے اس کو کاٹ ڈالو فوراً کوتوال صاحب کی داڑھی اتار دی گئی اور پاجامہ کے پائنچے کاٹ دیئے گئے اور اس کے بعد مولوی صاحب نے فرمایا کہ جاؤ ہم تم کو کوئی جواب دینا نہیں چاہتے جب بلوہ ہوگا اس وقت گرفتار کرنے کے لئے آنا وہ بے چارہ جان بچا کر بھاگا مگر ہمارے بزرگوں کا یہ طرز نہ تھا غرض وہاں کا یہ رنگ تھا اور ایسے حضرات کے لئے خوب تکلفات ہوتے تھے پھر جب سے میں ان اطراف میں جانے لگا یہ تکلفات بہت کم ہوگئے پہلے یہ حالت تھی کہ کوئی عالم پہنچ گیا تو اس کے ساتھ پچاس پچاس آدمیوں کی دعوتی ہوتی تھی میں نے اس رسم کو اس ترکیب سے مٹایا کہ میں کہہ دیتا تھا کہ میں تنہا کھاؤں گا کسی کے ساتھ نہ کھاؤں گا اس حالت میں دوسروں کی مستقل دعوت کون کرتا۔ غریب لوگ اس پر بہت خوش ہوئے اس لئے کہ وہ بے چارے پچاس آدمیوں کی دعوت کی ہمت نہ رکھتے تھے مگر رسم سے مجبور تھے نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ دعوت کر کے اظہار محبت سے محروم رہتے اور ایک یہ رسم تھی کہ واعظ صاحب کے چلنے کے وقت ایک شخص آگے آگے چلتا تھا راستہ صاف کرتا ہوا۔ ہٹو بچو۔ میرے ساتھ بھی اول یہی برتاؤ ہوا ہم غریب لوگ نہ ایسی باتیں خود

پسند کریں اور نہ اپنے بزرگوں کو ایسا کرتے دیکھا میں نے اس کا انسداد اس طرح کیا کہ اول ان سے کہا کہ یہ کیا بے ادبی ہے آگے آگے مجھ سے چلتے ہو کہنے لگے کہ راہگیروں کے ہجوم سے آپ کو تکلیف ہوگی میں نے کہا کہ کیا راستہ آپ کی یا میری ملک ہے اگر وہ نہ بچیں گے ہم بچ جائیں گے یہ رسم ختم ہوئی ایک رسم یہ تھی کہ وہاں پر اکثر راستہ پالکی میں چلنا ہوتا تھا میں پالکی میں بیٹھا جارہا تھا کہ چند لوگ کچھ داہنے اور کچھ بائیں پالکی کے ساتھ دوڑ رہے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا حرکت ہے کہا کہ آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے دوڑ رہے ہیں شاید راستہ میں کوئی ضرورت ہو۔ میں نے کہا کہ تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ برابر ہی میں دوڑو کیا پیچھے رہ کر نہیں دوڑ سکتے اس کہنے سے وہ سب پیچھے ہوگئے تھوڑی دیر میں جو دیکھتا ہوں تو دوڑنے والوں میں سے ایک بھی نہ تھا وہ تو سب میرے دکھلانے کے واسطے دوڑ رہے تھے کہ ہم بھی ایسے جانثار ہیں یہ رسم بھی ختم ہوئی ایک مقام ہے ضلع اعظم گڑھ میں ندوا سرائے میں وہاں بلایا ہوا گیا تھا وہاں کے زمیندار نے رخصت کے وقت رومال میں بندھے ہوئے غالباً دو سو روپیہ بطور نذرانہ پیش کئے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا یہ آپ کی طرف سے ہے کہنے لگے کہ سب گاؤں کی طرف سے ہے یہاں پر دستور ہے کہ جب کوئی عالم آتا ہے تو رخصت کے وقت گاؤں کی طرف سے نذرانہ دیا جاتا ہے میں نے دریافت کیا کہ وہ خود دیتے ہیں یا مانگنے پر دیتے ہیں کہا کہ ان سے جمع کیا جاتا ہے میں نے کہا کہ میں اس کو جائز نہیں سمجھتا یہ رقم جن جن کی ہے سب کو واپس کردی جائے اور کہہ دیا جائے جس کو دینا ہو یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر فلاں مقام ہے آج وہاں ٹھہروں گا وہاں آکر دیں اس لئے کہ لینے والے کو تو معلوم ہو کہ فلاں شخص نے یہ چیز دی اگر قبول کرلی جائے تو اس کو بھی خوشی ہو اور وہ بھی خوش ہو چنانچہ سب رقم واپس کردی گئی مگر اس کے بعد ایک بھی تو نہیں آیا یہ رسم بھی ختم ہوئی۔ بات یہ ہے کہ جن بزرگوں کی آنکھیں دیکھی ہیں یہ سب ان کی برکت ہے ان حضرات کو اس ہی طرز پر دیکھا وہی باتیں پسند ہیں میرا اس میں کوئی کمال نہیں انہیں حضرات کی صحبت کی برکت ہے اور اسی کا یہ اثر ہے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دل آویز تو مستم

بگفتا من گل ناچیز بودم　　　　ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد　　　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(ایک روز ایک خوشبودار مٹی ایک حمام میں ایک محبوب کے ہاتھ سے مجھ کو ملی۔ میں نے اس مٹی سے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری دل بسانے والی خوشبو سے میں مست ہو گیا۔ مٹی نے کہا کہ میں تو ناچیز مٹی ہی تھی مگر ایک عرصہ تک پھولوں میں رہی ہوں۔ لہذا ہمنشیں خوشبو نے مجھ میں اثر کر دیا ہے۔ ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو پہلے تھی۔ ۱۲)
اس مقام پر ایک اور بات بھی سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ میں نے جو کہا ہے کہ سب بزرگوں کی برکت ہے کہ چھوٹوں کو تو یہی سمجھنا چاہئے مگر بزرگوں کو یہ ناز نہ ہونا چاہئے کہ یہ ہماری ہی سب برکتیں ہیں ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ کبھی چھوٹوں کی بھی برکت ہوتی ہے ایک مرتبہ مجھ کو مہمان ہونے کی حالت میں ایک صاحب جاہ ومال کے پاس شب کو سونے کا اتفاق ہوا اسی روز جماعت تو بڑی چیز ہے نماز فجر میں احتمال ہوا کہ ادا بھی ہوئی یا کہ قضا ہو گئی اس روز چھوٹوں کی برکت محسوس ہوئی کہ جن کو ہم اپنا چھوٹا سمجھتے ہیں ان ہی میں ملے جلے رہنے کی یہ برکت ہے کہ نماز بھی وقت پر میسر ہو جاتی ہے مجھے تو چھوٹوں کی برکت آنکھوں سے نظر آتی ہے تو وہ ضابطہ سے چھوٹے ہیں ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑے ہوں۔

قصد عدم ایذاء ہونا چاہیئے

(ملفوظ ۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک تو ہے عدم قصد ایذاء اور ایک ہے قصد عدم ایذاء لوگوں میں عدم قصد ایذاء تو محقق ہے مگر قصد عدم ایذاء نہیں اس سے ایذاء ہوتی ہے جس کی وجہ محض بے فکری ہے کیا کہوں میں تو دل سے یہ چاہتا ہوں کہ سب درست ہو جائیں اس وجہ سے کبھی درشت بھی ہو جاتا ہوں جس میں نیت وہی درستی کی ہوتی ہے۔

عین عتاب کے وقت رنج

(ملفوظ ۸۷) فرمایا کہ عین عتاب کے وقت بھی مجھ کو اس کا رنج ہوتا ہے کہ یہ غریب ناکام رہا پھر اس کے بعد بھی طبعاً ندامت ہوتی ہے کہ میں نے ایسا برتاؤ کیوں کیا مگر عقلاً نہیں ہوتی عقلاً تو یہی اعتقاد ہوتا ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ اصلاح کا طریق وہی ہوتا ہے

اسی لئے اپنی مصلحت طبعیہ پر اس کی مصلحت عقلیہ کو مقدم رکھتا ہوں اور باز پرس وغیرہ کرلیتا ہوں مگر اس کے ساتھ ہی دل میں اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ سے مواخذہ نہ ہو کہ ہمارے بندوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا تھا اس خیال کے آنے پر یہ بھی ارادہ کرتا ہوں کہ اپنا طرز بدل دوں مگر اصلاح کا دوسرا طریق سمجھ میں نہ آنے کے سبب پھر وہی برتاؤ کرنا پڑتا ہے جس میں طالب کی مصلحت اور اصلاح مضمر ہے دوسری بات اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ بعض اوقات نہ معلوم عین وقت پر کیا ہوجاتا ہے اور اس وقت جو حالت ہوتی ہے اس کا غلبہ اس قدر ہوجاتا ہے کہ دوسرے پہلوؤں پر نظر نہیں جاتی بس اندر سے یہی تقاضا ہوتا ہے کہ فلاں حقیقت کو کس طرح اس کے دل میں ڈال دوں حاصل یہ کہ میرے اس دارو گیر کا منشا زیادہ تر آنے والے کی اصلاح ہے مگر اس کی یہ قدر کی جاتی ہے کہ مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت ہے ہاں صاحب مگر آپ بہت نرم ہیں کہ ستارہے ہیں یہاں رہ کر کوئی واقعات کو دیکھے تب حقیقت معلوم ہو کہ میں کیا برتاؤ کرتا ہوں اور آنے والے کیا برتاؤ کرتے ہیں دور بیٹھے رائے قائم کرلینا بہت سہل بات ہے مگر ہے انصاف کے خلاف اس لئے کہ دونوں طرف کی بات دیکھ کر یا صحیح روایت سن کر فیصلہ دینا یہ انصاف کہا جاسکتا ہے۔

دینی تعلیم کی طرف توجہ کی ضرورت

(ملفوظ ۸۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلاں قصبہ میں شریف خاندانوں کے لڑکے سرکاری سکولوں میں تعلیم پاتے ہیں اچھی خاصی عمر کے لڑکے ہیں مگر کلمہ تک نہیں پڑھ سکتے نماز روزہ تو بڑی چیز ہے فرمایا ایسی حالت سن کر بے حد صدمہ ہوتا ہے آج کل اکثر امراء تعلیم انگریزی تو بچوں کو دلاتے ہیں مگر تعلیم دین کی طرف قطعاً توجہ نہیں کرتے یہ سمجھتے ہیں کہ علم دین پڑھکر سوائے ملا بننے کے اور کیا نتیجہ فرمایا کہ الہ آباد میں ایک لڑکا دیکھا تھا عمر تقریباً اس کی گیارہ بارہ سال کی ہوگی بی اے کی جماعت میں تعلیم پا رہا تھا مجھ سے بڑے فخر سے کہا گیا کہ یہ عمر ہے اور یہ تعلیم۔ اتفاق سے میرے سامنے اس وقت قرآن مجید کا ایک اشتہار تھا اس میں نمونہ کے لئے ایک طرف الحمد شریف لکھی ہوئی تھی اور ایک طرف اشتہار کا مضمون تھا میں نے اس لڑکے سے کہا کہ اس کو پڑھو۔

اس نے دیکھ کر صاف انکار کیا کہ میں نہیں پڑھ سکتا میں نے کہا کہ ہجے ہی کر کے پڑھ لو وہ یہ بھی نہ کر سکا۔ میں نے کہا کہ اچھا الگ الگ حروف بتلا دو اس نے کہا کہ میں یہ بھی نہیں بتلا سکتا اور بیچارہ کیا کرے جب ایک چیز اس کو سکھلائی ہی نہیں گئی تو دنیوی تعلیم کس درجہ کی اور دینی تعلیم کس درجہ کی فرمایا کہ میرے ایک ملنے والے تھے اسکندریہ میں جا کر ان کا انتقال ہوا انہوں نے اپنے بچے کو انگریزی زبان سکھانے کی غرض سے ایک انگریز عورت کے سپرد کر دیا تھا اور اس عورت کو تنخواہ دیتے تھے جب ان کے کوئی دوست ملنے آتے تھے تو وہ اس بچہ کو ان کے سامنے فخراً پیش کرتے تھے کہ دیکھئے کہ باوجود یہ کہ اس بچہ نے ایک میم کے آغوش میں پرورش پائی ہے مگر اس کو کلمہ بھی یاد ہے اور کلمہ سنوا دیتے تھے غرض ان امراء کو دین سے اس قدر بعد ہو گیا ہے کہ بالکل اس طرف التفات ہی نہیں پھر دوسروں پر اعتراض ہے کہ علم دین پڑھ کر بھیک مانگتے پھرتے ہیں میں پوچھتا ہوں کہ قصور کس کا ہے تمہارا یا ان بھیک مانگنے والوں کا جب علم دین بھیک مانگنے والے پڑھیں گے تو وہ بھیک ہی مانگیں گے سو یہ تو انتخاب کی غلطی ہے تم اپنے بچوں کو علم دین کیوں نہیں پڑھاتے ہو تاکہ وہ بھیک نہ مانگیں اور بلند حوصلہ ہوں۔

(نوٹ) یہاں تک وہ ملفوظات جو ۱۴ شوال ۱۳۵۰ھ سے شروع ہوئے ہیں اور درمیان میں چھوٹ گئے تھے ختم ہو گئے۔ مدیر

۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

کشیدگی والے میرے دشمن نہیں

(ملفوظ ۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نہایت خوش دلی سے اپنے احباب کو اجازت دیتا ہوں کہ جن حضرات کو مجھ سے کشیدگی ہے ان سے میری وجہ سے اپنے تعلقات کو نہ بدلیں اور نہ چھوڑیں بلکہ ویسے ہی تعلقات رکھیں جیسے کہ پہلے سے آپس میں تھے میں ہرگز نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے میرے احباب کے تعلقات میں بے لطفی ہو اور خدانخواستہ وہ کشیدگی والے بھی میرے دشمن نہیں نیز پس پشت جو کچھ بھی کرتے ہوں یا کہتے ہوں مگر ہمارے سامنے آکر وہ بھی نیاز مندی ہی کا برتاؤ کرتے ہیں اور میں اپنے اس مذاق کو سب حضرت حاجی صاحب کی برکت سمجھتا ہوں اور یہ اثر بھی ان ہی کی دعاؤں کا ثمرہ ہے

کہ مخالف سے مخالف بھی سامنے آکر سر نگوں ہوجاتا ہے ورنہ میرے اندر ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس کا یہ اثر ہو نہ مجھ میں کوئی علمی ہی قابلیت ہے نہ مالی ہی وجاہت ہے نہ کوئی جاہی قوت ہے ایک غریب آدمی ہوں غریب شیخ زادہ کا لڑکا ہوں پھر یہ جو کچھ نظر آرہا ہے سب حق تعالیٰ کا فضل اور حضرت حاجی صاحب کی برکت اور دعاؤں کا ثمرہ ہے اسی کی فرع ہے کہ میں اپنے دوستوں کو ہمیشہ اس معاملہ میں آزادی دیتا ہوں کہ وہ میری وجہ سے اپنے ایسے دوستوں سے جن کو مجھ سے کشیدگی ہے بے لطفی اور بے تعلقی نہ پیدا کریں اگر ان سے تعلقات رکھے جائیں مجھ پر بحمداللہ ذرا اثر نہ ہوگا البتہ اس کے عکس پر تعجب نہیں کہ اثر ہو۔

مذہب حنفی اقرب الی الحدیث ہے

(ملفوظ ۹۰) ایک مولوی صاحب کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ حنفیت میں بہت ہی ڈھیلے تھے مگر اب یہ کہنے لگے ہیں کہ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک امام صاحب پہنچے وہاں تک کوئی بھی نہیں پہنچا ابن تیمیہ وابن القیم کے اب بھی بے حد معتقد ہیں مگر اب اس تغیر مذکور کے بعد ان کی بھی کچھ زیادہ رعایت نہیں کرتے چنانچہ ابن القیم نے حنفیہ کے بعض فروع پر جو اعتراض کئے ہیں ان ہی مولوی صاحب نے ان کا بڑے شدومد سے جواب لکھا ہے اور واقعی بات یہ ہے کہ حنفیہ پر اکثر خواہ مخواہ کی بدگمانی کرلی گئی ہے ورنہ بے غبار مسائل پر اعتراض عجیب بات ہے مذہب حنفی کو بعضے نادان حدیث سے بعید سمجھتے ہیں مگر مذہب میں اصل چیز اصول ہیں سوان کے اصول کو دیکھا جائے تو سب مذاہب سے زیادہ اقرب الی الحدیث ہیں ان ہی اصول کے توافق کی بناء پر میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ حنفیہ کے اصول پر نظر نہ کرنے سے ان کو ہمیشہ بدنام کیا گیا ہے اسی طرح چشتیہ کے اصول پر نظر نہ کرنے سے ان کو بھی بدنام کیا گیا ہے ایک مولوی صاحب نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ جب حضرات چشتیہ کے اس قدر پاکیزہ اصول ہیں پھر یہ بدنام کیوں ہیں میں نے کہا کہ زیادہ تر سماع کی وجہ سے اگر یہ گانا نہ سنتے تو ان سے زیادہ کوئی بھی نیک نام مشہور نہ ہوتا مگر الحمدللہ کہ ہمارے سلسلہ کے قریب کے حضرات تو بالکل ہی نہ سنتے تھے سو ماشاءاللہ ان سے نفع بھی بہت ہوا۔

چشتیہ کے یہاں کوئی غیر منقول جزوطریق نہیں

(ملفوظ ۹۱ تتمہ سابق) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نقشبندیہ کے یہاں ذکر خفی ہے لطائف کی ساتھ اور ایک مسئلہ ان کے یہاں تصور شیخ کا ہے اور یہ تصور اور لطائف مثل جزوطریق کے ہیں اور دونوں منقول نہیں مگر کسی منقول کے مزاحم بھی نہیں اور چشتیہ کے یہاں کوئی غیر منقول مثل جزوطریق کے نہیں۔ ایک تفاوت اصول کا اس سے بھی معلوم ہوسکتا ہے۔

چشتیہ کے یہاں اول قدم فنا ہے

(ملفوظ ۹۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ چشتیہ پر سب معترضین دلیر ہیں اس وجہ سے کہ یہ جواب نہیں دیتے جیسے فلانے خان صاحب کہ مجھ سے تو لڑنے کو ہر وقت تیار تھے مگر مولوی مرتضی حسن صاحب سے کبھی نہ لڑے اس لئے کہ وہ بولتے ہیں سو چشتیہ اسی لئے لوگوں کے زیادہ تختہ مشق رہے کہ یہ بولتے نہیں اور بولیں ہی کیا ان کے اندر ایک چیز ایسی ہے جو کسی کے اندر اس شان کی نہیں اور وہ شان فنا ہے ان کے یہاں طریق میں یہ پہلا قدم ہے جو دوسروں کا منتہیٰ ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کا طرز صحابہ سا ہوگا

(ملفوظ ۹۳) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگوں نے یہ مشہور کیا ہے کہ امام مہدی نقشبندی ہوں گے فرمایا کہ یہ تو میں نے نہیں سنا البتہ بعض حنفیوں نے لکھا ہے کہ وہ حنفی ہوں گے مگر یہ غلو ہے غالباً یہ ہوگا کہ امام مہدی کا اجتہاد امام صاحب کے اجتہاد پر منطبق ہوجائے گا باتیں دعوے کی دل کو نہیں لگتیں اس میں تو ایک گونہ اہانت ہے امام مہدی علیہ السلام کی ان کا طرز صحابہ کا سا ہوگا وہ نہ نقشبندی ہوں گے نہ چشتی نہ حنفی وہ تو دین کے ہر شعبہ میں خود مستقل شان رکھتے ہوں گے۔

محبت خداوندی کی سخت ضرورت

(ملفوظ ۹۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق میں بعد تصحیح عقائد و اعمال ضرور یہ کے سب سے بڑی چیز محبت ہے اسکی بڑی سخت ضرورت ہے مراقبات سے بھی زیادہ تر یہی مقصود ہے کہ ان سے یکسوئی ہو اور یکسوئی سے محبت

اور سماع میں بھی یہی ہوتا ہے کہ اس سے یکسوئی ہوجاتی ہے اور یکسوئی کے ساتھ ایک ہیجان بھی ہوتا ہے مگر ہیجان اسی محبت کا ہوتا ہے جو پہلے سے ہو اگر خدا کی محبت ہے تو اس کا ہیجان ہوتا ہے اور اگر مخلوق کی محبت ہے تو اس کا ہیجان۔ اسی لئے سماع کی ہر شخص کو اجازت نہیں۔

بہائم اور انسان میں فرق صرف فکر کا ہے

(ملفوظ ۹۵) ایک شخص کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ زیادہ تر جو تکلیف ہوتی ہے وہ بے عقلی سے نہیں ہوتی بلکہ بے فکری سے ہوتی ہے اگر فکر سے آدمی کام لے تو موٹی موٹی باتوں میں غلطی نہیں ہوسکتی اور عقلوں میں تفاوت ضرور ہوتا ہے مگر اس قدر نہیں کہ فکر سے کام لینے کی حالت میں ان سے دوسروں کو تکلیف پہنچے مگر جب فکر ہی سے کام نہ لیں تو پھر بہائم اور انسان میں فرق کیا رہ جاتا ہے کیونکہ جانور میں فکر نہیں ہے یعنی دوسری جانب کا احتمال اس کے ذہن میں حاضر نہیں ہوتا سو آدمی کو چاہیے کہ جو کام کرنا چاہے پہلے سوچ لے کہ نہ معلوم اس کا کوئی پہلو مصلحت کے خلاف ہو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میں معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ معاف ہے خدانخواستہ کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا متنبہ بھی نہ کروں بدون تنبیہ کے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ایسی حرکت کرنا غلطی ہے عرض کیا کہ میرے مقدر میں اسی طرح تھا فرمایا کہ یہ اور بھی نامعقول عذر ہے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ بولنے کا بھی مرض ہے محض بے ہودہ ہو آپ کہتے ہیں کہ مقدر میں بھی تھا اس کے معنی تو یہ ہیں کہ خدا ہی کی تجویز ایسی ہے میں مجبور ہوں اپنے تبریہ کے لئے مقدر کو پیش کرنا کس قدر نالائق اور بے ہودہ حرکت ہے اب تک تو میں نے نہیں کہا تھا مگر اب کہتا ہوں کہ تم کو مجھ سے مناسبت نہیں کہیں اور جاؤ۔

بد تمیزوں کی دلشوئی

(ملفوظ ۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک دل ملا ہوا نہیں ہوتا خدمت لیتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے غیرت آتی ہے دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے طبیعت مکدر ہوتی ہے مگر عام طور پر لوگ خدمت کو ادب سمجھتے ہیں گو اس سے اذیت ہی ہو ادب کہتے ہیں راحت پہنچانے کو نہ خدمت کرنے کو یا پچھلے پیروں ہٹنے کو خوب سمجھ لو۔ بعضے ایسے کوڑ مغزوں اور

بد فہموں سے واسطہ پڑتا ہے کہ جب آئیں گے ستاتے ہوئے اور میں جوان باتوں کو ظاہر کر دیتا ہوں اسی وجہ سے بدنام ہوں دوسری جگہوں میں ایسے بدتمیزوں کی چاپلوسی اور دلجوئی کی جاتی ہے اور میرے یہاں بحمد اللہ بجائے دلجوئی کے دلشوئی ہوتی ہے۔

اہل اللہ کا قلب صاف ہوتا ہے

(ملفوظ ۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو یہ مرض ہوتا ہے کہ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ سے بیعت و تلقین کا تعلق پیدا کر لو مجھ کو اس سے بے حد نفرت ہے اس میں شبہ ہوتا ہے کہ شاید ان بزرگ نے اس کام کے لئے آدمی چھوڑ رکھے ہیں کہ بہکا بہکا کر لاؤ اس لئے مجھ کو تو اس سے بڑی ہی غیرت آتی ہے اور علاوہ غیرت طبعی کے عقلاً بھی مضر ہے اور اس سے زیادہ کیا مضرت ہوگی کہ طالب کو مطلوب اور مطلوب کو طالب بنایا جاتا ہے ایک ایسے ہی نادان معتقد نے اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ مجنون کو یہاں پر بھیج دیا اور یقین دلایا کہ وہاں کے تعویذ سے اچھے ہو جاؤ گے اس نے آ کر مجھ سے تعویذ مانگا چونکہ میں جنون کا تعویذ نہیں جانتا میں نے انکار کر دیا وہ خفا ہو کر چلا گیا اور قصبہ ہی میں ایک دکان پر بیٹھ کر کہا میں اوزار لایا ہوں قتل کروں گا مجھ کو تعویذ نہیں دیا یہ مضرتیں ہیں بیہودہ باتوں میں دین کا بھی ضرر اور دنیا کا بھی ضرر کسی غرض کے لئے کسی سے کسی کا نام لینا یہ بہت ہی برا طریقہ ہے۔ ایک خیر خواہ صاحب کو اس کا بہت شوق ہے وہ شب و روز اس ہی فکر میں رہتے ہیں کہ ساری دنیا کا تعلق یہاں ہو جائے نیت تو بری نہیں مگر طریقہ کار برا ہے میں نے ان سے کہا کہ جس مقصود کے لئے آپ ایسا کرتے ہیں اس کا ایک بہت اچھا طریقہ ہے وہ یہ کہ میں پانچ چھ نام بتلائے دیتا ہوں طالب کو بجائے کسی ایک معین کے متعدد نام بتلائے جائیں پھر اس کا جس طرف رجحان ہو یہ طریق زیادہ بہتر اور نافع ہے اس میں کوئی مفسدہ بھی نہیں۔ چونکہ وہ اہل فہم ہیں انہوں نے بھی سن کر اس کو پسند کیا اور انتخاب و ترجیح کا طریقہ بھی بتلا دیا جائے وہ یہ کہ سب کے پاس اپنے حالات کے خطوط لکھو جس کا جواب شافی ہو اس سے تعلق پیدا کر لو سو اس طرح کے مشورہ میں کوئی حرج نہیں تم خود تعیین مت کرو اس سے غیرت آتی ہے نیز بوجہ مفاسد کے یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے یہ تعلق ہی بنا رہے آئندہ کے تمام معاملات کی اگر یہی ٹھیک نہ ہوئی تو پھر وہ مثل ہو جاوے گی کہ۔

خشت اول چوں نہد معمار کج　　　تا ثریا می رود دیوار کج

کچی یا ٹیڑھی بنیاد رکھنا نہایت برا ہے ہمیشہ خرابی ہی رہے گی اور میں نے جو نئے آدمی کے لئے یہ قید تجویز کی ہے کہ چند روز یہاں پر آ کر قیام کرو اور اس زمانہ قیام میں نہ مکاتبت کرو نہ مخاطبت اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ وہ آنے والے مجھ کو دیکھ لیں اور میں ان کو۔ اس کے بعد اگر مناسبت ہو طرفین میں تو پھر تعلق کی درخواست کا مضائقہ نہیں سو اس تجویز سے لوگوں کو بے حد نفع ہوا۔ اسی طرح ایک اور رسم ہے کہ سفارش لاتے ہیں یہ بھی برا ہے اسکا حاصل تو یہ ہے کہ دوسرے کو مقید کرنا اور کسی بڑے اثر سے مجبور کرنا سو یہ بہت وجوہ سے برا ہونے کے علاوہ ادب کے بھی خلاف ہے اس طریق میں ایسا واسطہ ٹھیک ہی نہیں بلاواسطہ ہی تعلق ٹھیک ہے کیونکہ ہر شخص سے جدا معاملہ ہوتا ہے اس لئے کہ ہر شخص کی جدا حالت ہوتی ہے توسفارش میں آزادی نہیں رہتی لیکن اس سے ہر واسطہ کا مضر ہونا نہ سمجھا جائے بعض جگہ واسطہ رحمت ہوتا ہے اور عدم واسطہ خطرناک ہوتا ہے جیسے علوم کہ وحی کے واسطہ سے رحمت محض ہیں اور بدون اس واسطہ کے خطرناک و محتمل ابتلاء۔ چنانچہ جو علم انبیاء کو بلاواسطہ ہوتا ہے اس میں اندیشہ ابتلاء کا ہوتا ہے اور وہ خطرناک ہوتا ہے اور جو بواسطہ وحی ہوتا ہے اس میں فقط رحمت ہوتی ہے کوئی اندیشہ اور خطرہ نہیں ہوتا یہ تو وحی کے واسطہ کی خاصیت ہے لیکن اگر محض استدلال عقلی کا واسطہ ہو اور اس کی صحت کی شہادت شرع سے نہ ہو وہ واسطہ محض لاشے و ناقابل اعتبار ہے مولانا اسی واسطہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

علم کاں نبود ز حق بے واسطہ　　　در نپاید ہمچو رنگ ماشطہ

خلاصہ یہ کہ نہ واسطہ کا وجود فی نفسہ مقصود ہے نہ واسطہ کا عدم جہاں واسطہ کا وجود نافع ہو وہاں واسطہ مقصود ہے اور جہاں واسطہ کا عدم نافع ہو وہاں واسطہ کا عدم مقصود ہے تو حکم کا مدار نفع و ضرر ہے نہ کہ خود واسطہ کا وجود یا عدم۔ البتہ اگر الہام متائد بالشرع ہو اس تائید کے سبب وہ بھی رحمت ہے کیونکہ اہل اللہ کا قلب صاف ہوتا ہے اس پر واردات ہوتے ہیں یعنی ان کے قلب میں جو الہامات ہوتے ہیں وہ حق تعالٰی کے خطاب خاص ہیں جاننے والے کہتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی بول رہا ہے یا بیٹھا ہوا بتلا رہا ہے مگر شرط اس میں وہی ہے کہ قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو ورنہ اس کو الہام رحمانی اور القاء ربانی نہ

کہیں گے بلکہ اس کو حدیث النفس یا وسوسہ شیطانی سے تعبیر کریں گے بعض کا الہام تو یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ ہر وقت الہام ہوتا ہے کہ یہ کرو یہ نہ کرو یہ مت کھاؤ یہ مت پہنو اس سے ہدیہ لو اس سے نہ لو اس کو بیعت کرو اور اس کو مت کرو اب اس کے مقتضا پر اگر وہ کسی کی درخواست قبول کرنے سے انکار کرتا ہے تو اس پر اعتراضات ہوتے ہیں کہ فلاں کو قبول کر لیا فلاں کو قبول نہیں کیا فلاں سے ہدیہ لے لیا فلاں سے نہیں لیا مگر اس پر جواب میں بھی کہنا پڑے گا۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام　　　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

آج کل دنیا بدفہموں سے پر ہے

(ملفوظ ۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل دنیا بدفہموں سے پر ہے یہ ایک عام اعتراض پیدا ہو گیا ہے کہ مل کر کام کرنا چاہئے اور چونکہ مولوی الگ رہتے ہیں اور کام کرنے والوں کے ساتھ شریک نہیں ہوتے اس وجہ سے ترقی نہیں ہوتی اعتراض کر دینا تو آسان بات ہے مگر مشکل یہ ہے کہ شرکت کا کوئی معیار نہیں بتایا جاتا بدون معیار بتائے ہوئے علی الاطلاق اپنا تابع بنانا چاہتے ہو سو یہ تو واقعہ ہے مولوی تمہارے تابع تو نہ بنیں گے اب رہا یہ کہ پھر مل کر کام کرنے کا طریقہ کیا ہے سو وہ میں عرض کرتا ہوں کہ وہ مل کر کام کرنے کی صورت یہ ہے کہ جو چیز تم کو معلوم نہیں یعنی احکام ان کو تو تم ہم سے پوچھ کر کرو اور جو ہم کو معلوم نہیں یعنی ملک کے واقعات وہ ہم تم سے پوچھ کر اس پر احکام بتلائیں یہ ہے شرکت کی صورت باقی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ علوم شرعیہ اور احکام شرعیہ میں بھی آپ ہی کی رائے مانی جائے ظاہر ہے جیسا ہم قانون کے سمجھنے میں غلطی کر سکتے ہیں ایسے ہی آپ علم شریعت میں غلطی کریں گے اسکا فیصلہ آپ ہی کر لیں کہ جس نے اپنی ساری عمر دین کی خدمت میں صرف کر دی ہو وہ دین کو زیادہ سمجھے گا یا وہ شخص جس نے کبھی عمر بھر دین کی طرف رخ بھی نہ کیا ہو عجیب بات ہے کہ مقدمات تو سب صحیح اور نتیجہ غلط اور جن علماء نے تمہارے ساتھ تمہارے تابع ہو کر کام کیا انہوں نے ہی کونسا انعام پایا۔ بلکہ خود اپنی آخرت کو خراب و برباد کیا۔

۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

اسلام میں توحید کی بحد حفاظت

(ملفوظ ۹۹) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ قبر پر مردہ کو دفن کرنے کے بعد سرہانے پائنتی کھڑے ہو کر اور قبر پر انگلی رکھ کر سورۃ بقرہ کا اول اور آخر پڑھتے ہیں اس کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا کہ یہ پڑھنا تو ثابت ہے مگر انگلی رکھ کر پڑھنا ثابت نہیں پھر عرض کیا کہ اس کے پڑھنے کے بعد قبر پر کل حاضرین ہاتھ اٹھا کر مردہ کے لئے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کرتے ہیں فرمایا ویسے ہی دعا کر دینا اور ثواب پہنچا دینا چاہئے ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے۔ قبر کی طرف منہ کر کے اور ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کو فقہاء نے منع کیا ہے اس میں صاحب قبر سے استفادہ کا شبہ ہوتا ہے ہاں قبر کی طرف پشت کر کے دعاء مانگنا جائز ہے اسلام میں توحید کی بے حد حفاظت کی گئی ہے مگر لوگ خیال نہیں کرتے گڑبڑ کرتے ہیں ان ہی باتوں سے بدعات پیدا ہو گئی ہیں۔

حضرت حکیم الامت کی شریعت طبیعت ثانیہ بن گئی

(ملفوظ ۱۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بہت بڑے عالم نے جن کا اب انتقال ہو گیا دیوبند میں خود مجھ سے یہ فرمایا کہ جب جلسہ میں بیان ہوا اس میں انگریزوں کی اطاعت اور فرمانبرداری ''اولی الامر منکم'' سے ثابت کی جائے مگر میں نے اس آیت سے اس کا بیان نہیں کیا اور اس کے بعد وہی عالم ان نئی تحریکات میں بڑے زور شور سے شریک ہیں نہیں معلوم آیت کی پہلی تفسیر صحیح تھی یا بعد کی تفسیر عجب ہڑبونگ ہے نہ کوئی حدود ہیں نہ اصول محض بے ڈھنگا پن ہے جو جی میں آیا کر لیا جو منہ میں آیا کہدیا پھر مجھ کو ایسی باتوں میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے میں ان لوگوں کی نبضیں خوب پہچانتا ہوں اسی وجہ سے یہ لوگ مجھ سے خفا ہیں خیر ہوا کریں میں احکام شرعیہ کے خلاف ایک انچ ادھر ادھر جانا نہیں چاہتا۔ اور جاؤں بھی کس طرح جب بحمد اللہ شریعت میری طبیعت ثانیہ بن گئی ہو اور یہ محض حق تعالیٰ کا فضل ہے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے یہ میں نے فخراً بیان نہیں کیا بلکہ بطور تحدث بالنعمۃ کے بیان کیا۔

بعض بزرگ بھولے ہوتے ہیں

(ملفوظ ۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض بزرگ بھولے ہوتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی بھولے نہیں ہوئے سب کے سب کامل العقل متیقظ ہوئے ہیں اگر وہ حضرات بھولے ہوتے تو بڑے بڑے کفار ان کے سامنے پانی نہ بھرتے۔

حکایت حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی

(ملفوظ ۱۰۲) اسی سلسلہ میں فرمایا کہ بعضے بزرگ بھولے معلوم ہوتے ہیں مگر واقع میں نہایت دانشمند ہوتے ہیں اور بھولے کسی حالت کے غلبہ سے معلوم ہوتے ہیں چنانچہ حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی جو مکہ معظمہ میں مقیم تھے ان کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں روپیہ گنی پیسے سب ایک ہی جگہ رکھتے تھے اور جب بازار جاتے تو اگر ایک پیسہ کا بھی سودا لینا ہوتا تب بھی پوری تھیلی لے جاتے اور سودا خرید کر پوری تھیلی کو دکان پر لوٹ کر دکاندار کو پیسہ دیتے اور بقیہ اس میں اٹھا کر بھر لیتے۔ ایک روز بازار سے تھیلی ہاتھ میں لئے واپس مکان کو جارہے تھے جب مکان کے قریب ایک گلی میں داخل ہوئے ایک بدوی راستہ سے ساتھ ہولیا تھا وہ تھیلی ہاتھ سے چھینی اور چلدیا آپ نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا کیا ہوا سیدھے مکان پر پہنچ کر اور مکان کا دروازہ بند کرکے اندر سے کنڈی لگالی اب وہ بدوی تھیلی لئے چلا مگر جب اس ہی گلی سے نکلنے کا ارادہ کرتا تب ہی لوٹ کر پھر اسی گلی میں آجاتا ہے گویا راستہ بند ہوگیا سمجھ گیا یہ وبال کسی بات کا ہے اور پریشان ہوکر تھیلی لوٹانے کے لئے واپس شیخ کے مکان پر آیا اور آواز دی یا شیخ یا شیخ اپنی تھیلی لے لو شیخ کوئی جواب ہی نہیں دیتے یہ پھر دوبارہ لے کر چلا پھر وہی صورت کہ راستہ بند پھر لوٹا اور شیخ کے مکان پر پہنچ کر پکارا مگر جواب ندارد آخر اس نے ایک ترکیب کی کہ غل مچانا شروع کیا کہ دوڑو شیخ نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے سارا محلہ جمع ہوگیا پوچھا کیا معاملہ ہے کہا کہ اس مکان میں جو شخص ہے اس نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے انہیں سامنے لاؤ تو بیان کروں لوگ ان کی بزرگی کے معتقد تھے اس کو ڈانٹا کہ کیا بکتا ہے وہ تو بڑے بزرگ ہیں کہا کہ ذرا کواڑ تو کھلواؤ میں ابھی بزرگی ظاہر کئے دیتا ہوں اہل محلہ نے بزرگ سے خوشامد کرکے کواڑ کھلوائے اور اس بدوی سے دریافت کیا کہ بتلاؤ انہوں نے کیا ظلم کیا ہے کہا کہ میں ان کے ہاتھ سے روپیوں کی تھیلی لے کر بھاگا اب یہ

مجھ کو جانے نہیں دیتے جب جانے کا ارادہ کرتا ہوں راستہ بند نظر آتا ہے اور تھیلی بھی نہیں لیتے یہ ان بزرگ کا ظلم تھا غرض کہ یہ نہ جانے دیتے ہیں اور نہ اپنی تھیلی واپس لیتے ہیں یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے لوگوں نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ آپ اپنی تھیلی لے لیں فرمایا کہ یہ تھیلی اب میری نہیں رہی اسی کی ہو گئی وجہ یہ کہ جس وقت یہ میرے ہاتھ سے لے کر بھاگا تھا اسی وقت مجھ کو یہ خیال ہوا کہ ایک مسلمان میرے سبب گنہگار ہوا اور دوزخ میں جائے گا اس لئے میں نے اسی وقت وہ تھیلی اس کو ہبہ کردی اللہ اکبر ان حضرات کا بڑا ظرف ہوتا ہے یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ ایک مسلمان ایک لحہ اور ایک منٹ کے لئے بھی خدا کا گنہگار رہے اور کل مال کا چلا جانا اور دے دینا گوارا کر لیا اور یہ ہبہ اصطلاحی تو نہ تھا کیونکہ اس میں دوسرے کا قبول شرط ہے مگر اپنی نیت سے اس کو بری الذمہ کردینے کو مجازاً ہبہ فرمادیا پھر فرمایا کہ یہ حکایت بیان کرنے میں تو بہت سہل ہے مگر کوئی کر بھی سکتا ہے؟ بس وہی کر سکتا ہے کہ جس کے دل میں کوئی اور چیز ہو اس چیز کے ہوتے ہوئے دو عالم بھی ان کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتے حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں شاہ سنجر نے لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ ملک سنجر کا کچھ حصہ خانقاہ کے نام کردوں تاکہ اہل خانقاہ کو اور آپ کو کوئی تکلیف نہ رہے آپ نے اس کے جواب میں یہ لکھ کر بھیجا۔

چوں چتر سنجری تجتم سیاہ باد در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

(اگر میرے دل میں سنجر کی ہوس ہو تو جس طرح سنجر کا چتر سیاہ ہے۔ میرا نصیب بھی سیاہ ہو۔ اور جس وقت سے ملک نیم شب (یعنی عبادت نیم شب) کی مجھے خبر ہوتی ہے، میں تو ملک نیم روز کو ایک جو کے بدلہ میں بھی نہ خریدوں گا۔)

پھر فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی اس عادت کا منشاء ظاہراً تو بھولا پن ہے مگر واقع میں دوسری وجہ ہے یعنی متاع دنیا سے استغناء اور قلب کا عدم تعلق ورنہ ان کی ذکاوت مشہور ہے۔

حکایت حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب دھلوی کی امور دینیہ میں

دقیق النظری

(ملفوظ ۱۰۳) اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہ بزرگ یعنی مولانا محمد یعقوب صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے نواسے تھے امور دینیہ میں اس قدر دقیق النظر تھے کہ سفارش کو پسند نہ فرماتے تھے کیونکہ سفارش کرنا جو کہ ایک مسلمان کو راحت پہنچانا ہے یہ تو مستحب ہے اور جس سے سفارش کی گئی ہے اگر قرینہ سے معلوم ہو کہ اس کو گرانی اور تکلیف ہوگی تو تکلیف سے بچانا واجب ہے سو مستحب کے لئے واجب کو ترک نہیں کیا جاسکتا دیکھئے کیسی دقیق نظر تھی۔

تین بار سورۃ اخلاص کی تلاوت کا ثواب

(ملفوظ ۱۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "قل ھواللہ" تہائی قرآن شریف کی برابر ہے اس سے عام طور سے یہ سمجھا گیا ہے کہ اگر تین بار پڑھ لے تو پورے قرآن شریف پڑھنے کا ثواب ملے گا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کیونکہ اس ثلث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ مطلق ثلث مراد ہو اور ایک یہ کہ ثلث متعین مراد ہو مثلاً وہ آیات جن میں توحید کا بیان ہے اس مجموعہ کو ثلث قرآن اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ قرآن شریف میں امہات مسائل تین ہیں ایک توحید ایک رسالت ایک معاد اس اعتبار سے توحید کا حصہ ثلث قرآن ہوا تو حدیث میں اگر کسی دلیل سے مطلق ثلث مراد ہوتا تو وہ لازم صحیح تھا کہ تین بار پڑھنے سے تین ثلث کا ثواب مل گیا اور تین ثلث کا مجموعہ پورا قرآن ہوا مگر اس کی کوئی دلیل نہیں بلکہ احتمال ہے کہ خاص وہ ثلث متعین مراد ہو جو مشتمل ہے توحید پر سو اس بناء پر اگر تین بار پڑھا تو صرف یہ لازم آیا کہ گویا حصہ توحید کو تین بار پڑھ لیا تو ایک حصہ کو چند بار پڑھنے سے کسی طرح لازم نہیں آتا کہ گویا پورا قرآن پڑھ لیا جیسے کسی نے ایک پارہ تیس مرتبہ پڑھ لیا تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے سارا قرآن شریف پڑھ لیا۔

مولد شریف میں قیام کی اصل وجہ

(ملفوظ ۱۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے ایک دوست کہتے تھے کہ میں جھل پور رہا ہوں وہاں سے استفتاء مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا منجملہ اور

استفتوں کے ایک استفسار اس کا بھیجا کہ مولود شریف میں قیام کرنے کی اصل کیا ہے حضرت مولانا نے جواب میں اس کی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ قیام ایک حرکت وجدیہ ہے اس کو صوفیہ خوب جانتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے کرتے کوئی بزرگ وجد وشوق میں کھڑے ہوگئے اور وجد کا ادب یہ ہے جس کو امام غزالی نے بھی لکھا ہے کہ ایک کے قیام سے سب کھڑے ہوجائیں پھر بعض اہل دل کو یہ حرکت اچھی معلوم ہوئی وہ تواجد (وجد کی صورت بنانے) کے طور پر کھڑے ہونے لگے اس کے بعد عوام میں اس کا عام سلسلہ ہوگیا جو جہل کے سبب لزوم کے درجہ تک پہنچ گیا اس جواب سے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کے ایک قول کے معنی سمجھ میں آگئے جس کو کانپور میں ایک معمر شخص نے میرے سامنے نقل کیا تھا کہ کسی نے حضرت شاہ صاحب سے اس قیام کی نسبت پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ شیخ مجلس کو دیکھنا چاہیئے اسکا یہی مطلب تھا کہ شیخ مجلس جو اس ذکر پر کھڑا ہوا ہے دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ صاحب حال ہے تو اسکا یہ قیام وجد ہے جس میں قوم کو موافقت کرنا ادب ہے اور اگر صاحب حال نہیں تو محض تصنع ورسم پرستی ہے اور لزوم مفاسد کے خوف کے مقام پر تواجد کی اجازت نہیں اس سے حضرت شاہ صاحب کی علمی شان کس درجہ معلوم ہوتی ہے پھر افسوس کہ اس پر نواب صدیق حسن خان صاحب شاہ صاحب کی نسبت اپنی ایک کتاب میں جس کو میں نے دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ

کان قلیل العلم کثیر العبادۃ

(یعنی شاہ صاحب کا علم تو کم تھا۔ وہ عبادت زیادہ کرتے تھے)

بعض حضرات روایات کو علم سمجھتے ہیں۔

شیخ کامل کی اشد ضرورت

(ملفوظ ۱۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں شیخ کامل کے اتباع کی ضرورت ہے وہ اس راہ کا واقف ہوتا ہے وہ نفس اور شیطان کے مکائد سے آگاہ کرتا ہے شیخ کامل کے سر پر ہوتے ہوئے شیطان کچھ نہیں بگاڑ سکتا گو شیطان کے کید کے متعلق مشہور تو بہت کچھ ہے مگر حق تعالیٰ فرماتے ہیں

ان کید الشیطان کان ضعیفا
(تحقیق شیطان کا مکر ضعیف ہوتا ہے ۱۲)
اور حدیث میں ہے
فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد
یعنی ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے گراں ہے اس کو کسی نے خوب نظم کیا ہے۔

فان فقیہا واحداً متورعا　　اشد علی الشیطان من الف عابد

یہ اشدیت اس لئے ہے کہ شیطان شرارت سے ایک بات دل میں ڈالتا ہے اور بڑی مشکل سے اس پر جمانا ہے مگر سالک کے بیان کرنے پر شیخ نے اس کی شرارت اور مکر کو سمجھ کر ظاہر کردیا شیطان نے سر پیٹ لیا کہ اس کے برسوں کے منصوبوں پر پانی پھر گیا مگر جو اب لوگ اس دقیقہ کو نہیں جانتے وہ اسی خلجان اور الجھن میں رہتے ہیں کہ نہ معلوم شیطان کیا نقصان پہنچا دے بات یہ ہے کہ اگر شیطان دشمنی کرے بھی اور ہے ہی دشمن مگر پھر بھی علم صحیح اور توکل کے ہوتے ہوئے کچھ نہیں کرسکتا اس کی مثال ان حضرات کے مقابلہ میں خربوزہ کی سی ہے اور وہ حضرات چھری ہیں اگر خربوزہ کوشش کرکے چھری پر گرے تو خربوزہ ہی کا نقصان ہوگا اسی طرح اگر یہ اہل اللہ کا دشمن بنے تو بھی خسارہ میں رہتا ہے اس لئے اس راہ میں قدم رکھنا بدون شیخ کامل کے جو اس کے فریبوں کا خوب جاننے والا ہے خطرہ سے خالی نہیں اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یار باید راہ را تنہا مرد　　بے قلاوز اندریں صحرا مرد

بدون شیخ کامل کے اس راہ میں قدم رکھنا ایسا ہے جیسا کہ بدون طبیب حاذق کے کوئی شخص اپنا علاج خود کرنا چاہے گو کتاب ہی دیکھ کر کرے کیونکہ کتاب کو بھی طبیب ہی سمجھتا ہے۔

تعجیل بیعت کے مفاسد

(ملفوظ ۱۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یوں تعجیل بیعت میں بہت سے مفاسد ہیں ہی مگر بڑی بات یہ ہے کہ نفع موقوف ہے مناسبت پر اگر یہ نہیں کچھ بھی نہیں اور مناسبت کی تحقیق جلدی نہیں ہوسکتی البتہ تجربہ کی بناء پر دو شخصوں کو بیعت کرنے کے لئے کچھ

انتظار نہیں کرتا ایک بیمار اور ایک عورت یہ دونوں قابل رحم اور قابل رعایت ہیں۔

عدم مناسبت پر بیعت کا نفع نہیں

(ملفوظ ۱۰۸) اوپر ہی کے سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جنگ بلقان کے زمانہ میں جب ایڈریانوپل فتح ہوگیا ایک شخص جو نیم مولوی تھے اور خیر سے مجھ سے بیعت بھی تھے میں نے بیعت کے وقت مریض سمجھ کر جلدی قبول کر لیا تھا میرے پاس آئے اس سے پہلے ان کا ایک خط بھی آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی عیسائیت کا حامی ہے کہ وہ غالب ہوتے چلے جارہے ہیں میں نے ڈانٹا کہ بیعت کے بعد تمہاری یہ حالت تو انہوں نے صاف کہا کہ مجھے تم سے کبھی مناسبت نہیں ہوئی اور بیعت تو اس امید پر کر لی تھی کہ اس کی برکت سے تندرست ہوجاؤں گا میں نے کہا کہ خیر ساری عمر میں ایک شخص سچا ملا میں اس سچ کی قدر کرتا ہوں اور چونکہ سچ کی جزا سچ ہے اس لئے میں بھی سچ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس کبھی مت آنا چنانچہ وہ نہیں آئے یہ حالت ہوگئی ہے بیعت کی اور طلب کی اسی لئے مصالح یا سفارش سے بیعت کرنے کو میں پسند نہیں کرتا۔ ایک بار میرے پاس دو شخص آئے ایک مراد آباد کے اور ایک سنبھل کے۔ سنبھل والے نے کچھ گڑبڑ کی تو میں نے ان سے کہا کہ جب تمہاری یہ حالت ہے تو تم آئے کیوں کہنے لگے انہوں نے یعنی مراد آباد والے نے ترغیب دی تھی دریافت کرنے پر انہوں نے بھی اپنے جرم کا اقرار کیا میں نے اسی وقت دونوں کو نکال دیا دیکھئے اگر ان کو محبت ہوتی تو پھر آتے نکال دینے سے ہوتا کیا ہے طالب کو چین کہاں قرار کہاں یہ ایسے ہی لوگ اس مثل کے مصداق ہیں کہ "عشق سعدی تا بزانو" واقعی بعضوں کا عشق گھٹنوں تک ہوتا ہے (اس کا قصہ مشہور ہے) پہلے بزرگوں نے بڑے بڑے امتحان لئے ہیں میں تو کوئی بھی امتحان نہیں لیتا ہوں میں تو شروع ہی سے تعلیم دیتا ہوں امتحان نہیں کرتا البتہ اس تعلیم ہی میں بعض اوقات امتحان بھی ہوجاتا ہے۔

خواص کو بھی راہ طریق سے مناسبت نہیں

(ملفوظ ۱۰۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں عنایت فرماؤں کی توجہ پر ہمیشہ ہی عنائتیں رہی ہیں یہ خواب ہی کا کیا کچھ کم چرچا ہوا تھا مگر خیر

ہوا کرے ہوتا کیا ہے جس شخص کو حقیقت ہی نہ معلوم ہو اس کی کیا شکایت اس خواب والے پر جو مصیبت گزری اس کی تو خبر نہیں بیٹھ گئے لعن وطعن کرنے خوب کہا ہے۔

اے تراخارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست　　حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

(تیرے پیر کانٹا بھی نہیں چبھا۔ تم کو ان شیروں کی حالت کی کیا خبر جو تلوار کے زخم کھاتے ہیں)

البتہ معترض سے یہ شکایت ضرور ہے کہ مدت تک تو کوئی کھٹک نہ ہوئی جب ایک معاند نے سوچ سوچ کر ایک اعتراض نکالا جب سب کو ہوش آیا اس واقعہ میں اگر کھٹک تھی تو اول ہی بار ہونی چاہئے تھی یہ کیا کہ ایک مدت کے بعد ایک شخص کو توجہ ہوئی وہ بھی عناد سے تو کورانہ تقلید سے سب متوجہ ہو گئے میرے نزدیک تو اس خواب والے کی حالت شیطانی نہ تھی یہ میری رائے ہے گو واقع میں نہ ہو میں واقع کی نفی نہیں کرتا مگر میرے نزدیک نہ تھی بلکہ محمود حالت تھی البتہ قصد واختیار سے ایسے کلمات کہنا گو تاویل ہی سے ہوں بے شک ٹھیک نہیں اس سے عوام کو وحشت ہوتی ہے اور عوام کو تو کیا کہا جائے خواص ہی کو اس طریق سے کون سی مناسبت ہے وہ بھی گڑبڑا جاتے ہیں اس لئے بہت احتیاط واجب ہے مگر جب ایک شخص پر کسی کی حالت کا غلبہ ہی ہو تو اب کیا کیا جائے جب وہ پوچھے گا تو جواب تو دیا ہی جائے گا مگر بدون مناسبت طریق اور مہارت فن کے ان جوابوں کا سمجھ میں آنا ضرور دشوار ہوتا ہے اس لئے معترض بھی معذور ہیں جب کہ وہ فن سے آشنا ہی نہیں۔

رات کو دن (لطیفہ)

(ملفوظ ۱۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے بات کسی موقع پر خوب ہی چسپاں ہو جاتی ہے ایک لڑکا تھا کانپور کے مدرسہ میں پڑھتا تھا نہایت سیاہ فام اور دانت اس کے نہایت سفید چمکتے ہوئے اور وہ ہنستا بہت تھا اور بلند آواز سے ہنستا تھا تو میں اس کو چھیڑا کرتا اور جب وہ ہنستا میں کہا کرتا کہ "فیہ ظلمت ورعد وبرق" ظلمت تو اس کا رنگ اور رعد ہنسنے کی آواز اور برق دانت اور یہ تفسیر نہ تھی تشبیہ تھی اسی طرح یہاں ایک حافظ تھے نابینا نہایت ہی سیاہ فام مگر کپڑے نہایت سفید پہنا کرتے تھے ایک بار میں اپنے ماموں

صاحب کے ساتھ جارہا تھا وہ حافظ صاحب سامنے آگئے تو ماموں صاحب نے کہا کہ میاں دیکھو رات کو دن لگے ہیں۔

نفس بڑا مکار ہے

(ملفوظ ۱۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک رئیس تھے یہاں کے رہنے والے غدر سے پہلے انتقال ہو چکا ہے بائیس گاؤں کے زمیندار تھے مگر معاشرت نہایت سادہ تھی چنانچہ جاڑوں میں روئی کا انگرکھا روئی کا پاجامہ روئی کا ٹوپ اور سخی بہت تھے پھر فرمایا کہ کبھی سادگی کبر کی وجہ سے بھی ہوتی ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ بہت ہی متواضع ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کبر بصورت تواضع بھی ہوتا ہے نفس بڑا ہی مکار ہے بڑے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ نفس سب کا مولوی ہے اپنی غرض کے لئے ایسی باتیں نکالتا ہے کہ بڑے سے بڑے عالم کو بھی نہیں سوجھ سکتیں بالخصوص ان لکھوں پڑھوں کا نفس تو اور بھی زیادہ پڑھا جن ہوتا ہے۔

۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

سلف صالحین کی کوئی امتیازی شان نہ تھی

(ملفوظ ۱۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کو تو جی یوں چاہتا ہے کہ اس طرح رہیں کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو کہ یہ کون ہیں اپنے بزرگوں کو اسی طرز پر دیکھا ہے عوام میں ملے جلے رہتے تھے کوئی امتیازی شان نہ تھی آج کل ایک امتیازی شان زیادہ چپ رہنا بھی ہے اس لئے اہل علم کے لئے یہ طرز بھی ناپسند ہے کہ ہر وقت خودداری کی حفاظت میں رہیں۔

تمام فن طریق کا خلاصہ

(ملفوظ ۱۱۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خلاصہ اس تمام فن کا دو الفاظ میں ہے ایک یہ کہ افعال ضروری اور مقصود ہیں دوسرا یہ کہ انفعالات غیر ضروری اور غیر مقصود ہیں یہ نہایت ہی کام کی بات ہے اور تمام فن اس میں حل ہو گیا مگر فلاں مولوی صاحب ندوی جنہوں نے طریق کی تحقیق کے لئے مجھ سے کچھ خط و کتابت کی تھی اس کو سن کر خود طریق ہی سے گھبرا گئے اور لکھا کہ تمام مکاتیب سے معلوم ہوا کہ یہ فن

بڑا مشکل ہے حالانکہ یہ خلاصہ ہی بین دلیل ہے اس کے سہل ہونے کی مگر پھر سہل کو مشکل سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ چاہتے یہ ہیں کہ کچھ کرنا نہ پڑے ان مکاتیب سے یہ معلوم ہوا کہ اس میں کچھ کرنا پڑے گا بس گھبرا گئے اس کی ایسی مثال ہے جیسے بچہ دودھ بھی نہ پیئے جو نہایت سہل ہے اور یوں کہے کہ مجھ کو کچھ کرنا نہ پڑے بلکہ دوسرا ہی کسی طرح دودھ پلادے حالانکہ جس کو ملا ہے کرنے ہی سے ملا ہے اور جہاں بدون کچھ کئے صورۃً کچھ ہو گیا ہے وہاں بھی پہلے کچھ کرلیا ہے تب ہی کچھ ملا ہے گو بعض جگہ کرنے والے کو بھی حقیقت معلوم نہ ہوئی ہو جیسے ایک شخص نے عنت (نامردی) کی شرمندگی میں سنکھیا کھا لیا مقدار مہلک تھی مگر مزاج اس قدر بارد تھا کہ اسکا متحمل ہو گیا اور عورت پر قادر ہو گیا مگر ایسا شاذونادر ہے بعض کو شبہ ہو جاتا ہے کہ اکثر اہل علم کو جلد نفع ہوتا ہے گویا بے کئے ہی مقصود حاصل ہوتا ہے اس سے آپ یہ سمجھتے ہوں گے کہ بدون مجاہدہ کے کام ہو گیا مگر ایسا ہرگز نہیں وہ جو دس برس یا بیس برس تک کتاب کو سامنے رکھ کر آنکھیں سینکتے رہے ہیں اور تمام تمام شب اور تمام تمام دن رٹتے رہے ہیں یہ کیا تھوڑا مجاہدہ ہے اسی مجاہدہ سے ان میں استعداد پیدا ہو گئی سو کام مجاہدہ ہی سے ہوا اول مجاہدہ ہوا پھر مقصود کی اہلیت و استعداد پیدا ہو گئی اور کسی کامل کی توجہ سے وہ مستقل اور راسخ ہو گئی باقی اگر نری توجہ سے کوئی کیفیت پیدا ہو گئی تو وہ بھی مستقل نہ ہوگی ایک عارضی ہوگی جیسے جب تک لحاف میں رہے گرمی ہے باہر نکلے پھر وہی ٹھنڈے کے ٹھنڈے کیونکہ وہ گرمی عارضی بات تھی اور ایک گرمی انڈے کا حلوہ کھانے سے ہوتی تھی سو یہ گرمی مستقل ہوگی سو نری توجہ کوئی چیز نہیں بلکہ اصل چیز تربیت ہے سو اس میں عمل کی تعلیم لازم ہے اور بدون تربیت و مجاہدہ کے انسان قطب اور غوث تو ہو سکتا ہے مگر مقصود حاصل نہیں کر سکتا اور مجاہدہ بھی کوئی معین مدت کا نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ آدمی ساری عمر اسی ادھیڑ بن میں لگا رہے اور یہ لگا رہنا ہی بڑی دولت بڑی نعمت ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش و می خراش   تادم آخر دمے فارغ مباش

اور عشاق کی تو مجاہدہ دائمی میں یہی شان ہوتی ہے کہ ان کی ساری عمر رونے پیٹنے میں کٹتی ہے آنکھ دل سے جس کا سرچشمہ وہی عشق و محبت ہے اسی کو کسی نے خوب کہا ہے۔

یارب چہ چشمہ الیست محبت کہ من ازاں   یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

(اللہ یہ محبت کیسا چشمہ ہے کہ میں نے ایک قطرہ اس کا پیا تھا اور آنکھوں سے رو رو کر دریا بہادیئے ہیں)

اور واقعی محبت ایسی ہی عجیب چیز ہے کہ اس کا ایک قطرہ اخیر میں دریا سے بھی بڑھ جاتا ہے اس عاشق کو اگر قطبیت ملتی ہے تو کہتا ہے کہ حضرت معاف فرمایئے اس لئے کہ عاشق کو ان چیزوں سے کیا تعلق اس کی تو یہ شان ہے۔

هنيا لار باب النعيم نعيمهم   وللعاشق المسكين مايتجرع

(راحت والوں کو ان کی راحت مبارک ہو۔ اور عاشق مسکین کے لئے وہ گھونٹ (غم کے) مبارک ہوں جو پی رہا ہے)

بعض اہل ظاہر نے

ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة

سے استدلال کیا ہے ان مجاہدات اور ریاضات کی ممانعت پر کہ اس میں ہلاکت ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مجاہدہ ہلاکت ہے اس لئے اس سے منع کرتے ہیں مگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم اسی سے ترغیب مجاہدہ پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ عشاق کے نزدیک ترک مجاہدہ ہلاکت ہے اس لئے وہ ترک سے منع کرتے ہیں عجیب لطیف جواب ہے غرض کام کرنا ضروری ٹھہرا مگر اخلاص کے ساتھ پھر اگر کوئی ملامت کرے یا ریاء وغیرہ کا شبہ کرے پرواہ بھی نہ کرنا چاہیئے اس پر ایک لطیفہ یاد آیا ایک نقشبندی کی ایک چشتی سے گفتگو ہوئی نقشبندی نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم ذکر جہر کرتے ہو چشتی نے کہا ہم نے سنا ہے کہ تم ذکر خفی کرتے ہو مطلب نقشبندی کا اعتراض کرنا تھا کہ جہر میں ریاء و اظہار ہے حتی کہ اس کی خبر ہم تک پہنچ گئی اور چشتی کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ تمہارے خفی کی خبر بھی ہم تک پہنچ گئی سو یہ بھی ریاء ہے تو ہم اور تم اس میں دونوں برابر ہوگئے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ذکر جہر کی تعلیم فرمائی اس نے عرض کیا کہ حضرت اس سے تو ریاء ہو جائے گی ذکر خفی کر لیا کروں فرمایا کہ جی ہاں اس میں ریاء نہیں ہے کہ گردن جھکا کر بیٹھ گئے چاہے سو ہی رہے ہوں مگر دیکھنے والا سمجھے کہ نہ معلوم عرش کرسی کی سیر کر رہے ہیں یا لوح و قلم کی تو صاحب اظہار کا نام ریاء نہیں ہے جب اظہار کا قصد ہو اس کا نام ریاء ہے اور اگر ریاء

ایسی ہی سستی ہے تو اسلام اخفاء کیوں نہیں کرتے جو اصل جڑ ہے ایک نقشبندی درویش سے میری گفتگو ہوئی اور میری طالب علمی کا زمانہ تھا لڑکپن تھا انہوں نے کہا کہ ذکر جہر میں ریاء ہے میں نے کہا کہ کیا اذان میں بھی ریاء ہے چپ رہ گئے حالانکہ یہ جواب محض ایک طالب علمانہ جواب تھا کیونکہ اس کا مقصود تو بدون جہر کے حاصل ہی نہیں ہو سکتا یعنی اعلان وقت نماز مگر لڑکپن کا زمانہ ایسا ہی ہوتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اذان سے تو مقصود صرف وقت کا اعلان ہی ہے یا ذکر بھی ہے فرمایا کہ دونوں ہیں ذکر بھی اعلان بھی اور خیر یہ قیل وقال تو نکتے ہیں مگر جہر میں اصل مصلحت یہ ہے کہ خطرات نہ آویں اس لئے ہلکے ہلکے آواز سے ہو تاکہ مقصود بھی حاصل ہو جائے اور دوسروں کو بھی تکلیف نہ ہو قصد السبیل میں اس کی ضروری بحث بہت اچھی ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

سفر زیارت روضہ اقدس عشق و محبت کی رو سے فرض ہے

(ملفوظ ۱۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلدین بڑے ہی بے ادب ہوتے ہیں ان میں بیباکی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے بعضوں کو دیکھا بالکل روکھے روکھے ہر بات میں کھرا پن چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذرا ملاحت نہیں تو یہ ظاہری رنگ ہے اور باطنی رنگ یہ کہ فہم میں عمق نہیں اس پر ایک حکایت یاد آئی کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے مکہ معظمہ میں ایک غیر مقلد عالم کی گفتگو ہوئی حضرت نے ان سے پوچھ لیا تھا کہ مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ ہے یا نہیں اس پر وہ نہایت خشکی سے کہنے لگے کہ مدینہ منورہ جانا کچھ فرض تو نہیں جس کا اہتمام کیا جائے حضرت نے فرمایا کہ بے شک فتوے سے تو فرض نہیں مگر عشق و محبت کی رو سے تو فرض ہے پھر حضرت نے فرمایا معلوم بھی ہے کہ بناء ابراہیمی تو قبلہ ہو بناء داؤدی و سلیمانی قبلہ ہو اور حضور کی بناء قبلہ نہ ہو وہ ضرور قبلہ ہوتی مگر حضور کی شان عبدیت کے غلبہ سے حکمت الہیہ نے اس کو منظور نہیں فرمایا ورنہ سب قبلے منسوخ ہو کر حضور ہی کی بناء قبلہ ہوتی۔ اس پر کہنے لگے کہ خیر تو حضور کی بناء یعنی مسجد نبوی کی زیارت کے قصد سے جانے فضیلت مسلم ہے باقی قبر شریف کی زیارت کے قصد سے سفر نہ کرنا چاہیے حضرت نے فرمایا کہ اس مسجد میں تو شرف

حضور ہی کے طفیل سے ہوا تو جس کی اصلی فضیلت ہو اس کا تو قصد جائز نہ ہو اور جس کی فضیلت فرعی ہو اس کا جائز ہو عجیب بات ہے۔ یہ مکالمہ طویل تھا میں نے مختصر نقل کیا ہے اخیر میں وہ بالکل خاموش ہو گئے زیارت قبر کے متعلق ایک واقعہ یاد آ گیا ایک شخص نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سفر زیارت قبور کے متعلق سوال کیا تھا آپ نے کیسی عجیب سلامتی اور ادب کی بات فرمائی کہ اگر خود انسان احتیاط کرے یعنی خود نہ جائے مگر منع کرنے میں دوسروں پر تشدد تو نہ کرنا چاہیئے ہمارے حضرات کے اعتدال کا یہ طرز تھا افسوس پھر ان حضرات کو بدعتی بدنام کرتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتے ہیں اور بزرگوں کے مخالف ہیں استغفر اللہ ایسا الزام محض جہل اور بددینی ہے جو بری بلا ہے غرض افراط اور تفریط سے دونوں طبقے خالی نہیں یعنی بدعتی اور غیر مقلدین میں ایک مرتبہ قنوج گیا ہوا تھا ایک غیر مقلد نے میری دعوت کی میں نے قبول کر لی بعض احباب نے منع کیا کہ خلاف احتیاط ہے میں نے کہا کہ اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو ہمارے دین کا کیا نقصان ہے اس کا دین تباہ ہو گا مقصود میرے اس کہنے کا یہ ہے کہ ہم تو بلاوجہ بدگمانی کسی کی طرف نہیں کرتے اور یہ ہماری طرف بلادلیل بدگمانی اور بدزبانی دونوں کرتے ہیں یہ کون سے دین اور عقل کی بات ہے۔

تحریکی مسائل پر گفتگو بے مقصود

(ملفوظ ۱۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک میں ایک لیڈر مولوی صاحب نے مجھ سے بذریعہ خط تحریکی مسائل پر گفتگو کرنے کے لیے آنے کی اجازت چاہی میں نے لکھا کہ گفتگو سے دو مقصود ہو سکتے ہیں افادہ یا استفادہ۔ اگر افادہ مقصود ہے تو وہ تبلیغ ہے اس میں میرا کام صرف استماع ہو گا میرے ذمہ جواب نہ ہو گا جواب کا مطالبہ نہ کیجئے اور استفادہ مقصود ہے تو استفادہ ہوتا ہے تردد کے بعد تو پہلے اپنے تردد کا اقرار کیجئے یعنی بذریعہ اشتہار اعلان کر دیجئے کہ مجھ کو اب تک تردد نہ تھا مگر اب ہو گیا جواب آیا جو چاہو سمجھ لو مگر مجھ کو آنے دو چنانچہ آئے اور خفیہ گفتگو کرنا چاہا میں نے بعض مصالح سے اس کو پسند نہ کیا آخر خالی واپس چلے گئے ایک واقعہ ایک اسکول کے ماسٹر کا ہے انہوں نے بعض شبہات روافض کا جواب چاہا میں نے لکھا کہ زبانی گفتگو کر لو انہوں نے آنے پر رضامندی ظاہر کی

اور ایک یہ بیہودہ شرط لگائی کہ میں آپ کا کھانا نہ کھاؤں گا کیونکہ اس سے میں آپ کا نمک خوار ہو جاؤں گا پھر گفتگو نہ کر سکوں گا بعضے آدمی بڑے ہی بد فہم ہوتے ہیں چنانچہ میں اس پر راضی ہو گیا اور وہ خود ہی اس شرط سے دستبردار ہو گئے الحمدللہ شفا حاصل کر کے گئے چلتے وقت میں نے ان کو مخالفین کی کتابیں دیکھنے سے منع کر دیا ایک واقعہ ایک غیر مقلد کی گفتگو کا ہے بہت سی قیل وقال کے بعد آخر میں میں نے ان سے کہا کہ آپ لوگوں میں دو مرض ہیں ایک بدگمانی ایک بدزبانی اگر یہ نہ ہو تو آدمی تحقیق کر کے اس کی سمجھ میں جو حق ہو بشرطیکہ نیت خراب نہ ہو اور اصول شریعت سے تجاوز نہ ہو اس پر عمل کرے اس کو کون برا کہتا ہے گو تقلید کے مسئلہ میں وہ اختلاف ہی رکھے مگر شیعوں کی طرح تبرائی بننا یہ کسی طرح دین نہیں اس سے تو صاف بدنیتی کا پتہ چلتا ہے یہ واقعہ قنوج کا ہے اور وہاں ہی کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ میں ایک مرتبہ قنوج گیا وہاں کچھ لوگ غیر مقلد بھی ہیں حنفی ان کو جامع مسجد میں آنے نہیں دیتے تھے اور وہ وعظ سننے کے لئے آنا چاہتے تھے میں نے کہا کہ آنے دو اور آمین بالجہر کی بھی اجازت دے دی کیونکہ اگر طبیعتوں میں سلامتی ہو فساد نہ ہو تو اختلافی اعمال میں ہمارا حرج ہی کیا ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ اکثر امور میں فساد اور شرارت کی جاتی ہے حتی کہ آمین بالجہر میں بھی نیت دوسروں کو مشتعل کرنے کی ہوتی ہے اسی لئے آمین بالجہر اس طرح کرتے ہیں گویا آمین کی اذان دیتے ہیں جو کہیں منقول نہیں غرض نماز جمعہ کے بعد احباب کے اصرار پر جامع مسجد میں بیان کیا گیا اور اس میں میں نے یہ بھی کہا تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر احکام کا اتباع نہ کریں تو اسی سنت پر عمل کرو یہ میں نے قصداً اس لئے کہا کہ معلوم ہوا کہ رسوم متعارفہ ان لوگوں کے گھروں میں ہیں تو مقصود میرا یہ تھا کہ آمین اور رفع یدین میں تو اتباع سنت کا دعوی ہے اور رسوم میں اس سنت پر عمل کیوں نہیں میں اس کی قدر کرتا ہوں کہ یہ سن کر اپنے گھر جا کر حنفیوں نے تو نہیں کہا مگر غیر مقلدوں نے جا کر بالاتفاق کہہ دیا عورتوں کے کان کھل گئے اور اصلاح ہو گئی اسی سلسلہ میں ایک غیر مقلد کا واقعہ یاد آیا کہ ان کا میرے پاس خط آیا کہ میں غیر مقلد ہوں اور بیعت کرنا چاہتا ہوں میں نے لکھا کہ یہ بتلاؤ کہ میری بھی تقلید کرو گے یا نہیں۔ بس گم ہو گئے کیونکہ ایک شق پر تو مقلد بنتے ہیں اور دوسری شق پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب میرا

کہنا نہ مانو گے تو بیعت کیسی اور اس لاجواب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ان صاحبوں میں سمجھ نہیں ہوتی یوں ہی اوپر اوپر چلتے ہیں ورنہ اس کا جواب بہت آسان تھا یوں لکھتے کہ تمہاری تقلید کروں گا اور اس پر جو شبہ ہوتا کہ امام صاحب کی تو تقلید کرتے نہیں اور میری کرد گے اس کا یہ جواب دیتے کہ امام حنیفہ کی تقلید تو احکام میں کراتے ہیں اور تمہاری تقلید تدابیر میں ہوگی مثل طبیب جسمانی کے کہ اس کی بتلائی ہوئی تدابیر پر عمل کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی اجتہادی ہیں مگر احکام تو نہیں مگر یہ چیزیں ان کے ذہن میں کہاں آسکتی ہیں ایک نیچریوں کے مولوی صاحب سے علی گڑھ میں گفتگو ہوئی انہوں نے ایک حدیث کا راز پوچھا میں نے کہا کہ احکام کے اسرار کی آخر غایت کیا ہے مقصود عمل ہے نہ کہ تحقیق اسرار گو اللہ کا شکر ہے کہ بزرگوں کی برکت سے بہت سی ایسی چیزیں بھی معلوم ہیں لیکن ہر چیز کے بتلانے پر میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز . ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

(راز کا پردہ سے باہر آنا خلاف مصلحت ہے ورنہ رندوں کی مجلس میں ہر چیز موجود ہے)

باقی اہل تحقیقات اور ان کے غلام اس کی پروا نہیں کرتے کہ نہ بتلانے پر یہ کیا سمجھیں گے کہ ان کو کچھ آتا نہیں کچھ ہی سمجھا کریں ہاں کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے اسرار اور راز بھی بیان کر دیتے ہیں اور نہ اصل مسلک ان کا وہی ہے جس کو فرماتے ہیں۔

با مدعی بگوئید اسرار عشق و مستی . بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

(مدعی سے عشق و مستی کے اسرار بیان کرو۔ اس کو اپنی خود پرستی کی مصیبت میں مرنے دو۔)

اور کسی کے معتقد غیر معتقد ہونے کی ان کو پروا ہی کیسے ہوتی ان پر تو عشق و فنا اس قدر غالب ہوتا ہے کہ اس سے ان حضرات کی شان ہی دوسری ہو جاتی ہے ان کی ہر چیز اور ہر کام اور ہر بات میں اسی محبت اور عشق کی شان جھلکتی ہے ان کی ہر ادا سے دوسرے ہی عالم کا پتہ چلتا ہے اور اس کے مصداق ہوتے ہیں۔

عشق آں شعلہ ست کو چوں برفروخت . ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

گلزار ابراہیم میں اسی کا ترجمہ ہے۔

عشق کی آتش ہے ایسی بدبلا　　　دے سوا معشوق کے سب کو جلا

غرض ان کی وہ حالت ہوتی ہے کہ سوائے ایک کے سب کو فنا کئے ہوئے ہوتے ہیں پھر ان کو کسی کے اعتقاد و عدم اعتقاد سے کیا بحث اس لئے بلاضرورت وہ علوم کو ظاہر نہیں کرتے ورنہ ان کے علم کی تو یہ شان ہوتی ہے جس کو مولانا فرماتے ہیں۔

بینی اندر خود علوم انبیا　　　بے کتاب و بے معید و اوستا

(تم اپنے اندر بغیر کسی مددگار اور کتاب اور استاد کے انبیاء علیہم السلام کے علوم پاؤ گے)

اگر تم بھی ایسے اسرار معلوم کرنا چاہتے ہو تو اس کا یہ طریق نہیں ہے کہ ان حضرات کو پریشان کرو اور وہ کچھ بتلا بھی دیں تو اس سے کفایت نہیں ہوتی بلکہ اس کا بھی صرف یہی واحد طریق ہے جس طریق سے ان کو یہ دولت ملی یعنی خدا اور رسول کے احکام کا اتباع کرو خدا کے برگزیدہ بنو اور اس اتباع کا صحیح طریق بزرگوں سے معلوم کرو ان کی صحبت اختیار کرو اور صحبت تو بڑی چیز ہے ان کا تو چہرہ دیکھنے سے بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے اور یہی صحبت اس راہ کے لئے منزل مقصود کی اول سیڑھی ہے ان کا جلیس محروم نہیں رہتا اور اس کی برکت سے شبہات وغیرہ کافور ہوتے چلے جاتے ہیں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں اور سچ فرماتے ہیں۔

اے لقاء تو جواب ہر سوال　　　مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(وہ ذات جس کی ملاقات ہی ہر سوال کا جواب ہے اور تجھ سے ہر مشکل بغیر قیل و قال کے حل ہو جاتی ہے)

مگر اس کے ناجح ہونے کی ایک شرط بھی ہے وہ ضرور یاد رہے اور وہ اخلاص و اعتقاد کے ساتھ اتباع ہے اور اگر اتباع نہیں تو پھر محض صوری قرب کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص طبیب کے پاس بیٹھے مگر دوا نہ کرے اور کوئی سوال کرے کہ میاں طبیب کے دوست ہو کر بیمار رہتے ہو تو یہی جواب ہوگا کہ مرض کا ازالہ محض طبیب کے پاس بیٹھنے سے تھوڑا ہی ہو سکتا ہے اس کے پاس بیٹھنے سے تو نسخہ معلوم ہو جائے گا اور وہ بھی اس وقت جب کہ تم اس کے سامنے پہنچ کر اپنا سب حال کہو باقی صحت تو نسخہ کے استعمال سے ہوگی اسی استعمال نسخہ کی نسبت مولانا فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو　　　پیش مردے کاملے پامال شو

اعمال صالحہ سے عقل میں نور پیدا ہوتا ہے

(ملفوظ ۱۱۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل کے نیچری اور لیڈر اکثر عقل سے کورے ہیں جب عقل صحیح ہی نہیں پھر ایسی عقل میں احکام اسلام کیسے آویں عقل ہو تو بقدر ضرورت آویں بھی اجمالاً یا تفصیلاً پھر نماز نہیں روزہ نہیں زہد نہیں تقوی نہیں ان اعمال سے بھی عقل میں نور پیدا ہوتا ہے اس پر احکام شرعیہ پر شبہ کہ ہماری عقل میں نہیں آتے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی اندھا کہے کہ ہم کو تو یہ نظر نہیں آتا کہ یہ چیز سفید ہے یا سرخ تو اس پر یہی کہا جائے گا کہ اگر نگاہ ہو تو نظر آئے جب نگاہ ہی نہیں تو نظر کیسے آئے اسی طرح یہاں بھی جواب دیا جائے گا کہ عقل ہو تو کچھ عقل میں آئے جیسے اگر مشکیزہ یا پیالہ ہو تو اس میں پانی آئے اور جب یہ ہی نہ ہوں تو پانی کس چیز میں آئے قصور تو اپنا اور الزام اور اعتراض احکام اسلام پر جیسے ایک حبشی سفر میں چلا جا رہا تھا دیکھا کہ راستہ میں ایک آئینہ پڑا ہے اس کو اٹھا کر جو دیکھا تو اس میں ایک کالی بھیانک صورت موٹے موٹے ہونٹ بھدی اور بیٹھی ہوئی ناک عجیب ایک بدصورت شکل نظر آئی اس آئینہ کو دور پھینک کر مارا اور کہا کہ اگر ایسا بدصورت اور بدشکل نہ ہوتا تو تجھ یہاں کون پھینک جاتا اب بتلایئے کہ کیا یہ آئینہ کا قصور تھا اس میں کونسی ایسی چیز تھی کہ جس پر یہ الزام اور اعتراض کیا جناب ہی کی صورت تھی جس کے یہ اوصاف خود ہی بیان کئے اسی طرح احکام شریعت تو آئینہ ہیں اور بالکل بے غبار اور صاف شفاف صیقل شدہ ان میں کونسا نقص ہے سب نقص جناب ہی کے اندر ہیں دوسری مثال غلط بینی کی اور سنئے اکثر دیکھا ہوگا کہ جب اسٹیشن پر دو گاڑیوں کا میل ہوتا ہے تو ایک پہلے چھوڑی جاتی ہے تو بعض اوقات جو گاڑی کھڑی ہے اس کے مسافروں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چل رہی ہے اور چلنے والی گاڑی کھڑی ہے تو چل تو رہا ہے اپنا دماغ اور دیوانے خود ہیں عقل اپنے اندر نہیں بدفہمی کوٹ کوٹ کر اپنے اندر بھری ہوئی ہے اور عیب ناک سمجھتے ہیں دوسروں کو۔ ایک تیسری مثال سنئے مثلاً ایک شخص کہے کہ میاں تمام زمین آسمان گھوم رہے ہیں تمام درخت اور سڑک اور مکانات حرکت میں ہیں اس سے کہا جائے گا کہ بھائی تمہارا سر گھوم رہا ہے چکر تمہارے دماغ میں ہے تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے اس پر وہ کہے کہ کیا غضب ہے کہ تم میرے مشاہدہ کی تکذیب کرتے ہو

اس پر حقیقت شناس کہے گا کہ تیرے مشاہدہ کی تکذیب نہیں۔ مشاہدہ تیرا صحیح ہے مگر مشاہدہ کا آلہ ماؤف ہے تو جناب حقیقت کے عدم انکشاف پر انسان کچھ سے کچھ سمجھنے لگتا ہے اور حقیقت سے دور جا پڑتا ہے تو یہی حالت آج کل کے عقلاء کی ہے پھر اس پر دعوی ہے کہ ہم قوم کی کشتی کے ناخدا ہیں ایسوں ہی کی بدولت مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے ہر روز ایک نیا لباس بدل کر پلیٹ فارموں اور ممبروں پر آ کھڑے ہوتے ہیں ہر روز ایک نئی قسم کا لیکچر ہوتا ہے ہر روز ایک نیا ترانہ اور نیا نغمہ سناتے ہیں جس میں ترقی کے لئے بہت کچھ زور لگا چکے ہیں اور لگا رہے ہیں اور لگا دیں گے مگر مسلمانوں کا بجائے ترقی کے تنزل ہی کی طرف رخ جارہا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر مقصود ترقی ہے اور چاہتے ہو کہ قوم کی فلاح اور بہبود کا سامان ہو اور اسی کے لئے تم یہ سب کچھ کر رہے ہو تو عقل کے دشمنوں جیسے تم یہ مخترع تدابیر اختیار کر رہے ہو اور تجربہ سے غلط ثابت ہو رہی ہیں آخر خدا اور رسول کی بتلائی ہوئی تدابیر سے تم کو کیوں ضد اور نفرت ہے اور ان کو کیوں نہیں اختیار کرتے چند روز کے لئے ان کو بھی تو باعتقاد دین نہیں بلکہ تدابیر ہی کا درجہ سمجھ کر اختیار کر کے تو دیکھ لو یعنی اگر اس خیال سے اختیار کرنے کی ہمت نہ ہو کہ ان کا دین میں کیا درجہ ہے اور اس پر خدا اور رسول کی خوشنودی ہوگی تو محض بطور امتحان ہی کے کر کے دیکھ لو اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش — آزموں را یک زمانے خاک باش

بہت دن بتوں کی پرستش کرتے ہوئے ہو گئے سوائے ذلت اور خواری کے کچھ پلے نہ پڑا اب ذرا خدا کو راضی کر کے اور ان کے سامنے ناک ماتھا رگڑ کر دیکھ لو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ چند روز میں کایا پلٹ ہو جائے گی اسی کی تعلیم ہے۔

چند خوانی حکمت یونانیاں — حکمت ایمانیاں راہم بخواں

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ بات تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ بدون مشروع تدابیر کے اختیار کئے ہوئے مسلمانوں کی فلاح اور بہبود مشکل بلکہ محال ہے اور یہ میرا دعوی بلا دلیل نہیں اور دلیل بھی ایسی کہ جس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو کہ اس وقت تک غیر مشروع تدابیر اختیار کرنے پر تم کو ناکامی ہی ناکامی رہی بھلا غیر مشروع تدابیر میں خیر و برکت کہاں کیونکہ سب اسباب تو انہیں کے قبضہ قدرت میں ہیں بدون ان کی مشیت کے نری

تدابیر واسباب سے ہوتا کیا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند　　با من و تو مردہ با حق زندہ اند

(خاک، ہوا، پانی، آگ سب خدا کے بندے ہیں۔ ہمارے تمہارے سامنے مردہ ہیں مگر حق تعالیٰ کے سامنے زندہ ہیں)

اور ان کی مشیت اہل ایمان کے لئے عادۃً بدون رضا کے ہوتی نہیں پھر کامیابی کہاں اگر تم نے یہ طریقہ اختیار نہ کیا تو تمہاری ان تدابیر غیر مشروع پر یہ حالت ہوگی کہ بجائے کسی بہبود اور فلاح۔ کے خسارہ ہی خسارہ ہوگا پس ترقی کی تدابیر بھی اہل دین ہی سے حاصل کرو وہی تمہارے سچے خیر خواہ ہیں اور اگر ان سے حاصل نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ ابھی تمہاری فلاح اور بہبود کے دن نہیں آئے اور تدبیر کے متعلق بالمشیۃ ہونے کے ہزاروں واقعات ہیں کہ قاعدے سے تدابیر صحیح مگر اثر کا ترتب ندارد مولانا نے مثنوی میں پہلی حکایت میں اسی کا بیان فرمایا ہے کہ ایک بادشاہ ایک کنیز پر عاشق تھا وہ بیمار ہوئی بادشاہ نے اپنے قلمرد کے تمام طبیبوں کو جمع کرلیا اور یہ کہا اگر میری محبوبہ صحت یاب ہوگئی تو میری بھی زندگی ہے ورنہ میری بھی موت ہے اس پر تمام اطبا اور ڈاکٹروں نے بالاتفاق عرض کیا جس کو مولانا فرماتے ہیں۔

جملہ گفتندش کہ جانبازی کنیم　　فہم گرد آریم انبازی کنیم

ہر یکے از ما مسیحے عالمے ست　　ہر الم را در کف ما مرہمے ست

(سب نے کہا کہ ہم باہم مشورہ کر کے اور خوب سوچ سمجھ کر کوشش کرتے ہیں۔ ہم میں کا ہر ایک مسیح العالم ہے ہر بیماری کی ہمارے ہاتھ میں دوا ہے۔)

مولانا ان کی مادہ پرستی کو بیان فرماتے ہیں۔

گر خدا خواہد نہ گفتند از بطر　　پس خدا بنمودشاں عجز بشر

(ان طبیبوں نے انشاء اللہ۔ بوجہ تکبر کے نہیں کہا۔ لہذا حق تعالیٰ نے ان کا عاجز ہونا دکھلادیا۔)

اور اس پر جو نتیجہ ہوا اس کو فرماتے ہیں۔

ہر چہ کردند از علاج و از دوا　　رنج افزوں گشت و حاجت ناروا

شربت و ادویہ و اسباب او　　از طبیباں برد یکسر آبرو

از قضا سرکنگبیں صفرا فزود　　روغن بادام خشکی می نمود

(جس قدر علاج اور دوا کی، تکلیف بڑھتی رہی اور صحت نہ ہوئی تمام دوائیں اور ان کے اسباب سب ہی جمع کردیئے مگر طبیبوں کی آبرو بالکل جاتی رہی۔ حاکم الہی سے سرکہ کی انگبیں صفرا کو بڑھائی تھی اور روغن بادام سے خشکی بڑھتی تھی۔)

یعنی نفع کچھ نہ ہوا اور مرض میں ترقی ہی ہوتی رہی اس کے بعد بیان فرمایا ہے کہ کوئی بزرگ بابرکت تشریف لائے اور انہوں نے الہامی تدبیر کی اور کامیابی ہوگئی غرض تدابیر کی تاثیر موقوف ہے مشیت پر اور مشیات مسلمان کے لئے موقوف ہے رضا پر اس لئے کہتا ہوں کہ بدون حق جل علی شانہ کو راضی کئے ہوئے اور مشروع تدابیر کو اختیار کئے ہوئے مسلمانوں کو فلاح اور بہبود میسر ہونا محال ہے اس کا صرف ایک ہی علاج ہے جو میں تم کو بتلا چکا ہوں کہ اللہ اور رسول کو راضی کرنے کی فکر اور مشروع تدابیر کو اختیار کرو اپنے دوست دشمن کو پہچانو سلیقہ اور طریقہ سے کام کرو اور جو کام بھی کرو متحد ہو کر کرو ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے اپنے کو چھوٹا سمجھے اور یہ چھوٹا سمجھنا ہی صورت اتفاق کی ہے اور آج کل کی یہ ساری خرابیاں بڑے بننے کی ہیں اور یہ سب ضروری تفصیل ہے تدابیر مشروعہ کی ان کو اختیار کرو پھر انشاء اللہ تعالی فتح اور نصرت تمہاری لونڈی غلام بن کر تمہارے ساتھ ہوگی کیا تم نے اپنے سلف کے کارنامے نہیں سنے کہ مادیات کا ان کے پاس نام و نشان نہ تھا ہر طرح کی بے سروسامانی تھی مگر بڑے بڑے قیصر و کسری اور بڑی بڑی جماعتیں منظم غیر مسلم اقوام کی ان سے لرزاں اور ترساں تھیں آخر کیا چیز ان کے پاس تھی وہ صرف ایک ہی چیز تھی جس کا نام تعلق مع اللہ ہے ان کا اللہ تعالی کے ساتھ صحیح تعلق تھا بس سب اس کی برکت تھی ہمارے اندر اسی کی کمی ہے اس لئے ذلیل اور خوار ہیں حق تعالی فہم سلیم عطاء فرمائیں کہ صحیح طریق پر چلیں اور دارین کی فلاح پر فائز ہوں۔

مدعی بیدار مغز کی مثال

(ملفوظ ۱۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جیسے آجکل مدعی بیدار مغزی کے ہیں اور ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں پہلے بھی ایسے گذر چکے ہیں ایک بادشاہ کی حکایت ہے کہ اس کا وزیر سے

اس مسئلہ میں اختلاف رہا کرتا تھا کہ ملا نے عاقل ہوتے ہیں یا بے عقل بادشاہ ان کا معتقد تھا ایک دن بادشاہ حوض پر بیٹھے ہوئے تھے دیکھا کہ ایک طرف سے ایک خستہ حال شکستہ بال طالب علم بغل میں کتابیں دبائے آرہے ہیں بادشاہ نے امتحان کے لئے ان طالب علم کو بلایا اور وزیر سے سوال کیا کہ میاں وزیر یہ بتلاؤ کہ اس حوض میں کتنے کٹورے پانی آسکتا ہے عرض کیا کہ حضور کٹورہ کو ماپ ماپ کر پانی حوض میں بھرا جائے تب شمار میں آسکتا ہے کہ کتنے کٹورے حوض میں آسکتا ہے بادشاہ نے طالب علم سے کہا کہ مولوی صاحب آپ یہ بتلاسکتے ہیں کہ اس حوض میں کتنے کٹورے پانی آسکتا ہے ان طالب علم نے فی الفور جواب دیا کہ یہ سوال ہی مہمل ہے اول تعیین چاہیے کہ کٹورا کتنا بڑا ہے اگر وہ حوض کے برابر ہے تو ایک کٹورا پانی آئے گا اور نصف ہے تو دو کٹورے اسی طرح سے نسبت سے حساب لگالیجئے۔ تب بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ دیکھی بیدار مغزی۔ ایک آپ کا جواب بالکل ناکافی۔ طالب علم نے ایک مختصر جواب میں سب جھگڑا ختم کردیا بتلاؤ زیادہ عاقل کون ہے ان مدعیوں کو یہ دھوکہ اس لئے ہوجاتا ہے کہ یہ تجربہ اور عقل کو ایک سمجھتے ہیں خود یہی بڑی غلطی ہے جس میں ان کو ابتلا ہورہا ہے حالانکہ یہ دو چیزیں الگ الگ ہیں تجربہ اور چیز ہے عقل اور چیز ہے توان ملاؤں کو چونکہ تجربہ کے کاموں سے سابقہ نہیں پڑتا اسلئے ان کو تجربہ نہیں ہوتا اور ویسے کامل العقل ہوتے ہیں ایک بڑی دلیل ان کے عاقل ہونے کی یہ ہے کہ یہ بات عقل ہی کی تو ہے کہ انجام اور آخرت کی فکر ہے اور وہ عقل جس کو آج کل کے بیدار مغز عقل کہتے ہیں اس سے بے شک ان صاحبوں کو بعد ہے مگر وہ واقع میں بعد ہی کی قابل بھی ہے مولانا اسی کو فرماتے ہیں۔

آزمودم عقل دور اندیش را　　　بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

(میں عقل دور اندیش کو آزمانے کے بعد دیوانہ بنتا ہوں)

ایسی عقل سے تو یہ دیوانگی ہی مبارک ہے اس لئے کہ جو اپنے محبوب کے راستہ میں سدراہ ہو اس سے زیادہ مبغوض اور منحوس اور کیا چیز ہوگی کسی عاشق سے پوچھو اسی کو نقل فرماتے ہیں۔

باز دیوانہ شدم من اے حبیب　　　باز سودائی شدم من اے طبیب

(میں عقل کا تجربہ کرنے کے بعد اے محبوب پھر اتیرا دیوانہ بن گیا ہوں اور اے طبیب

میں پھر اسی محبوب کا سودائی بن گیا ہوں)
اور فرماتے ہیں۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد　　مر عسس را دید و در خانہ نہ شد

(میرے خیال میں جو محبوب کا دیوانہ نہیں بنا (حقیقت میں) وہی پاگل ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کوتوال کو آتے دیکھا اور پھر بھی اس سے بچنے کی کوشش نہیں کی)
تو ان مدعیوں کا مبلغ پرواز محض تجربہ اور فیشن ہے یہ تجربہ کو اور کوٹ پتلون پہن لینے کو عقل سمجھتے ہیں تو یہ تو کوئی عقل کی بات نہیں البتہ اس کو اکل کہہ سکتے ہیں ایسے لوگ عاقل کہلائے جانے کے قابل نہیں البتہ آکل ہیں کہ ہر وقت پیٹ بھرنے کی فکر ہی کا غلبہ رہتا ہے پھر اس پر دوسروں پر بے عقلی کا الزام۔

خاصان حق کی صحبت کے فرض عین ہونے کا فتوی

(ملفوظ ۱۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل زمانہ نہایت ہی پرفتن ہے اس میں تو لوگوں کے ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہیں چار طرف سے بددین ملحد زندیق بنانے کی سعی اور کوشش کی جارہی ہے اس لئے بزرگوں کی صحبت کی سخت ضرورت ہے اور اس موجودہ زمانہ کی حالت کو دیکھتے ہوئے میں تو خاصان حق کی صحبت کے فرض عین ہونے کا فتوی دیتا ہوں ان کے ساتھ وابستہ رہنے سے لوگ اپنے ایمانوں کو سلامت تو رکھ سکیں گے تو جو چیز شرط ہو دین اور ایمان کی حفاظت کی اس کے فرض عین ہونے میں کیا کسی کو شبہ ہو سکتا ہے۔

مدعیان اجتہاد کی تفسیر دانی کی مثال

(ملفوظ ۱۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب کوئی کام بے قاعدہ اور بے اصول کیا جائے گا اس کا انجام بجائے کسی منفعت اور نفع کے ضرر ہی ہوگا آج کل اسی کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ عوام بھی قرآن کا ترجمہ خود دیکھتے ہیں کسی استاد سے نہیں پڑھتے۔ پھر اس میں فن نہ جاننے کی وجہ سے اگر شبہات پیدا ہوتے ہیں تو ان کو کسی جاننے والے سے پوچھتے بھی نہیں اس سے وہ شبہات ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور اچھے خاصے ملحد ہو جاتے ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ انگریزی جاننے کے واسطے کیوں استاد تلاش کرتے ہو اور کیوں برسوں

وقت ضائع کرتے ہو زبان میں مناسبت پیدا کرنے کے لئے تو صرف چھ ماہ کافی ہیں اور زیادہ سے زیادہ ایک سال رکھ لو یہ دس دس برس کیوں کالجوں اور اسکولوں میں دماغ مارتے ہو تو پھر قرآن شریف کے واسطے استاد اور وقت کی ضرورت کیوں نہیں۔ اس میں اور اس میں فرق کی کیا وجہ ہے مشاہدہ شاہد ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ گو اردو ہی میں ہو خود دیکھنا اور کسی استاد سے سبقاً سبقاً نہ پڑھنا بجائے ہدایت کے سبب گمراہی کا ہو جاتا ہے دیکھئے اردو میں تو اقلیدس بھی ہے اس کی شکلوں وغیرہ کو بدون اس کے ماہر استاد کے کیوں نہیں سمجھ لیا جاتا یقینی بات ہے کہ بدون استاد اور ماہر فن کے تو ہمیشہ غلطیاں ہی کرے گا جیسے ایک شخص نے اس شعر کا لفظی ترجمہ دیکھ کر اجتہاد بگھارا تھا۔

دوست آن باشد کہ گیرد دوست دوست　　　　در پریشان حالی و درماندگی

(دوست وہی ہے جو دوست کی پریشان حالی اور عاجز ہونے کے وقت دستگیری اور امداد کرے)

اس شخص کو ایک جگہ ایک دوست کسی دوسرے شخص سے لڑتا ہوا ملا جو بقدر قدرت انتقام بھی لے رہا تھا یہ جو پہنچے انہوں نے جا کر دوست کے ---------- دونوں ہاتھ پکڑ لئے بس اس احمق کی بدولت اس غریب کی خوب کافی مرمت ہوئی اور خوب زدو کوب کیا گیا بعد میں اس دوست نے دریافت کیا کہ جناب یہ کیا حرکت تھی تو فرمایا کہ شیخ سعدی جیسا تجربہ کار بزرگ اور دانشمند فرما گیا ہے کہ۔

دوست آن باشد کہ گیرد دوست دوست　　　　در پریشان حالی و درماندگی

غنیمت ہے دست کا ترجمہ ہاتھ ہی سمجھا کہیں دیکھ لیا ہوگا ورنہ دوست کا پاخانہ ہی اٹھا کر لایا کرتا بس یہی حالت آج کل کے مدعیوں کی ہے جو قرآن مجید کا ترجمہ دیکھ کر خود اجتہاد کرتے ہیں وہ اجتہاد اس شعر کے سمجھنے والے سے کم نہیں ایسوں ہی کی بدولت یہ دین کی گت بنی ہے ان کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک بڑھیا کے گھر میں شاہی باز جا گرا لمبی چونچ خم کھائے ہوئے اور بڑے بڑے پنجے دیکھ کر کہنے لگی ہائے یہ کس طرح کھاتا ہوگا کیسے چلتا ہوگا چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے بیچارہ اپاہج ہو کر رہ گیا تو جس طرح اس بڑھیا بدفہم بدعقل نے اس باز کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کی تھی ایسی ہی ان لوگوں کی خیر خواہی اور ہمدردی اسلام کے ساتھ ہے اگر ایسے ہی مجتہد اور علماء ہوں گے تو بس دین

کا اللہ ہی حافظ ہے ان کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے۔

گر بہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند　　این چنیں ارکان دولت ملک را ویران کنند

اسرار احکام معلوم کرنا انکار نبوت کے مرادف ہے

(ملفوظ ۱۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ایک مرض تو ان جدید تعلیم یافتوں میں خاص طور پر پھیل گیا ہے وہ یہ کہ احکام کی لم اور اسرار معلوم کرنے کے لئے ہر وقت پیچھے پڑے رہتے ہیں جس کا منشاء یا حاصل احکام کا اتباع چھوڑ کر اپنی رائے اور عقل کا اتباع ہے اگر کوئی حکم عقل میں آ گیا اور رائے کے موافق ہوا تو وہ بھی عمل کے درجہ میں نہیں بلکہ تسلیم کے درجہ میں قبول کر لیا ورنہ صاف انکار حضرت مجدد صاحب نے فرمایا ہے کہ احکام کے اسرار اور لم معلوم کرنا مرادف ہے انکار نبوت کا یعنی یہ شخص نبی کی طرف سے احکام کا اتباع کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنی عقل اور رائے کا اتباع کرتا ہے بڑے کام کی بات فرمائی حقیقت یہی ہے جو مجدد صاحب نے فرمائی اور آجکل تو بہت لوگوں نے اپنی اس عقل اور رائے کو بھی ایک طاغوت (گاندھی) کی رائے میں فنا کر دیا اب تو اسی کے اتباع کو باعث فلاح اور بہبود سمجھتے ہیں اللہ و رسول کے احکام قرآن و حدیث کو بھی اسی کی رائے کے موافق ہونے پر تسلیم کرتے ہیں آپ ہی بتلائیں کہ کہاں تک خاموشی اختیار کی جا سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو فرمائیں وہ قابل عمل نہ ہو اور اس کو اسوقت تک تسلیم نہ کیا جائے جب تک کہ اس کے اسرار اور لم اور مصالح نہ معلوم ہو جائیں یا کوئی طاغوت اسکی موافقت نہ کرے اور وہ طاغوت جو بھی زبان سے بک دے وہ بلا چون و چرا قابل تسلیم ہو جائے اور غضب یہ کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے مضمون کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کریں اور افسوس تو یہ ہے کہ اس مرض میں بعض مولوی بھی مبتلا ہو گئے جن کو اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت میسر نہیں ہوئی یا اگر میسر ہوئی تو کبھی انہوں نے اپنی صلاح کی فکر نہیں کی اور ویسے مولانا مقتدانا شیخ المشائخ سب کچھ ہیں مگر یہ سب ظاہری ہی ٹیپ ٹاپ ہے دل میں کچھ اور ہی بھرا ہوا ہے اسی کو ایک حکیم فرماتے ہیں۔

از بروں چوں گور کافر پر حلل   واندروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید   وزدرونت ننگ می دارد یزید

دراصل بات وہ ہے جو میں کہا کرتا ہوں کہ بدوں کسی کامل کی صحبت میں بیٹھے ہوئے اور بدون جوتیاں کھائے ہوئے انسانیت نہیں پیدا ہوتی نہ قلب میں دین راسخ ہوتا ہے جو لوگ اس سے محروم ہیں ایسے لوگوں کا کچھ اعتبار نہیں گھڑی میں کچھ گھڑی میں کچھ جیسا دیکھا ویسا ہی گانا بجانا شروع کر دیا اب اس بدفہمی اور بدعقلی کی کوئی انتہا ہے کہ جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو وہ مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھا جائے کون عاقل اس کو تسلیم کر سکتا ہے پھر سمجھانے والوں کو الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اب بتلاؤ کون دشمن ہے طاغوت کا ماننے والا یا نہ ماننے والا کہتے ہیں کہ وہ طاغوت بڑا عاقل ہے کچھ خبر بھی ہے اگر وہ عاقل ہوتا تو سب سے پہلے آخرت کی فکر ہوتی یعنی ایمان لاتا اور اگر چالاکی کے معنے عقل ہے تو شیطان اس سے زیادہ عاقل ہے اس چالاکی کی بدولت دنیا کا اکثر حصہ اس کے اتباع میں مصروف ہے میں تو ایسے عقلاء کو کہتا ہوں کہ عاقل نہیں آکل ہیں عقل سے ان لوگوں کو کیا تعلق البتہ اکل کے امام ہیں ہر وقت پیٹ کے دھندے میں لگے ہوئے ہیں جیسے اکثر ہندو ہر وقت سود بٹے کی ہی فکر میں رہتے ہیں جسکی حقیقت دنیا ہے اور دنیا بھی ایسی کہ دوسروں کی دنیا کو تباہ کر کے اپنی دنیا بناتے ہیں اسی لئے ان کو تو تم بھی عاقل نہیں کہتے بلکہ اور برا بھلا کہتے ہو اس لئے کہ جب ایک کے دو یا تین یا چار دینے پڑتے ہیں تو جھلاتے ہو اور کہتے ہو کہ انہوں نے مسلمانوں کی مالی حالت تباہ اور برباد کر دی تو جو شخص ملک کا خواستگار ہو جو میزان اکل ہے دنیا کی اس کو عاقل کیسے کہتے ہو جب دو چار سو روپیہ سود بٹے میں کمانے والے کو عاقل نہیں کہتے تو جو شخص لاکھ دو لاکھ روپیہ یا ایک صوبہ یا ملک کی فکر میں ہو اس کو عاقل کیسے کہتے ہو اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی آخر مطلوب تو دونوں کا دنیا ہے تو دونوں میں فرق کیا ہے ایک عاقل کیوں ہے اور دوسرا عاقل کیوں نہیں آگے اس سے ترقی کر کے کہتا ہوں کہ یہ صرف ہمارا ہی دعوی نہیں ہے ان دنیاداروں کے غیر عاقل ہونے کا بلکہ ان کا خود بھی اقرار ہے چنانچہ ان اہل دنیا کا اپنے لئے خود مسلمہ مقولہ ہے جو اکثر زبان زد ہے کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے اور نشہ کی خاصیت ہے کہ عقل کو زائل کر دیتا ہے تو یہ

مسئلہ تمہارا تسلیم کردہ ہے تم خود اقراری مجرم ہو تو اگر کسی شخص کے پاس ایک ہزار روپیہ ہو تو اس میں دس بوتلوں کا نشہ ہوگا تو دس بوتل کے نشہ کے بعد عقل کہاں غرض جب بقول تمہارے ہی جو مہاجن یا ساہوکار دو چار روپیہ تم سے اینٹھنے کی فکر میں ہو اور مال کا تم کو نقصان پہنچائے وہ کم عقل اور تمہارا دشمن اور جو سارے ملک پر قبضہ کرنا چاہے اور تمہارے ایمان کو برباد کرنے کی فکر میں ہو وہ عاقل اور ہمدرد اور خیر خواہ دو چار روپیہ میں اور ملک میں جو نسبت ہے اسی نسبت سے اس کو کم عقل بلکہ اس سے آگے سمجھنا چاہیئے یعنی بد فہم بد عقل بد نیت بد دین وہ کیا مسلمانوں اور اسلام کا خیر خواہ ہو سکتا ہے جب تم خود اپنے دشمن ہو تو وہ کیا تمہارا دوست ہوگا بتائی ہوئی بات اور رنگی ہوئی داڑھی کہیں چھپتی ہے بڑے بڑے لیڈر مسلمانوں نے کیا کچھ اس طاغوت کے ساتھ نہیں کیا حتی کہ مقولے تو ایسے مشہور ہیں کہ ان سے تو کفر تک کی جھلک مارتی ہے اللہ معاف کرے مگر ان میں بعض نے آخر ساتھ چھوڑ دیا جب کہ اس کے اندرونی جذبات ان کو معلوم ہو گئے کہ یہ تو جانی دشمن ہے اسلام اور مسلمانوں کا خیر یہ بھی غنیمت ہے اور سلامتی طبع کی دلیل ہے کہ یہ معلوم ہونے پر تو انہوں نے ساتھ چھوڑ دیا ورنہ ابھی تک ایسے بد عقل اور فاسد دماغ کے بھی لوگ مسلمانوں میں موجود ہیں کہ اس کو خیر خواہ اور ہمدردی سمجھتے ہیں مسلمانو! عقل سے کام لو اپنے دوست اور دشمن کو پہچانو ورنہ پچھتاؤ گے اور اب بھی پچھتا رہے ہو اس لئے کہ جو کچھ نقصان دنیا کا پہنچا وہ تو پہنچا ہی مگر ہزاروں مسلمانوں کے ایمان اس فتنہ کے زمانہ میں تباہ اور برباد ہو گئے جو مصداق ہو گئے

خسر الدنیا والآخرہ

کے۔ توبہ کرو اور اگر کفریہ کلمات نکل گئے ہیں پھر تجدید ایمان کرو اور اپنے اللہ کی یاد کرو اور جو کچھ اپنی حاجتیں اور ضرورتیں ہیں ان کے ہی سامنے پیش کرو اس ہی دربار سے فضل ہوگا وہی تم کو سب کچھ عطا فرمادیں گے ایسا کر کے تو دیکھو اگر اعتقاد سے نہیں تو بطور امتحان ہی سہی بت پرستی تو کر کے دیکھ لی ہزاروں کو خدا بنا کر دیکھ لیا اب ذرا اس طرف بھی ناک ماتھا رگڑ کر دیکھ لو آخر حرج ہی کیا ہے مقصود تو فلاح اور بہبود ہے تو جیسے اور تدابیر اپنے مقصود کی کامیابی کے لئے اختیار کیں منجملہ اوروں کے ایک تدبیر یہ بھی سہی کہ خدا کو راضی کر کے بھی دیکھ لو آخر اسی تدبیر سے کیوں اعراض ہے بات کیا ہے اجی

ایک مریض ہے وہ صحت کا طالب ہے تو طبیب سے ڈاکٹر سے علاج کراتا ہے ایک شخص کہتا ہے کہ میاں ہمارے پاس ایک تعویذ ہے ذرا اس کو بھی باندھ کر دیکھ لو دیکھو تو کیا ہوتا ہے میاں مرض کے دور ہونے سے غرض ہے تو اس تدبیر میں کیا تم کو ہوا نظر آتا ہے اس سے کیوں وحشت ہے اور اگر اپنی نافرمانیوں کی کثرت پر نظر کر کے مایوسی ہو تو سمجھ لو کہ ان کی وہ شان رحمت ہے کہ ایک شخص بت کے سامنے بیٹھا ہوا صنم صنم رٹ رہا تھا۔ ایک مرتبہ بلا قصد بھولے سے صمد نکل گیا فوراً آواز آئی لبیک یا عبدی لبیک بندے کو کیا چاہیے میں موجود ہوں بس سنتے ہی اس شخص نے اس بت کے ایک لات ماری اور یہ کہا کہ کمبخت ساری عمر تیری پرستش میں ختم کردی مگر کبھی بھی کچھ نہ ہوا آج بھولے سے اپنے حقیقی رب کا نام نکل گیا فوراً جواب آیا تو حضرت ان کی تو شان ہی اور ہے کیوں اپنے پیدا کنندہ سے اعراض کرتے ہو اس کے سوا اور کوئی نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان ان ہی سے طلب کرو وہی حاجت روائی کریں گے ان کی ایک سیکنڈ اور ایک منٹ کی رحمت تم کو مالا مال کردے گی ذرا آؤ تو سہی بھاگتے کیوں ہو اور اگر اسلام کی قیود سے گھبراتے ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجازی باشاہی کے قوانین کو دیکھ لیجئے اس میں کیا قیود ہیں آخر ان کی پابندی کرتے ہی ہو اور اگر ایسا ہی گھبرانا ہے تو کھانے کی پابندی بھی تو ایک قید ہے اس پر ممکن ہے کوئی بیدار مغز یہ فرمائیں کہ اس پر تو زندگانی دنیا کا مدار ہے یہ قید کیسے چھوڑی جاسکتی ہے بس یہی ہم کہتے ہیں کہ جب اس کو اس لئے نہیں چھوڑتے کہ اس پر مدار حیات ہے اور یہ زندگانی دنیا کے اسباب میں سے ہے تو وہ چیزیں کیسے چھوڑدیں جن پر مدار ہے حیات آخرت کا زندگانی دائمی کا دنیا سے صبر کیوں نہیں آخرت سے صبر کیوں ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

ایکہ صبرت نیست از فرزند وزن	صبر چوں داری زرب ذوالمنن
ایکہ صبرت نیست از دنیائے دوں	صبر چوں داری ز نعم الماہدون

(اے مخاطب! مجھ کو بال بچوں بغیر تو صبر آتا نہیں، پھر حق تعالیٰ سے بے تعلقی کی حالت میں کس طرح صبر آتا ہے اور تجھ کو کمینی دنیا کے بغیر صبر نہیں آتا تو حق تعالیٰ کے بغیر کیونکر صبر آتا ہے۔)

اور اس توجہ و تعلق مع اللہ کا بس ایک ہی طریق ہے وہ یہ کہ قلب کو دوسروں سے خالی

کرو پھر سب کچھ ہوسکتا ہے مگر خالی کرنے کے متعلق اس کا انتظار غلطی ہے کہ پہلے دنیا سے یادنیا کے تعلقات سے قلب کو خالی کرلیں پھر تب یاد الٰہی میں مشغول ہوں گے اس کی صحیح تدبیر یہ ہے کہ کام شروع کردو اس سے وہ آپ سے آپ خالی ہوتا رہے گا مگر کام کا موثر ہونا ہے محبت سے ہوتا ہے اس لئے پہلے حق تعالیٰ سے محبت پیدا کرو اور محبت پیدا کرنے کا طریق یہ ہے کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کرو ان کی صحبت سے قلب میں ایک آگ پیدا ہوگی جو سب ماسوا کو فنا کردے گی اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت　　　ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(عشق وہ آگ ہے جب یہ بھڑکتی ہے تو معشوق کے سوا سب کو جلا پھونک دیتی ہے)

اور اگر اس تدبیر مذکور سے قلب کو خالی نہ کیا بلکہ تعلق مع اللہ کیساتھ ماسوی اللہ کے تعلقات مانعہ کو بھی جمع رکھنا چاہا تو سمجھ لو کہ قلب کیا ہوا مراد آباد اسٹیشن کا اسلامی مسافر خانہ ہوا کہ نگینہ والے بھی اس میں ہیں بچھراؤں والے بھی اس میں ہیں بریلی والے بھی سہارن پور والے بھی غرض قلب کیا سرائے ہے جس کو دیکھو وہاں پر موجود ہے اور سب کا دارالقیام بنا ہوا ہے پس ہر مقصود کو اس کے صحیح طریقہ سے حاصل کرو۔

خالص مذہبی کام پرکھنے کا عجیب اصول

(ملفوظ ۱۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جو کام خالص مذہبی ہو گا اس کی طرف اولاً اہل دنیا کو رغبت نہ ہوگی پس جس کام کی طرف اولاً اہل دنیا متوجہ ہوں وہ خالص مذہبی نہیں اور جس کی طرف اولاً اہل دین اہل تقویٰ متوجہ ہوں وہ خالص مذہبی اور خالص دین ہوگا اس معیار پر یہ تحریکات خالص مذہبی اور دینی تحریکات نہ تھیں کیونکہ زیادہ اور غالب اس میں ایسے ہی طالب دنیا تھے جن کی نیت زیادہ اغراض دنیویہ کی تھی دین کی خدمت مقصود نہ تھی "الاماشاء اللہ" یہی وجہ تھی کہ کسی کام میں نور نہ تھا خیر و برکت نہ تھی زمانہ فتنہ ارتداد میں میرا ایک وعظ انچولی ضلع میرٹھ ہوا تھا بعضے دیہات میں راجپوت مسلمان شدہ ہونے والے تھے اس وعظ میں ان لوگوں کو خصوصیت سے بلایا گیا تھا۔ اس تقریر میں نے اس کے متعلق بھی ایک مضمون بیان کیا تھا وہ مضمون یہ تھا کہ ان تحریکات میں شرکت کرنیوالوں نے فتنہ ارتداد کے زمانہ میں ایک

مضمون بیان کیا تھا وہ مضمون یہ تھا کہ ان تحریکات میں شرکت کرنیوالوں نے فتنہ ارتداد کے زمانہ میں بذریعہ اشتہار یہ اعلان کیا تھا کہ یہ تحریک خالص مذہبی تحریک ہے اس لئے اس میں ہر شخص اور ہر طبقے کے لوگوں کو شریک ہونا چاہیئے تو اس سے صاف اس کا اقرار نکلا کہ دوسری تحریکات خالص مذہبی نہ تھیں۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔ غرض خالص مذہبی اور دینی تحریک میں اہل دنیا شرکت نہیں کرتے ہاں نخالص تحریک اگر ہو تو اس میں وہ بھی شریک ہو جاتے ہیں اور یہ نخالص وہ نہیں جس کو گاؤں والے استعمال کرتے ہیں کہ یہ گھی نخالص ہے کیونکہ ان کا مقصود تو خالص بتلانا ہے مگر وہ خالص کو نخالص بولتے ہیں سو یہ تحریکات ایسی نخالص تھیں بلکہ بمعنیٰ غیر خالص تھیں یہ تھی وہ تحریک جس میں شرکت نہ رکھنے والوں کو فاسق فاجر کہا جاتا تھا اور اس تحریک کو فرض وواجب کہا جاتا تھا پس اس کے متعلق بھی میں نے بسط کیساتھ بیان کیا اس میں یہ بھی کہا کہ قاعدہ عقلیہ و نقلیہ ہے کہ جو تحریک مرکب ہو اسلامی اور غیر اسلامی سے وہ کبھی خالص اسلامی تحریک نہیں ہو سکتی اور نہ اس کو فرض وواجب کہا جا سکتا ہے۔

اس تحریک کے اجزا کو دیکھنے سے وہ اسی رنگ کی ثابت ہوئی ہے اور یہ بھی کہا کہ تم دوسروں کی ترقی کو دیکھ کر کیوں للچاتے ہو تم کو تو اتنی بڑی دولت سے نوازا گیا ہے کہ جسکے سامنے تمام دنیا و مافیہا گرد ہیں وہ دولت ایمان کی ہے اگر تمام عالم کی حکومت بھی کسی کے ہاتھ آجائے مگر اس دولت کے سامنے محض بے حقیقت ہے سو اس ناپائیدار اور فانی گندی دنیا کے نسبت تو مسلمانوں کی یہ شان ہونا چاہیئے۔

اے دل آں بہ خراب از مے گلگوں باشی   بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

(اے دل بہتر یہی ہے کہ (عشق حقیقی کی شراب سے تو مست رہے اور بغیر خزانہ اور روپیہ پیسہ کے بذریعہ صفت استغناء کے قارون یہ بھی زیادہ تجھ کو عزت حاصل ہو ۱۲۔)

تو حضرت اس دولت ایمان کے مقابلہ میں یہ دنیا مردار ناپائیدار اور اس کی ترقی ہے ہی کیا بلا اور میں ترقی کو منع نہیں کرتا ترقی کرو مگر طریقہ کار وہ اختیار کرو جو مشروع ہو اس میں دنیوی کامیابی بھی انشاءاللہ سامنے دست بستہ کھڑی ہے اور اگر خدانخواستہ یہ نہیں تو پھر ہم یہی کہیں گے کہ کس کے پیچھے اپنی عمر عزیز کو کھوتے ہو یہ کبھی وفا نہیں کر سکتی ہزاروں لاکھوں اس گرداب میں پھنس کر غرق ہو چکے اور

خسر الدنیا والاخرۃ

کا مصداق بن چکے اور عذاب الٰہی کو اپنی گردنوں پر لے گئے فرعون نے کیا تھوڑی ترقی کی نمرود نے شداد نے قارون نے کیا کچھ کسر اٹھار کھی آخرت کو برباد کیا دنیا کو حاصل کیا نتیجہ جو کچھ ہے سامنے ہے خود تم ہی اسلامی حیثیت سے ان ترقی یافتوں کی ترقی کو مردود کہتے ہو اور ساتھ ہی ان کو بھی کہتے ہو جس کی اصل یہی ہے کہ ان کو وہ ترقی یافتوں کی ترقی کو مردود کہتے ہو اور اس ساتھ ہی ان کو بھی کہتے ہو جس کی اصل یہی ہے کہ ان کو وہ ترقی حدود سے تجاوز کر کے حاصل ہوئی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ان کا طریقہ کار تھا اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ہر ترقی محمود نہیں۔ ایک نظیر مادیات میں پیش کرتا ہوں اگر ہر ترقی محمود ہے تو بعض اوقات انسان کے جسم پر بوجہ مرض کے ورم آ جاتا ہے جس سے اس کی فربھی بڑھ جاتی ہے تو اس کو مذموم کیوں سمجھتے ہو اور طبیب اور ڈاکٹروں سے اس کے ازالہ کی کیوں درخواست کرتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ ہر ترقی محمود نہیں بلکہ اس کے اصول ہیں حدود ہیں چنانچہ اس مبحوث عنہ ترقی کے بھی کچھ اصول شرعی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ مذہب اسلام میں جو ایک حصہ سیاسیات کا ہے وہ مدون ہے اس تدوین کی موافق اس کو اختیار کرو وہ بہت کافی ہے اور وہ خالص مذہبی سیاست ہے اس میں گڑبڑ کرنے سے اور کتر بیونت سے کام لینا جائز نہیں جیسا کہ آج کل کے طبائع میں یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ ہر جگہ اپنی رائے کو دخل دینا چاہتے ہیں اور اس دخل سے احکام میں نہ کوئی تغیر ہو سکتا ہے نہ احکام کو اس سے کوئی مضرت بلکہ اپنا ہی ضرر ہے۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی مریض طبیب کے پاس جائے طبیب نبض دیکھ کر نسخہ تجویز کر کے یہ گھر آ کر اس نسخہ میں کتر بیونت کرے تو اس سے فن اور نسخہ کا کیا ضرر۔ ضرر تو اس کا ہے اور جیسا کہ آجکل مرض ہو رہا ہے کہ احکام میں رائے دیکھ کر اپنی مرضی کے مسائل گھڑ لیتے ہیں اس عمل کی اس سے زیادہ وقعت نہیں جیسے چند ڈاکو جمع ہو کر اور ڈکیتی کی دفعہ کو جو تعزیرات ہند میں جرم ہے اس کے متعلق یہ پاس کر لیں کہ ہم اس دفعہ کو منسوخ یا اس میں اپنی مرضی کے موافق تاویل کر کے ڈاکہ کو جائز سمجھتے ہیں تو اسکا جو جواب عدالت سے ان لوگوں کو ملیگا وہی جو ہم تمہارے اس عمل کا دینگے بلکہ دینے سے پہلے ہی وہ جواب ہماری طرف سے سمجھ لیا جائے اب یہ سن کر تو

آنکھیں کھلی ہونگی کہ تمہارے اس عمل کا درجہ احکام اسلام کے مقابلہ میں ہے کیا تمہاری رائے ہی کیا اور تمہاری عقل ہی کیا اور ہو کس شمار میں چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ تمہاری حقیقت اس باب میں ان کیڑوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جو خرد بین کے ذریعہ پانی کے اندر نظر آتے ہیں وہ اگر آپ ہی کے سامنے کھڑے ہو کر کہیں کہ فلاں قانون یا فلاں صنعت میں جو آپ کی یہ رائے ہے قابل تسلیم نہیں تو جو جواب ان کو دو گے وہی ہماری طرف سے احکام کے مقابلہ میں اپنی رائے کے متعلق سمجھ لیا جائے اور جب احکام کی علو شان اور اپنی عقل کی نارسائی معلوم ہو گئی تو اب مولویوں پر یہ الزام کہ ان کو احکام کے اسرار اور راز معلوم نہیں سراسر غلط ہے اس لئے کہ یہ قانون ساز نہیں جس کے لئے اسرار کا معلوم ہونا لازم ہے بلکہ قانون داں ہیں جس کے لئے علم اسرار لازم نہیں اس کو تو آپ بھی تسلیم کریں گے کہ اگر کسی وکیل سے تعزیرات ہند کی کسی دفعہ کے متعلق سوال کیا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے اگر وہ اپنے فن سے واقف ہے اور اس میں ماہر ہو گا یہ ہی جواب دے گا کہ میرے ذمہ اس کا جواب نہیں اس لئے کہ میں واضع قوانین یعنی قانون ساز نہیں محض قانون داں ہوں یہ حکمت اور اسرار اور لم واضع قوانین سے پوچھو اور اس جواب کو آپ بھی کافی شافی سمجھیں گے۔ اور اس جواب کو ان کی علمی کمی نہ سمجھیں گے تو پھر مولویوں ہی کا ایسے جواب میں کیا قصور ہے یہ تو وکلا اور بیرسٹر بھی نہیں بتلا سکتے بلکہ اگر ان کو معلوم بھی ہو تب بھی تو تم کو کسی قاعدے سے اس سوال کا حق ہے اور اگر کہو گے ہے تو اس کا یہ جواب بالکل معقول ہو گا جس طرح ہم کو حاصل ہوا اسی طرح تم بھی حاصل کرو کسی کی جوتیاں اٹھاؤ دس برس تک کسی کے سامنے زانوئے ادب تہ کرو یوں تھوڑا ہی حاصل ہوتا ہے جیسے ایک خان صاحب کا قصہ ہے کہ ان کو کسی شخص نے بتلا دیا کہ فلاں بزرگ کیمیا جانتے ہیں ان سے حاصل کرو خان صاحب کو اس کی علت تھی گئے جا کر پوچھا کہ تم کیمیا جانتے ہو وہ بزرگ بڑے ظریف تھے کہہ دیا کہ ہاں جانتے ہیں کہا کہ ہم کو بتلا دو کہا نہیں بتلاتے کوئی تمہارے باوا کے نوکر ہیں ہم نے برسوں جاننے والوں کی خدمتیں کیں تکلیفیں اٹھائیں تب جا کر کچھ حاصل ہوا تم بھی مدتوں ہماری جوتیاں سیدھی کرو اگر کبھی مزاج خوش ہو گا بتلا دیں گے خان صاحب بیچارے چپ رہ گئے پھر کھانے کا وقت آیا جنگلی پتوں کی بھجیا خان صاحب کے سامنے

رکھی گئی بہت کوشش کی کہ حلق سے نیچے اترے مگر وہ کہاں اترنیوالی تھی خان صاحب نے کہا کہ یہ تو میں نہیں کہا سکتا نہ میرے بس کی ہے وہ بزرگ بولے کہ بس اس ہی بوتے پر گھر سے کیمیا سیکھنے چلے تھے یہ تو اس کی پہلی منزل ہے اس سے آگے ہزاروں اس سے بھی بڑھ کر منزلیں ہیں ان سب کو طے کریکے بعد کہیں کیمیا کا پتہ چلے گا۔ خان صاحب بھاگ نکلے پھر ساری عمر کیمیا کا نام نہیں لیا تو صاحب آپ بھی گھر میں بیٹھے ہوئے گدے قالینوں اور کرسیوں میزوں پر استراحت اور آرام فرماتے ہوئے احکام کے حکم اور اسرار پر مطلع ہونا چاہتے ہیں سو یہ بالکل غیر ممکن ہے اس کا یہ طریقہ نہیں ہے نہ اس سے یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ یہ علماء اسرار سے بے خبر ہیں ان میں وہ بھی ہیں کہ ان کو سب کچھ معلوم ہے اس لئے عام طور پر آپ کو اس سمجھنے کا کچھ حق نہیں کہ انہیں کچھ آتا جاتا نہیں اور اگر یہ ہی سمجھ لو تو ان کا کیا نقصان ہے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہو اور دوسرا شخص یہ کہے کہ تیرے پاس تو پائی بھی نہیں تو وہ اور خوش ہوگا کہ اچھا ہے یہی سمجھتا رہے تاکہ میرا مال محفوظ رہے تو اس کا کیا نقصان ہوا یہ تو زیادہ نفع کی صورت ہے اسی طرح ایسے حضرات بھی ہیں کہ ان کو اسرار معلوم بھی ہیں مگر نہیں بتلاتے کسی نے خوب کہا ہے۔

مصلحت نیست کہ از پرہ بردل افتد راز

ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

(اس کا بیان کرنا خلاف مصلحت ہے ورنہ رندوں کی مجلس میں وہ کونسی بات ہے جس کی ان کو خبر نہ ہو ۱۲۔)

آہستہ بولنے سے حضرت کو سخت ایذا

(ملفوظ ۱۲۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک دوسری ایذا ہے کہ اس طرح بولتے ہیں کہ جیسے کوئی والی ملک نواب ہوتے ہیں کیا آواز بھی نہیں نکلتی جب میں سنوں ہی گا نہیں تو جواب کیا خاک دوں گا تم لوگوں کی عقلیں کہاں گئیں آخر میں کم بخت کہاں تک برداشت کروں اور کہاں تک ضبط کروں کوئی حد بھی ہے آپ نے دیکھا میں نے کیسا سیدھا سوال کیا تھا اس کا جواب ندارد اور خود اپنی طرف سے مجذوبوں والی بڑ ہانکتے ہیں اور وہ بھی ایسے طریق سے کہ پورے طور سے کوئی سن ہی نہ سکے یہ

حرکت بھی ایک مرض کے ماتحت ہے وہ مرض کمبخت کبر کا ہے کہ زور سے بولوں گا تو بات کھلے گی ممکن ہے کہ بات ہو بے ڈھنگی تو اتنے لوگوں میں سبکی ہو گی اس لئے آہستہ بولتے ہیں کہ دوسرا کوئی نہ سن لے اور یہ گول مول ہی بات رہ کر معاملہ ایک طرف ہو یہ ہے وہ بناء جو آہستہ بولنے کی دل میں تعلیم دے رہی ہے اور ہاں چادر سے منہ چھپا رکھا ہے جیسے چور ہوتے ہیں ایک تو آپکی آواز ہی بہت بلند ہے اور اوپر سے اس کو چادر سے لپیٹ دیا جس سے وہ اور بھی سمجھ میں نہیں آتی یہ چادر لپیٹ کر منہ ڈھانپ کر بولنا یہ بھی آجکل علامت بزرگی کی ہے کیا کریں ویسے تو آدمیت سے کورے ہیں اس کے چھپانے کے لئے ظاہری ٹیپ ٹاپ بناؤ سنگھار میں بھی رہتے ہیں اور بولنے میں بھی اس کے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں غرض ہر پہلو سے اپنے عیوب کو چھپاتے پھرتے ہیں مگر یہاں آکر قواعد کی برکت سے بحمد اللہ سب راز فاش ہو جاتا ہے مزاحاً فرمایا اور دل قاش (تراشیدہ) ہو جاتا ہے اگر یہ برتاؤ نہ ہو تو اصلاح کیسے ہو۔ اور معلوم نہیں ساری دنیا ہی میں بدفہم لوگوں کی زیادہ آبادی ہے یا میرے ہی حصہ میں چھنٹ چھنٹ کر آتے ہیں کہ کوئی مدرسہ ہے بدفہمی کا کہ اس میں تعلیم پا کر اور سند لیکر آتے ہیں اب اگر کچھ کہتا ہوں تو بدنام ہوتا ہوں اور نہیں کہتا تو اصلاح نہیں ہوتی۔ اور کہنے میں میری کوئی مصلحت تھوڑا ہی ہے۔ انہی بیہودوں کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں کہ یہ آدمی نہیں حیوانیت سے نکلیں اب اس موقع پر معترض حضرات آئیں اور واقعہ مرتب دیکھ کر فیصلہ کریں کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون اور یوں ہی گھر بیٹھے فیصلہ کر دینا کون مشکل ہے مجھ کو بدخلق کہتے ہیں ان موذیوں کے اخلاق حمیدہ کو بھی تو دیکھ لیا کریں۔ اس پر ان صاحب نے عرض کیا کہ میری وجہ سے حضرت کو تکلیف پہنچی میں معافی چاہتا ہوں فرمایا بس مہربانی کر کے چپ ہی رہو اب بھلی زبان کھلی دیکھو کیسے صاف بولے نوابی اور سرداری سب ختم ہو گئی بدون دار و گیر دماغ درست نہیں ہوتا یہ دار و گیر ان لوگوں کی غذا ہے میں ان کی نبضیں خوب پہچانتا ہوں یہ تجربہ کی باتیں ہیں جب یہ حالت ہے تو میں کسی کے کہنے سننے سے اپنے طرز کو کیسے بدل دوں آپ ہی انصاف کریں کہ یہی صاحب تھوڑی دیر پہلے کیا تھے اور چند منٹ میں کیا ہو گئے یہ فرما کر ان صاحب سے دریافت کیا کہ پہلے ہی اس طرح کیوں نہیں بولے تھے عرض کیا قصور ہوا معاف کر دیجئے اب ایسا نہ کرونگا فرمایا یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہوا معاف تو ہے اور آئندہ ایسا کرو گے بھی نہیں مگر اسکا جواب دو کہ

ایسا کیا کیوں اس کا منشا کیا تھا عرض کیا کہ واقعی دل میں یہی بات تھی جو حضرت نے
فرمائی کہ اور لوگ نہ سنیں کبھی مجھ کو بد عقل اور بد تمیز سمجھیں فرمایا لیجئے سن لیجئے پھر
دریافت فرمایا کہ کہیں اس میں تو جھوٹ نہیں بول رہے کہ میری خاطر سے خلاف واقع
کہدیا عرض کیا کہ میں قسم کھاتا ہوں یہ ہی بات تھی فرمایا کہ خیر تمہاری اس سچائی کی وجہ
سے کہ تم نے اپنے مرض کا اقرار کر لیا تم کو خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم کو میں مصلح
کا نام بتلائے دیتا ہوں انسے اپنی اصلاح کراؤ اور میرے پاس ویسے آنیکی اجازت ہے مگر
یہاں پر آکر خاموش بیٹھے رہنا ہوگا مکاتبت مخاطبت کی قطعاً اجازت نہیں ہوگی اور آنے
سے پہلے اجازت حاصل کر لینا ضروری ہوگا کبھی گڑ بڑ کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ تم
پر ایک پرچہ اپنا نام اور پورا پتہ اور اس واقعہ کا اجمالی ذکر اور یہ درخواست کہ مصلح کا پتہ
بتلادیا جائے یہ سب اس پرچہ پر لکھ کر بکس میں ڈال دینا جو سہ دری میں لگا ہے پھر اس
پرچہ کا جیب میں جواب دوں گا جس پر مصلح کا پتہ بھی لکھ دوں گا وہ جواب کا پرچہ اور ایک
اور پرچہ جس میں یہ لکھنا کہ مجھ میں کبر کا مرض ہے اور میں اس کے (یعنی میرے) پاس
گیا تھا اس نے تمہارا پتہ بتلادیا اور مجھ سے یہ غلطی ہوئی تھی یہ سب صاف صاف لکھ کر
تجویز شدہ مصلح کے پاس بھیج دیا پھر وہاں سے جو تعلیم ہو اس پر عمل کرنا اور ان سے بیس
بار خط و کتابت کرنے کے بعد وہ سب خطوط مجھ کو دکھلانا اس کے بعد میں اس کو دیکھ کر
پھر جو تمہارے لئے مناسب ہوگا تجویز کروں گا اس سے قبل مجھ سے اصلاح کے معاملہ
میں خط و کتابت نہ کرنا ہاں اگر کبھی خیریت معلوم کرنے کو جی چاہے اسکی اجازت ہے
مگر یہ شرط ہے کہ اس میں اور کوئی مضمون نہ ہو پھر فرمایا کہ ان کے اقرار کہ نے میرے
دل سے ساری کلفت دھو دی اور فوراً طرز بدل گیا اسپر مجھ کو سخت گیر اور بد اخلاق کہتے
ہیں کیا یہ بد اخلاقی ہے جس کو آپ صاحبوں نے دیکھا۔

۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

بے رحم حکمران قوموں کی مثال

(ملفوظ ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا جو قوم بے رحم اور خود غرض ہو گی ان سے کوئی
خوش نہیں ہوگا کیونکہ وہ اس بے رحمی کیوجہ سے اپنے اغراض کو مقدم رکھیں گے کسی کی

رعایت نہ کریں گے اور اگر کہیں کرینگے بھی تو اس میں بھی اپنی ہی غرض مضمر ہو گی خالص رعایت نہ ہو گی ایک مولوی صاحب نے کہا تھا کہ ہر بے رحم حکمران قومیں دو طرح کی ہیں بعض کی مثال تو دق کی سی ہے جس میں مریض گھل گھل کر ختم ہو جاتا ہے اور دس پانچ برس ٹھہر کر مر جاتا ہے اور بعض کی مثال ہیضہ کی سی ہے چٹ پٹ معاملہ ختم۔

حزب البحر اخلاص سے پڑھنا چاہیئے

(ملفوظ ۱۲۴) فرمایا کہ ایک خط آیا لکھا ہے کہ حزب البحر میں اس وجہ سے نہیں پڑھتا کہ ایک مولوی صاحب نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ میں بھی اسکو چھوڑ نے والا ہوں اور در جہ یہ بیان کی کہ اس نے مجھ کو مفلس بنا دیا اور اس پر فرمایا کہ اکثر لوگ حزب البحر اس لئے پڑھتے ہیں کہ غنا حاصل ہو غنا نہ ہو گا تو چھوڑنے کو تیار ہو گئے خدا معلوم کیسے مولوی ہیں جنکو اتنی بھی سمجھ نہیں آجکل مولوی بھی تو ہزاروں ہو گئے پھر فرمایا کہ میں نے جواب یہ لکھا ہے کہ اس سے افلاس تو نہیں ہوتا لیکن اس نیت سے پڑھنے سے اخلاص بھی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کا نام اخلاص سے لینا چاہیئے۔

قیمتی کپڑوں سے نفرت

(ملفوظ ۱۲۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کپڑے کے مادہ کو زینت میں زیادہ دخل نہیں زیادہ کپڑے کی صورت وہیئت سے زینت ہوتی ہے کپڑا خواہ کتنا ہی قیمتی ہو مگر اس کی ہیئت و تراش تکلف کی نہ ہو گی تو زینت نہ ہو گی مجھ کو قیمتی کپڑے سے نفرت نہیں بلکہ اس کی تراش و خراش سے نفرت ہے اس بناؤ سنوار ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جنٹلمین یا بڑی شان والے ہیں اور یہ شان اور اکڑ کپڑا پہننے والیکے طرز ہی سے معلوم ہو جاتی ہے کہ اس کو اس سے تفاخر مقصود ہے یا نہیں اور یہ تزین و تجمل بھی آج کل کے فیشن میں داخل ہو گیا ہے گو کوٹ پتلون نہ ہو تنہ ہی لباس ہو مگر ہر لباس میں مادہ قلب میں وہی ہے کہ ہر وقت بناؤ سنوار ہو اپنی دیکھ بھال ہو۔ جیسے بازاری عورت جس کو ہر وقت دکانداری ہی کا اہتمام رہتا ہے غرض ہر ہیئت میں تو مادہ قلب میں وہی ہے جو کوٹ پتلون میں ہے جس پر طرز و انداز نمایاں دلالت کرتی ہے اور اسی

دلالت کی فرع ہے کہ ایک ہی چیز کا مادہ ایک شخص میں اور ہے دوسرے میں اور اسی لئے میں جس کے لئے جو مناسب سمجھتا ہوں اس کو وہی تعلیم کرتا ہوں اور ایک کی حالت پر دوسروں کی حالت کو قیاس کرنا سخت نادانی ہے جیسے بعضے لوگ بزرگوں کا لباس دیکھ کر خود بھی اسکی نقل کرنے لگتے ہیں مگر دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ دو شخصوں کا ایک ہی فعل ہو دونوں کی ظاہری ایک ہی صورت ہے مگر زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے مولانا اسی کو فرماتے ہیں

گفت منصور اناالحق گشت مست گفت فرعونے اناالحق گشت پست

(منصور نے اناء الحق کہا تو وہ محبت حق کا مست ہو گیا۔ اور فرعون نے اناالحق کہا تو وہ پست ہوتا چلا گیا ۱۲)

لفظی صورت ایک ظاہر میں دونوں کا دعویٰ ایک مگر ایک مقبول اور ایک مردود۔ اسی وجہ سے مولانا یہ بھی فرماتے ہیں کہ اپنی حالت پر دوسروں کی حالت کو قیاس مت کرو۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(پاک لوگوں کے کاموں پر اپنے کاموں کو قیاس مت کرو۔ (دیکھو شیرا جانور) اور شیر (بمعنی دودھ) ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں مگر دونوں میں حقیقت کے اعتبار سے کسقدر فرق ہے ۱۲۔)

تو اہل اللہ اور خاصاں حق کا کھانا پہننا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا ہنسنا رونا بولنا خاموش رہنا سب اللہ ہی کے واسطے ہوتا ہے اور

قل انی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین

کا مصداق ہوتا ہے ان کے اچھے لباس کو دیکھ کر ان کے سامان کو دیکھ کر نہ ان پر معترض ہو نہ ہر موقع پر ان کی نقل کرو۔ اسی بناء پر جس کے لئے جو مناسب سمجھتا ہوں تعلیم کرتا ہوں سب کو ایک لکڑی نہیں ہانکتا۔ اور یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ کسی نعمت کا استعمال مذموم اور برا نہیں جس قدر اس کی طرف درجہ مقصودیت میں التفات کا رہنا برا ہے اس لیے کہ ایسا التفات تو منعم کی طرف ہونا چاہیئے۔

کامل کی صحبت اکسیر ہے

(ملفوظ ۱۲۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میرے یہاں تو الحمد اللہ طالب کی حالت کو دیکھ کر اور اس کی ہر بات اور مصلحت پر نظر کر کے تعلیم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض بدفہم سمجھتے ہیں کہ ٹالتا ہے اور یہ اس لئے کہ خوگر تو دوسرے طرز کے ہیں وہ رنگ نہیں دیکھتے ہیں تو شبہات کرتے ہیں۔ آجتک بچاروں نے بزرگی کی اور ہی قسمیں سنیں ہیں جو باتیں یہاں ہیں میں وہ کہاں کانوں میں پڑی ہیں۔ یہاں عرفی بزرگی اور ڈھونگ اور کود پھاند شور وغل اینٹھ مروڑ اچھلنا کودنا کچھ نہیں صرف دوہی چیزیں ہیں یعنی اعمال واجبہ کی ظاہری اور ان کی باطنی بس یہاں صرف یہی ہے اور یہی اصل بھی ہے اور اس کی تحصیل کے لئے مجاہدات اور ریاضات کئے جاتے ہیں کہ اعمال واجبہ کا قلب میں رسوخ ہو جائے بس صرف یہی مقصود ہے اسی کے لئے ضرورت ہے شیخ کامل کی تاکہ اس کی صحبت اور تعلیم پر عمل کرنے سے یہ اعمال واجبہ راسخ ہو جائیں۔ کامل ہی کی صحبت اس کے لئے شرط اور اکسیر ہے کیونکہ وہ اس راہ سے گذر چکا ہے وہ اس راہ کا واقف کار ہے اس کے پاس جاؤ اس سے تعلق پیدا کرو انشاء اللہ لوہے سے سونا بن جاؤ گے پتھر سے لعل ہو جاؤ گے مولانا اسی کو فرماتے ہیں۔

گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی

نفس نتواں کشت الاظل پیر دامن آں نفس کش راسخت گیر

(اگر تم سنگ خارا یا سنگ مرمر بھی ہو۔ اگر صاحبدل کے پاس پہنچ جاؤ گے تو موتی بن جاؤ گے پیر کے سایہ کے بغیر نفس نہیں مرتا۔ لہذا اس نفس کو مارنے والے کا دامن خوب مضبوط پکڑ لو)

لیکن اس اثر کے لئے ایک اور بھی شرط ہے وہ یہ کہ اس صحبت کے کچھ آداب ہیں ان کو پورا کرو جن کا خلاصہ مولانا فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو پیش مردے کاملے پامال شو

پامالی کی تفسیر یہ ہے کہ تم اپنے حالات سے اس کو آگاہ کرو اور اپنا کچا چٹھا بیان کر ڈالو اس پر وہ مناسب تعلیم دیگا کبھی آپریشن کی ضرورت بھی ہوگی۔ ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوگی سب کچھ سننا پڑیگا اور اگر کہیں اس پر دل میں کدورت اور ناگواری پیدا ہوئی تو بس محرومی رہے گی اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

گر بهتر زخمے تو پر کینہ شوی پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

اس راہ میں قدم رکھنے سے قبل سب باتوں کے لئے تیار رہنے کی ضرورت ہے اس طریق میں فنا و ذلت کو سر رکھ کر ہر قسم کی جاہ اور عزت کو خیر باد کہہ کر آنا چاہیئے پھر کامیابی ہی کامیابی ہے اور یہ سب اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے ہونے کی ضرورت ہے جس کو فرماتے ہیں۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

(وصل لیلے کی راہ میں جان کو بہت سے خطرات تو ہیں ہی مگر اول قدم رکھنے کی شرط یہ ہے کہ مجنون ہو)

اور ایک دو دن کے لئے نہیں بلکہ ساری عمر کے لئے تیاری کر کے قدم رکھنے کی ضرورت ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش و می خراش تادم آخر دمے فارغ مباش

(راہ سلوک میں بہت تراش خراش ہیں لہذا آخر دم تک ایک دم کے لئے فارغ نہ ہو بلکہ کام میں لگے رہو)

اگر کسی قدم پر پہنچ کر بھی بھاگ نکلا اور برداشت نہ کر سکا تو بس ناکامی ہے تو ایسی حالت میں اس راہ میں قدم رکھنا ہی عبث اور فضول ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

تو بیک زخمے گریزانی زعشق تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

(تو ایک زخم کھا کر عشق سے بھاگتا ہے تو بجز نام کے عشق کی حقیقت کو جانتا ہی نہیں)

اور جس نے اس راہ میں صدق اور خلوص سے قدم رکھا تو اس کے لئے سب آسان کر دیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ہم کو مشکل معلوم ہو کیوں کہ مشکل ہمارے لئے ہے۔ ان کے لئے تو سب آسان ہے وہ صرف ہمارے صدق خلوص اور طلب کو دیکھتے ہیں پھر سب کام وہ خود ہی کر دیتے ہیں بس ہمت سے چل کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف وار می باید دوید

(اگرچہ بظاہر دنیا کے علائق سے نکلنے کے لئے کوئی راہ نظر نہیں آتی مگر تجھ کو چاہیئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح چلنا شروع کر دے انشاء اللہ مدد خداوندی تیری دستگیری فرمادیگی)

مطلب یہ ہے کہ تمام حجابات اور جو چیزیں اس راہ میں منزل مقصود تک پہنچنے میں موانع ہیں وہ سب کو دفع فرمادیتے ہیں کیونکہ وہ حقیقی موانع ہی نہیں ورنہ ان کے ہوتے ہوئے عبد وصول کا مکلف نہ ہوتا محض خیال ہی خیال ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست   جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست

(اے خلیل اللہ یہاں آگ اور دھواں کچھ نہیں ہے یہ صرف نمرود کا جادو اور دھوکہ ہے۔)

اور اگر بفرض محال مشکلات بھی ہوں تو وہ ہمارے ہی نزدیک تو مشکلات ہیں ان کے نزدیک کیا مشکل اور کیا دشوار سب آسان ہے اسی کو فرماتے ہیں

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست   با کریماں کارہا دشوار نیست

یہ مت کہو کہ ہماری اس شاہ تک رسائی کہاں ہے کیونکہ کریموں کوئی کام دشوار نہیں ہے وہ تو خود تم کو اپنی طرف جذب فرمالیں گے)

اور یوں تو دشوار کا آسان ہونا درحقیقت ان کی قدرت اور تصرف سے ہے کسی اسباب ہی کی ضرورت نہیں۔ مگر بظاہر عالم اسباب میں تسلی طالب کے لئے اس کا ایک سبب عادی بھی ہے اور وہ عشق و محبت ہے کہ طالب صادق کو اول یہ عطا ہوتی ہے پھر اس عشق و محبت کی بدولت سخت سے سخت دشوار کام سہل معلوم ہونے لگتا ہے جو عاشق ہوگا وہ کبھی مایوس ہو کر نہیں بیٹھتا دیکھئے ایک مردار کنیا فاحشہ کے عشق میں انسان کیسے کیسے مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے اور وہ تو محبوب حقیقی ہیں ان کی تلاش میں ان کی راہ میں تو جس قدر مشکلات کا بھی سامنا ہو اور دشوار گزار گھاٹیوں کو طے کرنا پڑے ان کی حقیقت ہی کیا ہے مجنوں ہی کا قصہ دیکھ لیجئے کہ لیلیٰ کے عشق میں کیا کچھ گوارا نہیں کیا حضرت ادہم اس عشق ہی کی قوت سے موتی کی تلاش میں سمندر کھینچنے پر تیار ہوگئے تیار کیا معنی سینچنا شروع کر دیا ظاہر ہے کہ اگر اپنی ساری عمر بھی ختم کر دیتے تب بھی دریا کو نہ سینچ سکتے مگر ہمت کی برکت سے اس طرف سے امداد ہوئی سب آسان ہو گیا تو جب ان مجازی عاشقوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو کیا اپنے عاشق صادق کی نصرت اور امداد نہ فرمائیں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے اور کیا اس عشق حقیقی کا درجہ اس مجازی سے بھی کم ہے اسی لئے فرماتے ہیں۔

عشق مولےٰ کے کم از لیلیٰ بود   گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

(حق تعالیٰ کا عشق لیلےٰ کے عشق سے کب کم ہونا چاہیئے مرضیٔ حق کے آگے مثل گیند کے ہوتا زیادہ اولیٰ ہے کہ بلے نے جدھر پھینک دیا ادھر ہی چلی جاتی ہے۔)
مگر کامیابی کی شرط وہی ہے جو اوپر عرض کی گئی ہے کہ

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں ۔۔۔۔ شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

اور یہ عشق ہی وہ چیز ہے کہ سب کو فنا کر دیتا ہے سوائے محبوب کے اور کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتا اسی کو فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ۔۔۔۔ ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

گلزار ابراہیم میں اسی کا ترجمہ ہے۔

عشق کی آتش ہے ایسی بدبلا ۔۔۔۔ دے سوا معشوق کے سب کو جلا

باقی اس محبت کے پیدا کرنے کا طریق میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اہل اللہ کی محبت اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو ان کی محبت و صحبت کی برکت سے انشاء اللہ دل میں عشق و محبت کی آگ پیدا ہو جائے گی اور بدون اس کے تو کامیابی مشکل ہے ان کی صحبت سے وہ کیفیت قلب میں پیدا ہو جائے گی کہ اس کے بعد بزبان حال یہ کہنے لگو گے۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ۔۔۔۔ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(آپ کے تلوار سے ہلاک ہوتا خدا کرے دشمن کے نصیب میں نہ ہو۔ دوستوں کا سر سلامت ہے جب چاہیں خنجر آزمائی فرمالیں۔)

مناظرہ کو پسند نہ فرمانے کا سبب

(ملفوظ ۱۲۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جب مخاطب میں فہم نہیں ہوتا تو خطاب میں بڑی ہی کلفت ہوتی ہے تو اسی وجہ سے آجکل مناظرہ کرنے کو پسند نہیں کرتا کہ اکثر غیر فہیم مخاطب سے سابقہ پڑتا ہے مگر ضرورت اس سے مستثنیٰ ہے چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بضرورت اہل زیغ (کج فہموں) سے تحریری گفتگو بھی فرمائی ہے سر سید کے جواب میں بھی رسالہ تحریر فرمایا ہے سر سید نے اپنی ایک تحریر میں کسی شخص کے اس استفسار کے جواب میں کہ کسی عالم کو تمہارے سمجھانے کے لئے آمادہ کیا جائے یہ شعر لکھا تھا

حضرت ناسخ جو آئیں دیدہ ودل فرش راہ کوئی ہم کو یہ سمجھادے کہ سمجھائیں گے کیا
جب مولانا کو وہ تحریر دکھلائی گئی تو مولانا نے جواب کیساتھ اسی غزل کا یہ شعر لکھا
بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائینگے کیا

پھر فرمایا کہ پہلے مجھ کو مناظرہ سے بہت ہی شوق تھا ویسی ہی اب نفرت ہے اس زمانہ شوق میں ایک عیسائی لکچرار دیو بند میں آیا کرتا تھا میں اس وقت مدرسہ میں پڑھاتا تھا ایک مرتبہ وہ آکر مدرسہ کے قریب تقریر کرنے لگا۔ طلبہ کا اور اہل قصبہ کا بڑا مجمع ہو گیا وہ عیسائی کھڑا ہوا اور ہاتھ میں انجیل لیکر حاضرین کو دکھا کر پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ مقصود یہ تھا کہ اگر یہ جواب ملا کہ یہ انجیل ہے تو یہ چونکہ مسلمان انجیل کو مانتے ہیں تو ان پر حجت ہو جائیگی۔ اب اس پر مستقل گفتگو ہو گی کہ مجیب کہے گا کہ یہ منسوخ ہے وہ کہے گا غیر منسوخ ہے ابھی جواب نہیں دیا گیا تھا کہ حکیم مشتاق احمد صاحب رکن مدرسہ آگئے اور طلبہ سے کہا کہ تم ہٹو یہ تمہارا کام نہیں ایسے جاہلوں سے مناظرہ کرنا ہمارا کام ہے۔ اس کے بعد اس سے فرمایا کہ میاں میں تمہارا جواب دوں گا۔ پوچھو کیا پوچھتے ہو اس نے بڑے زور سے کہا کہ یہ میرے ہاتھ میں کیا ہے وہی انجیل ہاتھ میں لے رہا تھا انہوں نے فرمایا کہ یہ ہے کدو۔ اس نے اس پر برہم ہو کر کہا کہ تم بڑے گستاخ ہو فرمایا گستاخی کی کون سی بات ہے ہماری تو یہ ہی سمجھ میں آیا تم سے کہہ دیا اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ تحریف کے بعد یہ کتاب اللہ نہیں جیسے کدو کتاب اللہ نہیں تو آجکل مناظروں میں اس قسم کے سوال اور جواب ہوتے ہیں اب صورت میں سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ نہیں ہوتا جب تک مخاطب میں فہم نہ ہو گفتگو کرنا لاحاصل ہے اور یہ تو مناظرہ ہے جو اکثر فضول ہوتا ہے میں تو مسائل کے جواب میں بھی مسائل کی حیثیت کے موافق جواب دیتا ہوں گو اس سوال کا جواب نہ ہو چنانچہ ایک بار ایک صاحب نے مجھ سے مسئلہ پوچھا تھا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا ایک بھتیجا ایک بھتیجی چھوڑے میراث کا کیا حکم ہے میں نے جواب دیا کہ بھتیجا میراث پائیگا۔ بھتیجی کو کچھ نہ ملیگا اس پر اس نے سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ وہ پٹواری تھے میں نے کہا کہ بستہ پٹوار گیری کا تو طاق میں رکھو اور طالب علمی شروع کرو تین برس کے بعد اس سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو گی اس کی کیا وجہ اب بتلایئے ایسے بدفہم اور بدعقل لوگوں کا بجز

اس کے کیا علاج؟

جہل اور حسد کے مفاسد

(ملفوظ ۱۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا اللہ بچائے جہل اور حسد سے یہ دونوں بڑی ہی بری بلا ہیں آدمی کو اندھا بنا دیتی ہیں حق ناحق کی کچھ تمیز نہیں رہتی جو جی میں آیا کر لیا جو منہ میں آیا بک دیا بہشتی زیور پر اسی کی بدولت اعتراض کئے گئے بعض مقامات میں تو اس کو جلایا گیا میں نے سن کر کہا کہ یہ امام غزالی علیہ الرحمۃ کی سنت ہے جو مجھ کو نصیب ہوئی ان پر بھی الزامات لگائے گئے اور اس کا سبب احیاء العلوم کتاب تھی اس وقت کے بہت علماء نے آپ پر کفر کا فتویٰ دیا احیاء العلوم جلائی گئی وجہ یہ کہ احیاء العلوم میں ہر طبقے کے لوگوں کی غلطیاں بیان کر کے اصلاح کی گئی تھی ان کو متنبہ کیا گیا تھا بس یہی آپ کی دشمنی کا سبب تھا۔ ایسے لوگ ہمیشہ مصلح کے درپے ہوتے آئے ہیں اس لئے کہ وہ مصلح ایسے لوگوں کے ڈھونگ اور مکروفریب سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے بس یہی دشمنی ہے پھر جب آدمی کسی کے درپے ہو جاتا ہے تو پھر اس کی نظر میں دوسرے کے کمالات بھی عیب بن جاتے ہیں۔ اور بیچارے علماء اور بزرگ تو کیا چیز ہیں اور کس شمار میں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے دشمنی کا سبب صرف یہی ارشاد و ہدایت ہو اور نہ کیا وہاں کوئی ملک یا باغ یا مکانات کی تقسیم ہو رہی تھی یا نعوذ باللہ انبیاء مال وجاہ کے طالب تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو خود کفار عرب نے جاہ و مال پیش کیا اور خدمت میں جا کر عرض کیا کہ اگر آپ کو حکومت کی ضرورت ہے تم ہم سب آپ کو اپنا بادشاہ اور سردار بنانے کو تیار ہیں اگر مال کی ضرورت ہے تو ہم سب اپنی جائیداد اور نقد سب پیش کرنے کو تیار ہیں۔ اگر خوبصورت لڑکیاں آپ چاہتے ہیں تو تمام عرب میں سے جنکو آپ پسند کریں نکاح کر سکتے ہیں مگر ہمارے لات و عزیٰ کو برا نہ کہیئے آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں نہ اس کی خواہش۔ میں کلمۃ الحق کا ضرور اعلان کروں گا اور تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم ایک پیدا کنندہ پر ایمان لاؤ اپنی حاجت اس سے طلب کرو اسی ہی کی بندگی اور عبادت کرو وہی قابل پرستش ہے۔ غرض مصلحین سے مخالفت کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ سے اہل حق کے ساتھ اہل باطل یہی برتاؤ کرتے

آتے ہیں۔ مجھ کو اس کی کوئی شکایت نہیں جو چاہیں کریں جو جی میں آئے کہیں مگر میں اپنے مسلک اور طرز اصلاح کو نہیں چھوڑ سکتا اور یہ کچھ اصلاح ہی پر موقوف نہیں جب چار آدمیوں میں کسی کی شہرت ہوئی ہر چہار طرف سے بغض و حسد عداوت و دشمنی کی بوچھاڑ پڑنے لگتی ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں

ششمہا و خشمہا و رشکہا　　　بر عرت ریزد چو آب از مشکہا

(نظریں اور غصے اور رشک تیرے سر پر اس طرح گریں گے جیسے مشک سے پانی گرتا ہے)

مگر مصلح کو حق تعالیٰ توفیق و ہمت دیدیتے ہیں جس سے وہ یہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ حالت تو ہوتی ہی رہتی ہے لیکن جب اوکھلی میں دیا سر پھر موسلوں کا کیا ڈر اس لئے ان باتوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ کسی کی پروا نہیں کرتا اس کو اپنے خیال سے کوئی نہیں ہٹا سکتا کہنے کی بات نہ تھی مگر تحقیق کی ضرورت سے کہتا ہوں کہ وہ مامور ہوتا ہے اس کا منصب ہوتا ہے اگر وہ اس میں ذرا ڈھیل سے کام لے اس کی گردن ناپ دیجانے اس لئے وہ معذور ہے ارشاد خلق اس کے سپرد ہے اس کا فرض منصبی ہے اور وہ کسی چیز کا طالب نہیں ہوتا وہ تو صرف ایک ہی چیز کا طالب ہے ایک ہی چیز اس کے پیش نظر ہے وہ چیز کیا ہے تعلق مع اللہ، اسی بنیاد پر اس کے سب اقوال و افعال مبنی ہیں اب اس کے بعد اگر تمام عالم اس کو اس سے ہٹائے وہ نہیں ہٹ سکتا اور ہٹنے کی وجہ ہی کیا اس کی فناء اور استغناء کی تو یہ شان ہے جس کو فرماتے ہیں

ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم　　　دستار نداریم غم پیچ نداریم

اس کے قلب میں ایک ایسی چیز رکھ دی گئی ہے کہ وہ سب ماسوا کو فنا کر دیتی ہے جس سے اس کی یہ شان ہوتی ہے۔

ایدل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی　　　بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

(ہمارے پاس کچھ نہیں ہے لہذا ہم کو کسی چیز کا فکر بھی نہیں ہے نہ ہم پگڑی رکھتے ہیں نہ اس کے پیچ کی فکر ہم کو ہے ۱۲۔ اے دل یہی مناسب ہے کہ شراب محبت سے مست ہو اور بے مال دولت کے قاروں سے بھی زیادہ عزت والے ہو ۱۲۔)

طریق کی روح

(ملفوظ ۱۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بدعتی خصوص ان میں یہ جاہل صوفی نہایت بددین ہوتے ہیں بعضے تو کھلم کھلا فسق وفجور میں مبتلا ہوتے ہیں اور باوجود اپنی اس حالت کے دوسروں پر بہتان اور الزام رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوں کے مخالف ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ تم بہت متبع ہو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ ایک شخص مجھ سے بیان کرتے تھے کہ لکھنؤ میں ایک مزار پر سماع ہو رہا تھا ڈھولک سارنگی کھڑک رہی اور بج رہی تھی نماز کا وقت آگیا ایک سارنگی نواز نمازی تھا وہ مع سارنگی مسجد میں آگیا ایک شخص نے اعتراض کیا کہ ارے مسجد میں آلات معصیت لایا اس جلسہ میں ایک صوفی مولوی صاحب بھی تھے تو جواب میں کہتے ہیں کہ آپ جو آلۂ زنا لئے ہوئے مسجد میں آئے کیا بیہودہ جواب ہے کیا منفصل اور متصل چیز میں فرق نہیں ہے عقلاً بھی اور نقلاً بھی حتیٰ کہ عین نجاست بھی اگر اپنے معدن میں ہو اس پر نجاست کا حکم نہیں کیا جاتا مثلاً پیشاب پاخانہ ہے کس کے اندر نہیں مگر اس پر نجاست کا حکم نہیں کیا جاتا دوسرے یہ کہ جس چیز کو ان بزرگ نے آلہ معصیت کہا وہ آلہ معصیت ہی نہیں آلہ معصیت وہ ہے جو معصیت کے لئے وضع کیا جائے اور وہ معصیت کے لئے وضع نہیں کیا گیا چنانچہ ظاہر ہے یہ انکے دل میں وقعت ہے دین کی، باقی بعضے اہل انصاف بھی ہوتے ہیں چنانچہ ایک صوفی منش کانپور کے رہنے والے الٰہ آباد میں ملے مجھ سے کہنے لگے کہ آپ چشتی ہیں میں نے کہا جی ہاں کہا پھر سماع کے مخالف کیوں ہو میں نے کہا کہ پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں یہ بتلایئے کہ اس طریق کی روح کیا ہے واقف شخص تھے کہنے لگے کہ مجاہدہ اور ٹھیک جواب دیا میں نے کہا کہ بالکل صحیح ہے اب یہ بتلایئے کہ مجاہدہ کی حقیقت کیا ہے کہا کہ یہ نفس کے خلاف کرنا میں نے کہا کہ یہ بھی بالکل ٹھیک ہے اب آپ سچ بتائیں کہ آپ کا سماع سننے کا جی چاہتا ہے کہا کہ چاہتا ہے۔ میں نے کہا اور ہمارا بھی جی چاہتا ہے مگر تم جی چاہا کرتے ہو اور ہم جی چاہا نہیں کرتے تو صاحب مجاہدہ تم ہوئے یا ہم صوفی تم ہوئے یا ہم درویش تم ہوئے یا ہم سمجھدار آدمی تھے سمجھ گئے اور بہت مسرت ظاہر کی اور یہ کہا کہ آج حقیقت کا انکشاف ہوا ایک عرصہ تک غلطی میں مبتلا رہا اور مجھ کو بہت کچھ دعائیں دیں واقعی اگر آدمی میں فہم ہو تو بس کچھ سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ خلوص ہو بدنیتی نہ ہو مگر آجکل تو بدنیت شریر فساق فجار مفسد زیادہ ہیں پہلے بدعتی لوگ بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے وہ اس قدر آزاد

بیباک نہ ہوتے تھے میں ایسوں سے بھی بکثرت ملا ہوں اور قریب قریب ان سب سے دعائیں لی ہیں باقی اب تو بکثرت بد دین ہیں ایک صوفی جاہل کی حکایت ایک دوست سے سنی ہے کہ ایک عورت مجلس سماع میں گا رہی تھی عین سماع کے اندر اس کو ایک تنہا مکان میں لیجا کر اس سے منہ کالا کیا اور فارغ ہو کر پھر آکر بیٹھ گیا اور اپنے فعل کی توجیہ کرتا ہے کہ "حیب آگیا جوس نہ رہا ہوس" دونوں جگہ چھوٹا سین استعمال کیا اتنا جاہل تھا پیٹ بھر کے اور معتقدین ہیں کہ اس پر بھی معتقد ہیں۔ اب بتلایئے یہ باتیں بھی اگر قابل ملامت نہیں تو کیا قابل تحسین ہیں اس پر اگر کوئی کچھ کہتا ہے تو اس کو بزرگوں کا دشمن اور وہابی بتلاتے ہیں۔ ہاں صاحب یہ ہیں سنی حنفی چشتی نامعقول بزرگوں کو بدنام کرنیوالے میں چونکہ ان کی نبضیں خوب پہچانتا ہوں ان کے ڈھونگ اور مکر و فریب سے مخلوق خدا کو آگاہ کرتا ہوں مجھ پر آئے دن عنائتیں فرماتے رہتے ہیں مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب طریق بے غبار ہو گیا اب اہل عقل اور دانشمند لوگ انکے پھندوں میں نہیں پھنس سکتے باقی بد فہموں اور کوڑ مغزوں کا تو کسی زمانہ میں بھی اور کسی سے بھی علاج نہیں ہو سکا حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام بھی ایسوں کی اصلاح نہ کر سکے تو کسی کو کیا منہ ہے کہ وہ دعویٰ اصلاح کا کر سکے۔ اس چودھویں صدی میں مجھ جیسے دیہاتی شخص کی ضرورت تھی جو انکے دجل اور مکر کو مخلوق پر ظاہر کرے۔ یہ دین کے دشمن، دین کے ڈاکو اپنی اغراض نفسانی کو پورا کرنے والے پیٹ بھر نیوالے اس روپ میں مخلوق خدا کو گمراہ اور بد دین بنانے والے بہت دنوں پردہ میں رہے مگر الحمد للہ اب ان کا تمام تار پود بکھر گیا لوگوں کو معلوم ہو گیا حق و باطل میں امتیاز اظہر من الشمس وابین من الامس ہو گیا گو مجھ کو برا بھلا بھی کہیں اور مجھ پر قسم قسم کے الزامات اور بہتان بھی باندھیں مگر ان کی تو روٹیوں میں کھنڈت پڑ ہی گئی اور لوگوں کی نظروں میں کر کری ہو ہی گئی یہی وجہ ہے کہ مجھ پر جھلاتے ہیں غراتے ہیں مگر میں نے بھی بفضل ایزدی ان کے منہ سے شکار نکال دیا۔ یہ فخراً بیان نہیں کرتا بلکہ حق تعالیٰ جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں میں بھی تحدث بالنعمتہ کے طریق پر اظہار کرتا ہوں اور اس ملامت پر بھی دل میں مسرور ہوں اور مکرر بلا کسی ملامت کے خوف کے کہتا ہوں اور حق تعالیٰ نے اظہار حق کرنے والوں کی شان بھی یہی بیان فرمائی ہے لایخافون اللہ لومتہ لائم تو ایسے دھوکہ دینے والے لوگ دین کی راہ میں

راہزن ہیں بددین ہیں فاسق فاجر ہیں بھروپیے ہیں ان سے اپنے دین کو محفوظ رکھو ورنہ پچھتاؤ گے اور آخرت میں سوائے ندامت اور کف افسوس ملنے کے اور کوئی نتیجہ نہ ہوگا حق تعالیٰ سب کو فہم سلیم نصیب فرمائیں۔

تشبہ بالکفار سے احتراز کا حکم

(ملفوظ ۱۴۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگ تہمد (تہ بند) ایسا باندھتے ہیں کہ ران کھل جاتی ہے فرمایا کہ اس کا حکم تو ظاہر ہے مستور بدن کھل جانے پر گنہگار ہوگا گھٹنوں سے ناف تک مرد کے لئے بدن ڈھانپنا واجب ہے عرض کیا کہ کیسا لباس پہننا سنت ہے اسکی کوئی ہیئت اور مقدار خاص ہے فرمایا کہ یہ تو کوئی ضروری نہیں کہ شلوار ہو تو اس میں اتنا کپڑا ہو پاجامہ ہو تو وہ اتنے کپڑے کا ہو۔ رہا ہیئت سو سلف سے بزرگوں کا جو طرز چلا آرہا ہے اسی کی مشابہت رکھنا چاہیئے۔ باقی یہ کوئی ضروری بات نہیں کہ عصا اتنا بڑا ہو کہ نہ اتنا بڑا ہو عمامہ اتنا ہو۔ اور ضروری نہ ہونے کی وجہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو چیزیں استعمال فرماتے تھے وہ بنا بر عبادت نہیں تھیں بلکہ وہ عادت شریفہ تھی۔ جس میں آرام ملا اس کو اختیار فرمالیا۔ صاف تشبہ بالکفار سے احتراز کا حکم فرماتے تھے۔ غرض جس چیز کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتمام نہ فرمایا ہو امتی کا اس کو اختیار کرنا تو علامت محبت کی ہے مگر اس کا خاص اہتمام نہ کرے کیونکہ وہ سنت قربات مقصودہ کے درجہ میں نہیں ہے یہی وہ باتیں ہیں کہ جن میں فرق کرنا صرف مجتہد کا کام ہے اور ہر شخص مجتہد ہے نہیں اسوجہ سے لوگوں کا بدعت میں زیادہ ابتلا ہو گیا۔ سنت اور بدعت میں فرق کرنا محقق ہی کا کام ہے غیر محقق تو ٹھوکریں ہی کھائیگا اور غیر منقولات کا تو ذکر ہی کیا ہے حضرت امام صاحب تو عبادات منقولہ میں بھی اس مقصودیت و عدم مقصودیت کا فرق کرتے ہیں۔ امام صاحب کی نظر کا عمق اس قدر ہے کہ دوسرے وہاں تک نہ پہنچ سکے اسی وجہ سے حنفیہ پر اعتراض ہے کہ منقولات میں بھی رائے لگاتے ہیں امام صاحب کا منقولات میں مقصوداد اور غیر مقصود کا فرق نکالنا بڑا ہی لطیف اور باریک علم ہے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے۔ امام صاحب کا اس کے متعلق مسلک یہ ہے کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقصود سمجھ کر نہ کیا ہو اس کو مقصود سمجھ کر کرنا نہ چاہیئے کہ اس میں تغییر

ہے مشروع کی باتیں بے سمجھے اعتراض کر دینا کون مشکل کام ہے مگر آدمی سمجھنے کی طرف بھی توجہ کرے کہ آخر کہنے والا کہہ کیا رہا ہے اور اس کا منشاء کیا ہے اور جو اعتراض سمجھ کر ہوتا ہے۔ اس کی نوعیت اور شان ہی جدا ہوتی ہے اور بے سمجھے جو اعتراض ہوتا ہے اس کی نوعیت اور شان جدا۔ جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا سو ایسا شخص تو اعتراض ہی کر لے گا اور کیا کرے گا خصوص یہ زمانہ تو اس قدر پر فتن اور پر آشوب ہے کہ ہر شخص قریب قریب آشوب چشم ہی کا مریض بنا ہوا ہے نظر کام ہی نہیں کرتی الا ماشاء اللہ مگر جن پر حق تعالیٰ کا فضل ہے اور ان کو فہم سلیم اور عقل کامل عطا فرمائی گئی ہے وہ بیشک سمجھ سکتے ہیں۔

غیر ضروری سوال کا جواب ارشاد نہ فرمانا

(ملفوظ ۱۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کو بیٹھے بٹھلائے کوئی نہ کوئی مشغلہ ضرور چاہیئے۔ اور کچھ نہیں تو یہ ہی سہی کہ فضول سوال کر کر کے مولویوں ہی کو تختہ مشق بنائیں جو چیزیں قابل اہتمام اور ضروری ہیں ان کا تو کہیں نام و نشان نہیں نہ ان کی فکر بس غیر ضروری میں ابتلا ہو رہا ہے۔ اب ضروری غیر ضروری کی تفسیر سمجھو جس چیز کا اپنے سے تعلق نہ ہو بس وہ غیر ضروری ہے پس جو چیز ضروری ہو آدمی اس کا حکم معلوم کرے آج ہی خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ آجکل جو یہود اور نصرانی ہیں ان کی عورتوں سے نکاح بغیر مسلمان کئے ہوئے کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز میں نے جواب میں لکھا ہے کہ جو شخص نکاح کر رہا ہے اس سے کہو کہ وہ خود مسئلہ دریافت کرے اور جس عورت سے نکاح کرنا ہے اس کے عقیدے اس سے معلوم کر کے لکھو تب ہم مسئلہ بتائیں گے پھر فرمایا کہ اب جھلائیگا اور دل میں کہیگا یہ پیسے بھی بیکار ہی گئے اگر اور جگہ یہ سوال جاتا تو ایک رسالہ تصنیف کر کے جواب میں روانہ کیا جاتا یہاں سے یہ روکھا اور ضابطہ کا جواب گیا تو بیچارہ کیا خوش ہو سکتا ہے گالیاں ہی دیگا خیر دیا کرے میں نے تو اس میں آئندہ کے لئے بھی تعلیم دیدی ہے کہ غیر ضروری چیزوں میں آدمی کو اپنا وقت برباد کرنا نہ چاہیئے ارے پہلے آدمی ضروری باتوں سے تو فراغ حاصل کر لے اور وہ ضروری بات یہ ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرے معلوم ہوتا ہے ان سائل صاحب کی کسی سے گفتگو ہوئی ہوگی اس پر یہ

تحقیقات شروع کر دی تاکہ جواب دکھلا کر دوسرے کو رسوا کریں عام مذاق یہی ہو رہا ہے کہ دوسروں پر تو اگر مکھی بھی بیٹھی ہو تو اعتراض ہے اور اپنے جسم میں کیڑے پڑے ہوئے ہوں اس کی بھی فکر نہیں اس قسم کے بہت سوال آتے ہیں یہاں سے جواب بھی ایسے ہی جاتے ہیں جس پر گالیاں ہی دیتے ہیں ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ یہ چھوٹی قومیں کیوں ذلیل ہیں میں نے لکھا کہ دنیا میں یا آخرت میں جواب آیا کہ شافی جواب نہ ملا اور کچھ اعتراض بھی لکھے تھے میں نے لکھ دیا جہاں سے شفاء ہو وہاں سے سوال کر لو یہ وہ اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں۔

شریعت کا ایک حکم بھی خلاف فطرت نہیں

(ملفوظ ۱۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر فطرت سلیمہ ہو تو ایک حکم بھی شریعت کا خلاف فطرت نہیں چونکہ اکثر لوگوں کی فطرت سلیمہ نہیں اس لئے ایسے لوگوں کو وہ احکام فطرت اور عقل کے خلاف معلوم ہوتے ہیں جیسے بخار کے مریض کا ذائقہ فاسد ہو جانے کی وجہ سے اس کو زردہ پلاؤ قورمہ متنجن فیرینی بریانی سب کا ذائقہ برا معلوم ہوتا ہے وہ کسی کو میٹھا کسی کو کڑوا کسی کو پھیکا بتلاتا ہے اور یہ ہی چیزیں کسی تندرست کو کھلائی جائیں وہ ان کو خوش ذائقہ اور عمدہ بتلائیگا۔

مسئلہ بتلانے سے ڈر معلوم ہونا

(ملفوظ ۱۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں سب میں زیادہ آسان تصوف کو سمجھتا ہوں اور سب میں زیادہ مشکل فقہ کو سمجھتا ہوں مگر آجکل اکثر لوگوں کو فقہ ہی میں زیادہ دلیری ہے اس کا سبب جہل یا کم علمی ہے مجھ کو تو مسئلہ بتلانے سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

بیعت میں تعجیل طرفین کے مصلحت کیخلاف ہے

(ملفوظ ۱۳۴) ایک نووارد صاحب نے حاضر ہو کر حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ بیعت میں تعجیل سے کام لینا مصلحت کے خلاف ہے سوچ سمجھ کر دیکھ بھال کر بیعت ہونا مناسب ہے اور میں جس طرح اوروں کے لئے مشورہ دیتا ہوں کہ بدوں دیکھے بھالے کسی سے بیعت نہ ہونا چاہیئے اسی طرح اپنے لئے بھی اس ضابطہ کی پابندی کرتا ہوں کہ جلدی بیعت نہیں کرتا اس میں طرفین کی مصلحت ہے اور وہ مصلحت دنیوی نہیں ہے بلکہ دینی ہے اور جب دینی ہے تو دنیا تو دین کی باندی لونڈی ہے وہ کہاں جدا ہو

سکتی ہے وہ خود بخود حاصل ہو جائے گی اس لئے میں اس معاملہ میں آپ کو خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عجلت سے کام نہ لیں۔ یہ فرما کر کہ دریافت فرمایا کہ جو کچھ میں نے کہا وہ آپ نے سن لیا اب جو رائے قائم کی ہو مجھ کو اس سے مطلع کر دیں۔ عرض کیا کہ حضرت نے جو کچھ فرمایا بالکل ٹھیک فرمایا میں اسی مشورہ کے مطابق عمل کروں گا مقصود تو حضرت کی تعلیم پر عمل کرنا ہے اس پر حضرت والا نے فرمایا ماشاء اللہ فہم سلیم اسی کو کہتے ہیں۔ اب میں آپ کو خوشی سے تعلیم کروں گا۔ اب یہ بتلائیں یہاں پر کے روز کے قیام کی نیت سے آئے ہو۔ عرض کیا کہ تین روز کی نیت سے فرمایا کہ یہ وقت تو ضروری تعلیم کے لئے کافی نہیں اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ آپ وطن واپس پہنچ کر بذریعہ خط مجھ کو اطلاع دیں اور اس وقت کی گفتگو کا خلاصہ اس میں تحریر کر دیں اور اپنے فرصت کے اوقات لکھ دیں میں جو مناسب ہو گا جواب میں لکھ دونگا نیز اپنے امراض باطنی کو ایک ایک لکھ کر الگ الگ علاج کی درخواست کریں ایک دم سب امراض نہ لکھیں جب ایک مرض کے متعلق تعلیم سے فراغ ہو جائے پھر دوسرے کو لکھیں۔ صحیح طریقہ علاج کا یہ ہے پھر فرمایا کہ بعض عنایت فرمایا مجھ کو بد خلق اور سخت گیر کہتے ہیں سو دیکھ لیجئے ان صاحب کی ساتھ کونسا بد خلقی اور سخت گیری کا برتاؤ کیا۔ میں نے سیدھی سادی بات کہی انہوں نے معقول جواب دیا چلو چھٹی ہوئی پھر ان صاحب سے فرمایا کہ یہ بات اور آپ یاد رکھیں کہ اس زمانہ قیام میں مجلس کے اندر خاموش بیٹھے رہیں مکاتبت مخاطبت کچھ نہ کریں اس سے انشاء اللہ بڑا فائدہ ہو گا عرض کیا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ حضرت کی تعلیم کے سر مو خلاف نہ کروں گا حضرت والا نے جوش کی حالت میں فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی منزل مقصود تک ضرور رسائی ہو گی محرومی نہ ہو گی میں دعا بھی کروں گا۔ آپ کی سلامت طبع سے مجھ کو بڑی مسرت ہوئی بس میں آنے والوں سے صرف اتنی ہی بات چاہتا ہوں کہ ضروری ضروری اور سیدھی اور صاف بات کریں اور اپنے کام میں لگیں لچ پیچ کر کے نہ اپنا وقت ضائع کریں اور نہ میرا۔

طریق میں مقصود کا متعین کرنا ضروری ہے

(ملفوظ ۱۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں سب سے پہلے مقصود کا تعین

ضروری ہے اور یہ موقوف ہے سمجھنے پر جس چیز کو آدمی سمجھے گا نہیں اس کی طلب ہی کیا کریگا اس لئے اول سمجھ لینے کی ضرورت ہے مگر آج کل بیعت کو ایک رسم کے درجہ میں سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے یا بڑی دوڑ دوڑے تو برکت کے خیال سے سو بیعت سے بڑھ کر برکت تو تلاوت قرآن میں ہے۔ نفلوں میں ہے قرآن پڑھا کرو۔ نفلیں پڑھا کرو لیکن واقع میں ہمارے یہاں تو بیعت سے یہ مقصود ہی نہیں بلکہ یہاں تو کام میں لگانا مقصود ہے فوج تھوڑا ہی بھرتی کرنی ہے یا نام کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے ہاں ایسے پیر بھی بکثرت ہیں کہ جہاں رجسٹر بنے ہوئے ہیں اور مریدوں کے نام درج ہوتے ہیں ان سے فیس اینٹھی جاتی ہے سالانہ اور ششماہی وصول ہوتا ہے اور لنگر بازی بھی ایسی ہی جگہ ہو سکتی ہے جہاں ایسے پیر اور ایسے مرید اور ایسی آمدنی ہو۔ یہاں یہ باتیں کہاں اول تو ہم ویسے ہی غریب پھر جو آمدنی بھی ہو تو اس میں بھی چھان بین غالباً ہفتہ میں ایک بار منی آرڈر واپس ہو جاتا ہے میں خدانخواستہ دیوانہ یا پاگل تھوڑا ہی ہوں کہ مال اور جاہ دونوں کا اپنا نقصان کروں۔ مال کا نقصان تو یہ کہ پھر خفا ہو کر شاید نہ دیں اور جاہ کا نقصان یہ کہ غیر معتقد ہو جائیں مگر میں اس کو خیانت سمجھتا ہوں کہ اصول صحیح کے خلاف کروں ایسا کرنے سے اپنا بھلا تو بیشک ہو جائیگا پیٹ بھر جائیگا لیکن خدمت کرنیوالوں کا اس میں کیا نفع ہوا اور تو جہل ہی میں مبتلا رہے ان بد نصیبوں کا تو دین برباد ہوا مگر بجائے بندئی اصول کے آج کل بزرگی کی چند علامتیں ٹھر گئی ہیں یعنی نفلیں بکثرت پڑھنا تسبیح ہاتھ میں رکھنا۔ گھٹنوں سے نیچا کرتہ اور ٹخنوں سے اونچا پاجامہ پہننا بس ختم ہوئی خواہ اندر کیسا ہی گندا ہو۔ اسی کو ایک حکیم فرماتے ہیں۔

از بروں چوں گور کافر پر حلل　　　واندروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید　　　وزدرونت ننگ می دارد یزید

(ظاہر میں تو ایسے جبہ قلہ سے مزین ہو کہ جیسی کافر کی قبر سجی ہوئی ہو۔ اور باطنی حالات ایسے کہ جو خدائے عزوجل کے قہر کے موجب ہیں۔ ظاہری حالات تو ایسے کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ پر بھی طعن کرتے ہو اور تمہارے باطن سے یزید کو بھی شرم آتی ہے)

اور اسی کو حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پر از ذوق گناہ　　　معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

(ہاتھ میں تسبیح لب پر توبہ اور دل میں گناہوں کی لذت بھری ہوئی ہے تو ہماری توبہ سے گناہ کو بھی شرم آتی ہے)

یاد رکھو کہ محض صورت بنانے سے بدون اصلاح کے کچھ نہیں ہوتا اور اسی کی آج کل مطلق فکر نہیں اور فکر تو جب ہو جبکہ طریق کی حقیقت سے باخبر ہوں اس لئے میں سب سے اول یہی سبق دیتا ہوں کہ پہلے مقصود کو معلوم کرو اس کے تعین کے بعد آگے چلو پھر آخر تک کوئی کھٹک اور الجھن پیدا نہ ہوگی ورنہ عمر بھر جہل یا پریشانی میں گرفتار رہیں گے ایسے لوگوں کے بکثرت خطوط بھی آتے ہیں اور بعضے یہاں آکر زبانی گفتگو بھی کرتے ہیں مگر تقریباً سب کے سب اسی جہل عظیم میں مبتلا ہیں میں مقصود کا طریق بتلاتا ہوں مگر ادھر ادھر سے پھر پھرا کر نتیجہ میں پھر وہی بیعت۔ بھائی بیعت کوئی فرض ہے واجب ہے جو اس پر اس قدر اصرار ہے میں نے اسی وجہ سے کہ حقیقت سے آگاہ ہو جائیں اب چند روز سے ایک اور قید کا اضافہ کیا ہے یہاں پر آؤ اور زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت کچھ نہ کرو۔ مجلس میں خاموش بیٹھے ہوئے باتیں سنا کرو تاکہ طریق کی حقیقت تم کو معلوم ہو جائے مگر اس پر بھی بعض ایسے ذہین اور زندہ دل لوگ ہیں کہ خاموش بیٹھے رہنے کی شرط پر آتے ہیں اور پھر گڑبڑ کرتے ہیں ان واقعات کو دیکھ کر میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ یا تو لوگوں میں عقل کا قحط ہے یا مجھ کو عقل کا ہیضہ اور قحط زدہ اور ہیضہ زدہ میں مناسبت نہیں ہوتی اس لئے ایسوں سے صاف کہہ دیتا ہوں کہ کہیں اور جا کر تعلق پیدا کر لو مجھ سے تم کو مناسبت نہیں اور یہ طریق بے حد نازک ہے اس میں بدون مناسبت ہرگز نفع نہیں ہو سکتا پھر میری اس صفائی پر بھی اگر کوئی برا بھلا کہے برا مانے تو کہا کرے مانا کرے مجھ سے کسی کی غلامی نہیں ہو سکتی اگر کسی کو مجھ سے تعلق ہے یا آئندہ تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس کا مصداق بن کر رہنا چاہیے جس کو عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

یا مکن با پیلباناں دوستی یا بنا کن خانہ بر انداز پیل

یا مکش برچہرہ نیل عاشقی یا فروشو جامۂ تقوے بہ نیل

(یا تو ہاتھی والے سے دوستی مت کرو یا پھر گھر ایسا بناؤ جس میں ہاتھی آسکے۔ یا تو عاشقی کا دعوی مت کرو اور کرتے ہو تو اس ظاہری اور تقوی کو جس کا حاصل اپنی نمائش ہے چھوڑ دو)

۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

آنے والوں کو اپنے سے افضل سمجھنا

(ملفوظ ۱۴۶) ایک نووارد صاحب آکر کھڑے رہے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ کر کہو جو کچھ کہنا ہو وہ صاحب بیٹھ گئے اور بیٹھ کر بھی کچھ نہیں کہا فرمایا کہ جو کچھ کہنا ہو کہہ لو مجھ کو اور بھی کام ہیں پریشان کیوں کرتے ہو اس پر بھی وہ صاحب خاموش رہے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کہا کیا سنا نہیں عرض کیا کہ کچھ خیال نہیں کیا فرمایا کہ نواب ہو کام تو تمہارا اور پھر خیال بھی نہیں کرتے۔ جاؤ چلو یہاں سے اپنے گھر جاؤ جب دل برا ہو جاتا ہے کام نہیں ہوا کرتا اب دیکھ لیجئے کہ اتنی دور سے آپ آئے اور یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ بدون سوچے گھر سے چل دیئے ہوں کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں اور کس کام کو جا رہا ہوں چاہیئے تو یہ تھا کہ بدون میرے پوچھے ہوئے کہہ دیتے مگر چند بار پوچھنے پر بھی اول تو جواب ندارد اور جواب دیا تو یہ کہ کچھ خیال نہیں اب اگر دوسرے کو تغیر نہ ہو تو اور کیا ہو بلکہ اگر اس پر بھی تغیر نہ ہو میں تو اس کو بے حسی خیال کرتا ہوں معاشرے کا ناس ہو گیا نہ دنیادار دنیا کے قاعدہ سے ان ضروریات کو اپنے ذمہ لازم سمجھتے ہیں اور نہ دیندار دین کے قاعدہ سے لازم سمجھتے ہیں جب یہ بات ہے تو پھر ہم بھی کسی قاعدہ سے اپنے ذمہ لازم نہیں سمجھتے کیا ہم ہی کسی کے نوکر ہیں پھر ہم ہی پر کیا الزام ہے اور جس قاعدہ سے ہم پر الزام ہو گا اسی قاعدہ سے ہم بھی الزام دیں گے اب ایک ہی بات کو کون لئے بیٹھا رہے اسی کو کہرل کئے جائیں اور مجلس آرائی کیا کرے یہ تو وہ کرے جسے اور کام نہ ہوں یہاں تو دوسرے ہی کاموں سے فرصت نہیں اور وہ دوسرے کام بھی اپنے تھوڑا ہی ہیں وہ بھی خدمت خلق ہی ہے اب مثلاً یہ ڈاک کا ہی کام ہے کیا یہ میرا کام ہے یا تصنیف کا کام ہے کیا میرا کام ہے اس پر بھی جب وہ شخص کچھ نہ بولا تو فرمایا ارے اب بھی خاموش بیٹھا ہے موذی جواب کیوں نہیں دیتا عرض کیا کہ مجھ سے غلطی ہوئی معاف کر دیجئے فرمایا کہ معافی کو کیا میں تجھ کو پھانسی دے رہا ہوں قتل کر رہا ہوں کوئی لٹھ یا تلوار میرے ہاتھ میں ہے چل اٹھ چلتا بن بدفہم بیٹھے بٹھلائے قلب کو مکدر کیا پریشان کیا ان موذیوں کی حرکتوں کو کوئی نہیں دیکھتا کہ یہ کیا حرکتیں یہاں پر آکر کرتے ہیں آخر میں بھی تو بشر ہوں انسان ہوں کہاں تک صبر کروں اور صبر بھی کر سکتا ہوں مگر ان بیہودوں کی آنکھیں کیسے کھلیں گی اور ان کی

اصلاح کی اور کیا صورت ہوگی یہ تو جہل ہی میں مبتلا رہیں گے اگر میرا یہ طرز اصلاح کسی کو ناپسند ہو یہاں نہ آئے اور کہیں جائے میں تو صاف کہتا ہوں۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی

جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

اور حکایت و شکایت کے موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں۔

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلے

کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

میرے پاس اتنا فضول اور بے کار وقت نہیں کہ ایسے بیہودوں کی بیٹھا ہوا چاپلوسی کیا کروں حکیم عبدالمجید خاں صاحب مرحوم کے مطب میں قریب قریب تین سو چار سو مریض ہوتے تھے اگر ایک ایک مریض کے لئے پانچ پانچ منٹ رکھے جائیں تو کتنا وقت درکار ہے وہ یہ کرتے تھے کہ نبض پر انگلی رکھی شاگردوں سے نسخہ لکھوایا اور دیا اس قدر ملکہ تھا امراض کی پہچان میں جو لوگ معتقد تھے وہ تو کافی سمجھتے تھے اور جو لوگ معتقد نہ تھے وہ شکایت کرتے تھے کہ توجہ نہیں کرتے مگر حکیم صاحب کی یہ حالت تھی کہ صورت دیکھ کر تمام امراض کی حقیقت کو پہنچ جاتے تھے تو اتنا بڑا طبیب ہو اور اپنے فن کا ماہر اس کو حق ہے کہ وہ اپنے مطب سے ایسے بیہودہ لوگوں کو جو وقت ضائع کریں نکل جانے کا حکم کرے اب وہ کہاں تک بیٹھا ہوا نسخہ اور فن کی ان کے سامنے شرح کیا کرے۔ بس ایسوں کا تو ایک ہی علاج ہے کہ چلو لمبے ہو۔ زیادہ سے زیادہ پھر نہ آئے گا نہ آئے ایسے بدفہم کا نہ آنا ہی اچھا ہے اور اگر آئے گا تو سمجھ کر آئے گا آدمی بن کر آئے گا باقی خدمت سے انکار کب ہے خدانخواستہ کسی سے کوئی ضد نہیں۔ بغض نہیں عداوت نہیں مگر سلیقہ اور فہم کی تو ضرورت ہے بے فکری اور بے ڈھنگا پن کیا معنی یہاں پر بحمداللہ ان ہی اصول کی برکت سے ایسوں کے مزاج درست ہو جاتے ہیں کیونکہ للّو پتّو نہیں ہوتی اور صاحب اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہوتی ہے ہر ہر قدم پر روک ٹوک کی جاتی ہے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آزاد چھوڑ دیئے جائیں۔ سو اگر آزادی ہی کا شوق ہے تو گھر ہی سے کیوں چلے تھے کوئی بلانے گیا تھا یہ فرما کر فرمایا کہ چلو اٹھو یہاں سے نکلو اور یہاں پر کبھی مت آؤ وہ صاحب پھر بھی بیٹھے رہے فرمایا وہ مرض خیال نہ کرنے کا ابھی باقی معلوم

ہوتا ہے وہ صاحب اٹھ کر چلدیئے فرمایا کہ اگر جی چاہے تو کل بعد نماز ظہر آکر میری بات کا جواب دو اگر نہ چاہے تو اپنے گھر جاؤ عرض کیا کہ کل جواب دوں گا فرمایا کہ تمہاری زبانی نہ سنوں گا یا تو کسی کے واسطہ سے گفتگو کرنا یا لکھ کر بکس میں ڈال دینا۔ عرض کیا کہ بہت اچھا۔ وہ صاحب چلے گئے حضرت والا نے اہل مجلس کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اب سیدھے ہوگئے مجھ کو کوئی آنے والوں سے نفرت یا بغض تھوڑا ہی ہے چاہتا یہ ہوں کہ ان کی اصلاح ہو جن امراض میں ابتلا ہے ان سے نجات ہو اور میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ ان آنے والوں کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ شاید یہی ذریعہ نجات ہو جائیں اور اپنے اس طرز پر مجھ کو ناز نہیں۔ اس طرز کے استعمال کے بعد بھی حق تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں اور ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں حد سے تجاوز نہ ہو جائے۔

لوگوں کو ترغیب دے کر معتقد بنانے سے نفرت

(ملفوظ ۱۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو اس طریقہ سے سخت طبعی نفرت ہے کہ لوگوں کو ترغیب دے کر معتقد بنا کر کسی کے پاس بھیجتے ہیں جیسا بعض لوگوں کو اس کا مرض ہوتا ہے حتیٰ کہ مادی امراض کے لوگوں تک کو بھیج دیتے ہیں جو نہایت ہی برا طریقہ ہے ایک صاحب نے یہاں ایک مجنون کو بھیج دیا۔ اس نے آکر مجھ سے تعویذ مانگا میں جنون کا تعویذ نہیں جانتا میں نے انکار کر دیا وہ یہاں سے چلا گیا اور واہی تباہی بکتا پھرتا تھا مشکل سے دفع ہوا۔

حکومت اسلامی نہ ہونے کے سبب گڑبڑ

(ملفوظ ۱۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حکومت کی بڑی سخت ضرورت ہے بدون حکومت کے انتظام مشکل ہے زیادہ گڑبڑ حکومت اسلامی نہ ہونے کی وجہ سے ہو رہی ہے ہر شخص آزاد ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں شام میں ایک شخص تھا وہ قرآن شریف کے متشابہات میں تحریف کرتا تھا اس علاقہ میں جو عامل تھے ان کو اس کی گرفتاری کے لئے حکم بھی بھیج دیا چنانچہ گرفتار ہو کر آیا آپ نے ستون سے بندھوا کر حکم دیا کہ اس کے دماغ پر درے لگاؤ دو چار ہی درے لگے تھے کہ چیخ اٹھا اور یہ عرض کیا کہ ساری عمر کبھی ایسا نہ کروں گا غرض دماغ درست ہو گیا سو بدون حکومت کے ایسے

خرد ماغوں کا علاج مشکل ہے۔

ملکہ وکٹوریہ ایک ہوشمند عورت تھی

(ملفوظ ۱۳۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعضے غیر مسلم بادشاہوں میں بھی بعض خصلتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے دوسروں کو راحت پہنچتی ہے چنانچہ ملکہ وکٹوریہ ایک دانشمند عورت تھی طبیعت میں ایک خاص درجہ کا حلم اور رعایت بھی تھی ایک خان صاحب پولیس کے جمعدار کا واقعہ ہے جو کلاوٹھی میں سنا تھا اور وہ مجھ سے ملے بھی تھے کہ ایک حافظ جی ان کے شناسا ملکہ کے پاس لندن میں اردو سکھلانے پر ملازم تھے انہوں نے ملکہ کی فرمائش پر وہاں سے ان کو ملکہ کی خدمت گاری کی ملازمت کے لئے بلایا جب یہ پہنچے تھے تو حافظ جی نے ان سے کہا کہ میں تم کو پیش کروں گا تو اس طرح آداب شاہی بجالانا اس میں یہ بھی تھا کہ جھک کر سلام کرنا وغیرہ وغیرہ انہوں نے کہا کہ جھک کر سلام کرنا شریعت کے خلاف ہو میں تو ایسا نہ کروں گا حافظ جی نے کہا تب تو یہاں پر تمہارا رہنا مشکل ہے انہوں نے کہا کہ جو کچھ بھی غرض وہ خاموش ہو گئے ملکہ نے خود ہی ایک روز حافظ جی سے دریافت کیا کہ تم اس ہندوستانی کو نہیں لائے انہوں نے کہا کہ حضور ان کا دماغ درست نہیں دریافت کیا کیا بات ہے کہا کہ جھک کر سلام کرنے پر یوں کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا حکم نہیں سوائے خدا کے دوسرے کے لئے مسلمان سر نہیں جھکا سکتا۔ ملکہ نے یہ سن کر کہا کہ ایسے شخص کا دماغ خراب بتلاتے ہو دماغ تمہارا خراب ہے وہ شخص قابل ملنے کے ہے وہ مذہب کا پابند ہے اس کو ضرور ہمارے پاس لاؤ ہم ضرور ملاقات کریں گے وہ ساتھ لے گئے انہوں نے جاتے ہی کہا السلام علیکم۔ ملکہ نے جواب دیا اور پھر بہت تسلی تشفی کے بعد ان کے سپرد یہ خدمت کی کہ دستی گاڑی پر صبح شام ٹہلایا کرو ایک مرتبہ وہ گاڑی الٹ گئی ملکہ گر گئی حاضرین دوڑ پڑے اور اٹھایا مگر یہ جمعدار ڈر کے مارے اگلے روز نہیں گئے ملکہ کو معلوم ہوا تو تسلی کرنے بھیجی کہ تم نے عمداً کچھ نہیں کیا اتفاقی غلطی ہو گئی ڈر کی بات نہیں ایک مرتبہ میں نے ملکہ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے یہ سوال کیا کہ مجھ کو اسلام کی حقانیت میں صرف ایک شبہ ہے اور کوئی شبہ نہیں وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے اور نبی کی شان متانت اور وقار ہونا چاہئے

اور مزاح وقار کے خلاف ہے میں نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ہیبت خداداد تھی اور منصب حضور کا تھا تبلیغ اور افادہ اور ہیبت لوگوں کو استفادہ سے مانع ہو سکتی تھی اس کے لئے بے تکلفی کی ضرورت تھی اس بے تکلفی پیدا کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قصداً مزاح فرماتے تھے تو جو مزاح مصلحت سے ہو وہ وقار کے خلاف نہیں پس اس سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ مجذوب تھے انہوں نے ملکہ کا تسبین نام رکھ رکھا تھا شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ اس کے زمانہ میں نہایت ہی امن وسکون سے حکومت رہی بعد میں فسادات کی گٹھڑیاں کھل گئیں اس وقت صرف ایک فتنہ تھا کفر کا یہ فسادات کچھ نہ تھے شاید یہ وجہ ہو۔

حقیقت منکشف ہونے کے بعد تصوف میں دشواری نہیں

(ملفوظ ۱۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں دشواری اسی وقت تک ہے کہ جب تک اس کی حقیقت سے بے خبری ہے اور حقیقت منکشف ہو جانے پر پھر اس سے زیادہ کوئی چیز آسان اور سہل نظر نہیں آتی فن نہ معلوم ہونے کی وجہ سے جاہلوں نے تصوف کو اس طرح لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ بجائے سہولت اور آسانی کے دشوار معلوم ہونے لگا اور بجائے رغبت کے اس سے وحشت پیدا ہو گئی میں تو کہا کرتا ہوں کہ تصوف کا فن صرف ایک مسئلہ پر ختم ہے اختیاری اور غیر اختیاری کی تقسیم۔ پس انسان اختیاری کو کرے اور غیر اختیاری کے در پے نہ ہو چلو چھٹی ہوئی۔ یہ ایک مختصر سی اور بے حد سہل بات ہے جو میں نے بیان کی اس پر مہر علی شاہ صاحب کا مقولہ یاد آیا جو ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا انہوں نے باوجود اختلاف مسلک کے فرمایا کہ فلاں شخص (میں مراد تھا) نے تصوف کی خوب خدمت کی ہے آسان کر کے دکھلایا بعضوں کو اس سہولت کے متعلق یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ تعبیر بھی سہل سمجھنا بھی سہل مگر عمل کرنا تو مشکل ہی ہے میں کہتا ہوں کہ عمل بھی کون مشکل ہے صرف ہمت یعنی عزم قوی کی ضروری ہے اور اگر اشکال ایسا ہی سستا ہے تو کھانا بھی مشکل ہونا چاہئے اس لئے کہ بدون عزم کے وہ بھی حلق سے نیچے نہیں اترتا اور تصوف کے حصول کی ایک تدبیر اس سے بھی سہل بتلاتا ہوں وہ یہ کہ اہل ہمت کی صحبت و اطاعت اختیار کرو اس کو دیکھ کر خود بخود

ہمت میں سے قوت ہوجائے گی اور چونکہ وہ اس راہ کا واقف ہے وہ تم کو اس دشوار گزار راہ سے نکال کر لیجائے گا غلط روی سے جو دشواری ہوئی وہ بھی زائل ہوجائے گی اور ایسے شخص کی صحبت واطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے بدون راہبر اور واقف کار کے اس راہ میں قدم رکھنا ہر حال خطرہ سے خالی نہیں اسی کو فرماتے ہیں۔

یار باید راہ را تنہا مرد   بے قلاوز اندریں صحرا مرد

(راستہ چلنے کے لئے ساتھی کی ضرورت ہے۔ تنہا مت جاؤ بغیر رہبر کے اس جنگل میں مت چلو)

جمہوریت کی نحوست

(ملفوظ ۱۴۱) ایک صاحب نے طبی کالج کے طلباء کا ذکر کیا کہ بڑے ہی آزاد ہیں چھوٹے بڑے کی وہاں پر کوئی پرشش ہی نہیں استادوں کے ساتھ مساوات کا برتاؤ ہے فرمایا کہ اب تو چھوٹے بھی بڑوں کا اتنا ادب نہیں کرتے جتنا پہلے بڑے چھوٹوں کا ادب کرتے تھے اور آج کل نہ استاد کی پروا ہے نہ باپ کی نہ پیر کی عجیب گڑبڑ پھیل رہی ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا سے خیر وبرکت اٹھتی چلی جاری ہے جمہوریت جمہوریت گاتے پھرتے ہیں یہ سب اسی کی نحوست ہے کہ نہ چھوٹے چھوٹے رہے نہ بڑے بڑے رہے اور علاوہ ان آثار کے خود مقصود کے اعتبار سے بھی یہ جمہوریت ایک کھیل ہے جو قوت شوکت ہیبت شخصیت میں ہے جمہوریت میں خاک بھی نہیں اور ہو بھی کیسے تلون سمجھتے ہیں کہ آج ایک پریسیڈنٹ ہے کل کو بدل دیا جائے گا یہ انتخاب کی برکات اور جمہوریت کے کرشمے ہیں اس میں نہ مستحکم انتظام ہوسکتا ہے نہ وزنی کام ہوسکتا ہے بخلاف شخصیت کے کہ وہ بڑی برکت کی چیز ہے مگر عجیب عقلیں ہیں تجربہ کر رہے ہیں کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو رہا ہے مگر باز نہیں آتے اسی بے حسی کا کسی کے پاس کیا علاج اور پھر اس پر بھی بس نہیں شخصیت کو خلاف حکمت بتلاتے ہیں عجیب تماشا ہے۔

آمین بالسر کسی امام کا مذہب نہیں

(ملفوظ ۱۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلد بھی عجیب چیز ہیں ان کی عبادات میں بھی نیت فساد کی ہوتی ہے اللہ کے واسطے وہ بھی نہیں ہوتی۔ آمین بالجہر بیشک سنت

ہے مگر ان کا مقصود محض فساد کرنا ہوتا ہے پس اصل میں اس فساد سے منع کیا جاتا ہے ایک مقام پر ایسے ہی اختلاف میں ایک انگریز تحقیقات کے لئے متعین ہوا اور اس نے اپنے فیصلہ میں عجیب بات لکھی کہ آمین کی تین قسمیں ہیں ایک آمین بالجہر یہ شافعیہ کا مذہب ہے اس کی تائید میں احادیث وارد ہیں ایک آمین بالسر یہ حنفیہ کا مذہب ہے اس میں بھی حدیثیں وارد ہیں ایک آمین بالشر یہ کسی امام کا مذہب نہیں اور نہ اس میں کوئی حدیث وارد ہے اس لئے اس سے منع کیا جانا چاہئے غرض بعض کو عبادات میں بھی شر اور فساد ہی مقصود ہوتا ہے۔

حجاج بن یوسف کے بارے میں حسن بصری کا قول

(ملفوظ ۱۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کو کوئی کیا کہہ سکتا ہے اور کیا سمجھ سکتا ہے حجاج بن یوسف جس کا ظلم مشہور ہے مگر باوجود اس کے (اس وقت ظالموں کی یہ حالت تھی کہ) ایک شب میں تین سو رکعت نفل پڑھنا اس کا معمول تھا یہ جس وقت مرنے لگا ہے تو کہتا ہے کہ اے اللہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نہیں بخشا جائے گا ہم تو جب جانیں جب ہم کو بخش دو متقیوں کا بخش دینا کوئی عجیب بات نہیں۔ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ یا کسی دوسرے تابعی سے کسی نے جا کر کہا کہ وہ یہ کہہ کر مرا ہے فرمایا بڑا چالاک ہے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ میاں سے جنت بھی لے مرے گا ایک شخص نے بعد مر جانے کے اس کو خواب میں دیکھا دریافت کیا کہ کیا حال ہے کہا کہ جس قدر مظلوم میں نے قتل کئے ہیں سب کے بدلے ایک ایک مرتبہ مجھ کو قتل کیا گیا اور سعید بن جبیر کے بدلے ستر مرتبہ قتل کیا گیا اور سخت تکلیف میں ہوں پوچھا کہ اب کیا خیال ہے کہا کہ وہی خیال ہے جو سب مسلمانوں کا خدا کے ساتھ ہے یعنی مغفرت کا امیدوار ہوں اور ضرور مغفرت ہوگی یہ خیال اس شخص کا ہے جو دنیا بھر کے نزدیک مبغوض اور مردود ہے وہ بھی خدا کی ذات سے ناامید نہیں ہوا اور یہ خیال تو آج کل کے بعضے لمبے لمبے وظیفوں کے پڑھنے والوں کا بھی خدا کے ساتھ اتنا قوی نہیں اب بتلایئے کوئی کسی کو کیا نظر تحقیر سے دیکھے بس جی آدمی کو چاہئے کہ اپنی خیر منائے کیوں کسی کے درپے ہو اپنی ہی کیا خبر ہے کہ کیا معاملہ ہوگا۔

لوگوں کے قلوب میں عظمت دین نہیں

(ملفوظ ۱۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے لوگوں کے قلوب میں عظمت تھی دین کی اب تو اس کی بہت کمی ہو گئی ہے پہلے فساق و فجار کے قلوب میں بھی عظمت دین کی تھی اور اب وہ زمانہ ہے کہ بہت سے بڑے بڑے جبے قبے والے بڑے بڑے القاب والے اس دولت سے کورے ہیں۔

تمام تعلیم کا مقصود

(ملفوظ ۱۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصل چیز تو یہ ہے کہ قلب میں حق تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق ہو اور بقیہ سب کمالات اسی کے الوان ہیں اور دوسری چیزیں اسی وقت پیدا ہوتی ہیں جبکہ اس پر کار بند ہو اور اس کا بھی ایک خاص طریقہ ہے اور کچھ خاص شرائط ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ شیخ کی تعلیم پر بے چون و چرا عمل کرے شیخ اسی چیز کے پیدا کرنے کی غرض سے جس کے لئے جو مناسب سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے اقویا کے لئے ایک تجویز ضعفاء کے لئے ایک تجویز مگر مقصود تمام تعلیم کا ایک ہی ہے طالب کو چاہیے کہ جو اس کو تعلیم کیا جائے اسی میں اپنی مصلحت سمجھے۔ غرض اصل چیز تو وہی ہے جس کو میں پہلے بیان کر چکا ہوں یعنی صحیح معنی میں بندہ کا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو جانا باقی اس کے علاوہ اس طریق میں جتنی چیزیں ہیں سب اسی کی تدابیر ہیں جیسے طبیب جسمانی کا اصل مقصود تحصیل و تکمیل صحت ہے اور تفصیلی معالجات اسی کی تدابیر ہے

کام تو حق تعالیٰ شانہ کے فضل ہی سے بنتا ہے

(ملفوظ ۱۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چکی پیسنے سے کام تھوڑا ہی بنتا ہے کام تو ان کے فضل سے ہوتا ہے ہاں لگا رہنا شرط ہے چنانچہ محنت تو کسی کام میں میں نے بھی نہیں کی مگر جس کام کو کرتا ہوں اس سے کسی وقت دماغ خالی نہیں رہتا ہر وقت دماغ کام کرتا رہتا ہے اور بے حس لوگوں کو اس کی خبر نہیں اس لئے وہ فضول چیزوں میں لگا کر ستاتے ہیں دوسرا شخص اگر اتنا دماغی کام کرے اور اس کے ساتھ ذکی الحس بھی ہو تو چلا اٹھے اس لئے اپنی راحت کے لئے کچھ قوانین مقرر کئے ہیں اور اپنی راحت کے ساتھ اس میں دوسرے کی بھی راحت ملحوظ ہوتی ہے اور اس کے خلاف کرنے پر جو عتاب ہوتا ہے وہ

بھی حقیقت میں سزا نہیں ہے وہ بھی راحت ہی کا قانون ہے اسی لئے میں جس پر خفا ہوتا ہوں اپنے سامنے سے ہٹا دیتا ہوں تاکہ قلب جلدی صاف ہو جائے کیونکہ میری طبیعت ضعیف ہے جلدی متاثر ہو جاتی ہے اور یہ فطری چیز ہے چنانچہ بعض حضرات اکابر کو نماز میں پنکھا جھلا جاتا تھا مگر میں نے ضعف طبع کی وجہ سے منع کر رکھا ہے کسی نے ان اکابر میں سے بعض حضرات سے پوچھا کہ اس سے حضرت کا دل نہیں بٹتا فرمایا کہ ہمارا توجی اور زیادہ لگتا ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لگتی ہے مگر میری طبیعت اس قدر ضعیف ہے کہ اگر کوئی نماز کے وقت میرے قریب بھی بیٹھ جاتا ہے اور مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ میرا منتظر ہے تو اس قدر طبیعت پر بوجھ ہوتا ہے کہ نماز بھی آئی گئی ہو جاتی ہے۔

مسجد میں چارپائی بچھا کر لیٹنا خلاف ادب ہے

(ملفوظ ۱۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ذوق یہ ہے کہ میں مسجد میں چارپائی بچھا کر لیٹنے کو ادب کے خلاف سمجھتا ہوں یہ ذوقی امور ہیں۔

ولکل وجھۃ ھو مولیھا

ایک مہمل خط کا جواب

(ملفوظ ۱۴۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے صرف اپنے حالات لکھے ہیں اور ان حالات کے متعلق کوئی بات نہیں پوچھی جس سے معلوم ہوتا کہ ان حالات کے لکھنے سے کیا مقصود ہے میں نے یہ جواب دیا ہے مہمل خط ہے معلوم ہوتا ہے کہ طریق کی حقیقت سے بے خبر ہو اس لئے کوئی درخواست نہیں کی۔

نئی روشنی نے بڑی گمراہی کا راستہ کھول دیا

(ملفوظ ۱۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس جدید تعلیم نے جس کو نئی روشنی سے تعبیر کرتے ہیں بڑی ہی گمراہی کا دروازہ کھول دیا ایک صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھی ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کامیابی کا بڑا راز یہ ہے کہ ان میں استقلال تھا اور اس کی زندہ نظیر گاندھی موجود ہے

استغفراللہ نعوذ باللہ

سیرت نبوی پر کتاب اور نبی کو ایک مکذب نبوت سے تشبیہ کیا آفت ہے نہ معلوم کس

ندر مسلمانوں نے یہ مضمون دیکھا ہوگا اور گمراہی میں پھنسے ہوں گے اور اکثر بدعقل مسلمان بھی ایسوں ہی کا اتباع کرتے ہیں اور ان کو اپنا رہبر اور پیشوا مانتے ہیں میرے پاس بھی وہ کتاب بھیجی گئی ہیں نے یہ لکھ کر واپس کردی کہ میں ایسی کتاب کو اپنے ملک میں رکھنا نہیں چاہتا جس میں اصل سیرت یعنی نبوت کے مکذب کی مدح ہو اس کا جواب آیا کہ زمانہ جاہلیت میں اس ناچیز سے ایسی حرکت ہوگئی انہوں نے اپنے پہلے زمانہ کو جاہلیت سے تعبیر کیا غنیمت ہے کیونکہ اکثر میں آج کل ایک خاص مرض یہ بھی ہوتا ہے کہ اپنی بات کی پچ کرتے ہیں یہ سب خرابیاں جدید تعلیم کا اثر ہے اس پر کہتے ہیں کہ یہ نئی روشنی ہے جس میں ہزاروں ظلمتیں بھری ہیں اور دین کی کمی تو ہے ہی مگر دنیوی تہذیب کا بھی ان میں نام و نشان نہیں ہوتا ایک صاحب یہاں پر آئے تھے ایک دو روز غالباً ٹھہرے تھے بوقت رخصت کہتے ہیں کہ میں اسٹیشن جاسکتا ہوں مہمل بات چند الفاظ ہیں جو رٹ رکھے ہیں وہ ہی ان کے مایہ ناز ہیں ساری قابلیت ان ہی میں ختم ہے میں نے کہا کہ اللہ نے آنکھیں دیں دیکھنے کو پیر دیئے چلنے کو راستہ دیکھا ہوا ہے جا کیوں نہیں سکتے جاسکتے ہو۔

اپنے بزرگوں کے نام لیواؤں میں نیچریت کا غلبہ

(ملفوظ ۱۵۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دوسروں کی کیا شکایت جب اپنے ہی بزرگوں کے نام لیوا پھسل گئے اس قدر انگریزیت اور نیچریت کا اس زمانہ میں غلبہ ہوا ہے کہ پرانے پرانے لوگ ڈھل مل ہوگئے اب یہ آفت فلاں مدرسہ میں بھی پیدا ہوگئی ہے بعض لوگ میری سرپرستی سے منقبض ہیں میں نے اسی بناء پر استعفا دے دیا تھا مگر پھر آکر مجھ کو مجبور کیا گیا میں نے مدرسہ کی مصلحت کی وجہ سے قبول کرلیا اب معلوم ہوا ہے کہ ممبران میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ دور سے بیٹھے بیٹھے ایک رائے کو ترجیح دے دیتا ہے اور واقعات صحیحہ دور سے معلوم نہیں ہوسکتے اس لئے انہوں نے میرے متعلق شرط رکھی تھی کہ مجلس شوریٰ میں شرکت کیا کرے اور وقت پر مجھ سے اس شرط کو ظاہر نہیں کیا گیا اس لئے مجھ کو احباب سے شکایت ہے کہ مجھ سے ضروری واقعات کو چھپایا گیا اور مجھ سے یہ بیان کیا گیا کہ تمام ممبران دل سے چاہتے ہیں اور سب

کی دل سے تمنا ہے مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہ تھا اور اب مزید براں یہ معلوم ہوا کہ مدرسہ کا زیادہ حصہ کانگریس میں شریک ہوچکا ہے اس قدر یہ باتیں سن کر دل کو قلق ہوتا ہے کہ یا اللہ بالکل ہی کایا پلٹ ہوگئی اپنے بزرگوں کے طرز اور مسلک کو بالکل ہی خیر باد کہہ دیا اور زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ وہ ہیں جنھوں نے اپنے بزرگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بس اگر یہی رفتار ہے تو آگے اللہ ہی حافظ ہے آئندہ آنے والی نسلیں تو بالکل نیچریت کا شکار ہوں گی حق تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں اور فہم سلیم عطاء فرمائیں۔

ہڑتال جلوس وغیرہ سب حرام ہیں

(ملفوظ ۱۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اب تو وہ زمانہ ہے کہ ہر شخص کی رفتار گفتار اور لباس سے انگریزیت جھلکتی ہے سادگی کا نام نہیں۔ رہا زبان سے نصرانیت اور انگریزیت کی برائی کرتے ہیں اور دل میں وہی باتیں رچی ہیں ان ہی جیسا لباس ان ہی جیسی معاشرت اختیار کر رکھی ہے مجھے تو ایک عالم کا قول پسند آیا کہ یہ لوگ نصرانیوں کے مخالف ہیں اور نصرانیت کے حامی ہیں بات تو کام کی کہی واقعی یہی ہورہا ہے غضب تو یہ ہے کہ اس فتنہ سے بعض علماء بھی نہ بچ سکے اور نصوص کے خلاف کرنا شروع کردیا ان کا طریقہ کار بالکل نصوص کیخلاف ہورہا ہے لیکن کسی کا عمل تو حجت نہیں جب کوئی تدبیر تدابیر منصوصہ کیخلاف اختیار کی جائے گی اس کو تو ممنوع ہی کہا جائے گا خصوص جبکہ وہ فعل عبث و مضر بھی ہو تو اس کی حرمت میں پھر کیا شبہ ہوسکتا ہے وہاں تو

الضرورات تبیح المحظورات

کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا مثلاً ہڑتال ہے جلوس ہیں ان میں وقت ضائع ہونا روپیہ کا صرف ہونا حاجتمند لوگوں کو تکلیف ہونا نمازوں کا ضائع ہونا کھلے مفاسد ہیں تو یہ افعال کیسے جائز ہوسکتے ہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر نیت امداد حق کی ہو فرمایا کہ ان باتوں سے حق کو کوئی امداد نہیں پہنچتی دوسرے نامشروع فعل نیت سے مشروع نہیں ہوجاتا یہ تو محض جاہ طلبی ہے کہ جلسے ہورہے ہیں جلوس نکل رہے ہیں گلوں میں ہار پڑ رہے ہیں اور یہ سب بددینوں ہی سے سبق حاصل کئے ہیں اور سب یورپ ہی کی تقلید ہے اور مزاحاً فرمایا

کہ ہار (مغلوبیت) تو پہلے ہی گلوگیر ہے پھر کامیابی (جیت) کہاں۔

دینی مفسدہ سے منع کیا جائے گا

(ملفوظ ۱۵۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر پچاس دنیوی مصلحتیں ہوں اور ایک دینی مفسدہ ہو تو مفسدہ ہی کو غالب سمجھا جائے گا عرض کیا گیا کہ جن نصوص میں جہاد کا حکم ہے یا صبر کا اس کے اعتبار سے حکم منصوص کے ہوتے ہوئے اپنی رائے سے اس کے خلاف ایک طریقہ کا اختیار کرنا کہ نہ وہ جہاد ہے نہ صبر ہے یہ مسکوت عنہ ہوگا یا اس کو منہی عنہ کہیں گے جواب میں فرمایا کہ باوجود ایسی ضرورتیں واقع ہونے کے متقدمین نے جب اس کو ترک کیا اختیار نہیں کیا تو یہ اجماع ہو گیا اس کے ترک پر اس لئے ممنوع ہوگا یہ احتمال بھی نہ رہا کہ نصوص کو ماؤں یا معلل کہہ لیا جائے۔

۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

نیند خدا کی بڑی نعمت ہے

(ملفوظ ۱۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نیند بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے بعض اوقات شب کو نیند کم آتی ہے سونے کو جی ترستا رہتا ہے تمام شب بے چینی رہتی ہے مگر احیاناً ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ صبح کو بیٹھ گیا اور دفعتہ آنکھیں بند ہو گئیں پھر جو آنکھ کھلی تو اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ دفعتہ دماغ میں سے کچھ غبار سا نکل گیا اس وقت طبیعت نہایت بشاش ہو جاتی ہے تمام شب کا تکان دماغ کا جاتا رہتا ہے مگر آج تک یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کیا چیز ہے جو دماغ سے نکل جاتی ہے اور اس کے نکلنے سے سکون ہو جاتا ہے طبیب یہ بھی نہیں کہتے کہ دماغ کمزور ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ دماغ نہایت قوی ہے اور خود مجھ کو بھی بفضلہ تعالیٰ کسی قسم کی کوئی دماغی شکایت نہیں معلوم ہوتی پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا بات ہے۔

ذہانت، تیزی اور سمجھ میں فرق

(ملفوظ ۱۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت اور تیزی اور چیز ہے اور سمجھ اور چیز ہے دو مصنفوں کا نام لیا کہ ان میں تقریر و تحریر کے وقت غصہ اس قدر ہے کہ بے تاب ہو جاتے ہیں مگر سمجھتے موٹی موٹی باتوں کو بھی نہیں ہاں تیز اس قدر ہیں کہ جب چلتے ہیں

پھر نہیں دیکھتے کہ کوئی مرے گا گرے گا سامنے کوئی آدمی ہے یا جانور ہے یا راستہ ہے حتی کہ خصم کا قول نقل کرتے ہیں اور اس کی دلیل بھی نقل کرتے ہیں مگر اس پر جو رد لکھتے ہیں تو خود اس رد کی کوئی دلیل بیان نہیں کرتے۔ عجیب بات ہے کہ ائمہ کی تقلید کو حرام کہتے ہیں اور دوسروں کو اپنا مقلد بنانا چاہتے ہیں اچھی زبردستی ہے بھلا ان کی ہی کون تقلید کرے گا غیر مقلدوں کے یہاں یہ دونوں حضرات مایہ ناز ہیں مگر سمجھ سے کچھ کام نہیں لیتے یوں ہی لڑاتے ہیں باقی ہمارے بزرگ ماشاء اللہ ہر شے کو اس کے حدود پر رکھتے ہیں ان ہی کی برکت ہے کہ ہم ان کے خدام بھی کسی امر میں غلو نہیں کرتے چنانچہ یہاں ایک طالب علم شافعی مذہب آئے تھے موپلوں کی قوم سے تھے زبان بھی عربی تھی نماز میں آمین بالجہر کہتے تھے مگر بہت دبی آواز سے میں نے ان کو محض اس خیال سے کہ شاید یہاں کے ادب کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں کہلوا دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے سنت کو چھوڑا جائے بے تکلف آمین کہو مگر اس انداز سے جیسے اپنے شافعی بھائیوں سے کہتے تھے وہ اس پر بہت خوش ہوئے کہ یہاں اس قدر وسعت اور رعایت ہے جو کہیں نہیں دیکھی گئی۔

چالاکی کو عقل سے کیا واسطہ

(ملفوظ ۱۵۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ موپلوں کی قوم بڑی جوشیلی قوم ہے عربی النسل ہیں زمانہ تحریکات میں اس قوم کو بعضے کم عقل لیڈروں نے تباہ اور برباد کر دیا خود تو جلسوں ہی پر اکتفا کیا اور ان بیچاروں کو حکومت سے لڑوا دیا جوشیلی قوم تھی مقابلہ پر اڑ گئی اور یہ ابھارنے والے دم دبا کر بھاگتے نظر آئے پھر بیچاروں کی جا کر خبر تک نہ لی حکومت نے خوب پیسا یہی حشر ہندوستان کا بنانے کو پھرتے تھے مگر اللہ نے اپنا فضل کیا اور ان لیڈروں کی کیا شکایت کی جائے بعض مولوی ایسے بدحواس ہوئے کہ ان کو نہ دنیا کی خبر رہی اور دین کی ایمان تک قربان اور نثار کرنے کو تیار ہو گئے اور ایک مولوی صاحب نے گاندھی کے عشق میں اپنے ایمان اور دین اور اس میں گزری ہوئی عمر کو اس پر نثار کرنے کا اس شعر میں اقرار کر لیا۔

عمرے کہ بآیات واحادیث گذشت　　　رفتی ونثار بت پرستے کردی

(جو عمر کہ آیات واحادیث کے مشغلہ میں گزری، تم نے جاتے ہی ایک بت پرستی پر نثار کردی)

ایک لیڈر صاحب کے یہ کہا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی مستحق نبوت تھا حیرت ہے کہ ایسا کم فہم نبی ہوتا اگر فہم ہوتا تو پہلے آخرت پر ایمان لاتا۔ پالیسی اور چیز ہے عقل اور چیز ہے دیکھئے حق تعالی عورتوں کے متعلق فرماتے ہیں

ان کیدکن عظیم

ان کے مکر کو تو بڑا فرمایا اور حدیث میں ان کو ناقص العقل فرمایا گیا تو چالاکی کو عقل سے کیا واسطہ۔

اصطلاحی بے خبری یعنی بے فکری

(ملفوظ ۱۵۶) ایک صاحب کی غلطی پر پھر اس غلطی کی اس معذرت پر کہ قاعدہ کی خبر نہ تھی مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایسے ہی تو بے خبر ہو کہ بے خبری کا لفظ یاد کرلیا ایسی موٹی باتوں کی بھی خبر نہیں البتہ اصطلاحی بے خبری کا دعوی صحیح ہوسکتا ہے جس کے معنی ہیں بے فکری ورنہ مقدمات کی بھی خبر نتیجہ کی بھی خبر سب خبر ہے مگر غلطی اس لئے ہوتی ہے کہ ہم غریبوں کی نسبت یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ والے جو ہوتے ہیں ان کو حس نہیں رہتی۔ بے حس ہوجاتے ہیں حالانکہ خود بے حس ہوتے ہیں اس لئے اوروں کو بھی بے حس خیال کرتے ہیں ہم لوگوں کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو نہ کسی چیز سے تکلیف ہوتی ہے نہ ان کو ادراک ہوتا ہے نہ اذیت پہنچتی ہے حاصل یہ کہ بت ہیں چاہے کوئی چار جوتے لگا جائے تب غریب کو حس نہیں اور چاہے کوئی چڑھاوا چڑھا جائے تب حس نہیں خلاصہ یہ کہ اللہ والوں کو بت سمجھتے ہیں اور سمجھنے کا بھی کیا قصور ہے خود مشائخ ہی بے حس ہوگئے دکان گرم ہورہی ہے چار طرف پروانے جمع ہیں بیچ میں شمع رکھی ہے مشیخت کی شان ظاہر ہورہی ہے شیخ صاحب کو اس پر حظ ہورہا ہے اور زیادہ اس وقت ایسے ہی ہیں جو محض دکان چمکان کی وجہ سے اور حظ کی غرض سے لوگوں کے اجتماع کو پسند کرتے ہیں اور اس طمع میں لوگوں کی سب بدتمیزیاں برداشت کرتے ہیں مگر مجھ کو تو ان باتوں سے سخت نفرت ہے نہ اپنے بزرگوں کا یہ طرز دیکھا نہ اپنے کو یہ پسند اپنے بزرگوں کی بے حد سادہ زندگی دیکھی اس لئے یہ نئی نئی باتیں بری معلوم ہوتی ہیں۔

صحبت شیخ سے اصلاح

(ملفوظ ۱۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قوت متخیلہ پر بھی بعضے قوی آثار مرتب ہوجاتے ہیں سواگر اس قوت کو وحی کے تابع بنادیا یعنی جس محل میں وحی نے اذن نہ دیا ہو وہاں اس کو صرف نہ کیا تب تو خیریت ہے ورنہ گیا گذرا ہوا۔ اور اس قوت متخیلہ کے اعتبار سے صاحب قوت کی تین قسمیں ہیں بعضوں میں یہ فطری ہوتی ہے اور قوی بھی ہوتی ہے بعضوں میں فطری ہوتی ہے مگر ضعیف ہوتی ہے اور بعضوں میں فطری نہیں ہوتی بلکہ خاص مشق کی ضرورت ہوتی ہے اور پہلے دونوں شخصوں کو اتنی مشقت نہیں ہوتی اور متعارف توجہ بھی قوت متخیلہ ہی کا ایک طریق ہے مگر مشائخ چشتیہ اس متعارف توجہ کا لتزام نہیں کرتے بعض سلاسل میں اس کا خاص اہتمام ہے باقی اس کا ایک درجہ سب شائخ میں مشترک ہے کہ صحبت سے کسی کی اصلاح کی خواہش کی جائے یہ ہر شیخ کو حاصل ہے اور اتنی ہی کافی بھی ہے۔

مردہ کی زکوٰۃ واجب کی ادائیگی کا حکم

(ملفوظ ۱۵۸) ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت اگر میت کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہو تو اس کی طرف سے اگر ورثہ ادا کردیں تو کیا وہ ادا ہوجائے گی فرمایا کہ شریعت میں ادا ہوجانے کا وعدہ تو ہے نہیں لیکن اگر تبرعاً ایسا کریں تو کوئی حرج بھی نہیں اور کیا عجیب کہ ادا ہی کے درجہ میں مقبول ہوجائے۔ مگر شرط یہ ہے کہ نابالغوں کے حصہ میں سے نہ ہو اور بالغوں کے حصہ میں بھی اجازت سے ہو یا کوئی اپنے پاس سے دیدے تو پھر کسی پہلو سے بھی نامناسب نہیں۔

تصوف سے مناسبت کاملہ

(ملفوظ ۱۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون مناسبت کے کسی فن کی کامل تحقیق نہیں ہوتی۔ پھر اپنے متعلق فرمایا کہ فقہ، حدیث سے تو مجھے پوری مناسبت نہیں اور تفسیر سے گو پوری نہیں لیکن فقہ وحدیث کی نسبت بہت زائد ہے اور بحمداللہ تعالیٰ تصوف سے کامل مناسبت ہے میں جس قدر فقہ سے ڈرتا ہوں اور کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتا اور لوگ اس ہی میں دلیر ہیں اور واقعی فقہ کا باب نہایت ہی نازک ہے۔

مجدد وقت ہونے کا ظن

(ملفوظ ۱۶۰) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ کیا حضرت مجدد وقت ہیں جیسا بہت لوگوں کا خیال ہے فرمایا کہ احتمال تو مجھ کو بھی ہے مگر اس سے زائد نہیں۔ جزم اوروں کو بھی نہ کرنا چاہئے ظن کے درجہ کی گنجائش ہے باقی قطعی یقین کسی مجدد کا بھی نہیں ہوا جس پر جتنا اور جس درجہ کا بھی فضل ہو جائے۔
ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم الحمدللہ حمداً کثیر اطیباً مبار کافیہ

بلی مارنے کا حکم

(ملفوظ ۱۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بلی کی نسبت اکثر لوگوں سے روایتیں بنی ہیں کہ اس کو کبھی مکان کے اندر بند کر کے نہیں مارنا چاہئے۔ یہ ضرور حملہ کرتی ہے اور نرخرہ ہی پر کرتی ہے کتے سے اس قدر خطرہ نہیں جس قدر بلی سے خطرہ ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بلی کو مارنا جائز ہے فرمایا کہ اگر ستائے تو مارنا جائز ہے مگر ترسانا جائز نہیں۔ فقہاء نے تو بڑی سخت قید لکھی ہے کہ جب مارنے کی ضرورت ہو ذبح کر دے اور ترسانا تو کسی جاندار کو بھی نہیں چاہئے اسی لئے ذبیحہ کے متعلق حکم ہے کہ چھری تیز ہو اور ایک زندہ جانور کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے۔

کھیت اور باغ کے مسائل دقیق اور غامض ہیں

(ملفوظ ۱۶۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کھیت اور باغ کے معاملات میں بہت دقیق اور غامض مسائل ہیں بلکہ فقہ کے اکثر ابواب نہایت ہی نازک ہیں اس میں ہر شخص کو فتوی دینے کی جرأت نہ کرنا چاہئے۔

مصافحہ کے نرالا طریق کرنے پر مواخذہ

(ملفوظ ۱۶۳) ایک صاحب نے حاضر ہو کر حضرت والا سے ایسے طرز کے ساتھ مصافحہ کیا کہ ہاتھ میں بھی ہاتھ نہیں آیا صرف انامل (انگلیوں) سے مس ہو گیا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کونسا طریق ہے مصافحہ کا جیسے کوئی شخص پالا چھوتا ہو۔ کیا ہو گیا تم لوگوں کو جو بات دیکھو نئی اور نرالی ہی ہوتی ہے کہاں تک ان لوگوں کی اصلاح کی جائے افراط و تفریط

کا مرض ایسا عام ہوگیا ہے کہ ہر شخص کو اس میں ابتلاء ہوگیا عوام تو عوام خواص تک کو ان چیزوں میں ابتلا ہو رہا ہے اور اعتدال تو بالکل ہی گم ہوگیا ہے اگر ادب کریں گے تو عبادت کے درجہ تک پہنچ جائیں گے اور اگر بے تکلفی اختیار کریں گے تو بے ہودگی کے درجہ پر اتر آئیں گے آدمیت اور سلیقہ کا نام و نشان باقی نہیں رہا پھر دریافت فرمایا کہ جس کام کو آئے ہو کہہ لو عرض کیا بیعت ہونے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا مجھ کو تم سے مناسبت نہیں تم کو کوئی نفع نہ ہوگا البتہ کسی دوسرے مصلح کا پتہ بتا سکتا ہوں بشرطیکہ تم پوچھو۔ عرض کیا کہ جس کو حضرت تجویز فرمائیں گے انہیں سے اصلاح کرا لوں گا فرمایا کہ یہ بات تو تم نے فہم کی کہی پہلی سب کوفت ایک دم ختم ہوگئی اب تم مجھ کو ایک پرچہ پر اپنا نام اور درخواست نشان مصلح بطور یادداشت لکھ کر دے دو میں غور کر کے اس پر مصلح کا نام اور پتہ لکھ دوں گا اور بیس بار خط و کتابت کے بعد وہ تمام خطوط مجھ کو دکھلانا اس کے بعد میں اگر مناسب سمجھوں گا بیعت بھی کر لوں گا عرض کیا کہ پرچہ لکھ کر بکس میں ڈال دوں فرمایا چاہے بکس میں ڈال دو یا لکھ کر مجھ کو دے دو جس میں سہولت سمجھو۔ وہ کرو اختیار ہے۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ دیکھئے یہ میری تخت گیری اور بد خلقی ہے انہوں نے ایک بات بیڈھنگی کی اس پر مواخذہ کیا دوسری بات فہم کی کہی پہلا اثر نہیں رہا ایک دم طبیعت بدل گئی یہ سب میرے امور فطری اور ذوقی اور وجدانی ہیں سلیقہ اور تمیز سے کوئی خدمت لے آدھی رات خدمت کو حاضر ہوں البتہ بد سلیقگی اور بد تمیزی سے انقباض ہو جاتا ہے پھر دریافت فرمایا کے (کتنے) روز قیام رہے گا عرض کیا کہ تین روز کی نیت سے آیا ہوں فرمایا کہ اس زمانہ قیام میں علاوہ اس پرچہ کے جس کی میں نے اجازت دی ہے کہ مصلح کا پتہ تم کو لکھ دوں گا اور کوئی مکاتبت مخاطبت نہ کرنا خاموش مجلس میں بیٹھے رہنا عرض کیا کہ بہت اچھا فرمایا ماشاء اللہ ہیں فہیم آدمی نہ معلوم مصافحہ ہی میں کیوں ایسا طرز اختیار کیا تھا خیر سب درست ہو جائیں گے اگر فہم سلیم ہوا اور فکر ہو تو سب کام آسان ہو جاتے ہیں باقی میں جو کچھ کرتا ہوں یا کہتا ہوں اور ہر بات کی چھان بین کرتا ہوں کھود کرید کرتا ہوں جس کو لوگ بداخلاقی سے تعبیر کرتے ہیں میری اس بداخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے۔ وہ خوش اخلاقی یہ ہے کہ میں چاہتا یہ ہوں کہ لوگوں کے اخلاق درست ہوں جب اس کے خلاف کچھ کرتے ہیں تنبیہ

کرتا ہوں اس کو بداخلاقی کہا جاتا ہے اور وہ خلاف بھی بخیل سے کم ہوتا ہے زیادہ تر ایسی حرکات کا منشاء بے فکری ہوتا ہے فکر سے کام نہیں لیتے اگر فکر سے کام لیں تو دوسرے کو تکلیف اور اذیت ہرگز نہ پہنچے یاد رکھو دوسرے شخص کو وہی ہلکا رکھ سکتا ہے جو اپنے اوپر بوجھ اٹھائے چنانچہ بحمداللہ میں خود بوجھ اٹھاتا ہوں اور دوسرے کو ہلکا رکھتا ہوں مگر جب دوسرا بالکل ہی بے فکر ہو جائے تو میں اس وقت اس پر بھی کچھ بوجھ ڈالتا ہوں تاکہ اس کی اصلاح ہو۔

احکام کے حکم ومصالح دریافت کرنے کا عام مرض

(ملفوظ ۱۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل احکام کی حکمت اور اسرار معلوم کرنے کا مرض اکثر لوگوں میں عام ہو گیا ہے اور یہ دروازہ نیچریوں کی بدولت کھلا ہے وہ ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں حالانکہ وہ کسوٹی ہی کھوٹی ہے ایسی ہی عقل کے متعلق مولانا فرماتے ہیں۔

آزمودم عقل دور اندیش را　　　　بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

غرض یہ سبق لوگوں نے نیچریوں سے حاصل کیا ہے اس سے بہت ہی بچنا چاہئے یہ نہایت ہی گستاخانہ طرز ہے حضرت مجدد صاحب کا قول ہے کہ احکام میں حکمتوں اور اسرار کا تلاش کرنا مرادف ہے انکار نبوت کا ایسا شخص نبی کا اتباع نہیں کرتا بلکہ حکمت اور اپنی عقل کا اتباع کرتا ہے حالانکہ جب نبی کو نبی مان لیا پھر لم (کیوں) اور کیف (کیسے) کیسا اور سچ یہ ہے کہ حقوق اتباع کے جب ہی ادا ہوتے ہیں جب متبوع سے عشقی تعلق ہو۔

حوادث وقتیہ کے ضبط کرنے میں کسی نے اعانت نہ کی

(ملفوظ ۱۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عرصہ ہوا میں ہر پیشہ کے لوگوں سے وقتاً فوقتاً انفرادی صورت میں کہا تھا کہ ہر قسم کے معاملات جو کہ ذرائع معاش میں متعارف صورتیں ضبط کر لی جائیں اور میرے پاس بھیج دی جائیں میں بصورت رسالہ ان کے احکام شرعیہ کو لکھوں گا تاکہ حوادث وقتیہ کے احکام عام طور سے معلوم ہو جائیں اور ان میں بھی اس کی کوشش کروں گا کہ حتی الامکان وسعت دیکھا ئے خواہ دوسرے ہی امام کا قول لینا

پڑے بشرطیکہ مذاہب اربعہ سے خروج نہ ہو اور اس وسعت کے اہتمام کی ضرورت یہ تھی
کہ بعض صورتوں میں عام ابتلاء ہے اس لئے سہولت کی کوشش کی جائے مگر کسی نے بھی
میری اعانت نہ کی اب اگر ان معاملات کے ضبط کا بھی کچھ انتظام ہوجائے تو اب اتنی
قوت نہیں رہی کہ اس خدمت کو انجام دے سکوں اور دوسروں کے سپرد کر کے اطمینان
نہیں ہوتا اور اطمینان بھی ہو تو کام کرنے والوں کے کون پیچھے پیچھے پھرے کہ ارے بھائی
فلانا کام ہوگیا یا نہیں اور کب کرو گے اس کلفت سے تو آدمی خود کام کرے اس میں
اتنا تعب اور کلفت نہیں ہوتی جس قدر اس احتیاج و انتظار میں ہوتی ہے اور یہ بھی ایک راز
ہے۔ منجملہ اور رازوں کے میری عدم شرکت تحریک خلافت کا کیونکہ پرائے کندھے
بندوق چلانے کا کیا بھروسہ ہندی مقولہ ہے۔ پرائے کندھے رکھا جوا آج نہ موا کل موا
مری اور اس عدم اعتماد کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں اتباع کا مادہ نہیں رہا اور بدون کسی کو
اپنا بڑا بنائے اور اس کا اتباع کئے کامیابی مشکل بلکہ محال، اس لئے کہ ہر کام کے لئے
ضرورت ہے حدود کی اصول کی اور یہ بدون کسی بڑے کے سر پر ہوئے ہونا دشوار جب یہ
نہیں تو ایسا بڑا کام کون سر دھرے اور یہ عدم اتباع اور اختلاف اس قدر عام ہوگیا ہے کہ
پہلے علماء ہی پر اعتراض تھا کہ باہم اختلاف کرتے ہیں آپس میں رسالہ بازی کرتے ہیں
مگر اب ان تحریکات میں خود معترضین کو جو کام کرنا پڑا تو ان کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی
کہ ان میں کیسی کشتم کشتا اور فساد جھگڑے اور رسالوں سے بھی آگے گزر کر اخبار بازی
ہورہی ہے اعتراض کرنا کون مشکل تھا مگر جب اپنے اوپر آکر پڑی تب حقیقت معلوم
ہوگئی یہ لوگ تو اپنے کو عقلاء زمانہ تصور کرتے ہیں پھر ان میں اختلاف کیوں ہے تعجب
ہے کہ علماء کا اختلاف اور رسالہ بازی تو مذموم تھی اور ان کا اختلاف اور اخبار بازی محمود
ہے ایک اعتراض یہ تھا علماء پر کہ مدارس و مساجد کے نام سے قوم سے روپیہ لے کر کھا
جاتے ہیں اب تم بتاؤ تم نے کیا کیا مولویوں نے تو شاید سو برس میں بھی اتنا نہ
کھایا ہوگا جتنا تم نے ان تحریکات کے زمانہ میں چند ہی برس کے اندر کھا کر دکھلا دیا بلکہ
اگر واقعات کی تحقیق کی جائے تو علماء پر تو زیادہ حصہ بہتان ہی ثابت ہوگا اور تمہارا واقعی
ثابت ہوگا پھر اس فرق کے ہوتے ہوئے اپنی خیانت پر نظر کر کے علماء کو اپنے پر
قیاس کرنا بالکل اس تنبیہ کا محل ہوگا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

سر سید نے ہندوستان میں نیچریت کی بنیاد ڈالی

(ملفوظ ۱۶۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زیادہ تر سر سید ہی نے ہندوستان میں نیچریت کی بنیاد ڈالی تھی گو اس سے پہلے بھی اس خیال کے لوگ تھے مگر بہت کم اس وقت یہ بات نہ تھی جو کالج علی گڑھ کی بنیاد پڑنے کے بعد پیدا ہو گئی اور اس وقت یہ علماء ہی پر الزام تھا کہ یہ سر سید کے اس فعل کو بری نظروں سے دیکھتے ہیں اور ترقی کے مانع ہیں مگر اس تحریک خلافت کے بعد خود وہاں ہی کے تعلیم یافتہ جو آج کل بڑے لیڈر اور عقلاء کہلاتے ہیں۔ ان سب نے یہ تسلیم کر لیا کہ یہ انگریزیت اور دہریت اور نیچریت اس علی گڑھ کالج کی بدولت ہندوستان میں پھیلی ہے اسی کی بدولت لوگوں کے دین و ایمان برباد ہوئے اور اس وقت کہا گیا جب کہ وہاں پر ایک جلسہ قرار پایا تھا اور یہ اس میں حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدعو کیا گیا تھا ان مہربانوں نے اپنے اغراض دنیوی کی وجہ سے حالت مرض میں بھی حضرت مولانا کو آرام نہیں کرنے دیا حکومت اور جاہ کا ایسا بھوت گردن پر سوار ہوا تھا اسی زمانہ میں میں بعض ثقہ صورت حضرات کے نام سے بعض مضامین حضرت مولانا کی طرف نسبت کر کے شائع کئے گئے تھے جس کی مولانا کو بھی خبر نہیں اوپر ہی اوپر گھڑ گھڑ کر حضرت کی طرف منسوب کر کے شائع کر دیا گیا تھا جس کے جعلی ہونے کا اسی جماعت کے بعض حضرت نے بعد میں اقرار کیا (ملاحظہ ہو اشرف السوانح باب بست و چہارم کا مضمون سادس) یہ دیانت اور تدین ہے پھر اس پر دوسروں پر الزام تھا کہ یہ دشمن اسلام ہیں قوم فروش ہیں۔ سی۔ آئی۔ ڈی سے تنخواہ پانے والے ہیں فاسق فاجر ہیں ان کا قتل تک جائز ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہو بعض نے تو یہاں تک کہا اگر ہم کو کامیابی ہو گئی اور حکومت مل گئی تو یہ جتنے لوگ تحریک سے علیحدہ ہیں ان کو ہندوستان سے نکال کر باہر کریں گے اور ٹکٹ دلوا کر جہاز میں سوار کر کے کہہ دیں گے کہ انگریزوں کیساتھ لندن میں جا کر آباد ہو یہ خدائی کے دعوے تھے اچھی خاصی فرعونیت دماغوں میں سمائی ہوئی تھی۔ ملازمتوں کو حرام کہا بدیشی کپڑے کو ناجائز قرار دیا اب سب استعمال کر رہے ہیں وہ سور کی چربی اور گائے کی چربی

جو اس وقت مانع استعمال تھی کہاں گئی۔ یہ ثقہ لوگوں کا حال تھا جس کا درمیان میں ذکر آ گیا شروع سرسید کے حال سے ہوا تھا اب اسی کا بقیہ عرض کرتا ہوں کہ وہاں نصوص اور احادیث کا انکار حضور کی معراج جسمانی انکار اور کثرت سے خرافات ہانکتے ہیں اس پر بھی معتقدین کہتے ہیں کہ اسلام اور مسلمان کا خیر خواہ اور ہمدرد تھا نہ معلوم وہ خیر خواہی اور ہمدردی کونسی قسم کے مسلمانوں اور کون سے اسلام کی تھی حضور ﷺ نے اس عالم میں تشریف لا کر جس اسلام کی تبلیغ کی اور جیسا مسلمان بنایا اس اسلام اور مسلمانوں کی تو اچھی خاصی دشمنی تھی جس وقت سرسید نے اس علی گڑھ کالج کی بنیاد ڈالی تو انہوں نے اپنے ایک خاص معتمد کو گنگوہ بھیجا اس کام کے لئے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کر کے مولانا کو یہ پیام پہنچاؤ۔ کہ میں نے مسلمانوں کی فلاح اور بہبود و ترقی کے لئے ایک کالج کی بنیاد ڈالی ہے دوسری قومیں ترقی کر کے بہت آگے پہنچ چکی ہیں مسلمان پستی کی طرف جا رہے ہیں اگر آپ حضرات نے اس میں میرا ہاتھ بٹایا تو میں بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا جو حقیقت میں مسلمانوں کی کامیابی ہے غرضکہ سفیر وہ گنگوہ آئے اور حضرت مولانا کے پاس حاضر ہو کر بعد سلام مسنون کے سرسید کا پیام عرض کیا حضرت مولانا نے سرسید کا پیام سن کر فرمایا کہ بھائی ہم تو آج تک مسلمانوں کی فلاح اور بہبود اور ترقی کا زینہ اللہ اور رسول کے اتباع ہی میں سمجھتے رہے مگر آج معلوم ہوا کہ ان کی فلاح و بہبود ترقی کا زینہ اور بھی کوئی ہے تو اس کے متعلق یہ ہے کہ میری ساری عمر قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری ہے۔ مجھے ان چیزوں سے زیادہ مناسبت نہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا نام لیا کہ وہ ان باتوں میں مبصر ہیں ان سے ملو وہ جو فرمائیں گے اس میں ہم ان کی تقلید کر لیں گے ہم تو مقلد ہیں یہ صاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ملے اور سرسید کا سلام پیام اور حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے جو گفتگو ہوئی تھی اور اس پر حضرت مولانا نے جو جواب دیا تھا سب حضرت مولانا قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو سنا دیا گیا حضرت مولانا نے سنتے ہی فی البدیہ فرمایا کہ بات یہ ہے کہ کام کرنیوالے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ ان کی نیت تو اچھی ہے مگر عقل نہیں۔ دوسرے وہ کہ عقل تو ہے مگر نیت اچھی نہیں تیسرے یہ کہ نہ نیت اچھی نہ عقل سرسید کے متعلق ہم یہ تو کہہ

نہیں سکتے کہ نیت اچھی نہیں مگر یہ ضرور کہیں گے کہ عقل نہیں اس لئے کہ جس زینہ سے مسلمانوں کو وہ معراج ترقی پر لیجانا چاہتے ہیں اور ان کی فلاح اور بہبود کا سبب سمجھتے ہیں یہ ہی مسلمانوں کی پستی کا سبب اور تنزل کا باعث ہو گا اس پر صاحب نے عرض کیا کہ جس چیز کی کمی کی شکایت حضرت نے سرسید کے اندر فرمائی ہے اسی کو پورا کرنے کے لئے تو آپ حضرات کو شرکت کی دعوت دی جارہی ہے۔ تاکہ تکمیل ہو کر مقصود انجام کو پہنچ جائے یہ ایسی بات تھی کہ سوائے عارف کے دوسرا جواب نہیں دے سکتا تھا حضرت مولانا نے فی البدیہ جواب فرمایا کہ سنت اللہ یہ ہے کہ جس چیز کی بنا پر ڈالی جاتی ہے بانی کے خیالات کا اثر ساتھ ساتھ اس میں ضرور ہوتا ہے سو چونکہ سرسید بنیاد ڈال چکے ان کے ہی خیالات کے آثار اس بناء میں ضرور ظاہر ہوں گے اور اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک تلخ درخت کا پودہ قائم کر کے ایک مٹکے میں شربت بھر کر اور ایک مالی کو وہاں بٹھلا کر ان سے عرض کیا جائے کہ اس شربت کو اس درخت کی جڑمیں سینچا کرو سو جس وقت وہ درخت پھول پھل لائیگا سب تلخ ہوں گے واقعی عجیب ہی بات فرمائی۔ میں نے اس تحریک کے زمانہ میں ایک موقع پر کہا تھا کہ تم اب پچاس برس کے بعد سمجھے ہو کہ علی گڑھ کالج کی وجہ سے انگریزیت اور دہریت اور نیچریت پھیلی ہے لوگوں کے دین و ایمان برباد ہوئے اس کو ایک مبصر پچاس برس پہلے کہہ چکے تھے اور اسی سے اس تحریک کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں کہ مولانا نے جو کام کرنے والوں کی تین قسمیں بیان فرمائی تھیں ایک وہ کہ نیت تو اچھی ہے مگر عقل نہیں۔ دوسرے کہ عقل تو ہے مگر نیت اچھی نہیں تیسرے یہ کہ نہ نیت اچھی نہ عقل تو اس تحریک حاضرہ کا جو بانی اعظم ہے وہ دونوں صفات کا جامع ہے نہ نیت اچھی نہ عقل اور ایک تیسری صفت مزید بلکہ دین بھی نہیں۔ سرسید میں تو صرف ایک ہی کمی فرمائی تھی کہ عقل نہیں تو اس کی نحوست کا تو یہ اثر ہوا جو تم کو بھی تسلیم ہے اور جس میں یہ تینوں کمی ہوں اس کی ڈالی ہوئی بنیاد میں تو کہاں خیر اور کہاں دین و ایمان اور کہاں فلاح اور بہبود حضرت مولانا کا یہ فرمانا کہ بانی کا اثر بناء میں ضرور ہوتا ہے یہ اس تحریک میں کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو چکا کہ جو بھی شریک ہوا اسی رنگ میں رنگا گیا بڑوں بڑوں کے زھد اور تقویٰ دین و ایمان نماز روزہ سب بانی پر نثار ہو گئے ایک مولوی صاحب نے تو یہاں تک اثر لیا کہ بانی کی شان میں یہ شعر لکھ دیا کہ

عمرے کہ بآیات واحادیث گذشت رفتی ونثار بت پرستے کردی انا اللہ

مشیت حق تعالیٰ کے سامنے کسی کی کیا حقیقت ہے

(ملفوظ ۱۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں قوم پالیسی اور چالاکی کے امام ہیں ہندوستانیوں نے تو ابھی الف بے تے ہی شروع کی ہے تو ان کی تدابیر سے وہ کہاں ہاتھ آنے والے ہیں یہ کام تو انہی کو کوئی سیکھ لے بظاہر ان کی بقاء کے سامان اور تدابیر کافی ہیں لیکن اگر مشیت ہی اس کے خلاف ہو جائے تو پھر کسی کی تدبیر و قدرت و قوت مشیت حق کے سامنے ایک مچھر کی برابر بھی وقعت نہیں رکھتی کسی کو اپنی تدابیر پر ناز نہیں کرنا چاہیئے مشیت کے سامنے کسی کی حقیقت ہی کیا ہے اور یہ سب کلام تو تدبیر کے موثر یا غیر موثر ہونے میں ہے اور ایک کلام مسلمان کے لئے اس کے جائز ہونے نہ ہونے میں ہے وہ یہ کہ تدبیر میں دوسرے مدبروں کی محض تقلید جائز نہیں بہت سی تدابیر غیر قومیں کر رہی ہیں مگر غیر مشروع ہونیکے سبب مسلمان کو اسکی اجازت نہیں مثلاً میں نے مولوی محمد محمود مرحوم تھانوی سے ایک واقعہ سنا ہے کہ عیسائی اپنے جاسوسوں کو اسلام کی نقل کی مشق کراتے ہیں تاکہ ممالک اسلامیہ میں جا کر جاسوسی کر سکیں مگر مسلمانوں کو اجازت نہیں کہ اس غرض سے اپنے مسلمان جاسوسوں کو عیسائیت کی مشق کرادیں کہ اپنے گھر بیٹھے قوال وافعال کفریہ کی مشق کیا کریں کہ ممالک غیر اسلامیہ میں جا کر جاسوسی کر سکیں وہ واقعہ یہ ہے کہ کسی انگریز حاکم اور مسلمان رئیس میں ہندوستان میں رہتے ہوئے دوستانہ تعلقات ہو گئے تھے جب یہاں سے وہ انگریز پنشنر ہو کر ولایت واپس گیا تو کچھ عرصہ کے بعد یہ ہندوستانی رئیس اتفاق سے لندن گئے اس انگریز کے پاس ٹہر گئے اتفاق سے رمضان المبارک کا زمانہ قریب تھا انہوں نے اس انگریز سے کہا کہ ہم ایسے وقت یہاں پر آئے کہ رمضان المبارک کا زمانہ قریب ہے اگر ہم اپنے ملک ہندوستان میں ہوتے تو نماز تراویح کا افطار و سحر کا خاص لطف رہتا اب یہاں چونکہ ہم تنہا ہیں ہم کو کوئی لطف نہ ہوگا اس انگریز نے کہا کہ تم رمضان کو لطف سے گزارنا چاہتے ہو تو ہم انتظام کر دینگے یہ بہت خوش ہوئے مگر تعجب میں تھے کہ آخر یہ انتظام کیا کریگا جب وہ دن آگیا انہوں نے انگریز سے کہا اس نے ان کو کسی دوسرے مقام پر بھیج دیا اور کسی کو

وہاں خط لکھ دیا جب اس مقام پر پہنچے، دیکھا نہایت زبردست اور خوبصورت ایک مسجد ہے ہر چار طرف حجرے بنے ہیں ذاکرین کا مجمع ہے تلاوت قرآن اور ذکر میں مشغول ہیں یہ دیکھ کر ان ہندوستانی رئیس کی آنکھیں کھل گئیں کہ یا اللہ یہ منظر تو کبھی ہندوستان میں بھی نہیں دیکھا تمام فرشتے صفت جمع ہیں باجماعت نماز پڑھی بعد ختم تراویح کے سب نے آرام کیا پھر دو بجتے ہیں سب اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہی نفلیں ذکر و شغل تلاوت قرآن۔ عجیب قابل دید منظر سحری کھائی نماز فجر کی جماعت سے پڑھی پھر شام کو افطار کا خاص اہتمام دیکھا غرض تمام مہینہ رمضان المبارک کا ان کا اسی لطف سے گذرا عید کا دن آگیا عید کی نماز باجماعت پڑھ کر پھر اس انگریز کے پاس پہنچ گئے اور اسکو بہت دعائیں دیں اور کہا کہ یہ لطف تو ہم کو ہندوستان میں بھی نہیں حاصل ہوا عجیب لوگ ہیں سب کے سب خدا رسیدہ اور ایک سے ایک بڑھ کر زاہد اور عابد تہجد گزار یوں معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اللہ ہی انکی غذا ہو گیا وہ انگریز ہنسا اور کہا کہ یہ سب نصرانی ہیں اور یہ سب سی۔ آئی ڈی کے لوگ ہیں یہاں پر ان کو اس کی تعلیم کرائی جاتی ہے تاکہ ممالک اسلامیہ میں جا کر اس روپ میں رہ سکیں اور مخبری کا کام انجام دے سکیں یہ سنکر انکے ہوش اڑ گئے اور اس انگریز سے کہا کہ خدا تیرا بھلا کرے تو نے میری مہینے بھر کی نماز ہی برباد کی اگر الگ ہی پڑھ لیتا تو فرض تو ذمہ نہ رہتا اب سب کیا کرایا برباد ہوا۔ یہ واقعہ تو سلسلہ تدبیر میں بیان کیا گیا باقی جملہ معترضہ کے طور پر اسپر ایک مناسب تفریع بھی کرتا ہوں وہ یہ کہ ایسے ہی روپ میں بعضے نیچری اور لیڈر بھی ہیں کہ حقیقت میں تو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن اور ظاہر میں خیر خواہ اور ہمدرد دوست نما دشمن ایسے ہی ہوتے ہیں اوپر کے سلسلہ میں ایک اور واقعہ تشبہ بالمسلمین کا یاد آیا گو دونوں واقعوں میں تشبہ کی غرض متحد نہیں وہ واقعہ میں نے جس زمانہ میں کانپور میں تھا ایک بزرگ مولوی دوست محمد صاحب کابلی سے سنا جو ایک مدرسہ میں مدرس تھے وہ قصہ بیان کرتے تھے کہ ایک انگریز کلکٹر ہو کر آیا اور آکر بعض علماء اور حفاظ کو بلایا نہایت احترام اور اعزاز سے پیش آیا اور حفاظ سے قرآن شریف سننے کی فرمائش کی پھر علماء سے اس سنائے ہوئے حصہ کے ترجمہ کی فرمائش کی مگر کچھ محظوظ نہیں ہوا پھر خود اس نے اجازت لیکر سورہ مریم کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ بھی کیا قرآن شریف پڑھنے کے وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ ممالک اسلامیہ کا مشاق قاری

ہے مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کا وہاں جی نہیں لگا اور کوشش کر کے جدہ کی سفارت پر چلا گیا۔

بزرگ مختلف الاحوال ہوتے ہیں

(ملفوظ ۱۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کا رنگ الگ الگ ہوتا ہے مختلف الاحوال ہوتے ہیں جیسے باغ میں رنگ برنگ کے پھل اور پھول کے درخت ہوتے ہیں اور ان بزرگوں ہی پر کیا منحصر ہے خود حضرات انبیاء علیہم السلام مختلف الاحوال تھے چنانچہ اپنے بزرگوں میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا رنگ جدا تھا حضرت مولانا محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ میں نرمی تھی حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ میں انتظامی مادہ زیادہ تھا جس سے حضرت کے متعلق لوگوں کا خیال سختی کا تھا۔ اسی طرح ان اصول و قواعد کیوجہ سے لوگ مجھ کو سخت کہتے ہیں میں تو کہا کرتا ہوں میں سخت نہیں ہوں الحمد للہ باوجود نرمی کے مضبوط ہوں جیسے ریشم کا رسہ کہ مضبوط تو اس قدر کہ اگر اس سے ہاتھی کو باندھ دیا جائے تو اس کو توڑ نہیں نہیں سکتا اور نرم اس قدر کہ جس طرف کو چاہو توڑ لو موڑ لو جہاں چاہو گرہ لگا لو۔ اور یہ جو آجکل کی نرمی ہے جس کو لوگ خوش اخلاقی سے تعبیر کرتے ہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کی بد اخلاقی ہے کہ اس نرمی کی وجہ سے دوسروں کے اخلاق خراب ہوتے ہیں کیونکہ ان میں اصلاح کا نام و نشان نہیں اس لئے مجھ کو اس متعارف خوش اخلاقی سے طبعی نفرت ہے سو اگر کسی کو میرا یہ طرز ناپسند ہو وہ میرے پاس نہ آئے خوش اخلاقوں کے پاس جائے کیونکہ ایسے خوش اخلاق بھی دنیا میں بہت سے مشائخ اور پیر ہیں جو آنے والوں کی چاپلوسی اور خاطر مدارات کرتے ہیں جس کی اصلی غرض اپنی دکان کا جمانا ہے مزاحاً فرمایا کہ یہاں دوکان (دونوں کانوں) کا اکھاڑنا ہے۔

ملامت خلق کے سبب کوئی کام نہ چھوڑنا چاہیئے

(ملفوظ ۱۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ملامت خلق کی وجہ سے کسی نیک کام کو چھوڑ دینا اسکی دلیل ہے کہ اسکے کام خلق کے رضا کے واسطے ہوتے ہیں باقی اہل حق ہمیشہ بدون کسی کی ملامت اور خوف کے اظہار حق کرتے ہیں ان ہی کی شان میں حق تعالیٰ فرماتے

ہیں۔

لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم

دیکھئے حضرت زینب سے نکاح کرتے ہوئے حضور اقدس ﷺ کو طبعاً خیال تھا کہ ملامت ہوگی مگر اسپر حق تعالیٰ نے فرمایا

تخشی الناس واللہ حق ان تخشاہ۔

البتہ ملامت سے قطع نظر کوئی دینی ضرر ہو وہاں خیالات عامہ کی رعایت کیجاویگی اسی لئے حطیم کو بیت اللہ میں داخل کرنے پر جو ملامت ہوتی اسکی رعایت فرمانے پر حق تعالیٰ نے کچھ نہیں فرمایا غرض اہل اللہ کا جو فعل اور قول ہوتا ہے وہ محض اللہ کے واسطے ہوتا ہے کسی کی ملامت کا ذرہ برابر ان پر اثر نہیں ہوتا ایک مرتبہ مولوی تراب صاحب لکھنوی اور مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری میں مولود شریف کے متعلق مکالمہ ہوا مولوی تراب صاحب نے جو کہ اس عمل کے حامی تھے کہا کہ مولوی صاحب ابھی تک آپ کا انکار چلا ہی جاتا ہے مفتی سعد اللہ صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب ابھی تک آپکا اصرار چلا ہی جاتا ہے مولوی تراب صاحب نے جوابدیا کہ مولوی صاحب ہمارے فعل کی بناء بجز محبت رسول ﷺ کے اور کچھ نہیں مفتی سعد اللہ صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب ہمارے فعل کی بناء متابعت رسول ﷺ کے اور کچھ نہیں اس پر مولوی تراب صاحب نے کہا کہ الحمدللہ ہم اور تم دونوں انشاء اللہ ناجی ہیں یہ کوئی اختلاف مذموم نہیں تو منشاء دونوں بزرگوں کے فعل کا محض دین تھا۔ دنیوی مدح و قدح کی طرف التفات نہ تھا اور حدود شرعیہ سے باہر نہ ہوتے تھے لیکن اگر ان حدود سے خروج ہونے لگے تو پھر روکا جائے گا۔

حکایت حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ و حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ

(ملفوظ ۱۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ دیوبند یا نانوتہ میں ایک درویش جو بدعتی وضع کے تھے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کو آئے مولانا نے ان کی خاص مدارت کی اس کی اطلاع حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو ہوئی سنکر فرمایا کہ اچھا نہیں کیا پھر اس کی اطلاع حضرت مولانا محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ صاحب کو

ہوئی سن کر فرمایا کہ مدارات تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں تک کی فرمائی ہے تو بدعتی ہی تھے اسکی اطلاع پھر حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو ہوئی فرمایا کہ کافر کی مدارات میں فتنہ نہیں بدعتی کی مدارات میں فتنہ ہے کہ عوام اس کے معتقد ہو جائیں گے۔ یہ خبر پھر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو پہنچی ناخوش ہو کر فرمایا کہ جاو بیٹھو کیوں بیچ میں ادھر کی ادھر کرتے پھرتے ہو۔ اور فی الواقع اس میں ترجیح حضرت مولانا شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہی کو ہے جس پر حضرت گنگوہی نے عمل فرمایا مگر کسی عارض مصلحت کیوجہ سے اسکے عکس پر بھی عمل کی گنجائش ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا طرز ذرا سہل تھا اور یہ اختلاف طرز عنوان کے درجہ میں ہوتا تھا معنون میں اتحاد تھا چنانچہ حضرت شاہ صاحب کا عنوان نرم ہوتا تھا اور مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ کا عنوان صاف چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت میرے یہاں آباءواجداد سے تعزیہ بنتا چلا آتا ہو اور ایک تعزیہ گھر میں رکھا ہے اب اسکو کیا کروں فرمایا کرتا کیا جا کر جلاوے توڑ دے وہ چلا گیا مگر پرانے اثر کی قوت سے ہمت نہ ہوئی پھر حضرت شاہ صاحب کے پاس جا کر بھی یہی سوال عرض کیا فرمایا کہ چاقو سے اسکے بند کاٹ ڈالو اس پر وہ راضی ہو گیا معنون ایک ہی ہے اس کا معدوم کرنا فرق صرف عنوان کا ہو گیا۔ ایک اور شخص حضرت مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس کاغذ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے میں کیا کروں فرمایا کرتا کیا پھاڑ دے اسکی ہمت نہ ہوئی پھر حضرت شاہ عبدالعزیز کے پاس حاضر ہوا اور یہی عرض کیا آپ نے فرمایا کہ تصویر بے جان ہے اور جب خود صاحب تصویر بے جان ہو گئے تھے یعنی آپ کی وفات ہوئی تھی وہاں کیا معاملہ کیا گیا تھا عرض کیا غسل کفن دے کر مزار مبارک میں دفن کر دیا گیا تھا فرمایا کہ تم بھی ایسا ہی کرو اس تصویر کو مشک اور گلاب سے خوب مل کر غسل دو نفیس کپڑے کا کفن دو اور کہیں احتیاط کے مقام پر دفن کر آو اس نے ایسا ہی کر دیا تو عنوان کس قدر لطیف ہے بات ایک ہی ہے یعنی تصویر کا محو کر دینا مگر ہر موقع اس کا بھی نہیں محل پہچاننا بھی حکیم ہی کا کام ہے۔

حضرت گنگوہی کی انتظامی شان

(ملفوظ ۱۷۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی شان محققانہ منتظمانہ تھی - ایک مرتبہ حضرت سے کسی شخص نے عرض کیا کہ فلاں پیر جی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ان کو سماع کی اجازت فرما دی ہے فرمایا کہ وہ پیر جی غلط کہتے ہیں اور اگر بالفرض وہ صحیح کہتے ہیں تو حضرت نے غلط فرمایا مگر یہ بات بھی ہر شخص نہیں کہہ سکتا حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو زیبا تھا انکا کہنا بے ادبی نہیں اور حضرت کو ان کا کہنا ناگوار بھی نہیں ہو سکتا تھا اور دوسرے کا کہنا خلاف ادب بھی ہوتا اور ناگوار بھی ہوتا جس مقام سے ایسا جواب ناشی ہوتا ہے وہ مقام ہر شخص کو تو نصیب نہیں مولانا خوب فرماتے ہیں

ناز را روئے بباید ہمچو ورد ۔۔۔ چوں نداری گرد بد خوئی مگرد
زشت باشد روئے نازیبا و ناز ۔۔۔ عیب باشد چشم نابینا و باز
پیش یوسف نازش و خوبی مکن ۔۔۔ جز نیاز و آہ یعقوبی مکن
چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش ۔۔۔ ہمچو او با گریہ و آشوب باش

(ناز و انداز کرنیکے کے لئے گلاب جیسا چہرہ ہونا چاہیئے اور جب تیرے پاس ایسا چہرہ نہیں ہے اور تو ناز و انداز کریگا تو وہ ناز نہیں بلکہ بد خوئی ہو گئی۔ تو ایسا مت کرو- کیونکہ چہرہ بھونڈا ہو اور پھر ناز نخرے کرے تو وہ بجائے محبوب ہونے برے معلوم ہوتے ہیں اگر آنکھ اندھی ہو- اور پھر کھلی ہوئی ہو تو یہ عیب کی بات ہے - یوسف علیہ السلام کے سامنے حسن وادا کا دعوی مت کرو- ان کے سامنے تو یعقوب علیہ السلام جیسی آہ وزاری کے سوا اور کچھ مت کرو- جب تم یوسف نہیں ہو تو یعقوب بن کر رہو- اور ان کی طرح آہ وزاری میں مشغول رہو تا کہ ایک دن یوسف جیسے محبوب کا وصل نصیب ہو-

یہ واقعہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مشرب اور حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک میں کسی قدر ظاہری اختلاف تھا اور ایسے اختلاف سے ظاہر بین لوگ بزرگوں کو دو سمجھتے ہیں مگر واقع میں وہ اختلاف حقیقی نہیں ہوتا اتحادی ہوتا ہے بشکل تعدد اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک استاد نے اپنے شاگرد سے کہا دیکھو فلاں طاق میں ایک بوتل رکھی ہے اس کو اٹھا لاؤ وہ احول (بھینگا) تھا اس کو ایک کی دو نظر آئیں واپس آ

کر دریافت کیا کو کونسی اٹھالاؤں انہوں نے کہا کہ دو نہیں ہیں ایک ہی اس نے اصرار کیا استاد نے کہا کہ ایک چھوڑ دو ایک لے آو اس نے جا کر جو ایک کو چھوڑا دونوں نظر سے غائب ہو گئیں وہ لوگ احول ہیں جو بزرگوں کو دو سمجھتے ہیں اسی کو مولانا نے ایک قصہ میں فرمایا ہے۔

شاہ احول کرد در راہ خدا　　　آں دو دمساز خدائی راجدا

(بھینگے بادشاہ نے اللہ والے ساتھیوں کو ایک دوسرے سے جدا سمجھا)

ایک خاص صابون کا حکم

(ملفوظ ۱۷۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں ایسے صابون کے متعلق جس میں کوئی ناجائز جز پڑتا ہو فرمایا کہ بہت علماء کی رائے ہے کہ وہ صابون بوجہ اس جزو کے انقلاب حقیقت کے طاہر ہو جاتا ہے مگر یہ میرے جی کو نہیں لگتا میرے نزدیک انقلاب یہ ہے کہ اس کے اوصاف و خواص بدل جائیں جیسے شراب کہ سرکہ ہو جانے کے بعد اس کے سب خواص بدل جاتے ہیں اور صابون میں اس جزو کے اوصاف و خواص باقی رہتے ہیں مگر جس کے جی کو ان علماء کا فتویٰ لگ جائے اس کو عمل جائز ہے۔

۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

پہلی ملاقات میں ہدیہ قبول نہ فرمانے کا معمول

(ملفوظ ۱۷۳) ایک نووارد صاحب نے بعد مصافحہ حضرت والا سے عرض کیا کہ میں کچھ اشیاء اور کچھ نقد بطور ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو پیش کروں فرمایا کہ یہ تمہارے خوش فہمی کی بات ہے کہ تم نے اصول اور طریقہ سے کام لیا تمہاری اس سلیقہ کی بات سے دل کو مسرت ہوئی مگر میرا معمول یہ ہے کہ میں اول ملاقات میں ہدیہ نہیں لیتا ہوں میں کیا کروں اس کے خلاف میں بہت کلفتیں اٹھا چکا ہوں تلخ تجربے بھگت چکا ہوں ورنہ آتی ہوئی چیز کس کو بری لگتی ہے مگر مجبور ہوں بلکہ انکار کرتے ہوئے جی بھی شرماتا ہے اور یہ بھی خوف ہوتا ہے کہ کہیں ناشکری نہ ہو۔ ایک شخص یہاں پر برادری میں سے تھے وہ ہمیشہ محبت کا دعویٰ کرتے تھے کبھی کھانے پینے کی چیز بھی بطور ہدیہ کے بھیج دیتے تھے۔ ایک مرتبہ مسئلہ پوچھا ترکہ کا مسئلہ تھا میں نے بتلا دیا اس میں ان کا نقصان تھا اس

پر یہ کہا کہ اتنا زمانہ خدمت کرتے ہوئے ہو گیا اب ہمارے کام کا وقت آیا تو ہمارے خلاف مسئلہ بتادیا انصاف کیجئے جس کو ایسے واقعات پیش آچکے ہوں وہ اگر احتیاط نہ کرے تو اور کیا کرے یہاں پر جسقدر قواعد اور ضوابط مقرر ہوئے ہیں وہ بہت سے تجربوں کے بعد ہوئے ہیں حکومت یا شان کی بناء پر نہیں بلکہ طرفین کی راحت رسانی مقصود ہے۔

آجکل ہر شخص رائے دہندہ ہے

(ملفوظ ۱۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ مرض بھی عام ہو گیا ہے کہ خود کچھ نہیں کرتے محض دوسروں کو رائے دیتے ہیں رائے دینا کون سا مشکل ہے یہ تو بہت آسان بات ہے اور خود کرنے کے وقت منہ چھپاتے ہیں اور یہ مرض اکثر نیچریوں میں زیادہ ہوتا ہے ان میں سے مجھ کو جب کوئی رائے دیتا ہے میں اس کی موافقت کر کے طریقہ عمل ایسا بتلاتا ہوں کہ ان کو بھی اس میں کچھ کرنا پڑے بس سب ختم ہو جاتا ہے جس کو دیکھو رائے دہندہ مگر کام کرنیکے نام موت یہ لوگ سب کام مولویوں ہی کے ذمہ سمجھتے ہیں کہ تدابیر بھی یہی سوچیں چندہ بھی یہی جمع کریں عملی جامہ بھی اس کو یہی پہنائیں اور یہ شادی کے سے جوڑے رکھے ہوئے سجا کریں مگر یہاں ایسی باتیں چلتی نہیں چھپی ہوئی چوریاں پکڑی جاتی ہیں اس پر خفا ہوتے ہیں خیر خفا ہوا کریں ہم ان کے نوکر تھوڑا ہی ہیں اصول کے موافق ہر جماعت اور ہر شعبہ پر کام تقسیم ہونا چاہیئے یعنی ہر کام اس کے اہل کے ذمہ ہو علماء کا کام جس کے وہ اہل ہیں صرف یہ ہے کہ ان سے حکم شرعی معلوم کرو اور اس سے آگے اگر چاہو گے تو وہ مشورہ بھی دے سکتے ہیں مگر فرض منصبی انکا صرف حکم شرعی ظاہر کر دینا ہے باقی چندہ وغیرہ جمع کرنا یہ علماء کا کام نہیں یہ اہل مال کا کام ہے وہ خود دیکر دوسروں سے بھی لے سکتے ہیں سو طریقہ کا کام یہ ہے مگر ہم لوگوں میں کوئی ضابطہ نہیں اور مسلمانوں کو جو اسوقت پریشانی ہو رہی ہے زیادہ تر اس کا سبب یہ بیڈھنگا پن ہے انکے یہاں کسی کام کا نہ کوئی قاعدہ ہے نہ اصول جس طرف کو ایک جاتا ہے۔ سب اسی طرف کو چل دیتے ہیں اب دوسرے ضروری کاموں کو کون دیکھے کیونکہ سب تو ایک ہی کام میں لگ گئے اس لئے دوسرے کاموں میں گڑ بڑ ہو جاتی ہے اگر اصول اور قاعدہ سے کام ہوں اور ایک کو بڑا بنا کر اپنی قوت کو ایک جگہ جمع کر لیں پھر دیکھیں ان کا کوئی کیا

بگاڑ سکتا ہے۔

اھل دین کو حقیر سمجھنے کا منشاء کبر ہے

(ملفوظ ۱۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عام طور سے دین اور اہل دین کو نظر تحقیر سے دیکھا جاتا ہے جس کا منشا محض کبر ہے یہی وجہ ہے کہ میں ان اہل دنیا خصوص اہل مال کیساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہوں جس کو لوگ خشکی سمجھتے ہیں اور یہ کبر کا مرض تو اس وقت اپنے کو دیندار کہنے والوں تک میں سما گیا اور ایک مولوی صاحب نے مجھ کو ایک خط میں لکھا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم بھی ایک مخترع نماز پڑھتے ہو جس کا نام تراویح ہے سنت کے لئے مخترع کا الفاظ استعمال کیا تراویح سنت ہے جو اصل کے اعتبار سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور بعض خصوصیات کے اعتبار سے خلفاء راشدین رضی کی سنت ہے میں نے اس پر مواخذہ کیا اس پر معافی کا خط آیا کہ معاف کر دو اور ساتھ ہی اپنے اس بیہودہ قول کی تاویل بھی لکھی میں نے لکھا کہ آپ نے میری کوئی خطا نہیں کی شریعت کی خطا کی ہے اب اسکا تدارک یہ ہے کہ اول اصل واقعہ لکھیں اور پھر جو تاویل کی تھی وہ لکھیں اور پھر اس تاویل کا فاسد ہونا مع اس کے رد کے لکھیں پھر اس کو شائع کریں میں جس وقت یہ مجموعہ چھپا ہوا دیکھ لوں گا خود ایک خط انکو مبارکباد کا لکھوں گا کہ مبارک ہو کہ تم تائب ہو گئے اگر یہ نہیں تو میں ایسے شخص سے خطاب کرنا ہی نہیں چاہتا جس کے دل میں شریعت کی وقعت اور عظمت نہ ہو مجھ کو جو غصہ آیا وہ طعن کرنے کی وجہ سے آیا پھر اس پر تاویل اور تاویل بھی فاسد۔ اگر انکی اس تحریر میں صرف اختلاف کا درجہ ہوتا یا طالب علمانہ شبہ ہوتا اور رفع شبہ کے طریق پر پوچھتے تو میں جواب دیتا یہ کیا نالائقی ہے کہ شریعت کیساتھ تمسخر اور اسکی تنقیص کی جائے ایسے شخص سے جب تک تائب نہ ہوں میں تعلق نہیں رکھ سکتا کیا شریعت کو کھیل سمجھتے ہیں بد تمیز بد تہذیب جو منہ میں آیا بک دیا دین تو بڑی چیز ہے اگر اہل دین اور بزرگوں ہی کی عظمت قلب میں ہو تو اس سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے ایمان قوی ہوتا ہے ایمان میں رسوخ ہوتا ہے کیونکہ منشاء اس عظمت کا دین ہے تو اہل دین کی تعظیم دین ہی کی تعظیم ہے گو بواسطہ سہی تو بلاواسطہ کا تو کیا پوچھنا اس وقت جو خیر و برکت دنیا سے اٹھ گئی اس کا اصلی راز یہی ہے کہ دین اور اہل دین کی

عظمت قلوب سے نکل گئی بد عملی بھی بری چیز ہے مگر دین کی وقعت اور عظمت کا نہ ہونا یہ نہایت ہی خطرناک چیز ہے اس سے ایمان کے سلب ہوجانیکا اندیشہ ہے اس لئے جس کے قلب میں دینی عظمت نہ ہو اس کو جلد سے جلد توبہ اور اصلاح کرنیکی سخت ضرورت ہے۔

ہندو اور مسلمان میں تمیز کرنا مشکل ہوگیا

(ملفوظ ۱۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو لوگ تعویذ لینے آتے ہیں ان کا نام اس لئے پوچھتا ہوں کہ نام سے اکثر پتہ چل جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں یا ہندو کہ انکو تعویذ دوں یا گنڈا یہاں ابھی تک ناموں میں اکثر امتیاز ہے اور یورپ کے دیہات میں تو ناموں میں بھی امتیاز نہیں میں ایک بار تبلیغ کے لئے گجیز ضلع کانپور میں گیا تھا وہاں مسلمان رئیسوں سے ملاقات ہوئی ایک کا نام تھا نوسنگھ دوسرے کا ادھار سنگھ سو وہاں تو نام سے بھی امتیاز ہونا مشکل ہے یہ اطراف تو اپنے بزرگوں کی برکت کی وجہ سے پھر غنیمت ہیں ذرا ادھر ادھر نکل کر دیکھو تب حقیقت معلوم ہو کہ کیا رنگ ہے اور اب تو اس طرف بھی گڑبڑ شروع ہو گئی ایسا زہریلا اثر پھیلا ہے حق تعالیٰ ہی محافظ ہیں اس وقت تو ایمان ہی کے لالے پڑ رہے ہیں تقویٰ اور طہارت تو خواب و خیال ہی کے درجہ میں رہ گیا ہے۔

محض خط و کتابت سے اصلاح نہیں ہوسکتی

(ملفوظ ۱۷۷) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ بہت سی غلطیوں کا پاس ہی رہنے سے ازالہ ہوتا ہے خط و کتابت سے کیا ہوتا ہے محض خط و کتابت سے یہی پتہ نہیں چلتا کہ طالب نے اپنے ذہن میں جس کو اصلاح کے لئے انتخاب کیا ہے وہ صحیح بھی ہے یا نہیں بعض اوقات پیر کا انتخاب غلط ہوتا ہے مرید ہو کر پچھتاتے ہیں جو بہت ہی بری بات ہے بلکہ اگر میں مثلاً مرید کر کے پچھتاؤں تو وہ اتنا برا نہیں جتنا کوئی مرید ہو کر پچھتائے کہ یہ زیادہ برا ہے تو مرید ہونے والوں کو زیادہ احتیاط چاہیئے مگر عجیب معاملہ ہے کہ جو احتیاط ان کا کام ہے میں ان لوگوں کو بتاتا ہوں جتلاتا ہوں بجائے احسان ماننے کے اور خوش ہونیکے الٹا برا مانتے ہیں اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یا تو لوگوں میں فہم کا قحط ہے یا مجھ کو عقل کا ہیضہ ہے اور ظاہر ہے کہ قحط زدہ اور ہیضہ زدہ میں مناسبت نہیں ہوسکتی اور اس طریق میں

نفع موقوف ہے مناسبت پر ایسے لوگوں کو میں تو صاف کہہ دیتا ہوں کہ کہیں اور جا کر تعلق پیدا کرو۔ اصلاح کراؤ کیونکہ اصلاح کرانا فرض ہے اور مجھ سے تعلق پیدا کرنا فرض واجب نہیں تم کو مجھ سے مناسبت نہیں مجھ کو فوج بھرتی کرنا نہیں میرے یہاں رجسٹر نہیں جس میں نام کا اندراج کروں یہاں تو یہ حالت ہے کہ باستثناء ان لوگوں کے جو یہاں کثرت سے آتے جاتے ہیں مکاتبت مخاطبت رکھتے ہیں وہ تو یاد رہتے ہیں ورنہ یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ ان کا مجھ سے بیعت کا تعلق بھی ہے یا نہیں خدانخواستہ دکانداری یا مجلس آرائی تھوڑا ہی مقصود ہے ایسے بھی بکثرت پیر ہیں جن کے یہاں یہی مشغلہ ہے مجھ کو الحمد للہ ایسی باتوں سے طبعی نفرت ہے میں نے اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا ہے یہی پسند ہے اللہ کا شکر ہے کہ یہاں ہر کام آنیوالوں کی مصلحت اور مقصود کے ماتحت کیا جاتا ہے اپنی مصلحت اور غرض سے کوئی کام نہیں ہوتا مدتوں کے بعد الحمدللہ طریق زندہ ہوا ہے اب پھر لوگ اس کو گڈمڈ کرنا چاہتے ہیں مگر اب ایسا ہونا انشاءاللہ تعالیٰ مشکل ہے الحمدللہ طریق بے غبار ہو چکا۔

اکثر ممالک اسلامیہ میں احکام اسلام کے خلاف عمل۔

(ملفوظ ۱۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل دہریت اور الحاد کا زمانہ ہے۔ ممالک اسلامیہ میں جن کے ہاتھ میں حکومت ہے وہ ہی احکام اسلام کی کیا وقعت کر رہے ہیں انگورہ میں پردہ قانوناً جرم ہے پردہ کرنے پر سزا ہوتی ہے ساٹھ برس کی عورت تو مستثنیٰ ہے باقی سب بے پردہ جن راوی نے مجھ سے یہ روایت نقل کی وہ قسطنطنیہ گئے تھے یہ یاد نہیں رہا کہ انگورہ بھی اپنا جانا بیان کرتے تھے یا نہیں اور حکمت اس تفصیل میں یہ بیان کرتے تھے کہ ساٹھ برس کی عورت کو تو پردہ کی پرانی عادت ہے اور وہ پک گئی ہے اب اگر اس کا پردہ توڑ دیا تو اس کو مخالفت ہو گی اور جو نوعمر لڑکیاں ہیں یہ ابھی عادی نہیں ان کے پردہ توڑنے میں سہولت ہے میں نے یہ بات ایک مولوی صاحب سے بیان کی کہ یہ کیا الٹی بات ہے وہ بڑے ذہین اور ظریف ہیں وہ کہنے لگے کہ نہیں الٹی نہیں یہ تو سیدھی بات ہے اس لئے کہ ساٹھ برس کی عورت کو دیکھنے سے جی خوش نہیں ہوتا بلکہ اور طبیعت منقبض ہوتی ہے اس لئے اس کا پردہ ہی مناسب ہے اور جوان کو دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے

اس لئے اس کو بے پردہ کیا گیا۔ امان اللہ خان کو ذرا دسترسی ہوئی تھی کیا گل کھلانے ہاتھ کے ہاتھ گل کھلانیکا تماشہ دیکھ لیا چراغ ہی گل ہو گیا تمام بیدار مغزی جاہ و چشم فوج پلٹن تاج و تخت حکومت شوکت عزت سلطنت ایک آن واحد میں سب خاک میں مل گیا یوں نہیں سمجھتے کہ اسلام اور احکام اسلام کی پائمالی اپنی ہی پائمالی ہے آج کل ایسوں ہی کو بیدار مغز سمجھا جاتا ہے جو احکام اسلام کو پامال کر رہے ہیں اسی طرح ہندوستان میں سوراج سوراج کے ترانے گاتے جا رہے ہیں اول تو ہندوستان میں سوراج کا بظاہر ملنا مشکل معلوم ہوتا ہے اور اگر مل بھی گیا تو یہ مشکل ہے کہ مسلمانوں کا غلبہ ہو اور اگر یہ بھی ہو گیا تو ایسے مسلمانوں کا غلبہ ہو گا جو تم سے بزور شمشیری اپنی مرضی کے موافق فتویٰ لکھوائیں گے۔ انگریزوں کی تو آج تک ایسا کرنیکی ہمت نہیں ہوئی جو کچھ بھی کرتے ہیں تدابیر سے اور بد دین لوگوں کو لالچ دیکر کرتے ہیں انکے ذریعہ سے اپنے اغراض اور بقاء سلطنت کی صورتیں نکالتے رہتے ہیں مگر یہ نام کہ مسلمان حکومت ملنے سے یہ سمجھیں گے کہ دین ہمارا مذہب ہمارا اسلام ہمارا مولوی ہمارے پھر کیا وجہ کہ ہمارے خلاف فتویٰ دیں اور جو ہم چاہیں وہ نہ لکھیں اور ابھی تو کچھ ملا ملایا بھی نہیں اسی پر تحریف دین میں کیا کچھ کسر چھوڑی ہے ایک طاغوت کا امام بنا لیا قرآن و حدیث سے اس کے ہر قول کی تائید کرنیکی کوشش کرنے لگے حقیقت سے آگاہ کرنے والوں پر یا خاموش رہنے والوں پر کونسا حربہ نہیں استعمال کیا قسم قسم کے بہتان اور الزام جن کے سر نہ پاؤں ان کے سر تھوپے گئے مگر آخر میں بحمد اللہ تعالیٰ حق ہی کو غلبہ ہوا

قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔

بزرگوں کے پاس رہنے ہی میں سلامتی ہے

(ملفوظ ۱۷۹) فرمایا کہ آج ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ محض اللہ کی رضا کے واسطے چالیس روزے رکھوں اور ایسی جگہ رہوں جہاں کوئی نہ آئے۔ یہ جواب دیا گیا۔ دو چیزیں اسکی مانع ہیں ایک مشقت ناقابل تحمل دوسرے شہرت اس کو دیکھ لیا جاوے فرمایا کہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے نہ معلوم لوگ مخلوق سے نفرت کیوں کرتے ہیں کیا کوئی کھائے لیتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بزرگ مشہور ہو جائیں گے کہ چلہ کھینچ رہے ہیں

ور یہ بڑا فتنہ ہے۔ ایک دفعہ فلاں مولوی صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ جی چاہتا ہے کہ گم نام جگہ میں رہوں جہاں کوئی نہ پہچانتا ہو میں نے کہا کہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے اپنے بڑوں کے پاس رہنے میں بھی کون پہچانتا ہے اگر الگ رہو گے بزرگ مشہور ہو جاؤ گے جو بڑا فتنہ ہے خیر اسی میں ہے کہ اپنے بزرگوں کے پاس پڑے رہو دیوبند ہی میں رہو۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب میں خداداد ہیبت

(ملفوظ ۱۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں خداداد ہیبت تھی جب مدرسہ میں آکر بیٹھ جاتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سارا مدرسہ انوار جلال سے بھرا ہوا ہے یہ چیزیں خداداد ہوتی ہیں کسی کے کسب کو اس میں دخل نہیں بننے بنانے سے یہ چیزیں حاصل نہیں ہوتیں یہ عطاء حق ہے جس کو بھی عطا فرما دیں۔

سب سے بد تر حرکت

(ملفوظ ۱۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سب سے بد تر حرکت میرے نزدیک یہ حرکت ہے کہ لوگوں کو بہلا پھسلا کر کسی کا معتقد بنا کر لایا جائے۔ ایک مولوی کو اس باب میں بڑا غلو ہے انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اس سے لوگوں کو صحیح راستہ کی طرف ہدایت ہو جائے حرج کیا ہے میں نے کہا کہ نیت تو بری نہیں مگر عقل سے کام لینے کی ضرورت ہے عقل سلیم کی رو سے اس کا بہترین طریق یہ ہے کہ پانچ چھ بزرگوں کے نام لے دیا کرو ایک میں حصر نہ کیا کرو اس کے خلاف میں بہت مفاسد ہیں آگے یہ سوال رہا کہ ان پانچ چھ میں انتخاب کا معیار کیا ہے سو میں اس بارہ میں یہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ ان سے سب جگہ وہ اپنی حالت لکھ کر اصلاح کا سوال کرے جہاں سے اس کے مذاق کی موافق تسلی بخش جواب آئے وہاں رجوع کرے بس یہ طریق اس سے بدرجہا احسن ہے کہ ایک شخص کا نام لے کر اس سے تعلق رکھنے کی ترغیب دی جائے اور صاحب اپنا اپنا ذوق ہے مجھ کو تو ایسی ترغیب سے غیرت معلوم ہوتی ہے اور یہ امور میرے ذوقی اور فطری ہیں میں مجبور ہوں اگر دوسروں کو اس کا احساس نہ ہو یہ جدا بات ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہنے کا حکم

(ملفوظ ۱۸۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت علیؓ کو مشکل کشا کہنا جائز ہے یا نہیں فرمایا اگر مشکلات کونیہ مراد ہیں تب تو جائز نہیں اگر مشکلات علمیہ مراد ہیں تو جائز ہے جیسا کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے

کسے مشکلے بردپیش علیؓ　　　مگر مشکلش را کند منجلی

(کوئی شخص کوئی مشکل بات حل کرنے کے لئے حضرت علیؓ کی خدمت میں گیا کہ شاید اسکی مشکل حل فرمادیں ۱۲-)

اور ان حضرات کو جو شیعی امام کہتے ہیں تو اس معنی کر نہیں کہتے جیسے امام ابو حنیفہ یعنی امام دین اس سے تو ہم کو بھی انکار نہیں بلکہ امام بمعنی خلافت اور وہ بھی ان معنی کر جس کی حضرات خلفاء سے نفی کرتے ہیں ہم کو اس سے انکار ہے۔

۲۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

دماغ سے خناس نکالنا

(ملفوظ ۱۸۳) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے پڑھ کر یہ معلوم ہوا کہ اس شخص کے دماغ میں خبط ہے بہشتی زیور کے ان مسائل پر اعتراض کیا ہے جو عورتوں کے متعلق ہیں اور مشورہ دیا ہے کہ ان مسائل کو کتاب سے نکال دیا جاوے اس لئے کہ شرمناک مسائل ہیں یعنی یہ مشورہ دیکر اپنے دل میں کہتا ہو گا کہ ملاؤں کو بھی تہذیب کی وہ بات نہ سوجھی جو ہم کو سوجھی طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی انگریزی تعلیم یافتہ ہے ان ہی جیسے محاورات خط میں استعمال کئے ہیں یہ اس قسم کا خناس ان بد دماغوں کے اندر بھرا ہے جب کوئی کام نہیں تو بیٹھے ہوئے یہی مشغلہ سہی میں بھی انشاء اللہ ایسا ہی جواب دوں گا جس سے ان کی طبیعت خوش ہو جائیگی یہ نامعقول لڑکیوں کو ڈاکٹری کی تعلیم دلواتے ہیں ان کو تجربہ کرایا جاتا ہے اس پر کبھی اعتراض نہ سوجھا وجہ اس کی یہ ہے کہ سمجھتے ہیں کہ دنیا تو ضروری چیز ہے اور دین غیر ضروری ہے اور ضروری کے لئے سب گوارا کیا جاتا ہے ان سے کوئی پوچھے کیا صحابہؓ کے زمانہ میں یہ مسائل نہ تھے اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتیں ایسے مسائل نہ پوچھتی تھیں نیز یہ مسائل تو فقہی ہیں جو فقہ کی کتابوں میں منقول ہیں ان سے بھی ان مسائل کو نکال دینا چاہیئے ممکن ہے کہ اس پر یہ شبہ ہو کہ وہ کتابیں تو عربی میں ہیں ان کو کون عورت پڑھتی ہے میں کہتا ہوں کہ اول تو عرب کی عورتوں کے لئے عربی

ایسی ہی ہے جیسا یہاں کی عورتوں کے لئے اردو اگر عورتیں عربی پڑھنا شروع کر دیں اس وقت کیا کہو گے پھر کیا تمہاری طرح ساری دنیا جاہل ہی ہے اب بھی ایسی عورتیں بہت ہونگی جو عربی پڑھ سکتی ہونگی تو اس کو کیا کرو گے اور یہ شبہ تو تم کو ابھی ہوا ہے پہلے زمانہ میں تو کثرت سے عورتیں عربی کی تعلیم یافتہ ہوتی تھیں اور ان کے لئے عربی ایسی ہی تھی جیسی ہمارے لئے اردو اس وقت کسی کو یہ اعتراض نہ سوجھا تم ہی بڑے روشن دماغ ہو اور سب کے دماغوں میں اندھیرا ہی ہے اور دینی کتابوں کا تو انکو انتظام سوجھ رہا ہے مگر یہ جو انگریزی کی تعلیم ہو رہی ہے اور عورتوں کے متعلق بے پردگی کی کوشش کی جا رہی ہے پروفیسری اور ڈاکٹری کی تعلیم عورتوں کو دی جا رہی ہے اس کا انہوں نے کیا انتظام سوچا ہے۔ بددینوں کو دین ہی میں ساری احتیاطیں سوجھتی ہیں بات وہی ہے جو میں کہہ چکا ہوں کہ دین کو غیر ضروری اور دنیا کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر دنیا کی طرح دین کو بھی ضروری سمجھتے تو کبھی اعتراض ہی دل میں پیدا نہ ہوتا۔ اب ان واقعات کو پیش نظر رکھ کر کوئی مشورہ دے سکتا ہے کہ ان بیہودوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے اگر ان کو محض خیر خواہی مقصود ہوتی اور تہذیب سے بزعم خود اس کے نامناسب ہونے پر مطلع کیا جاتا تو اس کا عنوان اور تھا اور اس کا جواب بھی ویسا ہی ہوتا یہ تو محض شرارت ہے سو اس کا جواب بھی ایسا ہی ہو گا۔ اب میں ان کے خط کا جواب لکھتا ہوں یہ فرما کر جواب تحریر کر کے اہل مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے جواب لکھ دیا ہے کہ لڑکیوں کو ناول پڑھائے جاتے ہیں کبھی اس پر بھی شبہ ہوا فن موسیقی سکھلایا جاتا ہے اس پر شبہ نہ ہوا۔ پردہ اٹھایا جاتا ہے اس پر شبہ نہ ہوا۔ تھیٹروں میں لڑکیوں کو لے جاتے ہیں وہاں ہر قسم کی تصویریں عاشقی معشوقی کی دکھائی جاتی ہیں وہاں شبہ نہ ہوا اور اگر ہوا تو اس کے ازالہ کی کیا تدابیر سوچیں اور کس اخبار یا اشتہار کے ذریعہ اس سے اظہار نفرت کیا۔ یا کسی کو بذریعہ خط ان مذموم حرکات کی اطلاع دی پہلے اس سے مطلع کرو تب میں بہشتی زیور کے اعتراض کا جواب دونگا اس پر فرمایا کہ ایسے خر دماغوں کو ایسا ہی جواب دینا چاہیئے تاکہ معلوم ہو کہ خالی ہم ہی خر دماغ نہیں مولویوں میں بھی اسپ دماغ ہیں اور جب مخاطب کوڑ مغز اور بد فہم ہو تو وہاں حکیمانہ جواب کارآمد نہیں ہوتا۔ حاکمانہ جواب نافع ہوتا ہے یہی طرز قرآن پاک کا ہے شیطان کے سجدہ نہ کرنے پر حق تعالیٰ کو اس کے

متدمات کا حکیمانہ جواب کیا مشکل تھا جس کا حاصل یہ ہوتا کہ مخلوق من النار کا خاوق من الطین سے افضل ہونا غیر مسلم ہے مگر چونکہ مخاطب کوڑ مغز اور بد فہم تھا حاکمانہ شان سے کام لیا اور پھر نفس جواب بھی اس وقت ضروری ہے جب تبلیغ نہ ہوئی ہو یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ اس کو معلوم نہیں ہے اس وقت واجب ہے کہ وہاں تبلیغ کر دی جائے اور اگر معلوم ہو کہ تبلیغ ہو چکی تو پھر مطلق جواب ہی واجب نہیں۔

حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی حسن قرات

(ملفوظ ۱۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ تمام کمالات کے جامع تھے قرآن شریف نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے حضرت کے پیچھے نماز میں اس قدر جی لگتا تھا کہ جی یہ چاہتا تھا کہ سلسلہ قرأت کا ختم نہ ہو حضرت کی عجیب شان تھی مجھ کو مولانا سے بہت ہی مناسبت تھی میں نے اول طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مولانا گنگوہی سے بیعت کی درخواست کی تھی مگر جب حضرت مولانا نے طالب علمی کیوجہ سے بیعت نہیں فرمایا اس کے بعد اتفاقاً حضرت حج کو تشریف لیجا رہے تھے۔ میں نے حضرت حاجی صاحب کو ایک عریضہ لکھا اور اس میں حضرت مولانا گنگوہی کی شکایت بیعت نہ کرنے کی لکھی اور حضرت مولانا کو وہ عریضہ دیا کہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پیش فرما دیں حضرت مولانا نے لیجا کر وہ عریضہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم ہی پڑھ کر سنا دو مولانا نے پڑھکر سنایا پھر آپس میں کچھ گفتگو ہو کر حضرت حاجی صاحب نے تحریر فرمایا کہ ہم نے تم کو بیعت کر لیا۔ بعد فراغ علم اگر شغل کرنا چاہو گے تو مولانا گنگوہی یا مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کر لینا مگر مشغل علم کو کبھی ترک مت کرنا یہ کتنی بڑی عنایت ہوئی اور الحمدللہ ہمیشہ بزرگوں کی نظر عنایت ہی رہی بس یہی ایک ذخیرہ ہے ورنہ عمل وغیرہ تو جیسے کچھ ہیں وہ معلوم ہیں تو گویا اپنی کمائی کبھی نہیں ہوئی ہمیشہ مفت خوری ہی میں گزری اور جیسے یہاں گذری ویسے ہی امید وہاں گذر جا سکتی ہے۔ اہل اللہ اور خاصان حق کی محبت اور عنایت بڑی نعمت ہے یہ خالی کبھی نہیں ہوتی۔

وساوس کا علاج وظائف نہیں

(ملفوظ ۱۸۵) فرمایا کہ آج ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ وساوس زیادہ آتے ہیں ان کے لئے کوئی وظیفہ بتادیجئے۔ اب بتلایئے کہ یہ وظائف کا کام ہے یہ اس طریق سے بےخبری کی دلیل ہے جبتک انسان کو حقیقت کی خبر نہ ہو ایسے ہی بے تکی ہانکا کرتا ہے۔ ایک صاحب کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ قلب میں وساوس آتے ہیں اس کے واسطے کوئی ورد بتلادو۔ یہ صاحب ایک بہت بڑے شیخ سے مرید ہیں اور یہ آجتک خبر نہ ہوئی کہ وساوس کا علاج کہیں اوراد یا وظائف سے ہوتا ہے اس ہی لئے کہا کرتا ہوں کہ نری بیعت سے کام نہیں چلتا جبتک کہ کسی محقق کے پاس نہ رہے ان مفید تعلیمات پر مجھ پر سختی کا الزام لگایا جاتا ہے بدنام کیا جاتا ہے کہ بدخلق ہے ہر شے میں ضابطہ برتتا ہے گویا آجکل یہ بھی جرم ہے کہ ناواقفوں کو واقف بناؤں بے خبروں کو خبردار بناؤں ظلمت سے اور جہل سے نکال کر نور اور ہدایت کی طرف لاؤں لیکن اگر کسی کو اس سے ناگواری ہے تو پھر میرے پاس آتے ہی کیوں ہو میں بلانے کب گیا تھا۔ کیا اب اصلاح کا طریق تم سے سیکھوں جب تمہاری رائے میں مجھ کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ طریق اصلاح کیا ہے تو پھر میرے پاس کیوں آتے ہو اور مجھ سے تعلق پیدا کرنے کی کیوں کوشش کرتے ہو مجھ کو چھوڑ دو اور بہت اور یار دنیا میں موجود ہیں وہاں جاؤ وہ تمہاری مرضی کے مطابق تمہارے ساتھ برتاؤ کریں گے وہاں جاکر ان سے خدمت لو وہ تمہاری ہر قسم کی رعایتیں کرینگے میں تو کہا کرتا ہوں کہ وہ شیخ ہیں میں میخ ہوں یعنی لوہے کی طرح سخت وہاں برکت ہے یہاں حرکت ہے وہاں دلجوئی ہے یہاں دلشوئی ہے دھوبی کے یہاں میلے کپڑے لے جاتے ہو اگر وہ اس خوش اخلاقی سے کام لے جس کو تم خوش اخلاقی سمجھتے ہو یعنی وہ میلے کپڑوں کو موجودہ حالت میں نہایت احتیاط سے تہ کر کے اور ان کی سلوٹ وغیرہ نکال کر استری کر کے تمہارے حوالہ کر دے کیا کہو گے یہ ہی کہو گے کہ بھائی تمہارے پاس تو اس واسطے لائے تھے کہ ان کو بھگو کر اور ریہی لگا کر خم پر چڑھا کر نیچے آگ جلا کر خوب پکاتے پھر ان کو تالاب پر لیجا کر اور اس کا ایک طرف کا سرا پکڑ کر تختہ پر سے اونچا اٹھا کر زور سے دیر تک مارتے اور اس پر بھی اگر میل رہ جانے کا خیال ہوتا تو ڈنڈے سے اس کی خبر لیتے یہ تم نے کیا کیا تمہارے پاس کپڑے اس لئے تھوڑا ہی لائے تھے سو جو تم دھوبی سے کہو گے اس کو ہی یہاں سمجھ لو اگر یہ نہیں تو بس ہو چکی اصلاح اور ہو چکی دلشوئی بس ہمیشہ دل جوئی ہی میں

رہا مگر آدمیت اور انسانیت تو اس طرح پیدا ہو نہیں سکتی اور جب اس طریق کی برداشت نہیں تو گھر ہی سے کیوں چلے تھے عشق اور محبت کا دعویٰ کر کے گریز کیسا۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

تو بیک زخمے گریزانی زعشق   تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

اور فرماتے ہیں۔

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی   پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

ایک طالب علم کو مشورہ

(ملفوظ ۱۸۶) ایک لڑکا اپنے گھر سے یہاں بھاگ آیا تھا اس کے ورثا لینے کے واسطے آئے اسپر حضرت مولانا نے لڑکے سے فرمایا کہ میاں بھاگ آئے اور یہاں ظاہر بھی نہیں کیا بھاگنے کی کیا وجہ ہوئی عرض کیا گیا کہ اسکے والدین اس کو انگریزی پڑھانا چاہتے ہیں اور اس کو شوق دینیات کے پڑھنے کا ہے فرمایا میاں آئیندہ بھاگنے کی ضرورت نہیں ترکیب میں بتلادوں گا بے بھاگے ہی کام ہو جائیگا ایک اور لڑکے کو اسی طرح میں نے ترکیب بتلائی تھی وہ یہ کہ سبق مت یاد کرو اور اگر اس خیال سے یاد کرو کہ استاد مار یگا تو یہ تدبیر کرو کہ امتحان کیوقت غلط سلط ہانکنا شروع کر دو جب فیل پر فیل ہوتے رہو گے سمجھیں گے کہ نالائق ہے اسکو عربی پڑھاؤ آجکل عربی کے لئے نالائقوں کو تجویز کیا جاتا ہے بس یہ تدبیر بہت سہل ہے بھاگنے کی ضرورت نہیں اہل دین پر بدفہموں کا اعتراض ہے کہ یہ لوگ بیوقوف ہوتے ہیں اپنی بیوقوفی پر کبھی نظر نہیں گئی کہ علم دین پڑہانے کے لئے انتخاب ہی ان بچوں کا کرتے ہیں جو کند ذہن اور بے وقوف ہوتے ہیں تو پھر وہ عاقل کہاں سے ہو جائیں گے سو یہ تو اپنی ہی غلطی ہے۔

مشائخ اور پیروں کا دکان چمکانا

(ملفوظ ۱۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کہ مشائخ اور پیر اپنی دوکانیں جمانیکی غرض سے اس کے متمنی زیادہ ہیں کہ اہل ثروت اہل جاہ اہل مال ان کے مرید بنیں اور انکو دیکھ کر لوگ دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں چنانچہ ایک صاحب نے میرے متعلق کہا تھا کہ غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ ڈپٹی مرید ہوگئے میں نے سن کر کہا کہ میں نے مرید کر لیا

تم غنیمت سمجھو۔ میں غریبوں کو تو مرید کر لیتا ہوں اور ان امراء کو اول تو کرتا ہی نہیں اور
اگر کرتا بھی ہوں تو ان کو جن کے اندر شان فناء اور خلوص دیکھتا ہوں یہ اس طریق میں
داخل ہونے کا پہلا قدم ہے کہ فناء کا غلبہ ہو اور جگہ تو پہلے مجاہدات اور ریاضات ہیں اور
بعد میں فناء یہاں پہلے فناء ہے بعد میں اور سب کچھ اپنے بزرگوں کو اسی رنگ میں دیکھا کہ
جامع کمالات تھے مگر کسی کو پتہ بھی نہ چلتا تھا کہ یہ مولوی اور شیخ بھی ہیں یا نہیں بس یہی
طرز دیکھا اور یہی پسند ہے آج ہی ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ فلاں حافظ صاحب بچوں کو
مارتے نہیں خود پٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں یہ فناء کے غلبہ کا اثر تھا میں کہتا ہوں کہ مارنے
سے مقصود کیا ہے کہ رعب ہو ہیبت ہو تاکہ سبق یاد کر لیں تو یہ مقصود تو ہاتھ جوڑنے سے
اس سے بھی زیادہ حاصل ہو سکتا ہے گنگوہ میں ایک حافظ صاحب تھے وہ بچوں کو مار کر پھر
ان سے بدلہ لینے کی درخواست کرتے تھے۔ اور یہ صورت بچوں کے لئے باعتبار تربیت و
تعلیم و اخلاق کے تو مفید ہے کہ وہ تواضع سیکھیں گے ان میں رعونت اور کبر پیدا نہ ہو گا
مگر ان ہی کے لئے مفید ہو گا جو کہ سلیم الطبع ہیں ورنہ مضر ہے کہ بے ادب اور گستاخ ہو
جائیں گے اب اس کا اندازہ ذوق اور وجدان پر ہے کہ کس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے
یہ تو دینی معلموں کا ذکر ہے باقی یہ جو آجکل کے اسکول اور کالج ہیں میں کہا کرتا ہوں کہ یہ
کالج نہیں فالج ہیں کیونکہ دین کی حس تو ان میں تعلیم پار کر رہتی نہیں۔ ایک شخص نے کہا
تھا کہ اب میرا خیال ہے کہ میں اپنے لڑکے کو جامع ملیہ دہلی میں داخل کر دوں میں نے لکھا
کہ وہ ملیہ نہیں کبھی بھول کر بھی وہاں داخل نہ کرنا علی گڑھ کالج اتنا مضر نہیں جتنا یہ جامع
ملیہ ہے کیونکہ وہ لوگ دین میں دخل نہیں دیتے اپنے کو مقتدا نہیں سمجھتے اور جامع ملیہ والے
ندوہ کی طرح اپنے کو مقتدا سمجھتے ہیں۔ ایک فرق یہی دیکھ لیجئے کہ علی گڑھ والوں نے اس کا
نام رکھا کالج جس سے کسی کو دھوکہ نہیں ہو سکتا اور اس کا نام رکھا گیا جامعہ ملیہ جس کے
نام ہی سے مقتدائیت کا دعویٰ ٹپکتا ہے حالانکہ وہاں ملت کا پتہ بھی نہیں البتہ ہاں ایک
معنی کر بیشک جامع ملیہ ہے یعنی تمام مذاہب ملیہ یہودیت نصرانیت ہندویت مجوسیت
سب کا جامع ہے۔

تحریک خلافت کا زمانہ پر فتن زمانہ ہے

(ملفوظ ۱۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت کا زمانہ نہایت ہی پر فتن زمانہ تھا بڑے بڑے پھسل گئے عجب ایک ہڑ لونگ مچا ہوا تھا حق و باطل میں بھی امتیاز نہ رہا تھا۔ اول اول جبکہ کسی شق کی کوئی دلیل ذہن میں نہ تھی بڑی ہی کشمکش رہی کیونکہ اہم مسئلہ تھا پھر اس میں اپنے بعضے بزرگ بھی شریک تھے تو اتنی جلدی اس میں کیسے شرح صدر ہو سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور امداد فرمائی سب سے اول یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ اگر کوئی کام کیا بھی جائے تو کس کے بھروسہ مسلمانوں میں اس وقت دونوں قوتیں مفقود ہیں نہ تو مالی ہی حالت درست ہے نہ ایمانی اور روحانی ہی قوت ان کے اندر ہے تو ایسی حالت میں شرکت کرنا اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے جس کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں

لا تلقو بایدیکم الی التهلکة

پھر اس کے بعد ان لوگوں کا طریق کار دیکھا تب معلوم ہوا کہ کثرت سے اس میں وہ لوگ شریک ہیں کہ دین ہی مقصود نہیں محض دنیاوی اغراض پیش نظر ہیں نیز اس کے ساتھ ہی ہندوؤں سے ایسا اتحاد کر رہے ہیں کہ جیسے ہندو اصل ہیں اور مسلمان تابع پھر یہ دیکھ کر تو اس تحریک سے انقباض کا درجہ پیدا ہو گیا اس وقت اکثر کو حدود کی قطعاً پروا نہ تھی مسائل شرعیہ کو کھیل بنا رکھا تھا اور قرآن و حدیث کو ایک طاغوت کے اقوال کا تختہ مشق بنا دیا گیا تھا اور چونکہ اس تحریک کا بانی وہ طاغوت ہی تھا جو بد نیت بد دین ہے پھر اس تحریک میں خیر و برکت کہاں بھلا جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو پھر وہ مسلمانوں اور اسلام کا ہمدرد بھی ہو عجیب معما ہے ان لوگوں کی عقلیں خدا معلوم کہاں جاتی رہیں تھیں دیکھئے آخر اس کے جذبات کا پتہ اب تو چل بھی گیا حقیقت کا انکشاف ہو گیا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا کس قدر ہمدرد اور خیر خواہ ہے اسی پر دوسروں پر الزام تھا کہ تحریک میں شرکت نہیں کی تم کو تو آج تجربہ کے بعد اس کی بد نیتی معلوم ہوئی مگر دوسروں کو اول ہی روز حق تعالیٰ نے معلوم کرا دی تھی تم کو اسوقت معلوم ہوا کہ جب ہزاروں مسلمانوں کا مال اور ایمان برباد کرا چکے اور جن پر فضل ایزدی تھا وہ پہلے ہی دن سمجھ گئے تھے کہ یہ بد نیت بد دین اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے اور موٹی بات ہے کہ جو شخص اپنا دوست نہ ہو اور جسکو اتنی بھی عقل نہ ہو کہ وہ اپنے انجام کو سمجھ سکے وہ دوسروں کو

کیا فلاح اور بہبود کا مشورہ دے سکتا ہے اگر یہ طاغوت عاقل ہوتا جیسا کہ مشہور کیا گیا تو پہلے تو اپنے انجام اور عاقبت کی فکر کرتا زیادہ افسوس ان اہل علم پر ہے جنہوں نے خود بھی اسکا اتباع کیا اور بہت مسلمانوں کو اس کے اتباع اور اقتداء کی ترغیب دی اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا اب بھی جلدی ہی بج ہو گئی ورنہ معلوم نہیں کہاں تک نوبت پہنچتی پہلے دجال کے متعلق شبہ ہوا کرتا تھا کہ ایمان والا کون اس بد دین کافر ایمان لا سکتا ہے مگر دیکھتی آنکھوں اس طاغوت ہی نے ہزاروں کے ایمان خراب اور برباد کر دیئے وہ دجال تو پھر اس سے بڑا ہو گا ایک دوسرے دشمن اسلام کیساتھ بعض مسلمانوں نے جو معاملہ کیا اس میں ان مسلمانوں کو شرم نہ آئی کہ مسلمانوں کے مجمع میں اسکو ممبر پر بٹھلا کر مسلمانوں کا مرکز بنایا بعض اہل کفر کیساتھ یہ معاملہ کیا کہ اسکی جے بولی پھر بعض نے یہ غضب کیا کہ جے کی تفسیر کی کہ جے بمعنی فتح کے ہے یہ معنوں کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں اگر یہ معنی ہوں بھی مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ اہل کفر کا یہ شعار بھی ہے یا نہیں اور وہ اسکو مذہبی شعار سمجھ کر کن موقعوں پر استعمال کرتے ہیں اگر ایسا ہی توسع ہے تو جنیئوں اور زنار کی حقیقت بھی صرف ایک تاگا ہے اس کو بھی استعمال کیجئے اور سر پر چوٹی ہندو رکھتے ہیں اسکی حقیقت بھی سر کے بیچ کے بالوں کا بڑھا لینا ہے اس میں ہی کیا قباحت ہے بقول آپکے اسکو بھی رکھ لیجئے اور قشقا بھی پیشانی پر لگایئے اس لئے کہ اس کی حقیقت صرف ایک رنگ ہے اب کہاں تک عرض کیا جاوے ایک بات ہو تو کہوں پھر ان اعداد دین کا استقبال اور اللہ اکبر کے نعرے کیا اس سے اللہ تعالیٰ کے نام کی بیحرمتی نہیں ہوئی؟ پھر مولویوں پر اعتراض ہے کہ یہ لوگ بیٹھے ہوئے لوگوں کو کافر بنایا کرتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ کافر تو تم خود بنتے ہو یہ صرف بتایا کرتے ہیں بنانے اور بتانے میں زمین آسمان کا فرق ہے سو یہ بتاتے ہیں تاء کے ساتھ بناتے نہیں نون کی ساتھ صرف ایک نقطہ کا فرق ہے کافر بنانا تو اس کو کہتے ہیں جیسے مسلمان بنانا یعنی مسلمان ہو نیکی ترغیب دیکر مسلمان بناتے ہیں اسی طرح کفر کی ترغیب دیتے کہ کافر ہو جاؤ۔ بنائے کہ یہ معنی ہیں سو اس طرح کون مولوی کسی کو کافر بناتا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے طبیب کے پاس مریض جاتا ہے اور وہ مرض کی تشخیص کر کے اطلاع کرتا ہے تو اس اطلاع سے تو وہ مریض کے اندر مرض پیدا نہیں کرتا جس کو مرض کا بنانا کہا جا سکے بلکہ نبض دیکھ

کر بتاتا ہے کہ یہ مرض اس کے اندر ہے اعتراض کے جواب کے بعد میں پھر کہتا ہوں کہ یہ طاغوت بد عقل بدنیت بد فہم بد دین ہے یہ اسلام اور مسلمانوں کا کھلا ہوا دشمن ہے مسلمانوں کو اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے اب رہا یہ سوال کہ اگر وہ ایسا ہے تو کثرت سے یہ لوگ اس کے مطیع اور فرمانبردار کیوں ہیں اس کے دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ شیطان کے کیا کچھ کم لوگ مطیع و فرمانبردار ہیں اکثر حصہ مخلوق کا اسکا مطیع ہے تو یہ کوئی معیار مقبولیت اور مردودیت کا نہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں بعض نبی ایسے ہوئے ہیں کہ ان کے ساتھ صرف ایک امتی ہوا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ شیطان کے ساتھ لاکھوں کروڑوں لوگ ہوں گے تو یہ کوئی مقبولیت اور مردودیت کی دلیل نہیں دوسرا جواب اس سے لطیف ہے وہ یہ کہ وہ اس چیز کی دعوت دے رہا ہے اور اس طرف بلا رہا ہے کہ جس کے تم پہلے سے متلاشی ہو سو چونکہ وہ تمہاری مرغوبہ اور محبوبہ دنیا کی طرف مدعو کر رہا ہے اس لئے تم اس طرف بدحواس ہو کر اس کی طرف چلے جا رہے ہو اور انبیاء کی دعوت خلاف نفس کی طرف ہے اس لئے انکے متبعین قلیل ہیں خلاصہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام کا اصلی منصب اس فانی ناپائیدار دنیا سے نفرت دلانا ہے اور شیطان و نفس کا کام اسکی طرف بلانا اور اس میں پھنسانا ہے یعنی خدا سے بندہ کو الگ کر دینا اور انکے تعلق کو خراب کر دینا یہ شیطان و نفس کا اصل فرض منصبی ہے۔ اب ان جوابوں کے بعد میں کہتا ہوں کہ مسلمان کا کمال تو یہ ہے کہ وہ احکام اسلام کی پابندی کرتے ہوئے کامیابی کی کوشش کرے اگر یہ بات نہیں اور اسلام اور احکام کو پامال کر کے ترقی اور کامیابی حاصل کی تو وہ مسلمانوں کی ترقی تھوڑا ہی ہوگی ایسی ترقی تو فرعون نے شداد نے نمرود نے ہامان نے قارون نے بھی کی ہے یہ سب ترقی یافتہ تھے ان کی ترقی کو مذموم کیوں کہتے ہو اس ہی لئے تو کہ انہوں نے حدود سے گذر کر ترقی کی تو اس صورت میں تمہاری ترقی اور ان کی ترقی میں فرق کیا ہوا۔ اور اگر ایمان اور اسلام ہی کو خیر باد کہہ کر ترقی کرنا چاہتے ہو تو ہندوؤں کیساتھ ملکر تو بہت کچھ قربان کرنے کے بعد مال و جاہ کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہو اور وہ بھی محتمل ہے تو اس سے عیسائیت ہی کو کیوں نہیں قبول کر لیتے اس لئے کہ بنی بنائی حکومت مال جاہ عزت آبرو سب کچھ ایک سیکنڈ اور ایک منٹ میں مل جائے گی ایک تو یہ فرق ہے عیسائیت اور ہندویت میں دوسرا

رق یہ ہے کہ ہندوؤں کی قوم عالی حوصلہ نہیں انکے وعدہ وعید کا بھی کچھ اعتبار نہیں عذر
کے زمانہ میں جو کچھ ہوا تھا۔ ہندو مسلمانوں کے اتفاق سے ہوا تھا مگر جب وقت آکر پڑا تو
ہندو حکومت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے اور مخبریاں کر کے ہزاروں نواب اور
رئیس مسلمانوں کو غدار کرادیا اور مسلمانوں کو تباہ اور برباد کرادیا ان کا یہ بھی اعتبار
نہیں کہ تم ایمان اسلام مال وجان عزت آبرو ان کے ساتھ مل کر قربان کرو اور یہ وعدہ وفا
کریں۔ انگریزوں سے اگر دشمنی کی بناء یہ ہے کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں تو
ہندوان سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں واقعات کو دیکھ لیجئے کہ مسلمانوں کی
بدولت سالہاسال کی مردہ کانگریس زندہ ہوگئی مسلمانوں نے جانی قربانیاں کیں ان کو
پیچھے رکھا خود پیش پیش رہے انگریزوں کو اپنا دشمن بنایا ان کی وجہ سے مسلمانوں کے
ہزاروں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوگئیں مگر نتیجہ میں شدھی کا مسئلہ سامنے آیا اور پھر ہر
چہار جانب جہاں مسلمانوں کے بستیوں میں دو چار گھر آباد تھے اور ہندوؤں کی کثرت تھی
بہانے نکال نکال کر مسلمانوں کو قتل وغارت کیا اور یہ اس حالت میں ہے کہ ان کی آبادی
اور مسلمانوں کی آبادی محکوم ہونے میں مساوی ہیں ان میں کوئی قوت بصورت حکومت
نہیں اگر انگریزوں کی طرح ان کو قوت حاصل ہوتی تو ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک بچہ
زندہ نہ چھوڑتے یہ واقعات اور مشاہدات ہیں جن کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اس پر بھی کوئی
ہٹ دھرمی کرے اور نہ سمجھے تو یہی کہا جائے گا

"جو اس پر بھی نہ سمجھے تو اس بت کو خدا سمجھے"

ان واقعات کے بعد انگریزوں سے دشمنی اور ہندوؤں سے دوستی اس کا صاف مصداق
ہے۔

فر من المطر و قرتحت المیزاب

یعنی بارش سے تو بھاگا اور پرنالہ کے نیچے جا کھڑا ہوا گیا بتلایئے یہ کونسی عقل کی بات ہے۔
مجھ کو تو ان لیڈروں سے کوئی شکایت نہیں اس لئے کہ وہ عالم نہیں بڑی شکایت اہل علم
سے ہے کہ انہوں نے دین کو ذریعہ بنایا دنیا حاصل کرنے کا اور ان لیڈروں کا تو کیا ذکر
ہے یہ تو ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ ملک میں آئے دن ایک نیا مسئلہ اور پیش ہوتا
رہے تاکہ ان کی آؤ بھگت ہوتی رہے۔ یہ مسلمانوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں اپنے آپ کو قوم

کا ذمہ دار سمجھتے ہیں مسلمانوں کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے یہ ان کی کشتی کے ناخدا بنے
ہوئے ہیں مگر حالت یہ ہے کہ جس قدر یہ ترقی ترقی گاتے پھرتے ہیں اسی قدر مسلمانوں
کا تنزل آئے دن بڑھتا جاتا ہے پچاس برس سے زائد تو یہ گیت سنتے ہوئے ہم کو ہوگئے
ہیں پھر اس ترقی کے کچھ اصول ہیں نہ حدود ہیں میں نے تو لکھنؤ میں اپنے وعظ کے اندر
اس کو بیان کیا تھا اس میں نئے تعلیم یافتہ لوگوں کا بہت مجمع تھا اس میں بیرسٹر اور وکلاء
بھی تھے میں نے کہا تھا کہ آخر ترقی ترقی گاتے پھرتے ہو اس کے کچھ حدود و اصول بھی
ہیں یا نہیں یا ہر ترقی آپ کے نزدیک محمود ہے اگر یہ بات ہے تو ایک شخص کے جسم پر
مرض کی وجہ سے ورم آجاتا ہے جس سے اس کی فربھی بڑھ جاتی ہے تو یہ بھی ایک ترقی
ہے تو اس کے ازالہ کی فرمائش ڈاکٹروں اور طبیبوں سے کیوں کرتے ہیں اس سے معلوم
ہوا کہ ہر ترقی محمود نہیں ہوتی بلکہ بعض ترقی مذموم بھی ہوتی ہے تو قانون دینی میں وہی
مذموم ہوگی جو احکام سے تجاوز کر کے حاصل کی جائے اگر حدود کی قید نہیں تو پھر گورنمنٹ
پر کیوں اعتراض نہیں کرتے جیسے مولویوں پر کرتے ہو کہ یہ مانع ترقی ہیں گورنمنٹ
بھی مانع ترقی ہے میں بتلاتا ہوں ڈکیتی کو جرم قرار دیا چوری کو جرم قرار دیا حالانکہ ان
اسباب سے ایک شب میں لاکھوں روپیہ حاصل کرسکتے ہیں تو کیا یہ قانون تعزیرات ہند
مانع ترقی نہیں۔ اس کا جو جواب تم ہم کو دو گے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جاوے۔

ادھورے سوال پر مواخذہ

(ملفوظ ۱۸۹) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ جو آج کل حکومت کے
مقابلہ کے واسطے لوگوں نے تدابیر اختیار کر رکھی ہیں ان کے متعلق شرعی حکم کیا ہے
فرمایا کہ یہ سوال ہی مہمل ہے ان تدابیر کا کچھ نام بھی ہے یا نہیں واقعہ کی صورت بیان
کر کے حکم معلوم کرنا چاہیے تھا اس کے تو یہ معنے ہوئے کہ مجھ کو علم غیب ہے کہ جو
صورت تمہارے ذہن میں ہے اس کا مجھ کو بھی علم ہے یا یہ کہ مجھ کو تمام صورتوں کا علم
ہے پھر اس کے بھی دو معنے ہوئے ایک تو یہ کہ مجھ کو تمام صورتوں کا حکم بیان کرنا
چاہیے کیونکہ اگر ایک بھی بیان سے رہ گئی تو نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے آخیر میں کہہ
دیا کہ ان میں اس صورت کا حکم نہیں معلوم ہوا جس کو میں معلوم کرنا چاہتا تھا دوسرے یہ

معنی ہوئے کہ گویا میرا مشغلہ یہی ہے کہ تمام شقوق کی تحقیق کیا کروں اور پھر ان کا حکم ظاہر کیا کروں آپ تو ایک ٹکا بھر زبان ہلا کر نواب بن کر بیٹھ گئے اب میں تعمیل حکم کی انجام دہی میں مصروف کار ہوں کیا بد تمیزی اور بد تہذیبی کی بات ہے تم کو سوال پورا کرنا چاہیئے تھا اس وقت تم نے یہ مہمل سوال کر کے قلب کو پریشان کیا اگر آدمی کو بولنے کی تمیز نہ ہو تو خاموش ہی بیٹھا رہے کونسا یہ سوال فرض وواجب تھا اور کہاں کے آپ اتنے بڑے مرجع العالم مفتی ہیں کہ لوگ آپ کے پاس استفتے بھیج کر ان صورتوں کے حکم معلوم کیا کرتے ہیں اس وقت دو حرکتیں آپ سے صادر ہوئیں ایک تو یہ کہ سوال مہمل کیا دوسرے یہ کہ میں کس وقت سے اس وقت تک بول رہا ہوں مگر آپ کی زبان ہی سل گئی نہ ہوں ہاں کچھ بھی نہیں دوسروں کو تکلیف اور اذیت پہنچا کر اب چپ شاہ بنے بیٹھے ہو اگر پہلے سے چپ رہتے تو کیا قاضی گلا کرتا مگر یہ ضرور ہے کہ اس وقت جو آپ کے تبحر علمی کا اور قابلیت کا انکشاف لوگوں پر ہوا ہے وہ نہ ہوتا۔ یہ کبر کا مرض بھی نہایت ہی خبیث مرض ہے اور یہ مرض ناشی ہوتا ہے حماقت اور جہل سے ہمیشہ سوال میں اس کا خیال رکھیے کہ پہلے اس صورت مسؤل عنہا کو ظاہر کرنا چاہیئے پھر اس کا حکم معلوم کرنا چاہیئے ان ہی اصولی باتوں کی پابندی کی وجہ سے تو میں بد خلق اور سخت مشہور ہوا ہوں مگر یہ میری طبعی باتیں ہیں کہ میں نہ خود گول مول اور ادھوری باتیں کرتا ہوں نہ دوسروں سے پسند کرتا ہوں یہی میری لوگوں سے لڑائی ہے آپ خود ہی انصاف کریں کہ اس تحریک حاضر میں بہت سی صورتیں ہیں بعض پر جواز کا حکم ہے بعض پر عدم جواز کا اب مجھ کو کیا معلوم کہ آپ کونسی تدبیر اور کون سی صورت کا حکم معلوم کرنا چاہتے ہیں آخر آدمی کچھ تو تدبر سے کام لے۔ عرض کیا کہ فی الحقیقت مجھ سے غلطی ہوئی آئندہ اس کا خیال رکھوں گا اور حضرت والا سے معافی کا خواستگار ہوں فرمایا معاف ہے مگر کیا معاف کر دینے اور معافی چاہ لینے میں یہ بھی اثر ہے کہ وہ تکلیف رفع ہو جائے گی جو اس وقت تم نے ایک مہمل سوال کر کے پہنچائی ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے کے سوئی چبھوئے وہ اس پر چلائے اور یہ اس سے معافی چاہ لے تو کیا معاف کر دینے پر اس سوئی کی سوزش کا بھی اثر جاتا رہے گا خیر اس کو چھوڑیئے اب یہ سوال کرتا ہوں کہ اس غلطی کا سبب بے فکری ہے یا بد فہمی عرض کیا بے فکری سبب ہے میں نے

بغیر سوچے سمجھے سوال کر دیا کہ اب آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا نہ ہوگا فرمایا کہ خیر اس کا تو انسداد اور علاج ہو سکتا ہے اس لئے کہ فکر تو اختیاری ہے اگر اس کا سبب بد فہمی ہوتا تو چونکہ وہ غیر اختیاری ہے اس کا علاج قریب بہ محال تھا اسی لئے میں بد فہموں کو نکال باہر کرتا ہوں اس لئے کہ ایسے شخص سے کبھی مناسبت نہیں ہو سکتی آئندہ ایسے مہمل سوال سے احتیاط رکھنے گا اور یہ میں اپنے ہی واسطے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ ہر شخص سے ہر بات پوری کہنا چاہئے یہ ہمیشہ یاد رکھنے کی بات ہے خیر آپ کے اس اقرار سے ایک گونہ ہیجان میں سکون ضرور ہو گیا اور میں نہ بھی کہتا کیونکہ میرا مقصد اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں اس لئے میں اس پر قادر تھا کہ ضبط کر لوں گو ضبط پر تکلیف ضرور ہوگی مگر ضبط کرنے سے تم کو اپنی غلطیوں اور حماقتوں کا کیسے علم ہوتا اور اصلاح کی کیا صورت ہوتی اور صاحب اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہو سکتی ہے ہاتھ جوڑ کر تو کہا جاتا نہیں اگر اصلاح کو سختی سمجھا جائے تو پھر میں یہ کہوں گا کہ اس طریق میں قدم رکھنے سے پہلے ہر چیز اور ہر سختی کے لئے تیار ہونا چاہئے۔ اس طریق میں تو مجنون جیسی حالت بنا کر آنا چاہئے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ مجنون بے چارہ تو ایک عورت ہی پر عاشق تھا اور یہ خدا کا عاشق بنتا ہے اس لئے اس سے کہیں زیادہ شدائد کے لئے تیاری کر کے اس طرف آنا چاہئے کیا خدا کا عشق لیلیٰ کے عشق سے بھی کم ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

عشق مولے کے کم از لیلیٰ بود　　　گوئے گشتن بہر او اولے بود

(مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے (عشق الٰہی کے بلے کے آگے مثل گیند کے ہو جانا زیادہ بہتر ہے)

غرض اس راہ میں قدم رکھنے کی شرط یہ ہے کہ جس کو حضرت حافظ فرماتے ہیں۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجان　　　شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

اور اگر اس راہ میں قدم رکھ کر سختی کی برداشت نہ کر سکا تو بس پھر محرومی ہی ہوگی اور یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ کہا تھا کس نے کہ تو اس طرف آ۔ محبت کا دعویٰ ہی کیوں کیا تھا یہ کیسا عشق ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق　　　تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق

(تو ایک زخم لگنے سے عشق سے بھاگتا ہے تو معلوم ہوا کہ تو تو عشق کا صرف نام ہی جانتا

ہے)

اور شدائد کی ناگواری پر فرماتے ہیں۔

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

ان کے عاشق کی تو یہ حالت ہونی چاہیے کہ

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

اور خود عشق ہی ایسی چیز ہے کہ وہ سوائے محبوب کے اور کسی کو چھوڑتا ہی نہیں سب کو فنا کر دیتا ہے جیسا مولانا فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کوچوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

گلزار ابراہیم میں اسی کا ترجمہ کیا ہے۔

عشق کی آتش ہے ایسی بد بلا دے سوا معشوق کے سب کو جلا

خیر القرون میں دو صورتیں

(ملفوظ ۱۹۰) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو آج کل جو لوگوں نے حکومت کے مقابلہ کے لئے تدابیر اختیار کر رکھی ہیں اس کے متعلق کچھ سوال کروں فرمایا اجازت ہے خدانخواستہ مجھ کو حکم ظاہر کرنے سے اعراض تھوڑا ہی ہے ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ سلیقہ اور تمیز سے سوال کیا جائے مگر تہذیب کی رعایت ہو میں تو اپنے کو اہل علم کا خادم سمجھتا ہوں خصوص جب کہ یہ علمی افادہ و استفادہ ہے تو اس سے کیا انکار ہو سکتا ہے عرض کیا کہ جتھے مقابلہ کے لئے جاتے ہیں اور گرفتار ہوتے ہیں خاموش مقابلہ کرتے ہیں اگر حکومت کی طرف سے تشدد بھی ہو تب بھی جواب نہیں جاتا ان صورتوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے فرمایا کہ عقلی دو ہی احتمال ہیں یا تو مقابلہ کی قوت ہے یا قوت نہیں اگر قوت ہے تو گرفتار ہونے کے کیا معنی مقابلہ کرنا چاہیے اور جب مقابلہ نہیں کر سکتے تو یہ صورت عدم قوت کی ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو عدم قوت کی حالت میں قصداً ایسی صورت اختیار کرنے کی کہ خود ضرب و حبس میں مبتلا ہو شریعت اجازت نہیں دیتی بلکہ بجائے ایسے مخترع مقابلہ کے مکارہ (ناگوار امور) پر صبر سے کام لینا چاہیے خلاصہ یہ کہ اگر قوت ہے مقابلہ کرو اگر قوت نہیں صبر کرو ان دو صورتوں کے علاوہ تیسری کوئی

صورت منقول نہیں عرض کیا کہ تو کیا ان تدابیر کو مسکوت عنہ کہا جائے گا فرمایا کہ مسکوت عنہ وہ ہوگا جس چیز کی ضرورت خیر القرون میں واقع نہ ہوئی ہو بلکہ خیر القرون کے بعد اس کی حاجت پیش آئی ہو وہ مسکوت عنہ ہوگی اس میں بعد کے علماء کو اجتہاد کی گنجائش ہوگی باقی جس چیز کی خیر القرون میں ضرورت پیش آئی ہو اور باوجود ضرورت پیش آنے کے یہ تدابیر خاص اختیار نہ کی گئیں اس کو سکوت عنہ نہ کہیں گے منفی عنہ کہیں گے اس میں ہم لوگوں کو اجتہاد کی گنجائش نہیں اب اس قاعدہ کے بعد سمجھو کہ خیر القرون میں زیادہ وقت اسی قسم کا گذرا اور بہت زیادہ ضرورتیں مخالفین کے مقابلہ کی پیش آئیں مگر باوجود ضرورت کے اور ضرورت بھی سخت ضرورت پھر بھی ان تدابیر کو اختیار نہیں کیا گیا تو یہ تدابیر منفی عنہ ہوں گی نہ کہ مسکوت عنہ جس کا حاصل یہ ہے کہ دواعی کے پیش آنے پر وہ حضرات یہ تدابیر اختیار کر سکتے تھے مگر پھر بھی اختیار نہیں کیں تو ان تدابیر کو شریعت کے خلاف کہا جائے گا پہلی مشروع تدبیر کی شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک امام ہو سردار ہو امیر ہو بدون اس کے تنظیم اور حفاظت حدود کی کوئی صورت نہیں چنانچہ اس وقت سب میں بڑی وجہ ناکامی کی یہی ہوئی کہ مسلمانوں کے سر پر کوئی بڑا نہیں نہ مسلمانوں کی قوت کسی مرکز پر جمع ہے اور نہ ہو سکتی ہے جب تک کہ بالاتفاق ایک کو بڑا نہ بنالیں اگر امام ہو تو سب کام ٹھیک ہو سکتے ہیں اس کے حکم سے میدان میں جائیں اگر جان بھی جاتی رہے تو کوئی حرج نہیں اور یہ کیا کہ بیٹھے بیٹھے جا کر قتل ہو جائیں یہ کوئی انسانیت ہے اصل بات وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ خیر القرون میں دو ہی صورتیں تھی کہ قوت کے وقت مقابلہ اور عدم قوت کے وقت صبر اس کے سوا سب من گھڑت تدابیر ہیں اس لئے ان میں خیر و برکت نہیں ہو سکتی اور جب خیر و برکت نہ ہو اور مسلمان ظاہراً کامیاب بھی ہو جائیں تو اس کامیابی پر کیا خوشی جو اللہ اور رسول کی مرضی کے خلاف تدابیر اختیار کر کے کامیابی حاصل کی جائے اور حسی کامیابی کا ہو جانا تو کوئی کمال کی بات نہیں اس لئے کہ ایسی کامیابی کافروں کو بھی ہو جاتی ہے اور مسلمانوں کی اصل کامیابی تو وہ ہے کہ چاہے غلامی ہو مگر خدا راضی ہو اور اگر حکومت ہوئی اور ان کی مرضی کے خلاف ہوئی وہ راضی نہ ہوئے تو فرعون کی حکومت اور تمہاری حکومت میں کیا فرق ہوا بس ان کے راضی کرنے کی فکر کرو ان سے صحیح معنوں میں تعلق کو جوڑو اسلام اور احکام اسلام

کی پابندی کروان بتوں کا اتباع تو بہت دن کر کے دیکھ لیا اب خدا کے سامنے سر رکھ کر اور اس سے اپنی حاجت اور ضروریات کو مانگ کر بھی دیکھ کہ کیا ہوتا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دلخراش　　　آزموں رایک زمانے خاک باش

(برسوں تک تو سخت پتھر بنا رہا، آزمائش ہی کے لئے چند روز خاک بن کر دیکھ لے)

ذرا کر کے تو دیکھو خواہ آزمائش ہی کے طریق پر سہی آخر اور تدبیریں بھی کر رہے ہو اسی کے کرنے میں کیوں سر کٹتا ہے منجملہ اور تدابیر کے اس کو بھی ایک تدبیر سمجھ لو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے کرنے میں کامیابی کی یقینی امید ہے۔

عنایت فرماؤں کی عنائیتوں کا شکوہ

(ملفوظ ۱۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ پر تو عنایت فرماؤں کی ہمیشہ عنائتیں ہی رہتی ہیں ایک صاحب کا جن پر گورنمنٹ کے خلاف کسی تقریر پر مقدمہ قائم تھا کراچی میں جج کے اجلاس میں بیان ہوا جب سزا کا حکم ہوا تو ان بزرگ نے میرے ایک فتوی کا حوالہ دے کر کہا کہ اس نے بھی تو یہی فتوی دیا ہے اس پر مقدمہ کیوں نہیں کیا۔جج نے جواب دیا کہ ان کی نیت فتوے سے احکام مذہبی کا ظاہر کرنا ہے اور تمہاری نیت ضرر پہنچانا ہے سلطنت کا اس لئے وہ جرم نہیں یہ جرم ہے پھر فرمایا ہم سے تو اگر جارج پنجم بھی مسئلہ پوچھے تو انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ ہی بتلائیں گے احکام مذہبی میں تحریف کیسے کرسکتے ہیں اگر وہ کسی کے خلاف ہو تو اس کا سائل ذمہ دار ہے ہم سے کیوں پوچھا یہاں پر تو جو بھی حالت ہے صاف ہے پالیسی وغیرہ کچھ نہیں بعض حکام ضلع نے زمانہ تحریک خلافت میں لکھا کہ جو کتابیں آپ کے یہاں تحریک کے متعلق چھپی ہیں وہ بھیج دو میں نے ایک کو بھی نہیں بھیجیں۔ اور لکھ دیا کہ ہم تاجر نہیں ایسی فرمائش تاجروں کو لکھوا یسے جوابوں کی وجہ سے ہم کو انگریز تو اپنا دوست سمجھتے نہیں مگر یہ بزرگوار کہتے ہیں کہ ان کے دوست ہیں عجیب بات ہے کہ وہ اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور یہ اپنا دشمن سمجھتے ہیں ایک معنی کر دونوں صحیح سمجھتے ہیں اس لئے کہ ان کا سمجھنا تو اس وجہ سے ہے کہ غیر مسلم اور مسلم میں دشمنی تو ہو ہی گی اور یہ اس وجہ سے دشمن سمجھتے ہیں کہ ہمارے طرز سے ان کے اغراض دنیوی کو ٹھیس لگتی ہے مگر ان کی ہاں میں ہاں تو وہ ملائے جو دین میں تحریف کو

روادار کیجئے غرض کہ اہل دنیا چاہے کافر ہوں یا مسلمان سب اپنا دشمن سمجھتے ہیں مگر سمجھا کریں ہمارا کیا کر سکتے ہیں حق تعالیٰ کا فضل شامل حال چاہئے ان کی کون بیٹھا ہوا چاپلوسی کیا کرے۔

جاہل پیروں نے مخلوق کو گمراہ کر دیا

(ملفوظ ۱۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل طریق زیادہ تر ان جاہل پیروں کی بدولت بدنام ہوا ان کو تو سوائے روپیہ پیسہ اینٹھنے اور مجلس گرم رکھنے کے دوسرا کوئی کام نہیں۔ انہوں نے گمراہ کر دیا اللہ کی مخلوق کو مگر اب بحمداللہ بہت کچھ اصلاح ہو چکی ہے اور طریق صحیح واضح ہو چکا ہے اب لوگ مشکل ہی سے ان کے پھندے میں پھنستے ہیں یہی وجہ ہے کہ مجھ پر ان کے جلانے کی مگر جھلایا کریں اور بدنام کیا کریں اس سے اخلاق متعارفہ ہوتا گیا ہے البتہ ان میں جو اہل حق اور اہل مشائخ ہیں ان سے یہ شکایت ضرور ہے کہ ان کے اخلاق متعارفہ کی بدولت لوگ خراب ہوئے ان کا یہ طرز اصلاح کے باب میں مجھ کو تو کسی طرح پسند نہیں اور یہ ممکن ہے کہ جس طرح مجھے ان کا طرز پسند نہیں ان کو میرا طرز پسند نہ ہو تو میں صاف کہتا ہوں کہ اس حالت میں میرے پاس نہ آیا کریں میں کسی کی خوشی یا ناراضی کی وجہ سے اپنا طرز نہیں بدل سکتا اگر میں اپنا طرز بدلنا چاہوں تو بدل سکتا ہوں اور بیہودگیوں اور بدتمیزیوں کو برداشت کر سکتا ہوں بلکہ مجھ کو اس میں ایک معنی کر جسمانی راحت بھی ہے کہ قیل وقال سے بچا رہوں گو خلاف اصول ہونے سے کچھ روحانی تکلیف ضرور ہو لیکن اس تبدیلی پر ان کی تو اصلاح نہیں ہو سکتی ان کو تو جہل سے نجات نہیں مل سکتی دوسرے میں ایسے سکوت کو خیانت سمجھتا ہوں کیونکہ اس میں آنے والے کی مصلحت تو کچھ بھی نہ رہی محض اپنی ہی مصلحت رہی کہ یہ برا ماننے گا غیر معتقد ہو جائے گا کچھ نذرانہ وغیرہ نہ دے گا بدنام کرتا ہوا پھرے گا اور اب اگر وہ اس تعلیم اور روک ٹوک کی وجہ سے جو کہ اس کی ہی مصلحت سے کیا جاتا ہے اعراض کرے اور غیر معتقد ہو یا بدنام کرے ہماری جوتی سے اگر اس کو یہ طرز پسند نہیں تو آیا کیوں بلانے کون گیا تھا یہاں پر آنے والوں کو تو اس کا مصداق بن کر آنا چاہئے اور تعلق رکھنے والوں کو ایسا ہو کر رہنا چاہئے جس کو حافظ فرماتے ہیں۔

یا مکن با پیلبانان دوستی　　یا بنا کن خانہ براندازِ پیل
یا کش برچہرہ نیلِ عاشقی　　یا فروشو جامہ تقوے بہ نیل

مدتوں سے یہ طریق مردہ ہوچکا تھا لوگ ہزار ہا قسم کی غلطیوں میں مبتلا ہوچکے تھے اس کو شریعت مقدسہ سے ایک جداگانہ چیز سمجھ بیٹھے تھے اب الحمدللہ بالکل صاف بے غبار ہوچکا صدیوں کے لیئے اصلاح ہوچکی اور پھر جب گڑبڑ ہوجائے گی پھر کوئی اللہ کا بندہ پیدا ہوجائے گا جو تجدید کردے گا۔

رسالہ آداب الشیخ والمرید کے بارے میں

(ملفوظ ۱۹۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں تو بہت ہی رعایتیں کی جاتی ہیں۔ شیخ اکبر کا ایک رسالہ ہے آداب الشیخ والمرید مولوی محمد شفیع صاحب نے دیوبند سے اس کا ترجمہ شائع کیا ہے اس کو دیکھ کر پتہ چلا ہے کہ حضرت کا مسلک اور طرز نہایت نرم اور ڈھیلا ہے مزاحاً جواب فرمایا کہ تم ڈھیلا (بیائی معروف) بتلاتے ہو اور لوگ ڈھیلا (بیائی مجہول) بتاتے ہیں کہ سخت ہے اس رسالہ کو ایک مولوی صاحب نے دیکھ کر مجھ سے کہا تھا کہ اس کو دیکھ کر تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مشائخ طالبوں سے بڑی سختی سے کام لیتے تھے اور آپ کے یہاں تو بڑے سے بڑے کام بھی سہولت سے ہوجاتے ہیں چنانچہ اس رسالہ میں شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ شیخ کو چاہیئے کہ آپس میں مریدوں کو نہ ملنے دے واقعی بڑے کام کی بات فرمائی حقیقت میں شیخ اکبر شیخ اکبر ہی ہیں اس لئے کہ آپس میں مل کر بیٹھ کر سوائے اس کے کہ وقت کو ضائع کریں اور ایران کی توران کی بانکیں نتیجہ کچھ نہیں کہیں شاعری ہورہی ہے لطیفے ہو رہے ہیں راز اور اسرار بیان کئے جارہے ہیں اور اس قسم کی باتیں اس طریق میں بالکل سدراہ ہیں اور خصوص مبتدی کے لئے تو سم قاتل ہیں اس لئے کہ اس میں ضرورت ہے یکسوئی کی مزاحاً فرمایا کہ چاہے پاس ایک سوئی نہ ہو مگر یکسوئی ہو نیز اس طریق میں اوقات کا انضباط اور پابندی ضروری چیز ہے اس سے ایک خاص برکت ہوتی ہے اور کام ہوتا رہتا ہے اور ان مجالس کی بدولت نہ ذکر رہتا ہے نہ شغل نہ فکر نہ غور نہ مراقبہ نہ مکاشفہ نہ تلاوت قرآن نہ نفلیں نہ توجہ الی اللہ کچھ نہیں رہتا صرف مجالس ہی مجالس رہ جاتی ہیں اور اس وقت کثرت سے یہی ہو بھی رہا

ہے حالانکہ طالب کی شان یہ ہونا چاہئے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد   کسے رابا کسے کارے نباشد

(بہشت وہی ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہواور کسی کو کسی سے کوئی حاجت نہ ہو)

تحریکات حاضرہ میں مصالح سے زیادہ مفاسد ہیں

(ملفوظ ۱۹۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان تحریکات میں مصالح سے زائد مفاسد ہیں اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک مفسدہ ہواور پچاس مصلحت ہوں وہاں مفسدہ غالب سمجھا جائے گا نہ کہ جہاں مفاسد غالب ہوں وہاں جواز کا حکم کیسے ہوسکتا ہے طیب اور خبیث کا مجموعہ خبیث ہی ہوگا۔

موالاتی اور غیر موالاتی

(ملفوظ ۱۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہم کو موالاتی بنایا جاتا ہے حالانکہ ہم انگریزوں سے آج تک بھی نہیں ملے۔ اور یہ غیر موالاتی کہلاتے ہیں کہ شب وروز ان سے علاقہ رکھتے ہیں تعلیم بھی حاصل کی تو انگریزی۔ صورت اور شکل لباس طرز معاشرت، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، بولنا چالنا سب انگریزی یہ عجیب ترک موالات ہے زمانہ تحریک میں ایک بہت بڑا الزام ہمارے سر یہ رکھا گیا تھا کہ تمہاری تحریرات سے انگریزوں نے نفع اٹھایا ان کو رسالوں کی صورت میں ہزاروں چھپوا کر سرحد پر بذریعہ ہوائی جہاز تقسیم کیا گیا اس کا ہم سے کیا تعلق دوسروں کا فعل اور ہم پر الزام اس بدفہمی کا کسی کے پاس کیا علاج ہوسکتا ہے ہم نے تو اپنے بھائیوں کو مادی اور شرعی مفسدہ اور مضرت سے بچایا اس کو اپنی غرض فاسد میں استعمال کرے ہم اس کے ذمہ دار کیسے ہوسکتے ہیں قرآن مجید ہی کو لیجئے ہدایت کے لئے نازل ہوا مگر اہل باطل نے اس سے باطل کی تائید میں کام لیا تو اس کا ذمہ دار کون۔ ایک ثقہ شخص نے بیان کیا کہ جس وقت ندوہ کی بنیاد ڈالی گئی تو حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی شرکت کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ ندوہ کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حکومت کا مقابلہ کریں فرمایا کہ اگر ندوہ کا یہ بھی مقصد ہے تو میں کبھی اپنی جماعت کو شرکت کی اجازت نہ دوں گا اور ان کو پامال نہ کراؤں گا یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے جہاد بالسیف بھی کیا تھا ان کی یہ رائے تھی بخلاف اس کے ان

ناعاقبت اندیش لیڈروں نے مالا بار میں جا کر موپلوں کی قوم کو اشتعال دے کر حکومت سے لڑا دیا ان کا جو کچھ انجام ہوا ظاہر ہے پھر جب ان پر وقت پڑا ان بے چاروں کی نہ کسی لیڈر نے خبر لی اور نہ ان کے ہم خیال مولوی ہی ان کی امداد کو پہنچے ایسی ہی صورت یہ لوگ ہندوستان کی بنانا چاہتے تھے کہ عام مسلمانوں کو پھنسا دیتے اور خود انگریزوں کے ساتھ مل جاتے اب یہ عوام ہی گرفتار ہوتے جیل خانوں میں جاتے پھانسیاں پاتے ان کے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوتیں مگر نہ کوئی ان کا خبر گیراں ہوتا اور نہ پرسان حال اس لئے کہ ان میں نہ کوئی تنظیم ہے نہ کوئی ضابطہ اور قاعدہ۔ دین و دنیا دونوں کو برباد کیا مگر اللہ رسول کے احکام کے خلاف کیا احکام اسلام کو پامال کیا مسائل شرعیہ کی بے حرمتی کی اہل حق پر بہتان لگائے کیا ملا سوائے خسران اور حرمان کے پھر اس پر دعوی کہ ہم عقلاء ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ عاقل نہیں آکل ہیں عقل کی ایک بات بھی نہیں ہر وقت اکل کی فکر ہے اگر نصرانیوں سے اللہ ورسول کے واسطے ان کی جنگ ہوتی تو ان سے زیادہ دشمن اسلام یعنی ہندوؤں کو بغل میں نہ لیتے سب سے الگ رہ کر کام کرتے تدابیر مشروعہ پر عمل کرتے حدود کا تحفظ کرتے پھر دیکھتے کہ نصرت حق کیسا ساتھ دیتی ہے اور اگر اس حالت میں بفرض محال سب کے سب بھی مٹ جاتے فنا ہو جاتے تب بھی ناکامی نہ تھی اس لئے کہ آخرت کا سنور جانا مسلمان کی اصل کامیابی ہے مگر وہاں تو مقاصد ہی اور ہیں دلوں میں ولولے اور نیتیں ہی کچھ اور ہیں کچھ نقشے جمائے بیٹھے ہیں میں ان کی نبضیں بحمد اللہ بفضل ایزدی خوب پہچانتا ہوں سن لیجئے وہ مقاصد کیا ہیں وہ یہ ہیں کہ حکومت ہاتھ آئے گی کوئی بادشاہ بنے گا کوئی ویسرائے کوئی گورنر کوئی کمشنر کوئی کلکٹر خوب مال وجاہ کے مالک ہوں گے اور ولولے وہ یہ ہیں کہ ان چیزوں کے یعنی ہمارے مقاصد کے اندر جو سدراہ ہیں یعنی احکام شرعیہ ان کا خاص انتظام کریں گے یعنی اپنی اغراض کے مطابق ان میں تاویل کریں گے اور نیتیں یہ ہیں کہ ان احکام کے بتلانے والے اور ان کے خلاف روک ٹوک کرنے والے فتوی دینے والے جو مولوی ملا ہیں ان کو ٹھیک کریں گے پھر جب یہ سب کام ہو جائے گا پھر آزادی سے بسر ہوگی جو اس مثل کا مصداق ہوگی " بڈھا مرے یا جوان اپنی ہتھیا سے کام مردہ بہشت میں جائے یا دوزخ میں اپنے حلوے انڈوں سے کام " یہ تو پرانا مقولہ ہے بجائے اس کے یوں کہنا چاہیے کہ اپنے کیک بسکٹ انڈوں

سے کام ایک حکمران نے یہ سب کر کے مزا دیکھ لیا حکومت دے بیٹھا یہ اللہ و رسول کے احکام کی پائمالی شریعت مقدسہ کی بے حرمتی بلاوجہ اہل حق اور اہل علم کا قتل خالی کیسے جاتا اب گداگری کرتا پھرتا ہے اور اس کے تخت پر کوئی اور ہی حکمران بنا بیٹھا ہے تم تو نئی حکومت حاصل کرنا چاہتے ہو وہاں آبائی اجدادی حکومت تھی اس کو ان خیالات کی بدولت دے بیٹھا تو نئی حکومت تو تم کیسے حاصل کر لو گے یہ مسلمان سلاطین اہل اقتدار کی حالت ہے ایسی حالت میں کوئی کسی کے بھروسہ کیا کام کرے عاجز عوام تو بے چارے تو کیا کر سکتے ہیں جب خواص پر اعتماد نہیں جب سلاطین کی یہ حالت ہو کہ وہ اپنے حدود میں احکام اسلام کا تحفظ تو کیا کرتے برعکس پامالی کرتے ہیں اسی طرح علماء کی یہ حالت کہ مسائل میں تحریف سے کام لیتے ہیں اور روساء اور نوابوں کو ان چیزوں میں دلچسپی ہے ہی نہیں انہوں نے تو دین سے اس قدر روگردانی اختیار کی ہے کہ اپنے بچوں تک کو علم دین کی طرف آنے بھی نہیں دیتے رہے عوام تو وہ ان کے تابع ہیں اب کام کرنے والا کون رہ گیا بس مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر کسی ایسے کام میں قدم رکھنے کو جی نہیں چاہتا جس کا تعلق ان جماعتوں سے ہو کیونکہ یہ سب کے سب بے کار ہیں اور قدرت حق میں تو سب کچھ ہے مگر بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی گردش ختم ہونے کا ابھی زمانہ نہیں آیا۔

تحریکات میں شرکت کرنے والوں پر غصہ کا سبب

(ملفوظ ۱۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان تحریکات میں شرکت کرنے والوں پر جو مجھ کو غصہ ہے اس کا اصلی سبب ان کی محبت ہے اس طرح سے کہ اپنے ہو کر پھر حدود سے تجاوز، ایسا کیوں کرتے ہیں مجھ کو مقاصد شرعیہ اور سلطنت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کی امداد اور تحفظ سے خدا نہ کرے کیسے اختلاف ہو سکتا ہے اختلاف صرف طریق کار سے ہے کہ وہ ایسا اختیار کیا گیا کہ جس میں احکام شرعیہ کی پامالی کی گئی ہے فلاں مولوی صاحب نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں بڑی مشکل میں ہوں میں کیا کروں میں اپنے دو بڑوں کے بیچ میں ہوں ایک میں مراد تھا اور ایک حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ مراد تھے میں نے کہا کہ مولانا ہمارے سب کے بڑے ہیں مولانا ہی کے فرمانے پر عمل کرنا چاہئے اور اگر

میں تنہا ہوتا تو میں خود بھی حضرت مولانا کے ساتھ ہولیتا مگر چونکہ میری وجہ سے اور مخلوق خدا کے پھنس جانے کا اندیشہ ہے اور میں اس وقت تک اس کے انجام کو سمجھا نہیں نہ مجھ کو شرح صدر ہوا کہ یہ تحریک مسلمانوں کے لئے مفید ہے اس لئے میں معذور ہوں ورنہ میں بھی مولانا ہی کا اتباع کر لیتا اب مجھ کو یہ خوف ہے کہ اگر بدون سوچے سمجھے اور شرح صدر ہونے میں شرکت کر لوں اور قیامت کے روز حق تعالیٰ سوال فرمائیں کہ جس مسئلہ کو تو سمجھا نہیں تھا اس میں شرکت کر کے ہماری مخلوق کو کیسے پھنسا دیا تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا بعض لوگوں نے تحریک خلافت ہی کے زمانے میں مجھ سے کہا کہ تم پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ان کی وجہ سے لاکھوں کام کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ورنہ ہم کامیاب ہو جاتے میں نے کہا کہ وہ لوگ غلط سمجھے میری وجہ سے لاکھوں نہیں بیٹھے میں ہی لوگوں کی وجہ سے بیٹھا ہوں میں مقاصد شرعیہ کے بحمد اللہ خلاف نہ تھا مجھ کو اختلاف طریق کار سے تھا۔ جو احکام شرعیہ کے خلاف اختیار کیا گیا تھا اور مذاق عام یہی ہو رہا ہے جو کام کر رہے ہیں اسی طرح کر رہے ہیں جو بیٹھے ہیں وہ بھی اگر کرتے اسی طرح کرتے یہ وجہ ہے میرے تقاعد کی نہ یہ کہ مقصود صحیح سے خدا نہ کرے مجھ کو اختلاف ہے اگر یہ بات ہوتی تو ان کو کیوں اجازت دیتا فلاں مولوی صاحب سے پوچھ لو کہ میں نے ان کو شرکت کی اور مولانا کے اتباع کی اجازت دی یا نہیں سو ان کو کیوں اجازت دیتا باقی اس پر بھی اگر کسی کو بغض و حسد ہی ہو اور خواہ مخواہ بہتان لگائے تو اس کا میرے پاس کیا علاج مگر ایسی دھمکیوں میں آ کر میں انشاء اللہ تعالیٰ مقاصد شرعیہ اور اصول شرعیہ کو نہیں چھوڑ سکتا اگر تمام عالم بھی ایک طرف ہو جائے تو بفضل ایزدی احکام شرعیہ اور اصول شرعیہ کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے احسان ہے کہ شریعت ایک درجہ میری فطرت اور طبیعت بن گئی ہے میں اس کے خلاف پر عادۃً قادر ہی نہیں اگر دوسرے خاص جذبات سے مجبور ہیں تو میں اس جذبہ سے مجبور ہوں۔ اب اس پر اگر کوئی خوش رہے تو فبہا اور ناخوش رہے تب فبہا۔ مان لو کہ میں نکما ہوں بے کار ہوں نہ ملک کے کام آیا نہ قوم کے کام آیا تو مجھ کو چھوڑ دو اور میں تو اس موقع پر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں جو اس حالت میں بالکل چسپاں ہے۔

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی

چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

ضابطہ کا تعلق

(ملفوظ ۱۹۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب سے (جو بہت روز تک میرے پاس رہے اور تحریکات کے بعد مجھ سے بالکل بے تعلق ہو گئے گو میری طرف سے ممانعت نہ تھی) بہت عرصہ کے بعد کیرانہ ملاقات ہوئی میں نے پہچانا بھی نہیں۔ اول مسجد میں ملاقات ہوئی ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ ساتھ ساتھ مکان تک آئے نہ پہچاننے کیوجہ سے میں نے نہ کوئی بات کی نہ زیادہ التفات کیا جب مکان پر پہنچ کر میرے پاس بیٹھ گئے اور انہوں نے خود کچھ خیریت وغیرہ دریافت کی تب میں نے پہچانا کہ یہ فلاں مولوی صاحب ہیں پھر فلاں مدرسہ کے معاملات شروع ہو گئے اس میں لجنہ والوں کی ساتھ انہوں نے بڑا حصہ لیا مدرسہ کے خلاف اور اس درمیان میں آتے جاتے بھی تھے میں نے ان کو ایک خط لکھا کہ میں تم سے اس وقت تک نہ ملوں گا جب تک کہ تم بذریعہ اشتہار اپنی غلطی کا اعتراف شائع نہ کرو اور اس کا تدارک نہ کرو تب سے آنا جانا ضابطہ کا بند ہو گیا مجھ کو خدانخواستہ کسی سے بغض نہیں عناد نہیں وہ اگر اب بھی اس شرط کو پورا کر دیں میں پھر خادم ہوں مگر خلاف اصول میں ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتا کوئی لونڈیوں کا کھیل تھوڑا ہی ہے۔ میرے یہاں تو بحمد اللہ بڑی وسعت ہے ذرا تنگی نہیں کوئی یہاں رہ کر دیکھے تو معلوم ہو باقی دور بیٹھے بیٹھے بدون تحقیق اگر کوئی رائے زنی کیا کرے اور فتوے لگایا کرے میرے پاس اس کا کیا علاج۔

ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک سے نفع

(ملفوظ ۱۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایسے لوگ تو کثرت سے ہیں کہ جو ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک سے گھبراتے ہیں مگر وہ لوگ بھی ہیں جو خود اس کی درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ یہی برتاؤ رکھا جائے بعض لوگوں کے خطوط آتے ہیں کہ فلاں بزرگ سے ہمارا تعلق ہے مگر جی چاہتا ہے کہ آپ سے تعلق ہو میں لکھتا ہوں کہ وہاں سے تعلق کیوں چھوڑتے ہو لکھتے ہیں کہ وہاں ڈانٹ ڈپٹ نہیں اور بدون اسی کے اصلاح نہیں ہوتی اور یہ بات واقع میں بھی ہے اس پر ایک شخص کا واقعہ یاد آگیا کہ اس نے مجھ سے تنہائی

میں اپنی حالت بیان کی کہ مجھ کو ایک گوالن سے عشق ہو گیا ہے میں دودھ اسی وجہ سے لیتا ہوں اس بہانے سے اس کو دیکھ لیتا ہوں حالانکہ دودھ کی مجھ کو ضرورت نہیں میں نے کہا کہ وہاں جاؤ مت اس کو دیکھو مت اس محلہ سے بھی کبھی نہ گزرو ہمت اور قوت سے کام لو یہی اس کا علاج ہے کہا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا اس کہنے پر میں نے اس کے ایک دھول رسید کی اور کہا کہ نکل یہاں سے نالائق وہ شخص چلا گیا مجھ کو بعد میں خیال بھی ہوا کہ اس سے نہ کوئی تعلق تھا نہ واقفیت تھی ایسا کیوں کیا مگر ایک سال کے بعد وہ شخص فلاں مولوی صاحب سے ملا ان کو پہچان کر یہاں کی خیریت معلوم کی اور اپنا قصہ بیان کیا کہ میں وہ شخص ہوں انہوں نے دریافت کیا کہ اس حالت میں کوئی فرق ہوا کہنے لگا کہ اس دھول نے اکسیر کا کام دیا بجائے عشق کے اس عورت سے مجھ کو نفرت کا درجہ پیدا ہو گیا اور قطعاً اس مرض کا قلب سے ازالہ ہو گیا ایک دوسرے شخص کا واقعہ ہے کہ ان کی کسی غلطی پر میں نے ڈانٹ ڈپٹ کی تو انہوں نے ایک دوسرے صاحب سے کہا کہ دس برس کے مجاہدہ سے بھی مجھ کو وہ نفع نہ ہوتا جو چند منٹ کی ڈانٹ سے حاصل ہوا ایک اور ذاکر شاغل صاحب کا واقعہ ہے کہ وہ مقیم تھے اور کئی بار وساوس کی شکایت کر چکے تھے میں ان کی تسلی کر دیتا تھا ایک روز میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جی یہ چاہتا ہے کہ میں نصرانی ہو جاؤں میں نے یہ سن کر ایک دھول رسید کی اور کہا کہ جا نالائق جو جی میں آئے وہی کر اسلام کو ایسے بیہودوں کی ضرورت نہیں اس وقت یہی ذہن میں آیا ان صاحب نے اور لوگوں سے بیان کیا کہ ایک ہی دھول میں اس خیال کا ازالہ ہو گیا اور تمام وساوس کا سد باب ہو گیا ان واقعات میں خاص ایک بات ہے کہ اس وقت جو تدبیر حق تعالیٰ قلب میں ڈال دیتے ہیں وہی مفید ہوتی ہے اور وہ منجانب اللہ ہوتی ہے مگر ناحقیقت شناس لوگ ویسے ہی باتیں بناتے پھرتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔ بات ان معاملات کے متعلق میں یہ کہا کرتا ہوں کہ میرے مزاج میں شدت نہیں حدت ہے مزاج قدرتاً تیز ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں پیدا کیا گیا اب اس اثر کو کیسے مٹادوں غیر اختیاری چیز ہے باقی الحمدللہ سختی نہیں البتہ لہجہ میرا مردانہ ہوتا ہے زنانہ نہیں ہوتا اور بعضے شیوخ کی زنانی بولی ہوتی ہے جس کا نام عوام نے خوش خلقی رکھا ہے اس پر لفظی مناسبت سے ایک منسی کا قصہ یاد آ گیا ایک مرتبہ قاری عبدالرحمن

صاحب پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ ریل میں سفر کر رہے تھے ایک گاؤں کے شخص کو جو اس ہی ڈبہ میں سوار تھا معلوم ہوا کہ یہ کوئی بہت بڑے قاری ہیں تو اس نے قاری صاحب سے قرآن سننے کی درخواست کی قاری صاحب نے اپنے اخلاق سے کچھ قرآن شریف سنایا تو وہ گاؤں والا سن کر کچھ خوش نہ ہوا وجہ اس کی یہ تھی کہ پانی پت میں تجوید سے قرآن شریف پڑھنے کا اہتمام ہے لہجہ وغیرہ کا کوئی اہتمام نہیں سادگی سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے اس نے دیکھا کہ ان کے پڑھنے میں کوئی خاص بات تو ہے نہیں، سننے والا لوٹ پوٹ تو ہوا نہیں اب اس گاؤں والے کا خبط سنئے کہ قاری صاحب سے کہتا ہے کہ کچھ میں بھی سناؤں اور یہ کہہ کر خود بھی قرآن شریف پڑھ کر سنایا تو اس طرف سے بھی کوئی داد نہ ملی اور اس کا احتمال ہی کب تھا تو اب وہ قاری صاحب سے خود کہتا ہے کہ جیسا (توں) یعنی تو پڑھے ہے ویسا ہی میں پڑھوں ہوں (پھرک) فرق یہ ہے کہ تو (جنانی) زنانی بولی میں پڑھے ہے اور میں مردانی میں سلیس آواز کو زنانی بولی سے تشبیہ دی اور موٹی آواز کو مردانی بولی سے تو بوقت تنبہ میرا لہجہ بھی دیہاتی مردانہ ہوتا ہے نازک زنانہ نہیں ہوتا اس لئے لوگ سمجھتے ہیں کہ سخت ہے اگر یہی مضامین نرمی سے کہوں تو کسی کو بھی ناگوار نہ ہو مگر اس کا جو اثر مقصود ہے یعنی ثمرہ اور نفع وہ مردانہ ہی لہجہ پر موقوف ہے ہاتھ جوڑ کر میٹھی میٹھی باتیں بنانے سے اصلاح تھوڑا ہی ہو سکتی ہے۔

آج کل کے طالب سہولت پسند

(ملفوظ ۱۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج ایک خط آیا ہے انہوں نے اپنے کچھ حالات لکھ کر تعلیم چاہی تھی میں نے اس سے پہلے کچھ سوالات کئے تھے ان کا جواب آیا ہے لکھا ہے کہ کوئی سہل علاج اور تدبیر تحریر فرمائی جائے دیکھئے یہ طالب ہیں قدم رکھنے سے قبل ہی سہولت کی درخواست کر رہے ہیں اگر کوئی شخص کسی عورت پر عاشق ہو جائے اور وہ اس عورت سے درخواست کرے کہ اگر بسہولت تم مجھ سے مل سکو تو میں اس کی تدبیر کروں ورنہ دوسرے کام میں لگوں تو وہ کیا جواب دے گی اور یہ طالب صاحب تو خدا کے عاشق ہو کر سہولت ڈھونڈتے ہیں مجنوں کو دیکھئے کہ لیلے کے عشق میں کیا حال ہو گیا تھا تو کیا خدا کا عشق لیلے کے عشق سے بھی کم ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

عشق مولیٰ کے کم از لیلےٰ بود   گوئے گشتن بہر اواولےٰ بود

یہ آج کل کے طالب ہیں یہ ہیں وہ باتیں جن کی وجہ سے میں کھود کرید کرتا ہوں تاکہ معلوم توہو کہ اس کے جذبات خیالات ہیں کیا جس پر مجھ کو سخت کہا جاتا ہے اور شکی اور وہمی سمجھتے ہیں کیا یہ وہم کی باتیں ہیں مجھ کو بحمد اللہ تجربہ ہے تجربات کی بناء پر ایسا کرتا ہوں۔

جہاد نفس جہاد کفار سے زیادہ سخت ہے

(ملفوظ ۲۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جہاد نفس من وجہ جہاد کفار سے بھی زیادہ سخت ہے وہاں تو یہ ہے کہ ایک بار تلوار لگی چلو خاتمہ ہوا اور یہاں ہر دم اور ہر وقت اور ہر سانس پر آرہ چلتا ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

کشتگان خنجر تسلیم را   ہر زماں از غیب جانے دیگرست

(جو حضرات خنجر تسلیم ورضا کے مارے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کو ہر وقت غیب سے ایک حیات تازہ روحانی ملتی رہتی ہے)

جو لوگ جہاد نفس میں مشغول ہیں ان پر جو گذرتی ہے اس کو وہی جانتے ہیں قبر کا حال مردہ ہی کو معلوم ہے ان کی یہ حالت ہوتی ہے جس کو کہا گیا ہے۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست   حال شیرا نے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

(تیرے پیر میں کبھی کانٹا بھی نہیں لگا۔ تو ان بہادروں کی حالت کیا جانے جو سر پر تلوار کھاتے ہیں)

اور یہ جہاد محض عشاق کی شان ہے کہ وہ ہر وقت نفس کشی میں رہتے ہیں اس کی خواہشوں کو پامال کرتے رہتے ہیں دباتے رہتے ہیں بس اس میں جو ان کی حالت ہوتی ہے اس کو دوسرا کیا سمجھ سکتا ہے دل میں زخم اور گھاؤ ہوجاتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

درون سینہ من زخم بے نشان زدہ   بہ حیرتم کہ عجب تیر بے کمان زدہٗ

(میرے سینہ کے اندر تونے ایسا زخم لگایا ہے جس کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ مجھے حیرت ہے کہ بغیر کمان سے کیسا تیر مارا ہے)

تیر تو لگتا نظر نہیں آتا مگر زخم اور گھاؤ موجود ہے۔

آج کل کی متانت کبر سے ناشی ہے

(ملفوظ ۲۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل متانت جس کا نام ہے یہ کبر سے ناشی ہے اس کا دنیا ہی میں بڑا سخت عذاب آدمی کو ہوتا ہے ہر وقت اسی فکر میں رہتا ہے کہ اس سے لوگ غیر معتقد نہ ہوجائیں اس کی بزرگی بے رونق نہ ہوجائے الحمدللہ اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے قطعاً وہاں سے اس کا نام نہ تھا بلکہ ان بزرگوں کے بعد پانی پت میں مولوی غوث علی شاہ صاحب بھی غنیمت تھے گو بعض امور میں اپنے بزرگوں کے مسلک پر نہ تھے مگر نہایت سادہ اور بے تکلف تھے کچھ شریر لوگوں نے جمع ہو کر ایک کسی عورت کو بہکایا کہ جب مولوی صاحب کے پاس بہت مجمع ہو اس وقت ایک مرغ لیجانا اور جاکر کہنا کہ مولوی صاحب اس کو حلال کر دو وہ شرمندہ ہوں گے اور بعضوں کو شبہ تعلق کا ہوجائے گا چنانچہ اس عورت نے اسی طرح ایک مرغ لیجا کر کہا کہ حضرت اس کو حلال کر دو اس وقت بڑا مجمع تھا مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ بی کہیں اور جاؤ میں نے تو ساری عمر کبھی نہ حلال کیا نہ حرام کیا یہ اشارہ تھا نکاح نہ کرنے کی طرف وہ عورت بڑی شرمندہ ہوئی اور چلتی بنی ایک شخص مولوی صاحب موصوف کے پاس دس روپیہ لے کر آیا اور کہا کہ بھائی نے یہ روپیہ بھیجے ہیں اور رسید لینے کو لکھا ہے فرمایا کہ بھائی رشوت کی رسید نہیں ہوا کرتی اس شخص نے کہا کہ حضرت نے اس کو رشوت کیسے فرمایا۔ فرمایا کہ میاں رشوت تو ہے ہی یوں کون دیتا ہے سمجھتے ہیں کہ ہمارے متعلق کچھ اللہ میاں سے کہہ دیں گے پس تم جیسے سرشتہ دار کو دیتے ہو اسی طرح ہم کو بھی دیتے ہو سو یہ رشوت ہو تو ہوئی غرض خود مانہ مدعیانہ باتیں نہ تھیں۔

علم تو خدا نے مسلمانوں ہی کو دیا ہے

(ملفوظ ۲۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علم تو خدا نے مسلمانوں ہی کو دیا ہے یہ دولت نہ ہندوؤں کو نصیب نہ اہل یورپ کو۔ میں ایک مرتبہ بھوپال گیا انگریزی خواں لڑکوں کے اصرار پر میں نے کالج میں بیان کیا۔ ایک مرہٹہ بڑی بڑی ڈگریاں ولایت سے حاصل کر کے آیا تھا وہ اس وقت کالج میں پرنسپل تھا وہ بھی وعظ میں شریک ہوا بعد ختم وعظ لوگوں سے کہا کہ میں نے ولایت میں بڑے بڑے لیکچراروں کو دیکھا جو نوٹ لکھ کر لاتے ہیں مگر پھر بھی اس شان اور اس ربط اور ایسے دلائل کے ساتھ تقریر کرتے نہیں جیسا اس

شخص کو دیکھا کہ مسلسل چار گھنٹے بولتا رہا اور کہیں نہ ربط ٹوٹا نہ تقریر میں ذرا الجھن ہوئی پھر جو دعوی کیا اس کو دلیل سے ثابت کردیا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک کتاب ہے سامنے جس کو پڑھ رہا ہے میں نے سن کر کہا کہ بچارے نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے میں تو ایک معمولی طالبعلم ہوں اہلِ علم کی اگر تقریریں سنے گا تب پتہ چلے گا۔

اخلاق متعارفہ سے کام نہ لینے سے نفع

(ملفوظ ۲۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے بڑے متکبر یہاں آتے ہیں مگر بحمداللہ سب آکر ڈھیلے ہوجاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اخلاق متعارفہ سے کام نہیں لیتا مخاطب کا جیسا مزاج دیکھتا ہوں ویسا ہی نسخہ تجویز کرتا ہوں جیسے طبیب جسمانی کہ اگر مریض کو شاہترہ اور چرائتہ بیخ حنظل کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے وہی تجویز کرتا ہے اگر مربی سیب مربی آملہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ تجویز کرتا ہے مرغے کی ایک ہی ٹانگ پر عمل نہیں کرتا۔ آخر میں حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہوگئی تھی ایک صاحب مجھ سے حضرت کا قول نقل کرتے تھے کہ متکبرین کو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے ایسے لوگوں کا وہاں ہی علاج ہوتا ہے حالانکہ مولانا اس قدر وسیع الاخلاق تھے کہ نظیر ملنا مشکل ہے مگر متکبرین کے متعلق حضرت کی بھی یہی رائے تھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ جن کا اخلاق ضرب المثل ہے اپنی جماعت سے فرمایا کرتے تھے کہ جس کا پیر نرانہ ہو اس مرید کی اصلاح نہیں ہوسکتی یہ تو زندوں کی رائے ہیں اب اہل برزخ کی سنئے مولوی ظفر احمد صاحب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہیں انہوں نے خواب میں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا اور عرض کیا کہ حضرت میرے لئے دعا فرمادیجئے کہ میں صاحب نسبت ہوجاؤں حضرت نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کراؤ اور وہ بھی اپنے ماموں سے اس سے مراد میں ہوں غرض مردوں اور زندوں کی سب کی یہی رائے ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ آج کل بدون ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک کے اصلاح مشکل ہے آدمی ولی بزرگ قطب غوث ابدال سب کچھ بن سکتا ہے مگر انسانیت اور آدمیت مشکل ہے وہ بدون کسی کامل کی جوتیاں کھائے اس کی صحبت میں رہے نصیب نہیں ہوتی۔ میں تو اکثر کہا کرتا

ہوں کہ بزرگی ولایت قطبیت غوثیت اگر لینا ہو تو یہاں پر مت آؤ کہیں اور جاؤ اور اگر انسان بننا اور آدمی بننا ہو یہاں پر آؤ مگر آج کل لوگ اسی سے گھبراتے ہیں۔

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا

(ملفوظ ۲۰۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بدنام کرنے سے کیا ہوتا ہے بدنام کیا کریں بگاڑ کیا سکتے ہیں بالخصوص چشتی تو نہ کسی کے بدنام کرنے کی پروا کرتے ہیں اور نہ کسی کے نیک نام کرنے کی یہ تو عاشق ہیں عاشق کو ان باتوں کی کیا پرواہ وہ تو پہلے سب چیزوں کو آگ لگا کر اور فنا کر کے طریق میں قدم رکھتے ہیں ان کا تو مذہب ہی دوسرا ہے یہ زندہ مردہ ہوتے ہیں اسی کو کہتے ہیں۔

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں　　　مانمی خواہیم ننگ و نام را

(اگرچہ عقلاء ظاہر کے نزدیک ہماری حالت بظاہر ایسی ہے جس سے بدنامی ہوتی ہے مگر ہم ایسی نیک نامی نہیں چاہتے جس میں محبوب سے تعلق نہ ہو)

اور یہ تو بزبان حال اور بیانگ دھل یہ کہتے ہیں۔

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا　　　اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

میں علوم کا تو نقشبندیوں کے معتقد ہوں کیونکہ ان میں بڑے بڑے علماء گذرے ہیں چشتیوں میں اس قدر علماء نہیں گذرے مگر جانباز چشتیوں میں زیادہ ہوتے ہیں یہ بات دوسروں میں اس درجہ کی نہیں یہ خاص عشقی شان ان ہی میں ہے یہی وجہ ہے کہ اہل ظاہر کی نظر میں چشتی زیادہ بدنام ہیں اور عشق ہے ہی ایسی چیز کہ ماسوا کو سب کو فنا کر دیتی ہے بس ایک ہی چیز نظروں میں رہ جاتی ہے ان چشتیہ حضرات کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیدا بھی اسی عالم میں ہوئے اور ظاہراً رہے بھی اسی عالم میں مگر حقیقتاً وہ دوسرے ہی عالم میں رہتے تھے۔

۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یک شنبہ

عشق طبیعت کے تناسب پر موقوف ہے

(ملفوظ ۲۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ عشق خوبصورتی پر تھوڑا ہی موقوف ہے وہ تو مناسبت کی وجہ سے ایک خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے حسن و جمال پر موقوف نہیں طبیعت

کے تناسب پر موقوف ہے پھر تو کچھ ہوا کرے وہ دل سے نہیں نکل سکتا اور آج کل تو اکثر میں نفس کی شرارت ہے عشق نہیں ہے فسق جب تک شباب رہتا ہے یہ نشہ رہتا ہے سو یہ کوئی محبت نہیں یہ تو شہوت پرستی ہے نیز اگر چار وقت کھانے کو نہ ملے سب ختم تو آجکل کا یہ عشق گندم کھانے کا فساد ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

این نہ عشق ست آنکہ در مردم بود . این فساد خوردن گندم بود

عشق تو اس کو کہتے ہیں جیسا مجنوں کا تھا کہ باوجود اس کے کہ لیلی بوڑھی ہو گئی تھی مگر اس کی وہی محبت رہی کبھی اہل شہوت کو بھی یہ حالت پیش آئی ہے غرض نہایت خطرناک چیز ہے اس لئے اس کا علاج نہایت ضروری ہے وہ علاج یہ ہے کہ اس میں جو فعل اختیاری ہے جیسے دیکھنا باتیں کرنا قصداً خیال کرنا اس کو ترک کرنا چاہئے بزرگوں کے حالات پڑھا کریں یعنی ان کی حکایات و قصص۔ کبھی بہت غلبہ ہو تو کسی کریہ المنظر شخص کا تصور کر لیا کریں پہلے تو میں یہ بتلا دیتا تھا کہ محبوب سے لڑ پڑو۔ مگر تجربہ سے بعض جگہ یہ مضر ثابت ہوا کیونکہ محبوب کی ناراضی سے اس قدر قلق ہوا کہ جان تک گنوا دینے کو تیار ہو گیا حتی کہ ایسی حالت میں خودکشی واقع ہو گئی ادھر تو محبوب کی جدائی ادھر ناراضی اس طرح سے بعض جگہ یہ مضر ثابت ہوا اس لئے اب یہ علاج نہیں بتاتا بلکہ اوپر والا علاج بتلاتا ہوں ایک صاحب کے سوال کے جواب میں کہ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ قرب سے سکون ہو جاتا ہے فرمایا کہ ملنے سے جو سکون ہوتا ہے وہ عارض کی وجہ سے ہیجان کم ہو جاتا ہے جس کو سکون سمجھا جاتا ہے مگر اس کے بعد پھر جب جدائی ہو گی اس وقت جو ہیجان ہو گا وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت ہو گا اس میں بعض کو یہ غلطی ہوتی ہے کہ محض نظر کو جس میں بدفعلی کا خیال نہ ہو پاک محبت سمجھتے ہیں مگر یہ خیال محض غلط ہے اہل تحقیق نے تصریح کی ہے کہ اہل شہوت کے تین درجے ہیں۔

قوم ينظرون و قوم يلمسون و قوم يفعلون

اور بعض جگہ فعل پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے فعل کا خیال غالب نہیں ہوتا اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ ہم شہوت سے مبرا ہیں اور محض صاحب نظر ہیں سو یہ بالکل غلط ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کسی فاقہ زدہ یا روزہ دار کے سامنے کھانا ہو اور وہ حسی یا شرعی قدرت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی طرف التفات نہ کرے تو کیا اس کو اشتیاق

نہیں مگر عارض کے سبب اس کا ظہور نہیں ہوا اور یہ عشق جس کو میں فسق سے تعبیر کر رہا ہوں علاوہ قبح شرعی کے قبیح عقلی بھی تو ہے کیونکہ اس میں انتہائی مقصودہ جگہ ہے کہ اگر محبوب کی صورت نہ دیکھے اور پہلے ہی سے وہ مقام سامنے کردیا جائے تو بھوک کر کھڑا ہوجائے چنانچہ دہلی کے ایک شاعر ایک بھنگن پر عاشق ہوگئے بالآخر وہ مل گئی جب پاس پہنچے تو اس قدر نفرت ہوئی کہ اٹھ کر بھاگ گئے اور پھر کبھی اسکا خیال بھی نہیں آیا لطیف المزاج تھے اس وقت یہ تصور غالب ہوگیا کہ یہ بھنگن ہے پاخانہ اٹھانے والی بس اس تصور سے طبیعت کو نفرت ہوگئی اور ان اہل عشق میں بعضے تو ایسے ہیں کہ ان کو لڑکوں کی طرف میلان ہوتا ہے عورتوں کی طرف نہیں ہوتا اور بعضے ایسے ہیں کہ ان کو عورتوں کی طرف میلان ہوتا ہے لڑکوں کی طرف نہیں ہوتا اور بعض کو دونوں طرف ہوتا ہے تو ان اہل عشاق کی تین قسمیں ہوئیں۔ اور یہ سب قسمیں فساق ہیں اور آثار کے اعتبار سے یہ مرض سب امراض سے اشد ہے اور نہایت ہی خبیث اور مبغوض و مردود مرض ہے جس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے اللہ تعالی محفوظ رکھے۔

گفتگو میں طبیعت کی رعایت کے ساتھ حق ثابت فرمانا

(ملفوظ ۲۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ پر اللہ کا یہ فضل ہمیشہ میرے شامل حال رہا کہ کبھی کسی مخالف نے بھی سامنے کوئی بد تہذیبی نہیں کی کانپور میں اول اول گیا تو چند احباب کی فرمائش پر بیان کیا اور اس بیان میں مولود مروجہ کا بدعت ہونا قولاً فعلاً ثابت کیا سامعین کثرت سے اسی خیال کے لوگ تھے مگر کوئی ناگواری کی بات پیش نہیں آئی البتہ ان لوگوں کو رنج ضرور ہوا مگر کسی نے مخالفت کا قصد نہیں کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ عنوان بیان کا تحقیق کی صورت میں تھا گفتگو میں تہذیب اور دوسروں کی رعایت کرتے ہوئے حق کو ظاہر کیا دوسرے یہ کہ اپنی غرض کچھ نہ تھی کوئی اپنی مصلحت نہ تھی تحقیق دین کی غائت اور سننے والوں کی مصلحت تھی اسی لئے زمانہ قیام کانپور میں بدعتی اور امراء تک محبت کرتے اور خدمت کرتے تھے بڑی بڑی رقمیں دیتے تھے اس کا ظاہری سبب ان سے طمع کا نہ ہونا تھا ایک معتد بہ زمانہ اس طرح گذرا کہ عمل مولد میں ان کے خلاف کرتا رہا میں جس وقت حج کو گیا تو واقعات سن کر حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ

نے فرمایا کہ نرمی کی ضرورت ہے اس لئے بعض اوقات عمل میں بھی ان کی موافقت کرتا رہا ایک زمانہ دراز اس پر گذرا اس کے بعد تجربہ سے وہ پہلا ہی طریق نافع ثابت ہوا جس پر الحمدللہ اب تک قائم ہوں غرض کسی حالت میں بھی اہل بدعت کو کبھی مجھ سے نفرت کا درجہ نہیں ہوا گو مسلک کا اختلاف ضرور رہا حقیقۃً تو ہر زمانہ میں اور صورۃً بھی بعض زمانوں میں۔

صرف مدعا علیہ کے ذمہ واجب ہے

(ملفوظ ۲۰۷) ایک صاحب نے سوال کیا کہ مدعی اپنے حق کا عدالت میں مدعا علیہ پر دعوی کرتا ہے اور مدعی کا جو اس پر صرفہ ہوگا وہ مدعا علیہ کے ذمہ ہوگا یا نہیں فرمایا کہ مولانا سعد اللہ صاحب رامپوری کا تو یہ فتوی ہے کہ اس کے ذمہ نہیں اور میری اصل رائے بھی یہی ہے اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اور مولانا رشید احمد صاحب کا فتوی ہے کہ مدعا علیہ کے ذمہ واجب ہے کیونکہ اس کے تمرد سے مدعی کو نقصان پہنچا اگر یہ ایسا نہ کرتا اور مدعی کا حق ادا کر دیتا تو اس کو کیا ضرورت تھی اس نقصان کے برداشت کرنے کی سو موذیوں کو ایذاء سے روکنے کا بھی ذریعہ ہوسکتا ہے اگر یہ معلوم ہوجائے کہ کچھ نہ دینا پڑے گا تو بڑا تمرد بڑھ جائے۔

پہلے زمانہ میں غیرت وحمیت کی کیفیت

(ملفوظ ۲۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پرانے زمانے میں دنیادار لوگ تو دنیا کو دین پر مقدم رکھتے تھے مگر اب تو علماء ہی سب سے زیادہ ڈوبنے لگے پہلے لوگوں میں پھر حمیت اور غیرت تھی اب یہ چیزیں مفقود ہیں ہمارے خاندان میں ایک بڑی بی کہا کرتی تھیں کہ بھائی پہلے کوئی کا رڈ تھا کہ ایسے کریں گے تو کوئی یوں کہے گا اور خدا کا ڈر تو اس وقت بھی کم ہی تھا مگر اب تو کوئی کو بھی کوئی میں (یعنی چھوٹے کنویں میں) ڈال دیا بے باک ہوگئے آزاد ہوگئے نہ خدا کا ڈر رہا نہ کوئی کا ڈر۔ ایک لڑکی سے غلطی ہوگئی تھی وہ کنواری تھی لغزش سے حمل قرار پا گیا تھا اس کی نائی آئی اور الگ لیجا کر کہا بیٹی میں کل کو تجھے غسل دینے آؤں گی بس رات کو لڑکی نے سنکھیا کھا لیا ختم ہوگئی صبح کو وہ غسل دینے آئیں آکر دیکھا معاملہ ختم ہے یہ کیفیت تھی غیرت اور حمیت کی اگرچہ بری شکل میں اس کا ظہور ہوا غرض غلطیاں تو پہلے بھی ہوتی تھیں مگر اس کے ساتھ غیرت بھی تھی اب تو غیرت کا نام ونشان

بھی نہیں رہا بے حیائی پر کمر باندھ رکھی ہے۔

فضل خداوندی

(ملفوظ ۲۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میں اپنے نفس کے واسطے کچھ نہیں کرتا۔یہی وجہ ہے کہ میرا کوئی ظاہری دشمن نہیں نہ میں غریبوں کو حقیر سمجھتا ہوں نہ امراء کی خوشامد کرتا ہوں یہی وجہ ہے کہ باوجود ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک کے سب کو گرویدگی ہوتی ہے اور یوں کوئی کوڑ مغز اور بدفہم اگر بر سر پرخاش ہو یہ دوسری بات ہے اور وہ بھی غیبت کی صورت میں باقی اہل فہم سب کچھ گوارا کرتے ہیں اور تعلق کے منقطع ہونے کو اپنے لئے موت سے بڑھ کر سمجھتے ہیں یہ سب فضل خداوندی ہے۔

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

بعد دفن قبر پر بیٹھ کر کچھ پڑھنے کا حکم

(ملفوظ ۲۱۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض جگہ دستور ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے عزیز و اقارب قبر پر بیٹھ کر کچھ پڑھتے ہیں فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

مسلمان میت کا اکرام

(ملفوظ ۲۱۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بعض لوگوں نے سماع موتی پر اس سے استدلال کیا ہے کہ قبرستان میں جا کر سلام کرنا وارد ہے تو میت اگر نہ سنتا تو سلام سے کیا حاصل تھا دوسرے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ایک امر تعبدی ہے جس سے مقصود میت کا اکرام اور اس کے لئے دعا ہے اور یہ نفع سننے پر موقوف نہیں اگر کسی کو سلام کیا جائے اور وہ نہ سنیں تب بھی نفع ہے اس لئے کہ دعاء ہے اور دعاء کا سننے پر موقوف نہیں اسی طرح یہ چیزیں غسل دینا اچھا اور صاف کفن دینا اچھی قبر کھودوانا یہ سب مسلمان میت کا اکرام ہی تو ہیں۔

قبر کا سوال جواب جسد مثالی سے ہوتا ہے

(ملفوظ ۲۱۲) ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ اس روح کو برزخ میں دوسرا جسد عطاء

ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس جسد سے بھی تعلق رہتا ہے اور قبر کا سوال و جواب اس جسد مثالی کی ساتھ ہوتا ہے جو وہاں عطا ہوتا ہے اور اس جسد عنصری سے تعلق رہنے کا ایسا درجہ ہے جیسے کوئی رضائی اتار کر رکھ دے اور دوسری اوڑھ لے تو اب چلنا پھرنا تو اس دوسری کی ساتھ ہوتا ہے مگر ایک گونہ تعلق اس پہلی سے بھی رہتا ہے تو روح گو وہاں اس جسد مثالی کیساتھ ہوگی مگر تعلق اس جسد عنصری کی ساتھ بھی ہوگا اب اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اگر کسی میت کو شیر کھا لے یا بھیڑیا کھا لے یا آگ میں جل جائے کیا تب بھی حساب ہوگا سو حساب اس ہی جسد مثالی کی ساتھ ہوگا جو عالم برزخ میں عطاء ہوگا۔

عالم برزخ میں عذاب جسد مثالی سے ہوتا ہے

(ملفوظ ۲۱۳) ایک صاحب نے سوال کیا کہ عالم برزخ میں اس جسد عنصری پر عذاب وغیرہ ہوگا یا مثالی پر فرمایا کہ مثالی جسد پر باقی دوزخ میں اس ہی جسد عنصری پر عذاب ہوگا۔ عرض کیا کہ جنت میں بھی جسد عنصری ہوگا یا مثالی جسد ہوگا۔ فرمایا کہ یہی جسد عنصری ہوگا عرض کیا کہ تو کیا جنت دوزخ میں مثالی جسد نہ ہوگا صرف عنصری ہی ہوگا۔ فرمایا مثالی بھی ہوگا اور اب دنیا میں بھی ہے چنانچہ جس وقت روح نکلتی ہے تو وہ مع مثالی جسد کے نکلتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے موتی ایک ڈبہ میں اور ڈبہ صندوق میں ہے تو موتی کو جس وقت نکالا جاتا ہے تو ڈبہ اور موتی دونوں ساتھ ہوتے ہیں اسی طرح روح اور مثالی جسد کو اس جسد سے معاً نکال لیا جاتا ہے۔

بزرگوں کی صحبت اکسیر اعظم ہے

(ملفوظ ۲۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت اکسیر اعظم ہے بدون اس کے کچھ نہیں ہوتا خواہ اپنے کو کیسا ہی بڑا سمجھے ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ ایک کلمہ کہہ دیا ساری عمر کے لئے قلب پر نقش ہوگیا اب انفکاک محال عادی ہے قلب کے اندر گھس جاتا ہے یہ حالت ہے اس کے اکسیر ہونے کی اور یہ چیز اگر بچپن ہی سے میسر ہو جاوے تو اور زیادہ عجیب ہے پھر وہ چاشنی ساری عمر رہیگی مولانا فتح محمد صاحب میرے استاد تھے ان کی صحبت بچپن میں مل گئی اس نے سب کام بنادیا۔ الحمدللہ دل میں اسی وقت ہی کی تربیت اور تعلیم ہی کا اثر ہے دیکھنے میں مولانا فتح محمد صاحب بہت سادہ تھے

کسی کمال باطنی کا شبہ بھی نہ ہوتا تھا مگر دل اللہ کی محبت سے خشیت سے لبریز تھا تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نرے پڑھنے پڑھانے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت میں نہ رہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں اور خوب فرماتے ہیں

بے عنایات حق وخاصان حق　　　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

(بغیر حق تعالیٰ اور خاصان حق کی عنایتوں کے اگر فرشتہ بھی ہو تو اوس کا بھی نامہ اعمال سیاہ ہو۔ ۱۲۔)

حب جاہ اور کبر کا مرض حماقت سے ناشی

(ملفوظ ۲۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حب جاہ اور کبر کا مرض بھی دنیا اور دین دونوں کو برباد کرنے والا ہے اور یہ مرض حماقت سے ناشی ہے فلاں مولوی صاحب یہاں پر رہتے تھے مدرسہ دیوبند پر فتویٰ لگایا تھا کہ حیدر آباد دکن سے جو مدرسہ کو آمدنی ہے یہ بالکل حرام ہے اور اب وہی جناب ایک رافضی کی سفارش سے اسی حیدر آباد دکن سے وظیفہ پا رہے ہیں وہ بھی بہت خوشامدوں کے بعد وہ سب تقویٰ طہارت نذر ریاست ہو گیا اللہ بچائے اپنے قہر سے انسان کو چاہیئے کہ اپنی کسی حالت پر ناز نہ کرے ہماری حقیقت ہی کیا ہے بلکہ ہمارا وجود ہی کیا ہے اور کسی کو کیا خبر ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے بس نیاز پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے اسی میں خیر ہے ایسے متقی اور پرہیز گاروں سے کہ جن کی ظاہری وضع تو نیکیوں کی سی ہے اور دل کی یہ حالت ہے کہ فرعونیت سے پر ہے رنڈی ہزار درجہ اچھے ہیں بس ان لوگوں کی وہی حالت ہے جس کو کوئی صاحب فرماتے ہیں۔

از بروں چوں گور کافر پر حلل　　　واندروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید　　　وز درونت ننگ می دارد یزید

(ظاہری حالت تو ایسی بنی سنوری جیسے کافر کی قبر پر عمدہ عمدہ غلاف چڑھے ہوتے ہیں مگر اندر حق تعالیٰ کے قہر میں مبتلا ہوتا ظاہری حالت تو ایسی کہ حضرت بایزید بسطامی سے بھی بڑھی ہوئی ہے اور باطن ایسا کہ یزید کو بھی شرم آوے۔)

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

بعض کا نفی سماع موتی پر غلط استدلال

(ملفوظ ۲۱۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض نے نفی سماع موتی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے "انک لا تسمع الموتی" مگر یہ استدلال بالکل ناتمام ہے اس لئے کہ اس آیت میں موتی سے مراد تشبیہاً کفار ہیں پس اس سے اتنا ثابت ہوا کہ جیسے کافر نہیں سنتے ایسے ہی مردے بھی نہیں سنتے اور ظاہر ہے کہ کافروں کا نہ سننا بایں معنے ہے کہ ایسا نہیں سنتے کہ سن کر قبول کرلیں پس اسی طرح مردے بھی ایسا نہیں سنتے کہ سن کر قبول کرلیں مثلاً کوئی جا کر قبرستان میں تبلیغ کرنے لگے تو وہ سن کر اس پر عمل کرنے لگیں پس اس معنی کر نہیں سنتے حاصل یہ کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک مشبہ بہ یعنی موتی اور ایک مشبہ یعنی کفار سو مشبہ بہ کے سماع میں تو اختلاف ہے ہی مگر مشبہ کے سماع کا مشاہدہ ہے کہ مطلق سماع ثابت ہے اور سماع قبول منفی ہے پس تصحیح تشبیہ کے لئے غیر مشاہد کو مشاہدہ کی طرف راجع کریں گے یعنی عدم سماع موتی کا ویسا ہی ہے جیسے عدم سماع کفار کا اب آیت کا مطلب بے غبار ہو گیا اور کوئی شبہ نہیں رہا۔

عقل سلیم رکھنے والے کو شیخ کی مختصر تعلیم بھی کافی ہے

(ملفوظ ۲۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص فہیم ہو اور عقل سلیم رکھتا ہو تو شیخ کی تھوڑی سی تعلیم کے بعد طریق کی حقیقت کو سمجھ کر خلوت میں بیٹھ جائے اور کام میں لگ جائے انشاءاللہ تعالیٰ وہی تھوڑی سی تعلیم کفایت کریگی باقی بد فہم اور بد عقل کو دفتر بھی کفایت نہیں کر سکتے اسکو مدت دراز تک کام میں لگا رہنا ضروری ہے اور ہر سال میں کام کی فکر شرط ہے مگر اس وقت بڑے بڑے دینداروں کو دیکھا ہے کہ بے فکری کے مرض میں مبتلا ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ وقت پر کام ہو جائے گا ابھی جلدی کیا ہے مگر ایسا سمجھنے والا ہمیشہ ٹوٹے میں رہتا ہے بھائی آخر ہو کب جائیگا جب کرو ہی گے نہیں کیوں ان باتوں میں پڑ کر اوقات ضائع کرتے ہو یہ سب نفس کی شرارت ہے جو آج کے کام کو کل پر ٹالتا ہے پھر جب اگلی کل آتی ہے پھر وہی سبق دہراتا ہے ساری عمر اسی طرح ختم ہو جاتی ہے اسی کو ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم　　　باز چوں فردا شود امروز را فردا کنم

مسجد یا مدرسہ کی رقم قرض دینے کا عذر جواز

(ملفوظ ۲۱۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسجد یا مدرسہ کی رقم کسی کو قرض دینے میں علاوہ عدم جواز کے فضیحتاً بڑا ہے اس میں بہت سے مفاسد ہیں ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ اس میں دشمنی باہم پیدا ہو جاتی ہے مقروض سے جب تقاضا کیا جاتا ہے اس کو خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس کا ذاتی روپیہ ہے جو مجھ پر اسقدر تقاضا کرتا ہے میں بھی اسکی طرح ایک مسلمان ہوں میں اور یہ برابر ہیں جب موقع ہو گا میں خود صرف کردوں گا بلکہ اگر فی نفسہ جائز بھی ہوتا تب بھی ان مفاسد کیوجہ سے روکنا چاہیئے تھا۔

حیلہ ناجزہ کی تکمیل میں تاخیر کا سبب

(ملفوظ ۲۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تقریباً عرصہ ایک سال سے ایک رسالہ ترتیب دے رہا ہوں وہ مراد حیلہ ناجزہ ہے جو ایک مدت دراز کے بعد الحمدللہ تیار ہو کر شائع ہو گیا اسوقت تک تیار نہ ہو سکا اور اس کی وجہ وہی ہے جو میں کہا کرتا ہوں کہ دوسروں کے ہاتھ کے کام پر کیا بھروسہ آجکل سستی اور غفلت کا زمانہ ہے اور اس مرض میں علماء تک کو ابتلا ہے آجکل وہ رسالہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ گیا ہوا ہے وہاں کے علماء سے بعض جزئیات میں فتویٰ طلب کیا ہے مگر اس وقت تک کچھ پتہ نہیں کام لینے والے کی سستی یا کام کرنے والوں کی اور اس رسالہ کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ بعض اطراف میں آجکل عورتیں بکثرت مرتد ہو رہی ہیں مردوں کی غفلت اور ظلم کرنے کی وجہ سے پریشان ہو کر مرتد ہو جاتی ہیں محض اس لیے کہ اس کے ظلم سے نجات پائیں اس رسالہ میں بعض فروع ہیں دوسرے مجتہدین کے قول پر فتویٰ حاصل کر کے مسلمان حاکم کے ذریعہ سے نافذ کرنے کی تجویز کی رائے دی گئی ہے اس کے متعلق یہاں پر متعدد مشاہیر علماء حنفیہ سے مشورہ کیا اور چاہا کہ اس پر بصورت فتویٰ دستخط کر دیں ان میں سے بعض نے تو قبول کر لیا اور بعض نے یہ کہا اس رسالہ کا حاصل تو تقلید کو چھوڑ کر غیر مقلدی کی گنجائش دینا ہے میں نے کہا کہ خواہ اسلام چھوٹ جائے ایمان برباد اور غارت ہو جائے مگر حنفیت نہ چھوٹے اور جب کوئی مرتد ہو گیا تو کیا پھر بھی وہ حنفی ہی رہے گا میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر کوئی معصیت میں بھی مبتلا رہے مگر کفر سے بچا رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کفر

میں مبتلا ہو جائے تیز اگر دنیا میں سب غیر مقلد بھی ہو جائیں مگر رہیں مسلمان تو حرج ہی کیا ہے مسلمان تو ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کفر سے بچائے اور یہ ارتداد تو کفر اصلی سے بھی آگے بڑھا ہوا درجہ ہے غرض اس رسالہ کا حاصل یہی ہے کہ مرد سے ایسی مظلوم عورتوں کو شریعت کے موافق الگ کرا دیا جائے اس میں اس کے مسائل اور اصول اور طریق منضبط کر دیئے گئے ہیں اور چونکہ بعض مسائل میں دوسرے اماموں کے یہاں زیادہ گنجائش ہے ان مسائل کو بھی لے لیا گیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ یہ رسالہ بہت مفید ثابت ہو گا اور اس سے ارتداد کا دروازہ بند ہو جائیگا اور نفاذ کی صورت ذہن میں یہ ہے کہ ممبران کونسل سے اس رسالہ کو کونسل میں پیش کرا کر منظور کرا لیا جائے جس سے وہ قانون ہو جائے اگر ایسا ہو گیا تو اس کے نفاذ میں بڑی سہولت ہو جائے گی اور پھر افتراق کے خوف سے عورتوں کی ساتھ عدل کے خلاف پھر کسی کو ہمت بھی مشکل ہی سے ہو گی۔

صفائی معاملات کے باعث بدنامی

(ملفوظ ۲۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری تو جو کچھ بھی حالت ہے وہ کھلی ہوئی ہے میری ہر بات الحمد للہ صاف ہوتی ہے اس میں کوئی پالیسی وغیرہ نہیں ہوتی اسی وجہ سے بعضے لوگ مجھ سے ناراض ہیں میں معاملات کو صاف رکھتا ہوں دوسروں سے بھی یہی چاہتا ہوں اور لوگوں کی عام عادات اسکے خلاف ہے وہ سیدھی سادی اور صاف بات کو بھی پیچ پیچ کر کے الجھا دیتے ہیں میں اس پر متنبہ کرتا ہوں بس یہی لڑائی ہے اور یہی بناء میرے بدنام کرنے کی ہے ورنہ میں کسی سے کچھ مانگتا نہیں کسی کو ستاتا نہیں ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اصول صحیحہ کا میں بھی پابند رہوں اور تم بھی رہو اس طرز کے مفید ہونے کی تائید میں یہ دیکھ لیجئے کہ عرب کی اصلاح بڑے سے بڑا عاقل بھی کم از کم سو ڈیڑھ سو برس سے پہلے نہیں کر سکتا تھا مگر حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ہی روز میں کایا پلٹ کر دی جو قلوب ظلمتوں سے پر تھے اور بتوں کی پرستش اور کفر شرک کا مرکز بنے ہوئے تھے ان کو نور سے معمور اور خدا کی عبادت اور توحید و رسالت کا مرکز بنا دیا اس کا اصلی راز یہی ہے کہ اصول نہایت صحیح تھے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حالت کھلی ہوئی تھی حتی کہ جن واقعات کا تعلق ازواج مطہرات سے تھا وہ بھی کسی پر

مخفی نہ تھا حضور ﷺ نے کبھی اسکی پروا نہیں کی کہ کوئی معترض و مخالف کیا کہے گا یہی وجہ ہے کہ جو حضرات بھی آپ کی حالت کو دیکھ کر ایمان لائے وہ خود بھی نہایت پختہ اور جانباز ثابت ہوئے اور دوسروں کے لئے ایسے مفید ثابت ہوئے کہ تمام عالم کے اندر اسلام کا سکہ جما دیا۔ سب برکت اسکی تھی کہ ان حضرات کے سب کام اصول صحیحہ سے تھے جن میں ایک اصل عظیم یہ تھی کہ ان حضرات نے محض زبانی جمع خرچ نہیں رکھا بلکہ ہر مقصد کو عملی جامہ پہنا کر کھلایا کہتے کم تھے کرتے زیادہ تھے بر خلاف اس کے آجکل لوگ یہ چاہتے ہیں کہ نرے وعظوں اور لیکچروں سے مسلمانوں کی اصلاح کر لیں اور ان گرتے ہوئے مسلمانوں کو سنبھال لیں کام بہت اچھا ہے نیت بہت نیک مگر طریق کار غلط بدون عملی جامہ پہنائے اور بدون تدابیر صحیح پر عمل کئے اور کرائے کچھ نہیں ہو سکتا اگر نرے وعظوں اور لیکچروں سے کام ہوا کرتا تو اس کو تو کر کے دیکھ چکے کیا نتیجہ برآمد ہوا مگر کسی کو اس طرف التفات ہی نہیں محض زبانی عملدر آمد ہو رہا ہے پھر اگر کہا جاتا ہے کہ تم خود تو عمل کر کے دکھلاؤ یعنی پہلے اپنی اصلاح کرو کیونکہ تمہارا نہ ظاہر ٹھیک ہے نہ باطن نہ صورت نہ سیرت اور مسلمانوں کے رہبر اور مقتدا بنتے ہو تو جواب میں کہتے ہیں کہ آپ ذاتیات پر حملہ کرتے ہیں ارے پہلے مانسو تم اللہ اور رسول ﷺ کے احکام پر حملہ کرو بجائے احکام الٰہیہ کے اپنے دماغ سے تراشی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کے لئے دنیا کو مجبور کرو اسلام اور احکام اسلام کی پائمالی کرو مگر دوسرا تمہاری کسی حالت پر بھی نوٹ نہ لے اس حالت میں تمہیں دوسروں ہی کے کہنے کا کیا حق ہے دوسرا ہی تمہاری کیوں ماننے لگا وہ بھی یہی کہہ کر الگ ہو جائے گا کہ میری ذاتیات سے آپ کو کیا بحث چلو چھٹی ہوئی ایسی موٹی بات نہیں سمجھتے آدمی کچھ تو عقل سے کام لے بس ایسوں ہی کی بدولت اسلام مسلمان بدنام ہوئے ان کی بڑی دوڑ یہ ہوتی ہے کہ کوئی جلسہ کر لیا دو چار روز لیوشن پاس کر لئے کھلا ضرر تو اس کا یہ ہوا کہ ملک تباہ اور برباد ہو گیا۔ امن کا تو نام نہیں رہا ہر شخص مشوش اور پریشان نظر آتا ہے مگر ان خانہ ساز لیڈروں کی بلا سے یہ تو اپنے نام نہاد عہدوں پر خوش ہیں ایسے ہی جماعت کی نسبت کسی نے خوب کہا ہے

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند   ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

اپنی اصلاح کی فکر سے حضرت کا بے خبر نہ ہونا

(ملفوظ ۲۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمدللہ میں خود بھی اپنی حالت سے بے خبر نہیں ہوں ہر وقت اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہتا ہوں اور جب کسی دوسرے کی غلطی پر مواخذہ کرتا ہوں یا متنبہ کرتا ہوں اس وقت بھی مجھ پر خود ایک خوف کا غلبہ ہوتا ہے کہ اگر تجھ پر مواخذہ ہو تو کیا کرے اور باوجود اس کے پھر دوسرے کے لئے جو کچھ علاج تجویز کرتا ہوں وہ اسی کی اصلاح کے لئے ورنہ ادنیٰ معذرت سے دل فوراً نرم ہو جاتا ہے اس لئے مجھ کو بھی تو خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں حق تعالیٰ اسی طرح مجھ سے مواخذہ فرمائیں اور میں معذرت کروں اور وہ قبول نہ ہو تو پھر مواخذہ کا کیا جواب دے سکتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ جب حق تعالیٰ کے یہاں توبہ اور معذرت قبول ہوتی ہے تو بندوں کی کیا حقیقت اور کیا وجود ہے کہ وہ قبول نہ کریں ان سب تصورات کے ساتھ پھر جو میں کچھ مواخذہ کرتا ہوں یا متنبہ کرتا ہوں وہ اکثر دل کی نفرت سے نہیں ہوتی بلکہ محض لہجے کی تیزی ہوتی ہے اور جو آثار سے ایک غصہ کی سی کیفیت ظاہر ہوتی ہے وہ بمصلحت اصلاح میرے قصد سے ہوتی ہے کوئی اضطراری کیفیت نہیں ہوتی اگر میں چاہوں تو ضبط بھی کر سکتا ہوں مگر ضبط کرنے سے دوسرے کی اصلاح نہ ہوگی غرض یہ سب کچھ دوسروں ہی کی مصلحت سے کرتا ہوں اس میں میری کوئی خاص مصلحت نہیں ہوتی اور یوں تو بشر ہوں کبھی مغلوب بھی ہو جاتا ہوں اور اخیر بات تو یہ ہے کہ میں صاف کہتا ہوں کہ اگر میرا یہ مجموعی طرز کسی کو پسند نہ ہو تو بھائی یہاں مت آؤ اور کہیں جاؤ جہاں تمہاری خدمت گذاری اور ناز برداری ہوتی ہو یہاں آ کر تو یہی گت بنے گی میں بالکل خادم ہوں مگر طریقہ سے خدمت لو اور بے طریقہ کام لینا چاہو تو میں کسی کا نوکر نہیں غلام نہیں کسی کو گھیرتا نہیں کسی سے کوئی طلب نہیں طمع نہیں حرص نہیں جس خدمت کے قابل ہوں آپ کے سامنے موجود ہوں اور واقع میں میں کچھ نہ سہی مگر تم تو کچھ سمجھ کر آتے ہو اور اپنی غرض سے آتے ہو اس لئے تم کو حق نہیں کہ آتے تو اصلاح کے لئے اور باتیں کرو ہیر پھیر کی یاد رکھو جب تک صاف بات نہ کہو گے اور حالت بیان نہ کرو گے مجھ کو پتہ کیسے چلے گا بس یہی میری لڑائی ہے ورنہ کوئی زمین یا مکان یا باغ کی تقسیم تھوڑا ہی ہو رہی ہے اور میں اس کو خیانت سمجھتا ہوں کہ غلطی دیکھوں اور نظر انداز کر دوں تمہارا کام اصلاح کے لئے آنے کا تھا تم تو اپنا کام کر چکے اور میرا کام اصلاح کا ہے میں اس سے کیوں درگذر کروں کیا وجہ۔

۲۷ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں کی برکات

(ملفوظ ۲۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ ضرورت کی چیز وقت پر قلب میں ڈال دیتے ہیں یہ سب حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں کی برکت ہے ورنہ مجھ کو علم تو کچھ ہے نہیں کانپور میں جس مدرسہ میں میں تھا یہ مدرسہ جامع مسجد میں تھا جامع العلوم اس کا نام تھا جب اول وہاں مقرر ہوا ہوں اس وقت عمر بھی اتنی تھوڑی تھی کہ اکثر بڑی عمر کے طلباء مجھ سے پڑھتے ہوئے بوجہ کم عمری کے جھجکتے تھے اس زمانہ میں ایک معاملہ طلاق اور نفقہ کا عدالت میں کئی سال سے پڑا ہوا تھا اس کے متعلق مختلف تنقیحات تھیں انگریز جنٹ کے یہاں مقدمہ تھا اسکے متعلق عدالت میں ایک فتویٰ بھی داخل ہوا تھا جس پر بہت سے علماء کے دستخط تھے اور میرے بھی دستخط تھے اس نے فتویٰ دیکھ کر فریقین سے کہا کہ اتنے زمانہ سے یہ معاملہ عدالت میں ہے اور یہ شرعی معاملہ ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم اس مسئلہ کا فیصلہ فتویٰ کے موافق کرالو اور صورت اس کی اس انگریز حاکم یہ تجویز کی کہ جس عالم پر طرفین راضی ہو جائیں اور اس کا فتویٰ تسلیم کرلیں ان کا بیان عدالت میں ہو جائے اور اسی کے مطابق عدالت سے حکم نافذ کر دیا جائے دونوں فریق اس پر رضامند ہو گئے رہا یہ کہ وہ کون ایسا عالم ہے جس پر دونوں فریق متفق اور رضامند ہوں تو فتویٰ والے علماء کے نام دونوں فریق کو سنائے گئے اب کسی مفتی پر تو ایک فریق رضامند ہوا دوسرا نہیں ہوا اور کسی پر دوسرا رضامند ہوا پہلا نہیں ہوا میں بھی اس وقت کانپور ہی میں تھا میری عمر اس وقت بہت کم تھی میرا نام بھی لیا گیا تو دونوں فریق میرے نام پر متفق ہو گئے حاکم نے میرے نام سمن جاری کر دیا۔ تاریخ مقررہ پر میں عدالت میں گیا میں کسی واقعہ کا گواہ نہ تھا صرف مسائل کی تحقیق مقصود تھی۔ جس وقت احاطہ کچہری میں پہنچا تمام وکلاء بیرسٹر جمع ہو گئے اور دریافت کیا کہ آپ کہاں درخواست کنندہ فریق کے وکیل صاحب بھی اس وقت کچہری میں موجود تھے۔ میں نے انکی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان حضرت کی عنایت ہے سب نے ملکر اس امر کی کوشش کی کہ میری شہادت نہ ہو ان وکیل کو تمام مجمع نے مجبور

کیا کہ ایک درخواست دو کہ ہم ان کی شہادت نہیں چاہتے انہوں نے مجبور ہو کر طوعاً و کرہاً درخواست دیدی کہ ہم ان کی شہادت نہیں چاہتے اور ساتھ ہی حاکم سے یہ بھی کہہ دیا کہ وہ اسوقت احاطہ کچہری میں موجود ہیں۔ حاکم نے کہا کہ ہم ضابطہ سے تو کچھ کہہ نہیں سکتے اس لئے کہ درخواست بھی گذر چکی اب مستثنیٰ کرنا واجب ہے ہم کو کوئی حق نہیں رہا بلکہ اگر وہ سمن پر بھی نہ آتے تب بھی ضابطہ کی کاروائی نہ کرتا مگر مشورۃً کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنا بیان دیدیں تو اچھا ہے دو مسلمانوں کا جھگڑا ہے شریعت کا مسئلہ ہے یہ معاملہ طے ہو جائیگا بشرطیکہ بخوشی منظور کر لیں لوگوں نے مجھے کہا مجھ کو بھی خیال ہوا کہ مسلمانوں کا معاملہ ہے پریشان ہیں اچھا ہے طے ہو جائیگا۔ میں نے منظور کر لیا اب حاکم کی تہذیب دیکھئے حکم دیا کہ اور گواہوں کی طرح پکارا نہ جائے اور اجلاس تک پیادہ نہ آئیں سواری میں آئیں جہانتک ہماری سواری آتی ہے وہانتک سواری آئے اور حلف نہ دیا جائے غرض میں پہنچا اور سواری سے اتر کر اجلاس پر پہنچ گیا حاکم نے دیکھ کر اجلاس کے کٹہرے کے اندر بلا لیا اور اردلی کو حکم دیا کہ کرسی لاؤ مجھ کو اس کا علم نہ تھا میں دونوں کہنیاں میز پر رکھ کر کھڑا ہو گیا بیان شروع ہوا اس وقت فضل خداوندی کا مشاہدہ کر رہا تھا مجھ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مدرسہ ہے اجلاس نہیں ایک ایک طالب علم سوال کر رہا ہے میں جواب دے رہا ہوں تمام اجلاس کا کمرہ وکلاء اور بیسرٹروں سے پر تھا اس لئے کہ تمام کچہری میں شہرت ہو گئی تھی کہ اس کا آج بیان ہے پہلا سوال عدالت کی طرف سے یہ ہوا کہ تمہارا نام کیا ہے باپ کا نام کیا ہے میں نے بتلا دیا اسکے بعد سوال ہوا کہ آپ عالم ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اچھا سوال ہوا اگر کہتا ہوں کہ نہیں تو یہ ایشیائی مذاق کو کیا جانے کہیگا کہ سمن کی تعمیل غلط ہوئی اس پر عالم لکھا ہے دوسرے یہ کہ اسکی نظر میں اپنی ایک قسم کی اہانت بھی ہوگی کہیگا کہ آنے کی تکلیف ہی کیوں گوارا کی جایئے۔ اور اگر کہتا ہوں کہ عالم ہوں تو اپنے مذاق اور مسلک کے خلاف میں نے کہا کہ وہاں مسلمان ایسا ہی سمجھتے ہیں یہ لکھ لیا گیا۔ دوسرا سوال اس سے بڑھ کر ہوا وہ یہ کہ کیا سب مسلمان آپکو مانتے ہیں پھر سوچ میں پڑ گیا کہتا ہوں کہ نہیں تو اپنی سبکی اور اہانت غیر مسلم کے سامنے ہوتی ہے جس کو جی گوارا نہ کرتا تھا دوسرے یہ کہ اس کہنے کا مقدمہ پر اثر پڑیگا کسی نہ کسی فریق کے خلاف ہوگا اسکو اس کہنے کی گنجائش ہوگی کہ وہ تو خود ہی کہہ رہے ہیں کہ سب نہیں مانتے

لہذا ہم بھی نہیں مانتے اور اگر کہتا ہوں کہ سب مسلمان مانتے ہیں تو آئے دن کانپور میں ہندو مسلمانوں میں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں میرا یہ اقرار عدالت میں درج رہیگا کہ کوئی حاکم کہیگا کہ تم کو سب مانتے ہیں تو تم ہی اس کا انتظام کرو تم ہی سب مسلمانوں کے ذمہ دار ہو میں نے کہا کہ ماننے کے دو معنی ہیں ایک تصدیق کرنا یعنی سچا کہنا سمجھنا اور ایک تسلیم کرنا یعنی کہنا ماننا تو تصدیق کے درجہ میں کوئی مسلمان ہمارے بتلائے ہوئے مسئلہ کو جھوٹ نہیں کہہ سکتا رہا تسلیم کا درجہ سو ہماری حکومت تو ہے نہیں صرف اعتقاد پر مدار ہے سو کوئی مانتا ہے کوئی نہیں مانتا اسکے بعد نفس مسئلہ پر بیان ہوا جب میں بیان دے کر اجلاس سے باہر آیا تمام بیرسٹر وکلاء نے جمع ہو کر چار طرف سے گھیر لیا کہنے لگے کہ عجیب و غریب جواب ہوئے دوسرے سوال میں ہم بھی چکر میں تھے واقعی دوسرا سوال خلجان سے خالی نہ تھا مگر جواب بھی ایسا ہوا کہ ہماری سمجھ میں بھی نہ آیا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ سب عربی مدارس کی برکت ہے وہاں طلبہ اس قسم کے احتمالات نکالا کرتے ہیں۔ یہ بات انگریزی پڑھنے یا انگریزی اسکولوں میں تعلیم پانے سے تھوڑا ہی حاصل ہو سکتی ہے اور کوئی عربی خوان اگر اس قسم کے پہلوؤں تک نہ پہنچ سکے تو اس کیوجہ تجربہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعضے آدمی درسی کتابیں سمجھ کر نہیں پڑھتے ورنہ آگے کسی چیز کی ضرورت نہ رہے مگر آجکل عربی طلبہ بھی سمجھ کر نہیں پڑھتے طوطے کی طرح کتابیں رٹ لیتے ہیں اس لئے ان میں سمجھ پیدا نہیں ہوتی اور واقعی یہ جو بزرگوں نے درسی کتابیں انتخاب کی ہیں ان میں سب کچھ ہے یہ واقعہ میں نے اس کی تائید میں بیان کیا تھا کہ اوپر کہا تھا کہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ ضرورت کی چیز وقت پر قلب میں ڈال دیتے ہیں دیکھئے اس حاکم کے اس سوال پر کہ کیا سب مسلمان آپکو مانتے ہیں کیسا جامع جواب قلب میں ڈال دیا۔ ایک دوسرا واقعہ اسی قبیل کا ہے وہ یہ کہ یہاں پر وقف بل کے متعلق ایک وفد آیا تھا جو نو شخصوں پر مشتمل تھا سب انگریزی خوان بڑے بڑے بیرسٹر وکلاء منتخب شدہ تھے ان سے گفتگو ہوئی آنے سے قبل اول تو ان کا ایک خط آیا کہ ہم فلاں تاریخ کو تھانہ بھون پہنچیں گے۔ یہ وفد تمام مشاہیر علماء سے ملاقات کرتا ہوا پھر رہا تھا اوقاف کے متعلق مسئلہ شرعی کی تحقیق کرنا انکا مقصود تھا۔ میں نے ایک رئیس سے جو کونسل کے ممبر بھی ہیں اور وفد کے رکن بھی تھے بذریعہ خط معلوم کیا کہ اس وفد کی قانونی حیثیت کیا

ہے انہوں نے لکھا کہ یہی حیثیت ہے کہ وہ سرکار کے فرستادہ ہیں کہ وقف بل کے متعلق علماء کی رائے معلوم کریں میرا یہ معلوم کرنا اس غرض سے تھا کہ جس درجہ کی انکی حیثیت ہے اس حق کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ رہ جائے عدل کی حقیقت بھی یہی ہے غرضکہ وہ تاریخ آگئی جس میں انہوں نے تھانہ بھون آنے کو لکھا تھا یہ بھی معلوم ہوا کہ مدرسہ سہارن پور اور مدرسہ دیوبند کے علماء سے بھی گفتگو اس مسئلہ پر ہو چکی ہے آخر میں تھانہ بھون کو رکھا تھا یہاں پر اتفاق سے اس روز دو صاحب سرکاری عہدہ دار بھی پہلے سے قیام کئے ہوئے تھے جن کا مجھ سے دوستی کا تعلق ہے ایک ڈپٹی کلکٹر تھے اور ایک اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس- میں نے ان دونوں کو بھی جلسہ میں شریک ہونیکی اجازت دیدی اور اپنے بعض اعزہ کو اسٹیشن پر بھیج دیا کہ تم جا کر لے آؤ اور ٹھہرنے کے متعلق مولوی شبیر علی کا مکان تجویز کیا غرض وہ آگئے میں نے کہلا کر بھیجا کہ کھانا آپ میرے یہاں کھائیں گے انہوں نے قبول کر لیا اور میں نے یہ بھی کہلا کر بھیجا کہ اول اس کام سے فراغ مناسب ہے جس غرض سے سفر کیا گیا اس کے بعد کھانا نوش کیجئے یہ سب طے ہو کر میں خود ان کے فرودگاہ پر پہنچا اور ملاقات کر کے گفتگو کے لئے سب بیٹھ گئے میں نے صدر وفد کو ایک پرچہ چند شرائط بطور اصول موضوعہ کے لکھ کر پیش کر دیں کہ بوقت گفتگو یہ شرائط پیش نظر رہیں اول یہ کہ سوال کے وقت جو بات یاد ہوگی عرض کر دوں گا نہ یاد ہوگی فوری جواب سے عذر کر دوں گا البتہ اگر کوئی تحریری یادداشت لکھ کر دیدی جائے گی بعد میں جواب بھیج دیا جائے گا- دوسرے یہ کہ صرف مسائل پوچھنے کا حق ہوگا دلائل پوچھنے کا حق نہ ہوگا- دلائل پوچھنے کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص عدالت میں حاکم سے پوچھے کہ اس قانون کی دلیل کیا ہے تو اس کا جو جواب حاکم دیگا وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جاوے- تیسرے یہ کہ عقلیات میں گفتگو کرنیکا حق نہ ہوگا- صرف نقلیات میں گفتگو کا حق ہوگا میں اگر شامی در مختار، عالمگیری کا مسئلہ بیان کروں تو اس سوال کا حق نہ ہوگا کہ اسکی حکمت عقلی کیا ہے اس لئے کہ ہم مقلد ہیں اور مسئلہ منقول ہے چوتھے یہ کہ ایک صاحب کو گفتگو کے لئے منتخب کر لیا جائے سب کے بولنے میں گڑ بڑ ہوگی ہاں اس کی اجازت ہے کہ دوسرے اصحاب انکی امداد کریں یعنی ان سے کہہ دیں جو کہتا ہو مجھ سے خطاب نہ کریں غرض اس پرچہ میں اسی قسم کے اصول موضوعہ کی یادداشت تھی اور

وہ اصول موضوعہ ایسے مضبوط تھے کہ بجز تسلیم کے ان کا کوئی جواب نہ تھا ان ہی سے بہت باتوں کا جواب ہو گیا تھا اور میں نے جو انکو خانقاہ میں نہیں بلایا اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر ان کو خانقاہ میں بلاتا تو مجھ کو انکی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا پڑتا اگر میں ان کے پاس جاؤں گا وہ میری تعظیم کو کھڑے ہوں گے دوسرے اگر وہ یہاں پر آئیں گے تو میں ان کی وجہ سے محبوس ہوں گا اور میں جاؤں گا تو وہ میری وجہ سے محبوس رہیں گے یعنی اگر وہ ہمارے پاس آئیں گے وہ آزاد رہیں گے اور میں پابند اور اگر میں ان کے پاس جاؤں گا تو میں آزاد رہوں گا اور وہ پابند میں جب چاہوں گا اٹھ کر چل دونگا ایک یہ کہ انکے پاس میرے جانے سے ان کے دل میں مسرت اور قدر ہوگی کہ ہمارا اتنا اکرام کیا کہ ہمارے پاس قصد کر کے آیا اور انہوں نے جو اپنی آمد کی اطلاع کے ساتھ سوالات بھیجے تھے ان میں سے ایک سوال بڑا ٹیڑھا تھا اسکے متعلق یہاں پر میں نے وقت سے پہلے بھی بعض اہل علم احباب سے مشورہ کیا تھا کہ اگر یہ سوال ہوا تو کیا جواب دونگا کسی کی سمجھ میں جواب نہ آیا۔ سب چکر میں تھے اور خود میری بھی سمجھ میں نہ آیا تھا میں نے دعا بھی کی تھی کہ خدا کرے یہ سوال ہی نہ ہو مگر انہوں نے وہ سوال بھی کیا اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ فوراً جواب قلب پر وارد ہو گیا اس واقعہ کے نقل کرنے سے میرا مقصود یہی جزو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وقت پر کیسی تائید فرماتے ہیں وہ سوال و جواب آگے معلوم ہو گا اب گفتگو شروع ہوتی ہے خلاصہ مقصود اس وفد کا یہ تھا کہ اوقاف کے متولی بہت خیانت کرتے ہیں ہم ایسا قانون بنانا چاہتے ہیں کہ جس کی رو سے اوقاف کا حساب کتاب گورنمنٹ لیا کرے اور گورنمنٹ ہی کے ہاتھ میں سب انتظام ہے آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اس طرف سے گفتگو کے لئے ایک بیرسٹر ہائی کورٹ کے جو جرح میں بہت ممتاز اور مشہور شخص ہیں منتخب ہوئے انہوں نے یہی سوال کیا میں نے کہا کہ گورنمنٹ کو اس میں مداخلت کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ دیانات محضہ سے ہے جیسے نماز، روزہ میں دخل دینا گورنمنٹ کو جائز نہیں اسی طرح اس میں بھی جائز نہیں انہوں نے کہا کہ یہ قیاس صحیح نہیں اس لئے کہ یہ مالیات میں سے ہے اور نماز روزہ مالیات سے نہیں ہیں میں نے کہا کہ اچھا زکوۃ اور حج تو مالیات سے ہیں اس میں دخل دینا کب جائز ہے اس پر انہوں نے طویل سکوت کے بعد کہا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور دیکر منکر ہو گیا بیوی نے

عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور گواہ پیش کر کے طلاق کو ثابت کر دیا تو اب ظاہر ہے کہ اس میں بغیر گورنمنٹ کی امداد کے بدون عدالت میں جانے سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا حالانکہ نکاح اور طلاق دیانات محضہ سے ہیں یہی تھا وہ سوال جس کا جواب ذہن میں باوجود غور اور دوسرے اہل علم سے استمداد کے نہ آیا تھا مگر عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی سوال کیساتھ ہی جواب ذہن میں القاء فرما دیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے غور نہیں فرمایا یہ معاملہ مرکب ہے دو چیزوں سے ایک دیانت محضہ سے ہے یعنی طلاق اور ایک اس کا ثمرہ یعنی طلاق کے بعد اس عورت کو حق آزادی حاصل ہو گیا۔ مگر عورت کے اس حق آزادی میں خاوند مزاحمت کر رہا ہے مقصود اس میں گورنمنٹ سے مدد لینا ہے مقصود بالذات طلاق دینے یا لینے میں گورنمنٹ سے مدد نہیں لی گئی اور حق آزادی دیانات محضہ ہے نہیں بلکہ وہ ایک حسی معاملہ ہے۔ غرض ایک چیز تو یہ ہے ثبوت طلاق اور یہ دیانتہ ہے اور ایک چیز ہے ضرر جو شوہر کے انکار سے اس عورت کو پہنچا اور وہ معاملہ ہے سو گورنمنٹ سے دیانت میں مدد نہیں لی بلکہ معاملہ میں مدد لی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ وقف بھی گویا دیانات محضہ سے ہے مگر متولی کی بددیانتی اور بدانتظامی کیوجہ سے جو مساکین کو ضرر پہنچ رہا ہے اس میں گورنمنٹ سے مدد لیتے ہیں کیونکہ اس میں بھی اس عورت کی طرح غرباء و مساکین کو ضرر پہنچ رہا ہے میں نے کہا کہ آپ نے غور نہیں فرمایا اس میں مساکین کا ضرر نہیں اس لئے کہ ان کا حق پہلے سے متعین نہیں اور وہاں اس عورت کا حق معین ہو چکا تھا تو اس صورت میں عورت کا تو ضرر ہے مساکین کا کوئی ضرر نہیں ہاں عدم النفع ہے کہ ایک نفع مالی ان کو نہیں پہنچا اور فوت جلب منفعت اور چیز ہے اور لحوق مضرت اور چیز ہے یہ دونوں الگ الگ ہیں اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ میں آپ کو سو روپیہ کا نوٹ دینا چاہتا تھا کسی نے منع کر دیا تو اس میں آپ کا ضرر نہیں ہوا البتہ عدم النفع ہوا ہاں اگر کوئی شخص آپکی جیب سے سو روپیہ کا نوٹ نکال لے یہ بیشک ضرر ہے اس تقریر پر چار طرف سے خود ان کے رفیقوں کے زبان سے سبحان اللہ نکلا اور سب نے یہ کہا کہ عدم النفع اور ضرر کا فرق کبھی ساری عمر بھی نہ سنا تھا آج کانوں میں پڑا علاوہ تقریر کے اس پر بھی بہت متعجب تھے کہ بوقت گفتگو طبیعت پر کسی کی وجاہت کا بالکل اثر نہ تھا اور ایک یہ کہ تقریر میں ربط نہیں چھوٹا نیز تہذیب اعلیٰ درجہ کی ملحوظ رکھی اور مزاج میں ذرا تغیر نہیں ہوا۔ اس گفتگو کے ختم ہونے پر میں تو اٹھ کر چلا آیا مگر بعض احباب بیٹھے رہے

ارکان وفد نے ان سے کہا کہ ہم تمام جگہوں کے مشاہیر علماء سے گفتگو کرتے رہے ہیں۔
مگر یہ لطف کہیں بھی نہ آیا اور نہ ایسی تحقیقات سنیں ہم کو آج تک خبر نہ تھی کہ علماء
میں بھی اس دماغ کے لوگ موجود ہیں ایسا جامع شخص ہماری نظر سے نہیں گذرا اور خاص
بات یہ دیکھی کہ ہر دعویٰ کیساتھ ایسی دلیل موجود تھی جس کا کوئی جواب ہمارے پاس نہ
تھا ہم نے کسی کو ایسا جامع نہیں پایا اس وفد میں بعض بیرسٹر وکلاء شیعی بھی تے اور وہ
شاعر بھی تھے انہوں نے کہا کہ علوم اور تحقیقات تو عجیب و غریب تھے ہی مگر ہم تو یہ دیکھ
رہے تھے کہ اتنی دیر گفتگو ہوئی مگر کوئی لفظ تہذیب کے خلاف اس شخص کی زبان سے
نہیں نکلا غرضکہ ہر شخص محظوظ اور خوش تھا۔ میں نے یہ سنکر راوی سے کہا کہ انہوں نے
بھی علماء دیکھے کہاں ہیں میں تو علماء کی جوتیوں کی گرد کی برابر بھی نہیں اگر علماء کو
دیکھیں تو معلوم ہو کہ علماء کی کیا شان ہوتی ہے خیر جو کچھ بھی ہوا اللہ کا شکر ہے کہ طالب
علموں کی آبرو رکھ لی اور وہ تو یہ چیزیں دیکھ رہے تھے اور میں گفتگو کے وقت یہ دیکھ رہا تھا
کہ انکے قلب پر دین کی عظمت کس قدر ہے۔ اگر دین کی عظمت کسی کے قلب میں ہو مگر
ہو بد عمل تو مجھ کو اس سے نفرت نہیں ہوتی ہاں بد عملی کی حالت پر رنج ضرور ہوتا ہے اور
اس عظمت کا درجہ اعمال سے اس لئے بڑھا ہوا ہے کہ اعمال کی اصلاح تو ایک منٹ میں
ہو سکتی ہے مگر قلب میں عظمت اور وقعت دین کی پیدا ہو جانا یہ اکتساب سے نہیں ہوتا یہ
محض عطاء حق ہے تجربات اور غور و فکر کے بعد یہی سمجھ میں آیا کہ یہ محض عطاء حق ہے
اس میں اکتساب کو دخل نہیں وہ جس کو بھی اپنی رحمت کاملہ سے اس دولت سے سرفراز
فرمادیں بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے اور میں اس وفد کو لینے کے واسطے تو اسٹیشن پر
نہیں گیا تھا مگر رخصت کے وقت جب وہ لوگ اسٹیشن پر پہنچ گئے میں بھی کچھ دیر بعد پہنچ
گیا دور سے دیکھ کر دوڑے اور بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کیوں تکلیف کی میں نے کہا
کہ میں تو لینے بھی جاتا لیکن قصداً اس لئے نہیں گیا کہ اگر اس وقت جاتا تو وہ آپکی جاہ کا اثر
سمجھا جاتا اور اب رخصت کے وقت آنا جاہ کا اثر ہے اس پر بھی سبحان اللہ کہتے رہے
غرض یہاں سے بظاہر بہت خوش اور مسئلہ کے متعلق بھی ظاہراً خوب اچھی طرح سمجھ
گئے۔ الغیب عند اللہ اور حضرت یہ سب اللہ کی طرف سے ہے کسی کی کیا ہستی اور کیا وجود
سب ان ہی کا فضل ہے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ورنہ یہاں تو نہ کچھ علم ہے نہ

عمل ہے۔

حکایت سلطان شمس الدین التمش

(ملفوظ ۲۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تو جنکو تقدس کا دعویٰ ہے ان میں بھی وہ باتیں نہیں جو پہلے سلاطین میں تھیں میں ان ہی چیزوں کو سب کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہوں اور سب میں دیکھنا چاہتا ہوں اور ان سب سے مراد وہ ہیں جو مجھ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں اور اپنا تعلق مجھ سے رکھنا چاہتے ہیں اور وہ دو چیزیں ہیں ایک تو دنیا سے بے رغبتی اور ایک خدا سے صحیح تعلق۔ سلطان شمس الدین التمش نے حضرت قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کہلا بھیجا اگر حضرت اجازت فرمائیں تو خرچ اخراجات کے لئے خانقاہ کے نام کچھ وقف کر دوں اس پر قطب صاحب نے کہلا کر بھیجا کہ تم سے محبت ہے اس لئے ہم یوں سمجھتے تھے کہ تم کو ہم سے محبت ہو گی۔ ہمارا گمان غلط نکلا اگر تم کو ہم سے محبت ہوتی تو ہمارے لئے ایسی چیز تجویز نہ کرتے جو خدا کے نزدیک مبغوض ہے یعنی دنیا جس وقت حضرت قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو خدام کو وصیت کی کہ ہمارے جنازہ کی نماز وہ پڑھائے جس کی تمام عمر قبل عصر کی نفلیں قضا نہ ہوئی ہوں اور کبھی غیر محرم عورت پر نظر نہ کی ہو پھر انتقال ہو گیا جب جنازہ تیار ہو کر باہر آیا تمام علماء اور مشائخ کا کثرت سے مجمع تھا حضرت کے خدام نے اعلان کیا کہ حضرت یہ وصیت فرما گئے ہیں سب خاموش تھے نہ کوئی علماء میں اس صفت کا تھا اور نہ مشائخ میں اس وقت سلطان شمس الدین نے کہا کہ قطب صاحب نے مجھے رسوا کیا یہ دولت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے باوجود بادشاہ ہونے کے غیر محرم پر تمام عمر نظر نہیں کی کیا ٹھکانہ کیا خبر ہے کسی کو کسی کی کہ اسکا خدام کیساتھ کیا تعلق ہے ایک خان صاحب تھے لکھنؤ میں دنیا بھر کی بازیاں از قبیل فسق و فجور ان کے اندر موجود تھیں جب کوئی کہتا کہ خان صاحب اب عمر رسیدہ ہو گئے قبر میں جانیکا وقت قریب آ گیا اب تو توبہ کر لو نماز پڑھو روزہ رکھو پوچھتے کہ نماز پڑھ کر روزہ رکھ کر کیا ملیگا لوگ کہتے کہ جنت ملے گی خان صاحب کہتے کہ جنت کے واسطے اتنی مشقت میاں کوئی وقت آویگا ایک ہاتھ ادھر ایک ہاتھ ادھر رکائی سی پھٹ جاوے گی کھٹ سے جنت میں جا کھڑے ہونگے جنت میں

جانا کون سا مشکل کام ہے اسکو کوئی نہ سمجھتا جس وقت مولوی امیر علی صاحب ہنومان گڑھی پر جہاد کے لئے تشریف لے گئے ہیں بہت مسلمان تیار ہو گئے خان صاحب بھی مولوی صاحب کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ مولوی صاحب ہم جیسے گنہگاروں کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں گے مولوی صاحب نے فرمایا کہ خانصاحب مانع کون ہے خان صاحب صافہ باندھ اور ہاتھ میں تلوار لے کر میدان میں پہنچے ایک ہاتھ ادھر اور ایک ہاتھ ادھر چلانا شروع کر دیا ایک کثیر تعداد کافروں کو ختم کر دیا کسی کافر کا ہاتھ خان صاحب پر پڑ گیا بس کائی سی پھٹ گئی اور کھٹ سے سید ھے جنت میں جا کھڑے ہوئے دیکھئے بظاہر تو فاسق تھے مگر باطن میں عاشق تھے اسی کو فرماتے ہیں۔

ما بروں را ننگریم وقال را مادروں رابنگریم وحال را

(ہم ظاہری حالت کو اور قال کو نہیں دیکھتے ہم باطن کو اور حال کو دیکھتے ہیں)

اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی حسین چہرہ پر سیاہ پوڈر مل دے تو یہ عارضی کالک ہے حقیقت میں تو حسین ہی رہے تو اسی طرح بعضوں کا اس قسم کا یہ عارضی ابتلاء ہوتا ہے مگر قلب میں خدا کی محبت ہوتی ہے اور یہی محبت وہ چیز ہے کہ کبھی کبھی کام بنا دیتی ہے۔

اصلاح الرسوم کے نام پر ایک صاحب کا اعتراض

(ملفوظ ۲۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایسے ایسے بدفہم لوگ بھی دنیا میں آباد ہیں ایک شخص نے اعتراض کیا تھا کہ تم نے کتاب کا نام تو رکھا اصلاح الرسوم مگر اس میں بجائے اصلاح رسوم کا ابطال ہے تم نے اس نام میں بڑا دھوکا دیا۔ میں نے جواب دیا کہ ہر چیز کی اصلاح جدا ہے مرض کی یہی اصلاح ہے کہ اس کا ازالہ کر دیا جائے۔

انگریزوں نے بے وفاؤں کی تعداد میں اضافہ کیا

(ملفوظ ۲۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہندوستان میں بھئے انگریزوں نے بیوفا قوموں کو گھٹایا بڑھایا اور وفاداروں کو گھٹایا مگر اس کا جو نتیجہ ہوا اسکو دیکھ کر اپنے کئے پر پشیمان ہیں اور اب انکو گھٹانا چاہتے ہیں خواہ وہ خواہش پوری ہو یا نہ ہو اس خواہش کی ایک ذمہ دار حاکم نے ایک مثال بھی بیان کی گورکھپور میں ایک ریاست ہے وہاں پر ایک حاکم اعلیٰ

نے دورہ میں منیجر ریاست سے بوقت ملاقات کچھ ملک کی سیاسی حالت پر گفتگو کی اور ایک حکایت بیان کی کہ ایک راہب درویش ایک حجرہ میں رہتے تھے ایک چوہیا نے اس حجرہ میں بچے دیئے اور تو سب بھاگ گئے ایک بچہ رہ گیا وہ بزرگ اس کو دودھ وغیرہ پلا دیتے ایک روز بزرگ نے دیکھا کہ وہ بچہ آزردہ بیٹھا ہے بزرگ نے وجہ آزردگی کی دریافت کی اس نے بیان کیا کہ آج ایک بہت بڑا چوہا میرے پیچھے پڑ گیا تھا آج تو جس طرح ممکن ہوا جان بچا لی مگر تا بکے ایک روز ضرور مجھ پر غالب آ جائے گا اور مجھ کو ہلاک کر دیگا بزرگ نے کہا کہ پھر تو کیا چاہتا ہے کہا کہ مجھ کو بلی بنا دو بزرگ نے خدا کی جناب میں دعاء کی اور اس کے اوپر ہاتھ پھیرا اور وہ بلی ہو گئی دو چار روز کے بعد دیکھا کہ وہ بلی غمگین بیٹھی ہے بزرگ نے پھر وجہ دریافت کی کہا کہ آج میں محلہ میں گئی تھی ایک کتا سر ہو گیا بمشکل جان بچا کر بھاگی اگر یہی صورت رہی تو کب تک جان بچے گی بزرگ نے کہا کیا چاہتی ہے کہا کہ مجھ کو کتا بنا دو بزرگ نے دعا کی اور اس پر ہاتھ پھیرا اب بجائے بلی کے کتا بن گیا دس پانچ روز کے بعد دیکھا کہ پھر رنجیدہ بیٹھا ہے۔ بزرگ نے وجہ دریافت کی کہا کہ آج میں جنگل میں چلا گیا تھا آج ایک بھیڑیا مجھ پر حملہ آور ہوا بزرگ نے کہا کہ پھر تو کیا چاہتا ہے کہا کہ مجھ کو بھیڑیا بنا دو بزرگ نے دعاء کی اور اس پر ہاتھ پھیرا بجائے کتے کے بھیڑیا ہو گیا پانچ سات یوم کے بعد دیکھا کہ پھر مغموم بیٹھا ہے۔ بزرگ نے وجہ دریافت کی کہا کہ آج میں جنگل میں گیا تو ایک شیر پھاڑ کھانے کو دوڑا بزرگ نے کہا کہ پھر تو کیا چاہتا ہے کہا کہ مجھ کو شیر بنا دو بزرگ نے دعا کی اور اس پر ہاتھ پھیرا بجائے بھیڑیے کے شیر ہو گیا یہ شیر ہو کر جنگل پہنچا تو وہی شیر اس کو ملا جو بھیڑیا ہونے کی حالت ملا تھا اس جنگلی شیر نے اس شیر سے کہا کہ کیوں رے بہروپیئے خوب روپ بدلتا ہے تجھ میں اور مجھ میں اب بھی فرق ہے تو ایک انسان کا بنایا ہوا شیر ہے اور میں خدا کا بنایا ہوا شیر ہوں دیکھ میں تجھ کو ابھی حقیقت دکھلاتا ہوں اس نے کہا کہ کسی صورت سے میری جان بھی چھوڑ سکتے ہو کہا کہ ہاں چھوڑ سکتا ہوں اس شرط سے کہ پہلے اسے ختم کر کے آ کہ جس نے قدرت خداوندی میں دخل دیا گو تصرف ہی کا سہی اور تجھ کو چوہے سے شیر بنایا یہ جنگل سے لوٹا اور بزرگ کے حجرہ پر گیا۔ بزرگ نے دیکھا کہ آج تو نوک پنجے نکالے آ رہا ہے دریافت کیا کہ آج یہ کیا رنگ ہے کہا کہ تم کو ختم کرونگا۔ بزرگ نے کہا کہ سابقہ احسانات کہاں گئے کہا کہ

احسانات ایسی تیسی میں جائیں میری اپنی ہی جان کو بن رہی ہے وہی شیر ملا تھا جو بھیڑیا ہو سکی حالت میں ملا تھا اس نے اس شرط پر چھوڑا ہے کہ جس نے قدرت خداوندی میں دخل دیا ہے کہ تجھ کو جو ہے سے شیر بنایا پہلے اسکو ختم کر کے آ تب تجھ کو چھوڑ سکتا ہوں بزرگ نے کہا کہ یہ بات ہے تو آو بھائی پشوزرا دم لو جو نیت ہے وہ بھی پوری کر لینا یہ شیر بیٹھ گیا بزرگ نے موقع پا کر دعا کی اور اس پر ہاتھ پھیرا تو بجائے شیر کے وہی چوہیارہ گئی معاملہ ختم یہ حکایت بیان کر کے اس حاکم نے کہا کہ یہ ہمارا ہی قصور ہے کہ ہمان بیوقفاوں (مراد ہندو ہیں) کو بڑہا بڑہا کر یہاں تک لے آئے جس کے صلہ میں آج وہ ہمارے مقابلہ پر ہیں واقع میں یہ قوم نہایت احسان فراموش ہے مسلمانوں کو تو اس ہی سے سبق حاصل کر لینا چاہیے کہ انگریزوں کی خدمات کے صلہ میں جو ان کے ساتھ برتاؤ کیا ظاہر ہے اور تمہارے ساتھ بھی چند مرتبہ کر چکے ہیں مگر تم بھلا دیتے ہو۔ دیکھو ۱۸۵۷ء میں جو کچھ بھی ہوا ہندووں مسلمانوں کے مشورہ سے ہوا تھا مگر وقت پر مسلمانوں کو تباہ اور برباد کرایا بڑے بڑے نواب اور رئیس مسلمان ان کی بدولت تختہ دار پر سوار ہو گئے خوب مخبریاں کیں اب تحریک کانگریس میں مسلمانوں نے حصہ لیا قربانیاں کیں اس کا صلہ شدھی کے مسئلہ سے ادا کیا اور آئے دن کے واقعات شاہد ہیں کہ ہر جگہ پر مسلمانوں کو جہاں ان کی قلیل آبادی دیکھی پریشان کر دیا مگر ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی بعض بدفہم اور کم سمجھ مسلمان انکو اپنا دوست سمجھ کر ان کی بغلوں میں جا گھسیتے ہیں۔ ان ناعاقبت اندیشوں کو معلوم بھی ہے کہ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے اور جو نادان بھی ہو اور دشمن بھی تب تو کیا کہنا ہے اور یہ تو بے بس ہیں اگر ان کو پوری قدرت ہوتی تو ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ معلوم نہیں کیا کرتے (چنانچہ تقسیم ہند کے وقت قدرت ہوئی تو کیا کچھ نہیں کیا اور اس عدم قدرت کی حالت میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ اطراف ہندوستان میں ہو رہا ہے ظاہر ہے اور یہ سب مسلمانوں کے غیر منظم ہونے کی بدولت ہے اور ان سب خرابیوں کی اصلی جڑ یہ کمبخت جمہوریت ہے چنانچہ اسی بناء پر مقامی حکام کو انفرادی اختیارات نہیں یہاں سے ملک کی موجود حالت لکھ کر بھیجتے ہیں ایک تو وہاں خبر پہنچنے کے لئے وقت کی ضرورت پھر وہاں جو سیاسی جماعت ہے معاملہ اس کے سپرد ہوا فیصلہ کے لئے تاریخیں مقرر ہوئیں

بحثیں ہوئیں پھر کثرت رائے سے فیصلہ ہوا لیکن یہاں سے خبر بھیجنے کے وقت جو فضا تھی اوسی کے موافق طے ہوا مگر اسوقت تک یہاں کی حالت بدل گئی اور اس لئے وہ تازہ احکام اس وقت کے مناسب نہیں رہے بس ملک تو تباہ ہوا مگر ان کی جمہوریت نہ تباہ ہوئی ہزار ہا لاکھوں مسلمان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے کہ اگر مسلمان ایسا کرتے تو کہا جاتا وحشیانہ حرکت ہے اور دوسرے کریں تو یہ فعل مدبرانہ عاقلانہ ہے میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ یہ ساری خرابی جمہوریت کی ہے اگر شخصیت ہوتی دن کے دن احکام کا نفاذ ہو سکتا تھا۔ ملک کا انتظام ہو سکتا تھا بدون شخصیت کے نہ کام ہو سکتا ہے نہ انتظام یہ تجربہ کی بات ہے جس درجہ مسلمانوں کے ساتھ اسوقت ظلم روا رکھا گیا اگر مسلمان ایسا کرتے تو تمام ملک کے غیر مسلم باشندے چیخ اٹھتے۔ مگر مسلمان اس گئے گذرے زمانہ میں بھی بلند حوصلہ ہیں اور باوجود ان سب باتوں کے خدا پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں صبر و استقلال سے کام لے رہے ہیں اور یہ حدود سے گذر کر اب بھی ظلم نہیں کرنا چاہتے ایسی ظلم کی باتیں کفر کیساتھ تو جمع ہو سکتی ہیں ایمان کے ساتھ جمع ہونا مشکل ہیں انکو پھر خوف آخرت ہے اور جس قدر بیوفاؤں کے ساتھ حکومت نے رعایتیں کیں اگر مسلمانوں کے ساتھ کرتی تو یہ احسان سے دب کر سر بھی نہ اٹھاتے مسلمانوں کی قوم احسان فراموش نہیں محسن کش نہیں یہ بھی تجربہ ہے مسلمانوں کی قوم اگر مار کھاتی ہے تو احسان سے ورنہ اور کوئی ہتھیار ان پر کارگر نہیں۔

حیلہ ناجزہ پر کم فہموں کا اعتراض

(ملفوظ ۲۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو ایسے کاموں میں شرکت نہیں کرتا کہ جن سے دوسروں کا بھی تعلق ہو اس کی اصل وجہ تو یہی ہے کہ ایسے کاموں میں اکثر حدود شرعیہ سے تجاوز کر کے چلنا پڑتا ہے لیکن ایک درجہ میں ایک دوسری وجہ بھی ہے کہ دوسروں کو کام سپرد کر کے اطمینان نہیں ہوتا کہ یہ انجام کو پہنچ جائیگا دوسروں کے سپرد کر کے انجام پا جانا آجکل عادۃً امر محال ہو گیا ہے معمولی معمولی کاموں میں میں رات دن مشاہدہ اس کا کرتا ہوں یہ میرا تجربہ ہے اس وجہ سے جماعت کے ساتھ کام کرنے سے طبیعت گھٹی ہو گئی اور یہ طے کر لیا کہ جس کام کا دوسروں سے تعلق ہو اور بدون

دوسرے کی شرکت اور اعانت کے میں خود نہ کر سکوں اس میں قدم نہیں رکھتا اب بھی ایک کام تھا کہ مردوں کی غفلت اور ظلم سے عاجز آ کر جو عوتیں کثرت سے مرتد ہو رہی ہیں اس کے متعلق ایک رسالہ ترتیب دیا ہے جس کا نام حیلہ ناجزہ ہے سال بھر سے زائد ہو گیا آج تک تکمیل کو نہیں پہنچ سکا (الحمدللہ اس ملفوظ کے انتظر اصلاحی کے وقت مکمل ہو کر شائع ہو گیا) وجہ وہی ہے جس کو میں کہہ رہا ہوں کہ اس میں دوسروں سے بھی بعض باتیں متعلق ہیں دوسروں کو اتنا اہتمام نہیں اور عام حالت ہو رہی ہے کہ کام میں تو مدد دینے والے بہت کم ہاں بے سوچے سمجھے اعتراض جتنے چاہو کرا لو چنانچہ اس رسالہ کے متعلق بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہتے ہیں کہ اس رسالہ کا حاصل تو یہ ہوا کہ حنفیت کو چھوڑ دو منشا اس اعتراض کا یہ ہے کہ اس میں بعض صورتوں میں دوسرے ائمہ کے مذاہب پر بھی فتویٰ دیا گیا ہے میں کہتا ہوں کہ حنفیت نہ چھوٹے چاہے اسلام چھوٹ جائے جب اسلام اور ایمان ہی جاتا رہا تو اب وہ کیا ہو گا حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی مقلد یا غیر مقلد دیکھئے کیا عقلیں ہیں اگر یہ فتویٰ لیا جائے کہ ایک شخص یا مرتد ہوتا ہے یا غیر مقلدی اختیار کرتا ہے تو شرعاً کیا حکم ہے، اس پر کیا فتویٰ دیتے ہو؟ باقی میرا مقلد یا غیر مقلد ہونا رسالہ سے کیا پوچھتے ہو فلاں غیر مقلد مولوی صاحب سے پوچھو کہ وہ مجھ کو غیر مقلد سمجھتے ہیں یا غیر مقلدوں کا دشمن اس کا قصہ یہ ہے کہ خواجہ عزیز الحسن صاحب کے ایک عزیز غیر مقلد ہیں انہوں نے میرا خط لکھنؤ میں سنا ان کو نفع ہوا انہوں نے ان مولوی صاحب سے خط لکھا کر پوچھا کہ مجھ کو فلاں شخص کے وعظ سے نفع ہوا ہے اگر چند روز اس کے پاس رہوں تو کیسا ہے۔ اس سے مراد میں ہوں انہوں نے لکھا کہ اس شخص کی صحبت میں برکت ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھنا کہ یہ شخص اہل حدیث کا سخت دشمن ہے اب معلوم ہوا کہ میں کیسا غیر مقلد ہوں۔ تتمہ قصہ کا یہ ہے کہ میں نے یہ سن کر کہا کہ ان مولوی صاحب کی عقلمندی تو ملاحظہ ہو کہ اگر اہل حدیث حق پر ہیں تو ان کے دشمن کی صحبت میں برکت کیسی اس میں تو ظلمت ہو گی ہاں اگر اہل حدیث کے وہ معنی ہوں جو قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی فرمایا کرتے تھے کہ اہل حدیث تو ہیں مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں بلکہ حدیث النفس تو البتہ ایسے اہل حدیث النفس کے مخالف کی صحبت میں بیشک برکت ہو گی جب یہ حضرات ایسی موٹی بات کو بھی نہ سمجھے تو حدیث تو کیا

خاک سمجھتے ہوں گے۔

شنیع حرکت پر مواخذہ

(ملفوظ ۲۲۷) ایک طالب علم کی شنیع حرکت پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ مان لیا کہ تم نے کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ نیت تھی مگر ایسی صورت بھی کیوں اختیار کی کہ جس سے متہم ہوئے اور لوگوں کو شبہ کرنیکا اور متہم کرنے کا موقع ملا حدیث میں آیا کہ لاینبغی للمومن ان یذل نفسہ یعنی اپنے نفسوں کو ذلیل مت کرو اور یہ رسوائی تو سب سے بڑھ کر ذلت اور خواری ہے تم لوگوں کو کیا ہو گیا کیوں تمہارے قلوب سے خوف خدا اٹھ گیا نامعقولو تم کو اسکی قطعاً پروا نہیں کہ گناہ ہوگا خدا ناراض ہوگا یا نہیں کوئی اپنا بڑا سنکر خفا ہوگا اور مزاحاً فرمایا کہ گو تم نے خفا کے لئے بہت کوشش کی مگر معلوم ہو ہی گیا اور اگر خفا بھی ہو جاتا تب بھی بندہ ہی سے تو خفا ہوتا مگر خدا تو دیکھ رہا ہے اسکی کچھ پروا نہیں لوگوں کو غیرت ہی نہیں حیا بھی نہیں اب داخلہ میں اسکی بھی ضرورت ہوا کرے گی کہ طلبہ جو یہاں پر آئیں انکا نکاح بھی ہو گیا ہو اور بیوی بھی ساتھ آئے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اچھی چیز کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے چنانچہ کوئی مکان حسین ہو اسکو دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے کوئی باغ حسین ہو اسکو دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے کوئی کپڑا خوبصورت ہو اسکے دیکھنے کو جی چاہتا ہے مگر لڑکوں کے دیکھنے کا یہ درجہ تھوڑا ہے؟ شرم تو نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے چلو اٹھو یہاں سے نالائق میں اس کے متعلق صحیح ذرائع سے اور تحقیق کر لوں پھر تمہارے متعلق کچھ تجویز کروں گا تم لوگوں کو ذرا خوف خدا نہیں۔

صفائی معاملات میں برکت اور راحت ہے

(ملفوظ ۲۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معاملہ کی صفائی نہایت ہی برکت اور راحت کی چیز ہے میں تو نصف سلوک معاملہ کی صفائی میں سمجھتا ہوں بھائی اکبر علی صاحب مرحوم جب شبیر علی یہاں پڑھتے تھے انکے اخراجات کے لئے خرچ بھیجتے تھے میں پیسہ پیسہ کا حساب لکھ کر بھیجتا تھا اور اس پر ایک مرتبہ بھائی مرحوم کو ناگواری ہوئی اور لکھا کہ اس میں اجنبیت معلوم ہوتی ہے ایسا کیوں کرتے ہو میں نے لکھا کہ بھائی تم سمجھتے نہیں مثلاً ایک مرتبہ تم نے چار مہینے کا خرچ اندازہ کر کے پچاس روپیہ بھیجے اور وہ یہاں پر دو مہینے میں

صرف ہو گئے اس لئے کہ کتاب ہے، کپڑا ہے، دوا دارو ہے پھر ہم نے یہاں سے اطلاع کی تو تم کو وسوسہ کے درجہ میں شبہ ہو سکتا ہے کہ چار ماہ کا خرچ بھیجا تھا کیا ہوا دو ہی مہینے میں صرف ہو گیا تو ایسی صورت کیوں اختیار کی جائے جو شبہ یا وسوسہ پیدا کرے گو تم اس وسوسہ پر عمل نہ کرو مگر وسوسہ اور شبہ تو ہو سکتا ہے اسپر سمجھ گئے اور لکھا کہ تم صحیح سمجھے میں ہی غلطی پر تھا فہم بھی بڑی چیز ہے ایک ہی مرتبہ سمجھ گئے۔

ایک حدیث کا صحیح مفہوم

(ملفوظ ۲۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حدیث میں جو آیا ہے

"ایاکم وفساد ذات البین"

کہ آپس میں جھگڑا مت کرو اس میں آپس کی نا اتفاقی و فساد کی خرابی و ضرر پر مطلع فرمایا ہے مگر اس میں بھی ایک بڑی غلطی ہو رہی ہے کہ اہل حق سے کہتے ہیں کہ اہل باطل سے اتحاد رکھو فساد کا لفظ خود بتلا رہا ہے کہ اہل باطل کو حکم ہے کہ تم اہل حق سے فساد مت کرو اس لئے فساد تو باطل میں ہے نہ کہ حق میں۔ ان استدلال والوں کو حدود کی بھی خبر نہیں بس یہ دیکھ لیا کہ قرآن میں حکم ہے۔ "ولا تفرقوا" کہ افتراق نہ کرو مگر اس سے پہلے جملہ نہیں پڑھا حق تعالیٰ فرماتے ہیں

واعتصموا بحبل الله جميعاً

یعنی حبل اللہ پر متفق رہو اس سے تفرق نہ کرو تو مقصود وہ ہے جو حبل اللہ سے الگ ہو۔ یہ استدلال ایسا ہی ہے جیسے

لاتقربوا الصلواة

ہے۔ اور آگے نہ دیکھا کہ

وانتم سكارى

ایک جگہ سیاق پر نظر نہ کی ایک جگہ سباق پر نظر نہ کی

(بالتحتانية وبالموحدة)

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ

(ملفوظ ۲۳۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مردہ کے ایصال ثواب کو

کون منع کرتا ہے ہاں صحیح طریقہ بتلایا جاتا ہے بیان اس کا یہ ہے کہ مقصود تو ثواب ہے اور ثواب موقوف ہے خلوص پر اور رسم کے اتباع اور تفاخر میں خلوص کہاں پس منع کرنے کا حاصل یہی ہے اور خلوص کی حالت میں بھی ایک صورت کو دوسری صورت پر ترجیح ہے بیان اس کا یہ ہے کہ ثواب کھانے، کپڑے، نقد سب کا پہنچتا ہے اب آگے دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ مخفی طریق سے اہل حاجت کو پہنچایا جائے خدمت کردیجائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کھانا پکایا جائے اور لوگوں کو کھلایا جائے تو اس دوسری صورت سے پہلی صورت افضل ہے جبکہ دوسری صورت میں بھی خلوص ہو اور اگر خلوص نہ ہو ریاء تفاخر ہی ہو پھر تو ظاہر ہے کہ دوسری صورت بالکل ہی لغو اور فضول ہے صرف بھی ہوا اور میت کو ثواب نہ پہنچا تو کیا اس کو منع نہ کیا جائے اس کا فیصلہ آپ خود کرسکتے ہیں اور آجکل یہی غالب عادت ہے عام طور پر یہی خیال ہوتا ہے کہ اگر کچھ نہ کیا تو لوگ کہیں گے کہ میاں فلاں کے ورثہ نے کچھ بھی نہ کیا اسی وجہ سے مخفی طریق سے صرف کرنے کو جی قبول نہیں کرتا صرف بھی ہوا اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوا تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایصال ثواب کیسے ہوا۔ اور اگر یہ ریاء کی نیت نہیں بلکہ خلوص ہے تب بھی مشورہ یہی ہے کہ مخفی طریق سے اہل حاجت اور ضرورت مند محتاج لوگوں کی امداد کردیجائے اگر پانچ سیر غلہ پکا کر مستحقین کو کھلانا ہے تو اگر وہ کسی کو بدون پکائے ہوئے دے دیا جائے تو یہ زیادہ اچھا ہے اس میں مساکین کا زیادہ نفع ہے اور خلوص نیت کے بعد ایک بات اور بھی ہے جس کا لحاظ خصوصیت کے ساتھ اہل اثر کو زیادہ رکھنا چاہیئے وہ یہ کہ ایک شخص تو سمجھدار ہے اس نے اپنی نیت کو درست کرلیا اور ریاء اور تفاخر کی نیت سے عمل نہیں کیا مگر دوسرے جو اس سے استدلال کریں گے تو سب کی نیت میں خلوص نہیں ہوتا تو ایسے شخص کو وہ طرز اور طریق دیکھ کر یہ بات ہاتھ آئے گی کہ فلاں نے بھی تو ایسا کیا تھا اگر ہم بھی کریں تو حرج کیا ہے تو مخلص کا فعل غیر مخلص کے لئے سبب (گناہ کا) ہوگیا اس لئے اس ایہام سے بچنا چاہیئے۔ ان سب باتوں کو دیکھ لیا جائے اور اکثر بدعات اسی طرح جاری ہوئیں اس لئے بہتر طریق وہی ہے کہ مخفی طریق پر خدمت کردیجائے کہ ان میں ان مفاسد کی گنجائش ہی نہیں۔

مساجد میں اشتہارات چسپاں کرنے کا حکم

(ملفوظ ۲۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عام طور پر مروج ہے کہ مساجد میں اشتہارات دیواروں پر چسپاں کردیئے جاتے ہیں یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے مساجد میں بیع کرنا یا تجارت کا اعلان کرنا جس کے باب میں حدیث ہے

ان المساجد لم تبن لهذا

افسوس ہے مساجد اللہ کی اس زمانہ میں بڑی وقعتی اور بے حرمتی کی جارہی ہے ہر قسم کے جلسے اور پنچائتیں تمام دنیا بھر کے قصے جھگڑے مساجد ہی میں طے ہوتے ہیں اس سے سخت اجتناب کی ضرورت ہے ہمارے حیدر آبادی ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو دو چیزوں کی بڑی رعایت ہے ایک مسجد کی اور ایک عورتوں کی اور وجہ اس کی یہ بیان کرتے تھے کہ ان کا کوئی ذمہ دار نہیں۔ بڑے کام کی بات فرمائی دیکھئے فی زمانہ عورتوں پر بڑے ظلم کئے جارہے ہیں ان کے حقوق کی قطعاً رعایت نہیں کی جاتی۔ بڑی بے رحمی اور بے دردی کی بات ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہندوستان کی عورتیں بمقابلہ دوسرے ممالک کے حور ہیں۔ اگر خاوند چھوڑ کر چلا جائے اور دس برس بعد پردیس سے آئے تو مکان کے جس کونے میں چھوڑ کر گیا تھا وہیں آکر دیکھ لے گا یہ ان کے اندر خاص بات ہے اس لئے خاص ضرورت ہے کہ ان کے حقوق کی پوری رعایت کی جائے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وعاشروهن بالمعروف

(ترجمہ اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گذران کیا کرو) اس کے بعد فرماتے ہیں

فان كرهتموهن وعسى ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا

اور بڑی خیر ان کا عفیف ہونا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ جو پھوڑ سمجھی جاتی ہیں وہ اکثر عفیف ہوتی ہیں اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ جتنی سلیقہ والیاں ہیں وہ عفیف نہیں بلکہ جتنی پھوڑ ہیں وہ سب تقریباً عفیف ہیں منجملہ ان کے حقوق کے ایک یہ بھی ہے کہ باہر سے جس وقت گھر جائے تو خوشدلی اور بشاشت کے ساتھ داخل ہو کیونکہ گھر والوں کو اس سے بڑی وحشت اور تکلیف ہوتی ہے کہ منہ چڑھائے پیشانی پر بل پڑے ہوئے داخل ہو وہ بے چارے سہم جاتے ہیں کہ دیکھئے کیا عتاب نازل ہو اس لئے اتنا ضرور چاہیے کہ متانت کے جس درجہ پر آدمی باہر رہے گھر میں اس درجہ پر نہ رہے اور میں نے جوان عورتوں کو حور کہا ہے اس کی شرح یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں حوروں کی شان میں فرمایا ہے

فیھن قاصرات الطرف

اور بالکل یہی شان ہندوستان کی اکثر عورتوں کی ہے کہ دوسرے مرد پر ان کی نگاہ بھی نہیں جاتی بلکہ اس سے بڑھ کر ذہن بھی نہیں جاتا اسی لئے ان کی صفت میں ارشاد ہے۔

المحصنت الغافلات المومنات

یعنی یہ فواحش سے غافل اور محض بے خبر ہیں اور یوں مرد بھی کثرت سے فواحش سے بچتے ہیں مگر خاص طور کی غفلت انہیں کی شان میں ہے اور مردوں کی مدح میں غافلین نہیں فرمایا کیونکہ مردوں کے لئے بیداری ہی خوبی کی بات ہے کہ بدوں بیداری کے انتظام کا کام نہیں ہوتا اور عورتوں کا زیور یہی غفلت ہے اور اب تم نئی نئی تعلیم دے کر ان کو بیدار کرنا چاہتے ہو تو یہ تو نص قرآنی کی مصادمت (مقابلہ) ہے اور ان کا عفیف ہونا اس حد تک ثابت ہے کہ فقہاء نے ایک جزئیہ لکھا ہے کہ اگر مرد اپنی بیوی سے ہمبستری کرے اور اس میں غیر عورت کا خیال کرے تو وہ ہمبستری جائز نہیں۔ مگر اس کے مقابل کہیں اس کا ذکر نہیں کیا اگر عورت بوقت ہمبستری غیر مرد کا خیال کرے تو اس کو ذکر نہ فرمانا بین دلیل ہے اس لئے کہ عورت کو ایسا خیال ہی نہیں آتا اس لئے اس کے ذکر کی ضرورت نہ ہوئی۔

طریق میں دو چیزیں راہزن ہیں

(ملفوظ ۲۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مشائخ نے دو چیزوں کو اس طریق میں سخت راہزن قرار دیا ہے

ملاطفتہ المردان والرفق بالنسوان

(لڑکوں اور عورتوں سے محبت کرنا)

مگر آج کل بڑے بڑے مکار دین کے ڈاکو امردوں کو ساتھ لئے پھرتے ہیں اور واہی تباہی توجیہ اور تاویلیں کرتے ہیں۔ شیخ سعدی ان لوگوں کی توجیہ کہ ماپاک بازیم و صاحب ہنر نقل کر کے خوب فرماتے ہیں "زمن پرس فرسودہ روزگار" یعنی بات یہ ہے کہ مجھ سے پوچھو میں پرانا خرانٹ ہوں سارے جہاں کو دیکھے ہوئے ہوں آگے اس کا مفسدہ بیان فرمایا ہے بات یہ ہے کہ وجدان کا ادراک صاحب وجدان ہی کر سکتا ہے۔

فہم کی ایک مثال

(ملفوظ ۲۳۳) ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حق تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا ہے کہ میں ضرور بناؤں گا زمین میں ایک نائب۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ کیا آپ ایسے لوگوں کو زمین میں پیدا کریں گے جو فساد کریں گے اس میں اور خونریزیاں کریں گے اور ہم برابر آپ کی تسبیح اور تقدیس کرتے رہتے ہیں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

انی اعلم مالا تعلمون

(یعنی میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے) تو یہ مجمل جواب دیا اس کے بعد آدم علیہ السلام کو اسماء بتلا دیئے اور ملائیکہ سے فرمایا

انبئونی باسماء هؤلاء ان کنتم صادقین

فرشتوں نے عرض کیا

سبحنک لا علم لنا الاما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

حق تعالیٰ نے فرمایا

یا ادم انبئهم باسمائهم فلما انبأهم باسمائهم الخ

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر فرشتوں کو بھی بتلا دیا جاتا تو ان کو بھی یہ علم حاصل ہو جاتا تو اس میں آدم علیہ السلام کی کیا فضیلت ثابت ہوئی جواب میں فرمایا کہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ فرشتوں سے اخفاء کیا گیا مگر فرشتوں میں خاص ان علوم کی استعداد نہ تھی اس لئے باوجود اعلانیہ تعلیم کے بھی ان علوم کو نہیں سمجھ سکتے تھے جیسے استاد اقلیدس کے کسی دعوے کی تقریر دو طالب علموں کے سامنے کرے مگر جس کو مناسبت ہے وہ تو سمجھے گا دوسرا نہیں سمجھے گا اگر کہا جائے

فلما انبأهم باسمائهم

سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی علم اسماء کی استعداد تھی اس کا جواب یہ ہے کہ انباء محض اخبار روایت کو کہتے ہیں جس کا درجہ تعلیم سے کم ہے پس اس سے علم حقائق اسماء کا حاصل ہو جانا لازم نہیں آتا حاصل یہ کہ علم اسماء کی استعداد بشر کے ساتھ خاص تھی فرشتوں کے اندر وہ استعداد ہی نہ تھی اب رہا یہ سوال کہ فرشتوں میں وہ استعداد رکھی

دیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بشر میں رکھنا اور فرشتوں میں نہ رکھنا یہ حکمت ہے جس پر کوئی اعتراض ہی نہیں کر سکتا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتہ جیسا فرشتہ ہے ویسا ہی رہے اور آدمی جیسا آدمی ہے ویسا ہی رہے اس وقت یہ تفاوت ہوگا جس کا منشا اختلاف استعداد ہے جسکو مختلف محل میں مختلف پیدا کرنا محض حکمت ہے ایک بد عقیدہ صوفی نے اس سوال کے جواب میں یہ غضب کیا ہے اور اس کو لکھ بھی دیا ہے اور وہ رسالہ چھپ بھی گیا یہاں مدرسہ میں ہے یہ لکھا ہے کہ وہ استعداد غیر مخلوق اور قدیم اور مقتضادات ممکن کا ہے اس واسطے یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ایک میں استعداد رکھی اور ایک میں نہیں رکھی اس شخص نے اپنے زعم میں خدا تعالیٰ کو اعتراض سے بچایا ہے مگر بیچارہ خود ہی نہیں سمجھا اب ایک سوال اور رہا وہ یہ کہ جب فرشتے آدم علیہ السلام کے اخبار سے بھی نہیں سمجھے تو فرشتوں کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو یہ علم حاصل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تقریر کی قوت سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کہہ رہا ہے گو اس تقریر کو کوئی نہ سمجھے یہ ایسا ہے کہ جیسے اقلیدس کا ماہر کی شکل بیان کرے تو اس کو سمجھے گا تو وہی جو پہلے سے مبادی سے باخبر ہے اور جو مبادی ہی سے بے خبر ہے وہ سمجھے گا تو نہیں مگر اتنا سمجھ لے گا کہ یہ سمجھ کر کہہ رہا ہے آگے اس میں قصور سمجھنے والے کا ہے کہ نہیں سمجھا۔

"التشرف" کی سلطان ابن سعود نے موافقت کی

(ملفوظ ۲۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے ایک دوست حج کو گئے تھے انہوں نے سلطان ابن سعود کے سامنے میرا ایک رسالہ ہے "التشرف" اس کو پیش کیا سلطان ابن سعود نے رسالہ کو دیکھ کر کہا "ھذا یوافقنا" سو اگر اس رنگ کا تصوف پیش کیا جائے تو نہ نجدی کوئی انکار کر سکتا ہے اور نہ وجدی اور نہ کوئی ------ البتہ ہندوستان کے بعضے غیر مقلد شاید پھر بھی انکار کریں۔

کتب طب، طبیب کے لئے لکھی گئی ہیں

(ملفوظ ۲۳۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا خواب میں صورت شیخ میں شیطان نہیں آسکتا فرمایا کہ حدیث میں تو ہے نہیں مگر بعض صوفیہ کا قول ہے شیخ کی صورت میں نہیں آتا۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ چونکہ فنافی الرسول ہوتا ہے شاید

اس کی یہ وجہ ہو فرمایا کہ اس دعوے کے یہ مقدمات ہیں سو مقدمات میں سے اگر ایک میں بھی کچھ خدشہ ہو جائے تو پھر کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح محض کتابیں دیکھنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا زائد سے زائد معلومات بڑھ جائیں گی مگر فن سے واقفیت اور مہارت یہ غیر ممکن ہے جب تک کہ کسی اہل فن کی صحبت میسر نہ آئی ہو اسی وجہ سے میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ طب کی کتابیں مریض کے لئے نہیں لکھی گئیں کہ وہ ان کو دیکھ کر اپنا علاج کر لیا کرے بلکہ طبیب کے لئے لکھی گئیں ہیں مریض کو بدون طبیب کا دامن پکڑے ہوئے مفر نہیں۔

توہمات کے آثار

(ملفوظ ۲۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو آج کل بعضے آدمی عملیات کی قبیل سے وظیفے پڑھتے ہیں اور بڑے بڑے مجاہدہ کرتے ہیں کہیں ترک حیوانات ہے سوتے کم ہیں کھاتے کم ہیں حتی کہ طبی اصول کے موافق ان تغیرات سے بیمار ہوتے ہیں تو اس پر کہتے ہیں کہ آیت لوٹ گئی کیا عجیب تحقیق ہے بھلا کہیں آیت بھی لوٹا کرتی ہے وہ تو خود سیدھی ہے اور دوسروں کو بھی سیدھا کر دیتی ہے دماغ تو اپنا لوٹا اور الزام آیت پر یہ سب دماغ کی خشکی اور توہمات کے آثار ہوتے ہیں۔

معاقبہ اور محاسبہ

(ملفوظ ۲۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کے بعض خاص طرق کی اس زمانہ میں ضرورت نہ تھی مگر اب ضرورت ہے اس زمانہ میں طبیعتوں کے اندر سلامت تھی اب نفوس میں شرارت ہے اسی لئے میں نے اپنے بزرگوں سے جدا اصلاح کے متعلق نئی بدعت (بدعت لغتہ کہا) جاری کی ہے۔ روک ٹوک معاقبہ محاسبہ دار وگیر مواخذہ کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں بدون اس طرز کے اصلاح مشکل ہے اور یہی چیز میرے بدنام ہونے کا سبب ہوئی مگر بلا سے میں بدنام ہوں تم ہی نیک نام نہیں لیکن میری یہی بدنامی تو تمہاری نیک نامی کا سبب ہوئی میری بداخلاقی تمہاری خوش اخلاقی کا سبب ہوئی یہی میں چاہتا ہوں کہ سب کی طرف سے میں ہی وتاریہ ہوں مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو تم نیک نام اور خوش اخلاق رہو میں کسی کی وجہ سے اپنے مسلک کو بدل

نہیں سکتا اگر یہ طرز پسند نہیں تو میرے پاس نہ آؤ بلانے کون جاتا ہے۔

وہابی کے معنی

(ملفوظ ۲۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کو بدعتی لوگ وہابی کہتے ہیں نہ معلوم یہ نسبت کہاں سے تراشی اور اس کی دلیل کیا ہے اس لقب کے متعلق ایک لطیفہ یاد آیا بریلی میں ایک مولوی صاحب تھے مولوی محمد یعقوب صاحب وہ ہمارے مولانا مملوک علی صاحب کے شاگرد تھے ان سے ایک غالی بدعتی مولوی صاحب نے کہا کہ تم وہابی کہنے سے کیوں برا مانتے ہو وہابی تو اللہ والے کو کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ بہت اچھا ہم آپ کو کافر کہا کریں گے تم بھی اس میں تاویل کر لیا کرو کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں

فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ

تو کیا تم اس پر برا مانو گے ضرور مانو گے اس لئے کہ ہم اس نیت سے تھوڑا ہی کہیں گے اسی طرح تم بھی ہم کو اس نیت سے تھوڑا ہی کہتے ہو اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

حضرت مولانا گنگوہی کی قسم کا مفہوم

(ملفوظ ۲۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بدعقل بدعتی نے حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ پر احتجاج کیا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ اپنے بعض مکتوبات میں قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ میں کچھ نہیں تو وہ بدعتی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم تو مولانا صاحب کو سچا سمجھتے ہیں خصوص جبکہ وہ قسم بھی کھائیں اس لئے ہم بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں یہ تم ہی کو مبارک ہو کہ مولانا کو صاحب کمال اعتقاد کرتے ہو اور ان کو جھوٹا سمجھتے ہو یہ حالت ہے بعض کے شرارت یا بھدے پن کی اور اس میں تماشا یہ ہوا کہ اپنی ہی جماعت کے ایک عالم صاحب کو اس پر شبہ ہو گیا کہ مولانا کو ہم تو صاحب کمال سمجھتے ہیں تو ان کے اس قول کے کیا معنی ہوں گے مجھ سے اس شبہ کے متعلق سوال کیا میں نے کہا کہ تعجب ہے آپ کو شبہ ہوا حقیقت یہ ہے کہ کمالات دو قسم کے ہیں ایک کمالات واقعیہ حاصلہ ایک کمالات متوقعہ غیر حاصلہ سو حضرت کا ارشاد تو کمالات متوقعہ اور غیر حاصلہ کے متعلق ہے اور کمالات واقعیہ اور حاصلہ کی نفی نہیں فرماتے حاصل یہ کہ کمالات واقعیہ بمقابلہ متوقعہ کے گویا کمال معتد بہا ہی نہیں اور وہ ابھی حاصل نہیں کیونکہ عارفین کے کمالات میں ترقی ہوتی رہتی ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ میں کچھ نہیں اور ہم جو

حضرات کے معتقد ہیں وہ اعتقاد کمالات واقعیہ اور حاصلیہ کی بناء پر ہے یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے کہ واقعی اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ باقی اس بدعتی کا کہنا کہ ہم مولانا کو سچا سمجھتے ہیں کہ واقعی ہیں بھی کچھ نہیں محض شرارت ہے کیا مولانا کے سچا سمجھنے کی بس یہی ایک بات تھی۔

تحریکات سے جدا رہنا اصول شرعی کے سبب ہے

(ملفوظ ۲۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو آج کل ملک میں تحریک آزادی کی چل رہی ہے اس میں جو لوگ کام کرنے والے ہیں باستثناء بعض مخلصین کے اکثر کو کام کرنا مقصود نہیں محض نام چاہتے ہیں چاہتے یہ ہیں کہ ہم تو کرسی صدارت پر بیٹھے رہیں اور دوسرے جانیں دیتے رہیں اور میرا ان تحریکات سے جدا رہنا علاوہ عدم انطباق اصول شرعی کے ایک اس سبب سے بھی ہے کہ کس کے بھروسہ کام کرے لوگ خود تو جان بچاتے ہیں دوسروں کو پھنساتے ہیں ان کے ادعائی جذبات اور واقعی حالات کو دیکھ کر یہ شعر یاد آتا ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے   یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ان مشاہدات واقعات کا کوئی انکار نہیں کرسکتا ان بزرگوں نے لوگوں کو حکومت ہندوستان سے ہجرت کرائی اور خود یہیں جلوہ گر رہے اور سوال کرنے پر کہتے اگر ہم بھی چلے جائیں گے تو ہجرت کون کرائے گا موپلوں کو اشتعال دلا کر فنا اور تباہ و برباد کرا دیا۔ عربی النسل شجاع تھے جوش میں آگئے لڑ مرے ان لیڈروں نے پھر جا کر بے چاروں کی خبر بھی نہ لی۔ کیا کام کرنے والوں کی یہی باتیں ہوا کرتی ہیں اپنے چاء بسکٹ کیک مکھن فسٹ کلاس کے سفر نہ چھوٹیں قوم تباہ ہو یا برباد ہندو کچلیں یا انگریز مردہ بہشت میں جائے یا دوزخ میں پیرجی کو اپنے حلوے انڈوں سے کام۔ غیرت وحمیت دین کا نام نہیں بس زبانی بگھارتے پھرتے ہیں۔

طویل خط سے ایذاء

(ملفوظ ۲۴۱) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اس سے پہلے خط میں انہوں نے لکھا ہے کہ میں مجملاً اپنے مریض ہونے سے تو واقف ہوں مگر تعین مرض کی خبر نہیں ایک طویل

ایسی ہی مہمل باتوں سے بھرا تھا۔ میں نے جواب میں لکھ دیا تھا کہ اسقدر بحرِ طویل لکھ کر ایذا دی ہے اور حاصل کچھ بھی نہیں آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرے اندر غصہ کا مرض ہے اب راہ پر آئے کہ مرض کی بھی خبر ہو گئی اور خبر تو پہلے بھی تھی کیا اپنا مرض انسان کو معلوم نہ ہو۔ مگر لوگ بے فکری سے بے تمیزی کی باتیں کرنے لگتے ہیں جو آدمیت کے خلاف ہے اور یہ درجہ بیعت سے پہلے سیکھنے کا ہے اس کی تعلیم شیخ کے ذمہ نہیں ان خرافات کے واسطے شیخ نہیں دیکھئے اگر کوئی شخص حوض پر پاجامہ کھول کر بیٹھ جائے کہ پیر جی ذرا میری آبدست لے دو اور وہ اس پر کہے کہ یہ کیا بد تمیزی ہے اور وہ یہ جواب دے کہ تمہارے پاس تمیز ہی سیکھنے تو آئے ہیں تو کیا یہ جواب نہ دیا جائے گا کہ ایسی تمیز سکھانا شیخ کے ذمہ نہیں اس سے معلوم ہوا کہ موٹی موٹی باتیں پہلے سے سیکھ کر شیخ کے پاس آنا چاہئے البتہ جو باتیں دقیق ہیں ان کی تعلیم شیخ کا منصب ہے اور موٹی باتوں میں غلطی کرنے کا سبب بے عقلی نہیں بلکہ بے فکری ہے جس کا علاج بالکل اختیاری ہے اگر ذرا بھی فکر سے کام لیں تو اس قسم کی کوتاہیاں اور غلطیاں اور بد تمیزیاں اول تو ہوں ہی نہیں یا بہت ہی کم صادر ہوں مگر یہ مرض بے فکری کا اس وقت عام ہو گیا ہے اور قریب قریب عوام و خواص سب کو اس میں ابتلاء ہے اس نے لوگوں کو خراب اور تباہ کر دیا میں زیادہ تو فکر ہی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

عقلوں میں تفاوت

(ملفوظ ۲۴۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مولانا رومی نے معتزلہ کا مذہب لکھا ہے کہ تجربہ سے عقول میں تفاوت ہو جاتا ہے اور اہل حق کا قول لکھا ہے کہ عقل فطری چیز ہے فطرۃً ایک کی عقل سے دوسری کی عقل میں تفاوت ہوتا ہے فطرت ہی سے کسی میں زائد ہوتی ہے کسی میں کم۔

مطلوبیت اور طالبیت کے خواص جدا

(ملفوظ ۲۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مطلوبیت کے خواص جدا ہیں طالبیت کے جدا۔ مطلب یہ ہے کہ بعض شیوخ طالب اور مرید کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں کہ دیکھنے والے کو شبہ ہوتا ہے کہ شیخ اپنی اغراض میں اس کا محتاج ہے اس لئے اس کی رعایت کرتا ہے سو یہ تو طالب کو مطلوب بناتا ہے بس اس طرح طالب کو مطلوب بنانے سے مجھے

طبعاً غیرت آتی ہے میں کیا کروں چنانچہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ الابقاء ہمارے نام جاری کردو۔ یہ بھی تو نہیں لکھا کہ جاری کرادو۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ دہلی جا کر جب میں الابقاء کی تجارت کروں گا تو اس وقت فرمائش بھیجنا اب اگر یہ جواب نہ دیتا تو بتلایئے کیا دیتا مجھے للو پتو نہیں آتی۔

یوم عید میلاد النبی منانے کا حکم

(ملفوظ ۲۴۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا کانپور سے اس میں دریافت کیا تھا کہ یوم عید میلاد النبی کرنا کیسا ہے میں نے جواب میں لکھ دیا کہ کیا خیر القرون میں اس کی کوئی نظیر پائی جاتی ہے یہ اس لئے لکھا کہ اگر بدعت لکھ دیتا تو بدعت کے لفظ سے لوگ گھبراتے ہیں اب اس سے جواب بھی ہو گیا اور انہیں پر سوال باقی رہا دیکھوں کیا لکھتے ہیں۔

۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

شاہان سلف کے قلوب میں دین کی عظمت تھی

(ملفوظ ۲۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شاہان سلف باوجود اس کے کہ بعض کا دینداروں میں شمار نہیں مگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی عظمت اور احترام ان کی رگ رگ میں رچا ہوا تھا خواہ جزئیات میں کچھ لغزش ہو جاتی ہو ایک مرتبہ نور جہاں قلعہ کی چھت پر سیر کر رہی تھی ایک دھوبی جا رہا تھا اس نے کہیں اوپر دیکھ لیا نور جہاں کو غیرت آئی اور اس کے گولی مار دی۔ اس کے بعد دربار شروع ہو گیا۔ اہل مقدمہ آنے شروع ہو گئے منجملہ اور اہل مقدمہ کے ایک دھوبن آئی جو بدحواس تھی دریافت کرنے پر کہا کہ حضور قلعہ سے گولی چلی اور میرے خاوند کے لگی وہ مر گیا اب میں بیوہ ہوں میرا انصاف کرو۔ بادشاہ نے نور جہاں سے پوچھا نور جہاں نے کہا میری ہی گولی سے مرا ہے۔ بادشاہ نے دھوبن سے کہا کہ اس نے تم کو بیوہ کیا ہے گردن جھکا کر کہا کہ یہ تلوار رکھی ہے تم میری گردن اڑا کر اس کو بیوہ کر دو اس دھوبن نے معاف کر دیا۔ کیا ٹھکانا ہے کس قدر عدل مزاج میں تھا گو خاص یہ ہیئت انتقام کی قواعد پر منطبق نہیں مگر مادہ عدل کا رسوخ تو اس سے ثابت ہوتا ہے اور یہ وہ بادشاہ ہے جس کا شمار دینداروں میں نہیں اور یہ

واقعات بادشاہوں کے ہیں جو دنیادار بلکہ فاسق فاجر کہلاتے ہیں یہ حکایت الامان اخبار ۳ اگست ۱۹۳۲ء دہلی نے شائع کی ہے اور ایک ہندو کی تاریخ سے حوالہ دے کر لکھی ہے اس پر بھی متعصب مصنفین شاہان اسلام پر بہتان باندھتے ہیں اصل تو یہ ہے کہ یہ مصنفین اسلام ہی کے دشمن ہیں بعض قومیں چاہتی یہ ہیں کہ اسلام ہی دنیا میں نہ رہے رات دن کے واقعات مشاہد ہیں ہر محکمہ اور ہر دفتر میں مسلمانوں کو جس طرح تنگ کر رکھا ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے ایک شخص مجھ سے کہتے تھے کہ ان لیڈروں وغیرہ کو جو کہ مخالف قوموں سے اتحاد گانٹھتے پھرتے ہیں کیا خبر ہے ان کو ان سے سابقہ ہی کیا پڑتا ہے ہم سے کوئی پوچھے کہ ان کی وجہ سے ہم کن مصائب اور پریشانیوں کا شکار بنے ہوتے ہیں اور کوئی فریاد سننے والا نہیں جتنے حکام بھی ان کی حرکات کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں مگر چشم پوشی کرتے ہیں پھر اس پر فرمایا کہ معلوم نہیں یہ اس قدر مرعوب کیوں ہیں بس جی دونوں ایک ہی ہیں فرق تھوڑا ہی سا ہے۔

ذکر اللہ کی تمنا

(ملفوظ ۲۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمدللہ ضروری ضروری کام سب ختم ہوگئے ایک دو باقی رہ گیا ہے وہ بھی انشاء اللہ تعالٰی پورا ہو جائے گا اب کام کم کر دینے کا ارادہ ہے اب تحمل بھی نہیں ہوتا اب تو اس کی دعا کیجئے کہ اس کے بعد اللہ تعالٰی اپنے نام لینے کی توفیق عطاء فرمادیں میں ساری دنیا کو تعلیم کرتا ہوں مگر مجھ کو اس وقت تک بھی کوئی فارغ وقت اس کے لئے نہیں ملا۔

تعلقات کثیرہ سے جدا رہنے کی برکت

(ملفوظ ۲۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اور لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت کچھ کام ہوگیا اور یہ برکت مشاغل و تعلقات سے جدا رہنے کی ہے ورنہ اگر مثلاً میں تجارت کرتا جیسے بعض مصنفین اپنی کتابیں چھپوا کر فروخت کرتے ہیں تو اس قدر رسائل نہ جمع ہوتے اور میرے شائع نہ کرنے پر خاص خدا تعالٰی کا فضل ہے کہ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ کسی کا کلام اس کی حیات میں اس کثرت سے شائع ہوا ہو۔ تجارت پر ایک قصہ یاد آیا ایک شخص نے خط لکھا کہ اہل باطل کی فلاں کتاب کا جواب لکھ دو میں نے جواب میں لکھا کہ مجھ کو تو فرصت نہیں تو خرچ برداشت کرو تو میں کسی عالم سے حق المحنت دے کر لکھوا دوں اس

پر اس نے لکھا کہ خدا کا خوف کرو اس قدر دین فروش مت بنو۔ کتابیں چھاپ چھاپ کر اتنا تو روپیہ کمایا اور پھر بھی قناعت نہیں ایک کتاب لکھنے کی درخواست کی اس پر بھی روپیہ مانگا جاتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ بہت دن کی بات ہے فرمایا کہ جی ہاں بہت دن کی بات ہے لیکن اگر ابھی کی ہوتی تب بھی ایسا جواب دینا کیا گناہ تھا کسی کا اجارہ ہے ایسا جواب دینا ایک شخص کی رائے ہے اس کا اظہار کرتا ہے اس میں کسی کو کیا دخل کہ ایسا جواب مناسب نہ تھا دوسرا جواب مناسب تھا۔

حالت قبض کے دفع میں زیادہ تندہی نہ کرنا چاہیئے

(ملفوظ ۲۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک قصبہ ہے چرتھاول وہاں میرے ایک سسرالی عزیز قتل ہوگئے تھے اس لئے میں وہاں پر گیا تھا ان کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوا جب دفن کر کے واپس ہوئے تو میں ان کے مکان کی ڈیوڑی میں بیٹھا تھا مکان میں عورتوں کے رونے اور جزع فزع کے الفاظ جو کان میں پڑے بس ان الفاظ نے میرے قلب کا ستیاناس کر دیا اختلاج ہو گیا اور اختلاج سے ضعف اور ضعف سے ایک منکر وسوسہ مسلط ہو گیا جس کے دفع میں پریشانی بڑھ گئی اتفاق سے ایک اور عزیز کی موت کے سبب گنگوہ جانا ہوا حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے بیان کیا فرمایا کہ یہ حالت قبض کی ہے اس کے دفع میں زیادہ تندہی نہ کرنا چاہیئے اس سے زیادہ تسلط ہو جاتا ہے جب زیادہ پریشانی ہوئی تو حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سفر کرو تاکہ خیالات دوسری طرف متوجہ ہوں اور واقعی ایسی حالت میں سفر بھی مفید ہوتا ہے دل بٹتا ہے فرحت ہوتی ہے اس کا خود مجھ کو تجربہ ہوا اس حالت سے بہت پہلے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مکہ سے رخصت کے وقت فرمایا تھا کہ تم کو ایک حالت پیش آئے گی اس میں جلدی نہ کرنا اگر حضرت کی یہ وصیت نہ ہوتی تو معلوم نہیں میں پریشانی میں کیا کر گذرتا ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس بلا سے نجات دی۔ ایک بار اور بھی دوسرے اسباب سے قلب میں ایک آگ پیدا ہوگئی تھی حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا حضرت نے تسلی کے بعض الفاظ ایک حاجی صاحب کے ہاتھ کہلا بھیجے ظہر کے وقت وہ الفاظ پہنچے تھے کہ مغرب تک سکون ہو گیا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی خاصیت رکھی

ہے الفاظ میں بھی بعض خاصیتیں ہیں اس تاثیر عنوان کی اصل سے بھی بہت سے مسائل تربیت کے متعلق نکلتے ہیں اور بڑے اشکالات حل ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس پر ایک واقعہ یاد آیا جو اسی پر مبنی ہے کہ عنوان کو بعض مقاصد میں بڑا دخل ہوتا ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے درس میں ایک طالب علم نے جو اس وقت موجز میں شریک تھے مولانا سے ایک قصہ ریاست رامپور کا بیان کیا کہ ایک شیخ تھے پیری مریدی کیا کرتے تھے ان پر ایک حالت طاری ہوئی جس میں وہ یوں سمجھ گئے کہ میں شیطان ہو گیا وہاں اس وقت مولوی شاہ ارشاد حسین صاحب موجود تھے اتفاقاً وہ پیر صاحب ان کے پاس بھی آئے اس وقت مولوی صاحب درس میں مشغول تھے ان پیر صاحب سے حسب عادۃ عامہ سوال کیا آپ کون ہیں انہوں نے کہا کہ شیطان ہوں مولوی صاحب نے جواب میں کہا کہ اگر شیطان ہو تو

لاحول ولا قوت الاباللہ العلی العظیم

وہ فوراً وہاں سے اٹھ آئے ان الفاظ نے اور بھی ان کا دل توڑ دیا اور خود کشی کا ارادہ کر لیا ایک مرید سے کہا کہ میں چونکہ شیطان اور مردود ہو گیا ہوں اس لئے اپنے وجود سے دنیا کو پاک کرنا چاہتا ہوں میں اپنی گردن جدا کرتا ہوں اس کے بعد تم دیکھ لینا اگر کھال الجھی رہ جائے اس کو جدا کر دینا غرض یہ کہ پیر صاحب نے ایک خلوت گاہ میں جا کر خود کشی کر لی اور بقیہ کھال کو مرید نے جدا کر دیا جس حالت میں مرید کھال جدا کر رہا تھا کسی نے دیکھ لیا پولیس میں اطلاع ہو گئی پولیس نے آ کر گرفتار کر لیا چالان ہو گیا اس نے کہا کہ میں خود چاہتا ہوں کہ میرا بھی قصہ ختم ہو پیر کے بعد زندگی تلخ ہو گئی۔ یہ خبر مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کو بھی پہنچی۔ ان کا بیان ہوا کہ ابتداء واقعہ کی کیا ہوئی تب اس مرید کی جان بچی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ اگر مجھ کو یہ معاملہ پیش آتا تو میں یہ کہتا کہ اگر تم شیطان ہو تو کیا ہوا نسبت تو اب بھی قطع نہیں ہوئی اس لئے کہ شیطان بھی تو ان ہی کا ہے تو اس سے وہ قبض جاتا رہتا۔ اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ وہ نسبت تو شیطان کو حاصل نہیں جو مطلوب ہے پھر اس سے تسلی کیسے ہوتی اس کا جواب اسی اصل سے ہو سکتا ہے جو بیان کر رہا ہوں کہ کبھی محض عنوان سے علاج ہو جاتا ہے جس کو مبصر ہی سمجھ سکتا ہے کہ اس شخص کی استعداد کی خصوصیت سے یہ

عنوان نافع ہوجائے گا ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ سو یہاں پر گو نسبت مطلوبہ حاصل نہ ہو مگر خود اس عنوان سے ایک تسلی ہوجاتی۔ اسی اصل کی ایک فرع اور یاد آئی ایک شخص نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت عمل پر دوام میسر نہیں ہوتا کبھی ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا فرمایا کہ یہ بھی تو ایک قسم کا دوام ہی ہے کہ کبھی ہو اور کبھی نہ ہو اس مجموعہ پر تو دوام ہے کبھی ایسے عنوانات سے طالب کی تشفی ہوجاتی ہے طبیب ہی معالجہ کے اصول کو جانتا ہے کہ یہ عنوان مفید ہوگا اس تسلی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس سے مریض کا دل بڑھتا ہے اور عمل سہل ہوجاتا ہے پھر اس سے دوام مطلوب بھی میسر ہوجاتا ہے حضرت مولانا ہی کی ایک تقریر سے ایک حدیث میں اس کا ماخذ سمجھ میں آگیا وہ حدیث یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی منافق کے جنازہ کی نماز پڑھائی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ادب کے ساتھ اختلاف کیا اور عرض کیا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

"استغفرلهم اولاتستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفرالله لهم"

حضور نے جواب ارشاد فرمایا

خيرني فاخترت

یعنی مجھ کو اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا بلکہ اختیار دیا ہے اور فرمایا

سازيد على السبعين

یعنی ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا اب یہاں پر دو اشکال ہیں ایک اشکال یہ ہے کہ حضور تو اہل زبان ہیں اور افصح العرب اس درجہ کے ہیں کہ کفار خدا تعالیٰ کے کلام کی فصاحت و بلاغت کو حضور کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ یہ آپ کا کلام ہے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ

استغفر لهم اولاتستغفر لهم

تخییر کے لئے نہیں بلکہ تسویہ کے لئے ہے جس کی تصریح سورہ منافقون میں کردی گئی ہے

سواء عليهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم

اسی طرح سبعین تحدید کے لئے نہیں تکثیر کے لئے ہے چنانچہ سورہ منافقین ہی میں اس

کی بھی تصریح ہے بدون عدد کے

لن یغفراللہ لہم

واقع ہے جب معمولی اہل زبان اس کو سمجھ سکتا ہے تو حضور نے تخییر و تحدید کیسے سمجھی۔ اس کا جواب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت رحمت کی وجہ سے لفظوں سے تمسک فرمایا معنے کی طرف التفات نہیں فرمایا تو اس جواب تمسک بالالفاظ کا وہی حاصل ہوا کہ آپ نے عنوان سے کام لیا اسی لئے میں نے کہا تھا کہ اس قاعدہ کا ماخذ مولانا کی تقریر سے ایک حدیث میں سمجھ میں آگیا اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ عالم ہونا بھی آسان فاضل ہونا بھی آسان مگر محقق ہونا مشکل ہے ظاہر علوم کے متعلق بھی اور باطنی علوم کے متعلق بھی۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک اور لطیف جواب سنا گیا ہے راوی کہتے ہیں کہ میں ایک بار مولانا کی خدمت میں حاضر تھا مولانا اکثر افادہ کی غرض سے بہت دیر دیر تک کلام فرمایا کرتے تھے راوی کہتے ہیں مجھ کو شبہ ہوا کہ کتابوں میں تو لکھا ہے کہ زیادہ بولنا اچھا نہیں اور حضرت بہت بولتے ہیں اور حضرت مولانا سے یہ شبہ ظاہر بھی فرما دیا حضرت مولانا نے فرمایا کہ تقلیل کلام فی نفسہ مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ فضول کلام نہ ہو مگر مبتدی کو جو تقلیل کلام کی تعلیم کی جاتی ہے وہ اس لئے کہ فضول کلام سے بھی رک نہیں سکتا جب تک اس کو ضد کامل پر نہ لایا جائے یعنی ترک کلام پر یا ایسی تقلیل پر جو قریب ترک کلام کے ہو اور اس پر ایک عجیب مثال فرمائی کہ دیکھو کاغذ کو جب موڑ کر رکھتے ہیں اور پھر سیدھا کرنا چاہتے ہیں تو سیدھا کرنے کے لئے الٹی طرف اتنا ہی موڑتے ہیں اس سے وہ اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے اگر پہلے ہی سیدھا کر کے چھوڑ دیں وہ پھر مڑ جائے گا یہ ہے محقق ہونے کی بات پھر اس تذکرہ سے محظوظ ہو کر فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ شراب میں نشہ ہوتا ہے مگر اتنا نہیں ہوتا جتنا اپنے بزرگوں کے تذکرہ میں ہوتا ہے کیونکہ وہ دیرپا نہیں اور یہ عمر بھر نہیں اترتا۔

حضرت حاجی صاحب کا ارشاد

(ملفوظ ۲۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صوفی ملے اموال کی مذمت اولاد کی مذمت

کرنے لگے اور استدلال میں یہ آیت پڑھی۔
انما اموالکم واولاد کم فتنۃ
میں نے کہا فتنہ کا یہ مطلب تھوڑا ہی ہے جو آپ کا ہے کہ یہ چیزیں ہر حال میں مضر ہیں دوسرے اس سے پہلے قرآن میں یہ بھی تو ہے
ان من ازواجکم و اولادکم عدووکم فاحذرو ھم
تو بیوی کو علی الاطلاق مذموم کیوں نہیں سمجھتے حسین ہی کیوں تلاش کی جاتی ہے جیسی بھی مل جائے اندھی ہو کانی چڑیل ہو سڑیل ہو چیچک منہ داغ ہو اس پر راضی رہنا چاہئے۔ یہ غیر محقق لوگ ایسی ہی باتیں لئے پھرتے ہیں محقق کا تو یہ مشرب ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں اور اذن شرعی کے بعد اس سے استغناء و اعراض نہیں کرتے جہاں رغبت کا حکم ہوا اس پر عمل کرتے ہیں۔

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں　　　خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

بات یہ ہے کہ نعمت ملنے کے وقت کسی کی نظر نعمت پر ہے اور کسی کی منعم پر اور غیر محقق اس فرق کو نہیں سمجھتا اس لئے وہ نعمت سے استغناء ظاہر کرتا ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عارف کو ان دنیوی نعمتوں میں جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے اس کی رغبت کرتے ہیں فقہاء کے ایک فتوے سے اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ شریعت نے مردوں کے لئے چار انگل حریر کو جائز رکھا ہے اس میں فقہاء نے یہی حکمت بیان کی ہے وہ حریر جنت کا نمونہ ہو جائے یعنی تاکہ وہ داعی ہو طلب نعماء جنت کی طرف اور اس سے اس کے اسباب تحصیل یعنی اعمال صالحہ کا اہتمام پیدا ہو۔

بزرگوں کی دعاؤں کے ثمرات

(ملفوظ ۲۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے پاس اعمال وغیرہ کا تو کچھ ذخیرہ نہیں صرف بزرگوں کی دعا اور محبت ہی ہے میں جب حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتا تو فرماتے کہ تو جب آتا ہے دل زندہ ہو جاتا ہے یا تازہ ہو جاتا ہے ان میں سے ایک لفظ تھا اپنے بزرگوں کا محبت کرنا خوش رہنا خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے

اس کا ہر شخص کو اہتمام رکھنا چاہیے۔

اہل اللہ کے کلام میں ایک خاص شوکت

(ملفوظ ۲۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کے کلام میں ایک خاص شوکت ہوتی ہے انبیاء علیہم السلام کی شان تو بہت ہی رفیع ہے مگر ان حضرات اہل اللہ کے کلام میں بھی ایک عجیب کیفیت ہوتی ہے جو کسی اور کے کلام میں نہیں ہوتی چنانچہ خود ان کے کلام کے رنگ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے کبھی پالیسی وغیرہ سے کام نہیں لیا یہی وجہ ہے کہ اسکا بہت جلد اثر ہوتا ہے اب نقال لوگ چاہتے ہیں کہ نرے لیکچروں اور وعظوں سے مسلمانوں کی حالت سنبھال لیں یہ کیسے ممکن ہے بدون خلوص اور عمل کے کلام میں برکت اور اثر کا ہونا عادۃً محال ہے بدون اخلاص اور قول کو عملی جامہ پہنائے کچھ نہیں ہوسکتا سواس کی طرف کسی کو بھی التفات نہیں محض زبانی عملدرآمد ہورہا ہے بلکہ الفاظ بھی ان کے پاس گنے چنے ہی ہیں بس ان کو ہی رٹتے رہتے ہیں معنے سے وہ بھی عاری۔ الفاظ پر ایک واقعہ یاد آیا اتفاق سے ایک مولوی صاحب کی ملاقات ایک انگریز سے ہوئی اس انگریز نے کہا کہ گنگ۔ مولوی صاحب نے کہا سنگ قافیہ ملادیا جن صاحب کی معرفت اس انگریز نے ملاقات کی کوشش کی تھی ان سے مولوی صاحب نے کہا کہ کیا واہیات آدمی سے ملاقات کرائی جس نے ایک لغو حرکت کی انہوں نے کہا وہ تو آپ کی تعریف کرتا تھا کہ مولوی صاحب بہت بڑا عالم ہے ہم نے پوچھا کہ گنگ دریا کہاں سے نکلا ہے اس نے کہا کہ پہاڑوں سے۔ سنگ کے یہ معنی سمجھا بس اسی رنگ کے ان لوگوں کے علوم ہیں جن پران کو ناز ہے پھر اس پر دعوی قرآن وحدیث کے سمجھنے کا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام میں اصالتہً اور ان کے ورثہ میں وراثتاً یہی تو بات تھی کہ علم بھی کامل تھا اور عقل بھی اور پھر اس پر ہر کام اللہ کے واسطے ہوتا تھا خلوص سے ہوتا تھا تو یہ چیزیں اپنے اندر پیدا کرو۔

عین غلطی کی تنبیہ کے وقت خوف کا غلبہ

(ملفوظ ۲۵۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ عین غلطی پر تنبیہ اور مواخذہ کرنے کی حالت میں بھی مجھ پر خود ایک خوف کا غلبہ ہوتا ہے کہ میرے افعال بھی

تو سب قابل مواخذہ کے ہیں اسی لئے جہاں کسی نے طریقہ کے موافق معذرت کی فوراً نرم ہوجاتا ہوں اس لئے کہ مجھ کو بھی تو خوف ہے کہ کہیں حق تعالیٰ اسی طرح مجھ سے مواخذہ فرمائیں اور معذرت بھی قبول نہ ہو تو پھر میں ہی کیا جواب دے سکتا ہوں اور مواخذہ کا جو ظاہری کچھ اثر رہتا بھی ہے وہ بھی مخاطب ہی کی مصلحت اور خیر خواہی سے اور اگر تعلق نہ ہوتا تو اس کو تجویز اور تدبیر کیوں بتاتا اور اصلاح کیوں کرتا ہاں یہ ضرور ہے کہ مواخذہ کے وقت لہجہ تیز ہوجاتا ہے سو یہ میری فطری بات ہے مگر آج کل صرف نرمی سے بولنے کو اخلاق سمجھتے ہیں چاہے اس کا حاصل کتنی ہی ایذا کی بات ہو مگر ہو نرم ہمارے ضلع کے ایک کلکٹر کی حکایت ہے کہ معتوب کے لئے اردلی کو بہت نرمی اور تہذیب سے حکم دیتا کہ آپکا کان پکڑ کر باہر نکال دو لہجہ نہایت نرمی کا ہوتا تھا سو وہ خلیق مشہور تھا۔ کیا خرافات ہے یہ تو اور بھی زیادہ تکلیف دہ بات ہے کہ بات تو نرم اور سزا سخت ہو مجھ میں اس قسم کے اخلاق مروجہ نہیں نہ مجھ کو یہ پسند سو اگر کسی کو میرا یہ طرز ناپسند ہو وہ نہ آئے میں ایسے ہی موقع پر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

کشفیات میں خوض کرنا مضر ہے

(ملفوظ ۲۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیہ کے جو علوم کشفیہ ہیں وہ ان احکام کے سامنے جو بذریعہ وحی کے پہنچے ہیں کوئی حقیقت نہیں رکھتے ان احکام کو چھوڑ کر کشفیات میں خوض کرنا نہایت مضر ہے مثلاً وحدۃ الوجود ہی کا مسئلہ ہے یا ایسے ہی مسائل میں بلاضرورت ان کی تقریر کرنا خصوص عوام کے سامنے سخت مضر ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

ظالم آں قومیکہ چشماں دوختند ۔۔۔ از سخنہا عالمے را سوختند

ان کو تو جس حالت ابہام پر ہیں۔ ایسے ہی رہنے دینا چاہیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے

ابھموا ماابھم اللہ تعالی

یعنی جس چیز کو خدا نے مبہم رکھا ہے تم بھی مبہم رکھو بڑی حکمت کی بات ارشاد فرمائی

مگر اس کے برعکس آج کل ان مسائل میں بڑے غلو سے کام لیا جارہا ہے۔

اپنے کو مٹانے سے کچھ حاصل ہوتا ہے

(ملفوظ ۲۵۴) ایک مولوی صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب سوال کرنا بھی نہیں آتا تو بولے ہی کیوں تھے اور کیا میرے پاس آپ یہاں پر مسائل فقہی کی تحقیقات کے لئے تشریف لائے ہیں کیا اس کام کے لئے مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارنپور آپ کے نزدیک کافی نہیں ہیں جو اس کے لئے یہاں آنے کی ضرورت ہوئی آپ نے خواہ مخواہ بول کر ایذا پہنچائی جب بولنے کا سلیقہ نہیں معلوم نہیں آپ لوگوں کو کیا ہو گیا آخر فہم کیا ہوا اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ نری کتابیں پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کسی کی جوتیاں سیدھی نہ کی ہوں۔ عرض کیا میں معافی چاہتا ہوں اور آئندہ ایسی بات سے احتیاط رکھوں گا فرمایا معاف ہے آئندہ ضرور ایسی باتوں کا خیال رہے اور اس وقت سے جب تک آپ کا قیام ہے ہرگز مجلس میں بیٹھ کر نہ بولیں نہ کسی قسم کا سوال کریں خاموش رہیں اگر آپ اپنا کچھ نفع چاہتے ہیں زیادہ تحقیق کرنے والے اکثر محروم رہتے ہیں حاصل صرف ان کو ہوتا ہے جو اپنے کو مٹا کر رہتے ہیں۔

۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

معصیت سے بچنے پر اجر

(ملفوظ ۲۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو فعل سبب ہو معصیت سے بچنے کا اس پر بھی اجر ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی سے ہمبستر ہوتا ہے اس کو ثواب ملتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ثواب کی کیا بات ہے فرمایا کہ اگر برے کام میں لگتا تو گناہ ہوتا اب برے کام سے بچا تو ثواب ملے گا مگر عوام ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے۔

ذھانت بھی عجیب چیز ہے

(ملفوظ ۲۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب چیز ہے توضیح (ایک کتاب کا نام) میں حکایت لکھی ہے کہ بازار میں ایک لونڈی نہایت حسین بک رہی تھی ایک طالب علم دیکھ کر فریفتہ ہو گئے مگر کریں کیا پلے کچھ تھا نہیں اور قیمت بہت زیادہ ترکیب

یہ کی کہ ایک رئیس دوست سے گھوڑا جوڑا لیکر سوار ہو کر پانچ چار شاگردوں کو ساتھ لے کر رئیسانہ ٹھاٹ سے سوداگر کی دوکان پر پہنچے اور اس لونڈی کو خرید کر اسی مجلس میں آزاد کر کے نکاح کر لیا اور لے کر چل دیئے بڑے آدمی سے کون کہہ سکتا ہے کہ پہلے قیمت دیدو تب بیع کرونگا اب صرف روپیہ قرض رہا جب ہو گا ادا کر دیں گے عجیب ترکیب کی۔

۳۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

پہلے مسلمان قوی الایمان اور شجاع تھے

(ملفوظ ۲۵۷) ایک سلسلہ میں فرمایا کہ پہلے مسلمان نہایت ہی قوی الایمان اور شجاع ہوتے تھے محمد بن قاسم نے جس وقت ہندوستان پر چڑھائی کی کم و بیش غالباً کل چھ ہزار کے قریب آدمی تھے اور ان کی عمر اس وقت سترہ برس کی تھی اور بڑے بڑے بوڑھے تجربہ کار لوگ لشکر میں ہمراہ تھے مگر سب ان کی اطاعت کرتے تھے اور اس وقت تمام ہندوستان میں کفر ہی کفر تھا ہر چہار طرف رجواڑے بھرے پڑے تھے مگر فتح پر فتح ہوتی رہی اور قلعہ پر قلعہ قبضہ میں آتے رہے پھر ان کو نہ کوئی کافی رسد پہنچا سکتا تھا نہ کمک پہنچ سکتی تھی اللہ اکبر متوکل لوگ تھے کہ کچھ پرواہ ہی نہیں تھی سوائے ایک ذات پاک کے اور کسی پر نظر نہ تھی بڑے ہی قوی الایمان لوگ تھے اگر ایسے نہ ہوتے تو آج جو کچھ ہندوستان میں شعائر اسلام اور احکام اسلام کی پیروی کرنے والے ہیں یہ کہاں نظر آتے یہ سب ان حضرات کی خلوص نیت کے ثمرات ہیں اور اس کے برعکس ایک آجکل کام کرنیوالے پیدا ہوئے ہیں جن کے قلوب اغراض سے پر ہیں جاہ عزت کے دلدادہ حکومت اور دولت کے طالب دین و اسلام کے دشمن یعنی دوست نما دشمن ملک ایسوں ہی کی بدولت مصائب کا شکار بنا ہوا ہے یہ لوگ مسلمانوں کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں ان کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان برباد کرا دیئے۔ طواغیت (شیاطین) مشرکین دشمنان اسلام و دشمنان توحید اور رسالت کو مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ بتایا ان کی ہر بات کو جوان کے منہ سے نکلی قرآن و حدیث سے ثابت کرنیکی کوشش کی اس حماقت اور بدفہمی کی کوئی انتہا ہے ان اعداء اسلام کے مکرو فریب سے جنہوں نے مسلمانوں کو بچانیکی کوشش کی اور آگاہ کیا ان پر قسم قسم کے الزامات اور

بہتان باندھے گئے آخر جب ان میں سے بعض کے ساتھ رہ کر اور اس کے جذبات دیکھے تو معلوم ہوا کہ واقعی یہ اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن ہے مگر اس وقت جبکہ ہزاروں مسلمانوں کی جان وایمان تباہ اور برباد کرا چکے تب اس کا ساتھ چھوڑا اور اس پر بھی ابتک بعض بد فہم مسلمان اسکو اسلام اور مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھ رہے ہیں کیا ٹھکانہ ہو اس غباوت کا میں تو کہا کرتا ہوں کہ وہ چالاک اور مکار ہے عقل سے اس کو واسطہ نہیں عاقل اگر ہوتا تو پہلے آخرت کی فکر کرتا دیکھئے قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں "ان کیدکن عظیم" اس میں عورتوں کے مکر کو عظیم فرمایا اور حدیث میں ہے کہ عورتیں ناقص العقل ہیں تو معلوم ہوا کہ مکر اور چیز ہے اور عقل اور چیز ہے ایسے شخص کا بس نہیں چلتا اگر بس ہو اور قوت ہو تو ایسا شخص تو مسلمانوں کے بچہ بچہ کو ذبح کرا دے اور جو کچھ اس وقت تک واقعات مسلمانوں کو پیش آئے یہ سب ایسوں ہی کی سازش اور تنظیم کا نتیجہ ہے۔ اب کوئی نہ سمجھے اور نہ سمجھے تو اس کا کیا علاج افسوس تو مسلمانوں کی حالت پر ہے کہ ان کو اپنے دوست اور دشمن کی پہچان نہیں۔ بد نیت بد دین بد اخلاق لوگوں کے اتباع میں فلاح ڈھونڈتے ہو۔ اے مسلمانو! یاد رکھو تمہاری فلاح اور بہبودی صرف حق تعالیٰ کے اتباع اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے کیوں در بدر گداگری کرتے پھرتے ہو تمہارے گھر میں خود خزانہ مدفون ہے تم کو خبر نہیں تمہاری مثال اس بچے کی سی ہے کہ جس کے نام سے بنک میں ایک لاکھ روپیہ جمع ہے مگر اس کو معلوم نہیں۔ تمہارے پاس ایک اتنی بڑی دولت ہے کہ تمام عالم کے غیر مسلم اگرچہ وہ ہفت اقلیم کی سلطنت اور خزائن کے بھی مالک ہوں مگر اس دولت کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے جس سے تم کو خداوند جل جلالہٗ نے نوازا ہے وہ دولت دولت ایمان ہے اس کی قدر کرو اس کی قوت کے جو ذرائع اور نسخے ہیں ان کو اختیار اور استعمال کرو وہ اعمال صالحہ ہیں پھر دیکھو چند روز میں کیا سے کیا ہوتا ہے اور اعتقاد سے نہ سہی بطور امتحان ہی کے کر کے دیکھ لو اسی کو فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش ۔۔۔ آزموں را یک زمانے خاک باش

پھر خاک ہو جانے کے بعد تو یہ حالت ہوگی

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ ۔۔۔ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

(برسوں تک تو سخت قسم کا پتھر بنا رہا۔ آزمائش کے لئے چند روز کے لئے خاک بن جا۔ موسم بہار میں پتھر کب سر سبز ہوتا ہے خاک ہو جاتا کہ رنگ برنگ کے پھول کھلیں۔)

ازالہ مرض کے لئے طبیب سے علاج کرانا چاہیے

(ملفوظ ۲۵۸) ایک دیہاتی شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے لڑکے کو فلاں مرض ہے اور یہ اسکی حالت ہے حضرت ایک تعویذ دیدیں فرمایا کہ طبیب سے علاج کراؤ یہ تعویذ گنڈوں کا کام نہیں پھر حاضرین سے فرمایا کہ ان دیہاتیوں میں ایک خاص مرض ہے کہ ہر مرض کو تو یہ اوپرا اثر (یعنی آسیب) سمجھتے ہیں اور بجز تعویذ گنڈوں کے اور کوئی علاج نہیں کرتے اب بعض اہل الرائی کے خیال میں تو یہ رائی ہے کہ کچھ پڑھ دیا ہوتا کوئی تعویذ گنڈا بنا دیا ہوتا اس کی تسلی ہو جاتی مگر لوگ ایک پہلو کو۔ دیکھتے ہیں دوسرے پہلو کو نہیں دیکھتے وہ سارا پہلو یہ ہے کہ یہ شخص اس کی وجہ سے اصل علاج سے بیفکر ہو جائے گا اگر واقع میں مرض ہی ہوا تو وہ بڑھ جائیگا اور میری اس تنبیہ سے کہ یہ مرض ہے دوسرے عامل کو بھی تلاش نہ کریگا اور اصل علاج کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔

جنازہ اٹھنے سے قبل ایصال ثواب کا حکم

(ملفوظ ۲۵۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مکان سے میت کا جنازہ اٹھانے سے قبل مکان ہی پر ایصال ثواب کے لئے کچھ تقسیم کر دیا جائے تو کیسا فرمایا بہت مناسب ہے۔ عرض کیا کہ ہمارے یہاں رسم ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر کچھ تقسیم کرتے ہیں اور نماز جنازہ ایک خاص مقام پر ہوتی ہے وہاں تقسیم کرتے ہیں فرمایا ہاں تقسیم کرنا اکثر ریاء و تفاخر کی نیت سے ہوتا ہے اس لئے مکان ہی پر تقسیم کرنا مناسب ہے اور وہ بھی حاجتمندوں کو پہنچا دیا جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ بعض بدعت اور سنت میں فرق کرنا نہایت ہی مشکل ہے خصوص اور عوام کو اور یہی وجہ ہے کہ بدعت میں لوگوں کو زیادہ ابتلاء ہو گیا ہے اور بعض دفعہ سنت غیر مقصودہ اور مقصودہ میں غلط ہو جاتا ہے ہر چیز کو اپنے درجہ پر رکھنا بڑے مبصر کا کام ہے ایک بزرگ نے حدیث میں یہ دیکھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو کی روٹی بے چھانے آٹے کی کھاتے تھے اپنے مریدین سے فرمایا

کہ آج سے سنت کے موافق آٹے کی روٹی پکوا کر کھایا کریں گے بدون چھانے آٹا گوندھ کر پکاؤ چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر روٹی کھا کر سب کے پیٹ میں درد ہو گیا۔ ان بزرگ سے عرض کیا گیا فرمایا کہ چونکہ ہم نے عملاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مساوات کا دعویٰ کیا اس لئے یہ بات ہوئی اب سے حسب عادۃ چھانا کرو۔ دیکھئے اہل اللہ کے ادب کی یہ حالت ہے کہ سنت مقصودہ وغیر مقصودہ میں امتیاز بھی فرما دیا اور اس فرق میں بھی کیسا ادب کا عنوان اختیار فرمایا۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ سنت پر عمل اور امتیاز پھر اس کے ساتھ ادب و حفظ حدود سب سے زیادہ مشکل کام ہے خواص بھی سب فرق نہیں کر سکتے اور عوام تو کیا فرق کر سکتے۔

اصل ادب

(ملفوظ ۲۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ادب حقیقی اور رعایت حقوق جس کو اصل ادب کہتے ہیں وہ اہل اللہ کو میسر ہے اور لوگ تو صرف زبانی ہی جمع خرچ رکھتے ہیں اور ادب کی حقیقت سے محض بےخبر اور ناآشنا ہیں اس پر ایک قصہ بیان فرمایا حضرت شاہ ابو المعالی کے یہاں ان کے پیر شیخ محمد صادق صاحب محبوب الٰہی مہمان ہوئے شاہ صاحب موجود نہ تھے ان کی بیوی نے کچھ کھانے کا انتظام کرنا چاہا مگر گھر میں کچھ نہ تھا اور اس روز گھر میں فاقہ تھا ان بیچاری نے محلہ میں پڑوس میں کسی کو بھیجا کہ کہیں سے کچھ مل جائے وہ خادم کئی بار آیا گیا شیخ نے اس آدمی سے دریافت کیا کہ تم بار بار کہاں آتے جاتے ہو جو بات تھی اس نے کہہ دی شاہ صاحب نے ایک روپیہ دیا کہ اس کے گندم منگا لو چنانچہ گندم لائے گئے آپ نے گھر میں سے ایک مٹکی منگا کر اس میں گندم بھر کر اور ایک تعویذ لکھ کر اس میں رکھ دیا اور فرمایا کہ جس قدر ضرورت ہوا کرے اس میں سے نکال لیا کرو اور کبھی مٹکی کو لوٹنا مت اور نہ اس میں سے تعویذ نکالنا یہ فرما کر خود چلدیئے گھر میں کھانے پکانے کی رونق ہو گئی دس پانچ روز کے بعد شاہ ابو المعالی صاحب مکان پر تشریف لائے دیکھا کہ گھر میں رونق ہو رہی ہے وجہ دریافت کی بیوی نے کہا کہ حضرت شیخ آئے تھے وہ ایک روپیہ کے گندم ایک مٹکی میں بھر کر اور ایک تعویذ لکھ کر اس میں رکھ گئے ہیں اس سے یہ سب کام چل رہے ہیں۔ اب شاہ صاحب کو خیال ہوا کہ تعویذ رہتا ہے تو توکل

کے خلاف اور اگر نہیں رکھتا تو شیخ کے عطیہ سے اعراض فرمایا کہ حضرت کے اس تبرک یعنی تعویذ کے تو ہم مستحق ہیں یہ مٹکی اور مکان اس کے مستحق نہیں یہ کہہ کر اور مٹکی منگا کر اس کو کوٹ کر تعویذ تو ٹوپی میں رکھ لیا اور آناج خیرات کر دیا۔ دیکھئے توکل اور شیخ کے تبرک دونوں کے ادب کو کیسے جمع کیا واقعی اہل اللہ ادب کے پتلے ہیں پھر ادب کی تفسیر کی کہ ادب کہتے ہیں رعایت حقوق کو مگر آجکل ادب تعظیم و تکریم کو اور سامنے نہ بولنے کو اونچی گردن کر کے اوپر نہ اٹھانے کو اور پچھلے پیروں ہٹنے کو ادب سمجھتے ہیں جو سب ڈھونگ ہے اصل چیز خلوص اور فکر ہے ان سے سب کام ٹھیک ہو جاتا ہے مگر آجکل یہی دونوں چیزیں لوگوں میں مفقود ہیں۔ ادب اور خلوص پر ایک اور واقعہ یاد آگیا دیوبند میں ایک صاحب تھے دیوانجی اللہ دیا۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی حضرت مولانا نے فرمایا کہ گنگوہ جا کر مولانا سے بیعت ہو جاؤ عرض کیا بہت اچھا گنگوہ پہنچے اور حضرت گنگوہی سے بیعت ہو کر دیوبند آگئے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے پھر بیعت کی درخواست کی مولانا نے فرمایا کہ میں نے تو تم سے کہا تھا کہ گنگوہ جا کر مولانا سے بیعت ہو جاؤ عرض کیا کہ میں بیعت ہو آیا اور جہاں جہاں آپ فرمائیں گے۔ وہاں جا کر بیعت ہو آؤنگا مگر دل سے بیعت ہونگا آپ ہی سے کیا ٹھکانا ہے اس تعلق اور محبت کا آخر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرما لیا۔ دیکھئے کیا لطیف ادب اور اطاعت ہے ایک اور واقعہ یاد آگیا بلگرام کے ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے مرید جو شاگرد بھی تھے حاضر ہوئے دیکھا کہ شیخ کا شہرہ مضمحل ہے قرینہ سے معلوم ہوا کہ کئی وقت کا فاقہ ہے اٹھ کر چلے گئے مکان پر گئے اور بہت سا کھانا اور کچھ نقد خوانیں لگا کر لیکر آئے اور پیش کیا شیخ نے فرمایا کہ تمہارا ہدیہ ایسے وقت میں آیا ہے کہ مجھے اسکی حاجت ہے مگر اس وقت لینا سنت کیخلاف ہے اس لئے حدیث میں یہ قید ہے۔

ما اتاک من غیر اشراف نفس فخذہ

اور یہاں پر یہ شرط نہیں پائی گئی کیونکہ جس وقت تم اٹھ کر گئے تھے مجھے احتمال ہوا کہ شاید کچھ لینے جا رہے ہو اور اس احتمال کیوجہ سے مجھ کو انتظار رہا تو ہدیہ ایسے وقت آیا اس لئے میں نہیں لے سکتا مرید نے عرض کیا کہ بہت اچھا حضرت جیسے خوشی ہو یہ کہا اور

ہدیہ اٹھایا اور لیکر چلدیئے لوگوں نے بڑے دانت پیسے کہ یہ کیسا ہدیہ لایا کچھ بھی تو اصرار نہ کیا کہتے ہی لیکر چلدیا مگر جب نظر سے اوجھل ہو گیا تو پھر لیکر آگیا کہ لیجئے حضرت اب تو انتظار نہ رہا تھا اب قبول فرما لیجئے اب بتلایئے دوسرا ایسا کر سکتا ہے ہرگز نہیں کر سکتا جن کے قلب میں ادب اور اطاعت کا نور ہو وہی کر سکتے ہیں بس یہ ہے حقیقی ادب میں سچ عرض کرتا ہوں کہ بادشاہوں کا ادب آسان ہے اور اہل اللہ کا ادب مشکل ہے۔ ایک شخص شاعر جو کانپور کے یہاں آنے تھے انہوں نے یہاں سے جا کر ایک رسالہ بطور سفر نامہ کے لکھا تھا اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ جو تہذیب ہم نے ساری عمر کی کوشش میں حاصل کی تھی وہ وہاں جا کر بد تہذیبی ثابت ہوئی۔

عارفین کا مذاق ہی جدا ہوتا ہے

(ملفوظ ۲۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عارفین کا مذاق ہی جدا ہوتا ہے وہ مذاق غیر عارف کی سمجھ میں ہی آنا ہے مشکل ہے یہ حضرات نہ فقر کو چھپادیں کو چھپادیں نہ نقائص کو چھپاویں نہ عبادت کو چھپادیں غیر عارف کے نزدیک تو عبادت کا ظاہر کرنا ریاء ہے اور عارفین کے نزدیک قصداً اخفاء عبادت ریاء ہے کیونکہ اگر سب ماسوا نظر سے غائب ہوتے تو یہ بات ہی کیوں قلب میں پیدا ہوتی کہ کوئی دیکھ نہ لے ان سے اخفا کرنا چاہیئے یہ نظر تو غیر اللہ پر ہوتی ہے سو عارف کی نظر میں سب ایسے ہوتے ہیں جیسے مسجد کے لوٹے چٹائی وغیرہ کہ ان کے سامنے نہ اظہار عبادت کا کوئی قصد کرتا ہے نہ اخفاء کا۔

چودھویں صدی میں ایسے پیر کی ضرورت

(ملفوظ ۲۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس راہ میں ہزاروں راہزن اور ڈاکو مخلوق خدا کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں انہوں نے جہل کے سبب تصوف کو ایسی بھیانک صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ بجائے رغبت کے اس سے نفرت پیدا ہو گئی مگر الحمدللہ اس وقت طریق بے غبار ہو گیا اور ان مکاروں کی دکانداریاں پھیکی پڑ گئیں اب ان کے پھندوں میں جاہلوں کا بھی آنا آسان نہیں اور یہ سب برکت اس صفائی کی ہے جس کو لوگ تشدد کہتے ہیں اگر یہ تشدد ہی ہو تب بھی اس چودھویں صدی میں ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں ہوں لٹھ۔

یکم ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

تمسخر سے کسی کی نقل کرنا بری بات ہے

(ملفوظ ۲۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تمسخر سے کسی شخص کی کسی ھیئت یا حالت کا نقل کرنا اس سے مقصود اس کی تحقیر ہوتی ہے جو عند اللہ بری بات ہے ایسی حرکت سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے ایسا کرنے کا سبب خدا سے متخوف ہونا ہے میں نے ایسے بھی بہت لوگ دیکھے ہیں کہ کسی کے ہکلانے کی نقل کی اور خود ہکلے ہوگئے بڑے خوف کی بات ہے۔

روزی کا مدار عقل پر نہیں

(ملفوظ ۲۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روزی کا مدار عقل پر نہیں ہے محض عطاء حق پر ہے ایسے لاکھوں ہزاروں میں کہ وہ بیوقوف ہیں مگر انکو رزق عقل والوں سے ہزاروں درجہ زائد مل رہا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں

ان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر

اس کا ملنا غیر اختیاری ہے اختیار میں نہیں بعض لوگ ساری عمر حالت افلاس میں گذار جاتے ہیں اگر کسی کو وسعت رزق میسر آجائے بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے قدر کرنا چاہیئے اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ کفران نعمت نہ ہو جائے۔

بزرگوں کے پاس خلوص سے جانا چاہیئے

(ملفوظ ۲۶۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ مشہور ہے کہ بزرگوں کے پاس خالی جاوے خالی آوے فرمایا کہ بات تو ٹھیک ہے مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ خالی جاوے خلوص سے اور خالی آوے فیوض سے اب خلوص کی جگہ لوگوں نے فلوس کر لیا کہ خالی جاوے فلوس سے اور خالی آوے فیوض سے یہ دکانداری کی باتیں ہیں ان کھانے کمانے والوں کی بھی عجیب باتیں ہیں۔ ہر چیز میں اپنے مطلب کی بات نکال لیتے ہیں اور ہر چیز میں تصرف کرتے ہیں اپنی ہی محبوب چیز کو اس میں بھی ٹھونس دیا وہی مثال صادق آتی ہے کہ کسی نے کسی بھوکے سے پوچھا تھا کہ ایک اور ایک کیا ہوا اس نے کہا کہ دو روٹیاں۔

لاکھوں بی اے بیروزگار ہیں

(ملفوظ ۲۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ انگریزی کے بہت دلدادہ تھے اور سمجھتے تھے کہ بدون انگریزی حاصل کئے روٹیاں ملنا مشکل ہے اب ہزاروں لاکھوں بی اے ایف اے جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں کوئی دھیلے کو بھی نہیں پوچھتا۔ اکثر انگریزی خوانوں کے میرے پاس خطوط آتے ہیں جن میں پریشانیاں لکھی ہوتی ہیں۔ علم دین اور علم دنیا کا اگر تقابل کیا جائے تب معلوم ہو کہ دنیا بھی دین ہی میں سہولت سے ملتی ہے دیکھیے علم دنیا کا تو نصاب خاص ہے اس کے قبل محض ناکارہ جس سے دنیا بھی نہیں ملتی اور علم دین کا کوئی نصاب نہیں وہ قلیل بھی دنیا ملنے کے لئے کارآمد ہے دیکھئے ادنیٰ درجہ تعلیم دین کا اذان ہے جو پانچ منٹ میں یاد ہو سکتی ہے اور پھر ساری عمر خود اپنی اور اپنے کنبہ کی گذر کے لئے کافی ہے یہ شخص کسی گاؤں یا قصبہ میں جا پہنچے اور کسی خالی مسجد میں وقت پر اذان دینا شروع کر دے کسی سے نہ کچھ کہے نہ سنے دو چار روز میں بستی والوں یا محلہ داروں کو خود رحم آئیگا کہ بھائی بیچارے نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں انہیں کو مسجد میں رکھ لو لیجئے ہو گیا تقرر اور اگر کچھ ان کو ذرا سی بھی عقل ہے تو سارا گاؤں اطاعت کرنے لگے گا اور کوئی کام بدون میاں جی سے پوچھے نہ کریں گے چلو اچھی خاصی حکومت بھی ہاتھ میں آگئی۔

مہذب یا معذب

(ملفوظ ۲۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں اس انگریزی تعلیم یافتہ طبقے میں اکثر تہذیب کا نام و نشان نہیں ہوتا اس تعلیم کا اثر ہی یہ ہے جبکہ اسکے ساتھ علم دین نہ ہو یا کسی اللہ والے کی صحبت میسر نہ ہوئی ہو۔ ایک صاحب ولایت سے بیرسٹری پاس کر کے آئے تاریخ آمد سے اطلاع دی بعض احباب اسٹیشن پر پہنچے باپ بھی بیچارے پدری شفقت کے جوش میں اسٹیشن پر پہنچ گئے جس وقت گاڑی اسٹیشن پر پہنچی اور صاحب بہادر گاڑی سے اترے تو باپ سے مصافحہ کرنے میں کہتا ہے کہ ول بڈھا تم اچھا ہے باپ نے اسوقت گالیاں دیں اور واپس آگئے تہذیب کی یہ حالت ہوتی ہے جس پر نازاں ہیں کہ ہم مہذب ہیں مہذب تو خاک نہیں ہاں معذب ہیں اور معذب بھی

بکسر دال کہ دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔

فتویٰ لکھنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے

(ملفوظ ۲۶۸) ایک صاحب نے ایک تحریری استفتاء پیش کیا حضرت والا نے ملاحظہ فرمایا کر فرمایا کہ میں نے دیکھ لیا ہے اس کا جواب لکھ کر کس کو دوں عرض کیا کہ میں خود آ کر لیجاؤں گا فرمایا یہ تو اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ میں وقت متعین کر دوں کہ فلاں وقت لیجانا نہ معلوم کب فرصت ملے اور کب اسکا جواب لکھا جائے اور آپ جس وقت آویں وہ تیار نہ ہو میں اس معاملہ میں بڑی احتیاط سے کام لیتا ہوں بعض لوگ تو ایسی جرأت کرتے ہیں کہ زبانی سوال کرنے پر فوراً سائل کو جواب دیدیتے ہیں اس میں بعض اوقات یہ خرابی ہوتی ہے کہ سائل کے دل میں ایک بات ہوتی ہے مگر کافی الفاظ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس سے ادا نہیں ہو سکی اور جواب مل گیا بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک جزو اور بھی تھا جس کو مسئلہ میں دخل تھا اور وہ اس وقت اسکے دل میں تھا جو بعد میں ظاہر ہوا اور سوال میں اس جزو کے نہ ہو سکنے کی وجہ سے فتویٰ غلط ہو گیا مگر وہ سائل دوسروں کے سامنے سوال دوسری طرح نقل کرتا ہے جس سے وہ جواب اس پر منطبق نہیں ہوتا اس لئے میں نے یہ معمول کر لیا ہے کہ میں کہہ دیتا ہوں کہ لکھوا کر لاؤ تاکہ اگر کسی کو دکھلاوے تو وہ سوال موجود پر جواب کو منطبق تو پاوے پھر جب وہ لکھوا کر لاتا ہے تو اس کے سامنے جواب نہیں لکھتا اس کی وجہ یہ ہے کہ قلب پر ایک تقاضا سا ہوتا ہے عجلت میں نہ معلوم کیا لکھا جاوے آجکل لوگ اس میں قطعاً احتیاط نہیں کرتے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ان باتوں کیوجہ سے مجھ کو لوگ شکی اور وہمی کہتے ہیں اور بدنام کرتے ہیں یہ احتیاط کرنا کیا کوئی معصیت ہے جس پر بدنام کیا جاتا ہے بلکہ معصیت کا اندیشہ تو عجلت اور بداحتیاطی میں زیادہ ہے۔

بہت پرانی قبروں میں مکان بنانے کی اجازت

(ملفوظ ۲۶۹) ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت ایک زمین میں مکان کی بنیاد نہ کھودی گئی اس میں تین یا چار قبریں پرانی نکل آئیں اس صورت میں وہاں مکان بنا سکتے ہیں یا نہیں فرمایا کہ جب بہت پرانی قبر ہو اجازت ہے مکان بنا سکتے ہیں مردوں سے نہیں ڈرنا

چاہیئے مردوں سے بھی بھلا ڈرا کرتے ہیں۔

اخلاق رذیلہ اپنی ذات سے مذموم نہیں

(ملفوظ ۲۷۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اخلاق رذیلہ اپنی ذات سے مذموم نہیں برے محل میں صرف کرنا مذموم ہے مثلاً شہوت ہے غضب ہے کیا یہ اپنی ذات میں مذموم ہیں ہرگز نہیں بلکہ ان میں حکمت ہے جس کا ظہور محل میں صرف کرنے اور غیر محل سے روکنے پر ہوتا ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ اسی کو فرماتے ہیں۔

شہوت دنیا مثال گلخن است — کہ ازو حمام تقوی روشن است

(شہوت دنیا کی مثل بھٹی کے ہے کہ اس سے تقویٰ کا حمام گرم ہے)

بلکہ جس شخص کے اندر جس قدر شہوت قوی ہوتی ہے اس کے احتساب (قابو میں رکھنے) سے اور زیادہ نور پیدا ہوتا ہے اور ایسے شخص کے احتساب سے جسکے اندر شہوت کمزور ہے ویسا نور نہیں پیدا ہوتا کیونکہ قرب خداوندی افعال اختیاریہ سے حاصل ہوتا ہے تو اختیار کا استعمال جس قدر راشق (شاق) ہوگا اتنا ہی قرب زائد ہوگا اس لئے ان رذائل کے ازالہ کی ضرورت نہیں صرف امالہ کی ضرورت ہے کہ غیر محل سے پھر کر محل میں صرف کرتے۔

صحبت اہل اللہ فرض عین ہے

(ملفوظ ۲۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل صحبت اہل اللہ کو میں قریب قریب فرض عین کہتا ہوں کیونکہ یہ زمانہ بہت ہی پرفتن ہے بدون اس کے ایمان کا محفوظ رہنا مشکل ہے اور جو چیز ہر شخص کے لئے ایمان کے محفوظ رہنے کی شرط ہو اس کے فرض عین ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی کیا اعتراض کر سکتا ہے۔

تبرکات کی زیارت میں افراط و تفریط

(ملفوظ ۲۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج ایک صاحب کا گنگوہ سے خط آیا ہے۔ لکھا ہے کہ یہ معلوم ہوا کہ آپ نے قصبہ جلال آباد سے جبہ والوں کو بلایا اور بوقت زیارت بے ہوش ہو کر گر گئے یہ کہاں تک صحیح ہے؟ فرمایا کہ یہاں پر ایک صاحب ہیں جبہ والوں کو انہوں نے بلایا اور مشہور یہ ہو گیا کہ میں نے بلایا میں تو تبرکات کے ایسے اہتمام کو

پسند نہیں کرتا کہ دور دور سے بلا کر زیارت کیجاوے کہ یہ افراط ہے اسی طرح تفریط بھی پسند نہیں اسی واسطے میں نے ایک رسالہ جبہ کے متعلق لکھ دیا ہے اس میں افراط و تفریط اور درجہ اعتدال کو صاف صاف ظاہر کر دیا ہے اور بوجہ اختلاف اقوال کے ایک عجیب مثال سے اس کے درجہ احترام کو ظاہر کیا ہے وہ مثال یہ ہے کہ جیسے کسی کا سید ہونا مختلف فیہ ہو تو اسکا بھی ادب تو کرتے ہیں مگر نافی سیادت پر نکیر نہیں کرتے اور مثبت پر اعتراض نہیں کرتے نیز درجات احترام کے متعلق یہ سمجھنا چاہیئے کہ اول درجہ کے احترام کے قابل تو احکام ہیں ان کے بعد حضور ﷺ کے اجزاء مبارکہ ان کے بعد حضرات صحابہ کرام و اہل بیت اور ان کے بعد حضور ﷺ کا ملبوس شریف۔ تو ہر چیز کو اپنے اپنے درجہ پر رکھنا چاہیئے اور اکثر کو اس حفظ حدود کا قائم رکھنا بڑا مشکل کام ہے اس حفظ حدود پر ایک واقعہ یاد آیا جب حضرت شاہ محمد اسحق صاحب نے ہجرت کر کے تشریف لیجانیکا ارادہ فرمایا اس وقت ان کے ایک شاگرد اجمیر میں تھے ان کو لکھا کہ ہم عرب کو جا رہے ہیں اور اجمیر راستہ میں ہے اور خیال یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے مزار کی زیارت کرتے ہوئے جائیں ان شاگرد نے لکھا کہ میں یہاں پر انسداد بدعت کے لئے دور دراز سے قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو منع کرتا ہوں اگر آپ یہاں تشریف لائے تو میری تمام محنت برباد جائے گی اور انتظام شریعت سب درہم برہم ہو جائیگا لوگ یہ ہی سمجھیں گے کہ آپ اسی ارادہ سے یہاں تشریف لا رہے ہیں اس لئے یہاں تشریف لانا مناسب نہیں حضرت شاہ صاحب نے جواب میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ تم لکھ رہے ہو بالکل ٹھیک ہے لیکن حضرت ہمارے مشائخ میں سے ہیں ہم سے صبر نہیں ہو سکتا کہ مزار راستہ میں ہو اور ہم زیارت نہ کریں باقی جو تم نے لکھا ہے وہ بھی ضروری قابل رعایت چیز ہے تو اس کا انتظام یہ ہو سکتا ہے کہ میں تو وہاں آؤں اور زیارت کروں اور تم اس ہی تاریخ میں اپنے وعظ کا اعلان کر دینا اور اس میں قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنے کی مذمت کرنا اور میں مجمع عام میں اس بیان کی تصدیق کر دوں گا اور کہہ دوں گا کہ مجھ سے اس سفر میں غلطی ہوئی کیا ٹھکانا ہے اس بے نفسی اور اللہ اور رسول کے عشق کا یہ حضرات ہیں جو اللہ اور رسول کے واسطے جان و مال و آبرو سب فدا کر دیتے ہیں کیسی خوبصورتی سے خواجہ صاحب کے عشق کو اور شریعت مقدسہ کی مصلحت اور انتظام کو جمع

کر دیا کیا دوسرا ایسا کر سکتا تھا یہ فہم ان ہی حضرات کو عطا ہوتا ہے یہ حضرات جامع ہوتے ہیں زاہد خشک اور اہل ظاہر ان چیزوں کو سمجھ بھی نہیں سکتے بس اعتراض ہی کرنا جانتے ہیں اور ان کے پاس ہے ہی کیا سوائے اعتراضات کے اور یہ سب چیزیں کسی کامل کی جوتیاں سیدھی کرنے ہی سے نصیب ہو سکتی ہیں نری کتابوں کے پڑھنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا جب تک کسی کی صحبت میں نہ رہا ہو۔

واقعہ شہادت مرزا جانجاناں مظہر

(ملفوظ ۳۷۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اعتراض کر دینا کون مشکل کام ہے لیکن ہمیشہ اہل باطل منہ ہی کی کھاتے رہے ایک مولوی صاحب سے ایک شیعی نے کہا کہ جتنے نئے فرقے مرزائی چکڑالوی وغیرہ نکلتے ہیں یہ سب سنیوں ہی میں سے نکلتے ہیں اور شیعوں میں سے کوئی فرقہ بھی نکلتے نہیں سنا مولوی صاحب نے کہا کہ جو آپ نے فرمایا بالکل صحیح ہے مگر اسکی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ یہ تو آپ تسلیم کریں گے کہ شیطان اپنا وقت بیکار تو کھوتا نہیں ہمیشہ گمراہ کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے شیعی نے کہا کہ ہاں یہ سچی بات ہے مولوی صاحب نے کہا کہ جب یہ تسلیم ہے تو اب سنئے کہ شیعوں کو تو انتہا مرکز گمراہی پر پہنچا کر بیفکر ہو گیا آگے کوئی درجہ گمراہی کا رہا ہی نہیں اور سنیوں کو حق پر سمجھتا ہے اس لئے ہمارے ہی پیچھے پڑا رہتا ہے اس شیعی سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ ان مولوی صاحب کو شیعوں سے بے حد نفرت ہے اسقدر کہ بعض جگہ غلو کی صورت بھی ہو جاتی ہے ایک روز کہنے لگے کہ امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ دنیا کے واسطے لڑے تھے میں نے کہا کہ یہ غلط ہے وہ حضرات دنیا کے طالب ہرگز نہ تھے بہت سے بہت یوں کہہ سکتے ہو کہ سلطنت کے لئے لڑے تھے مگر اس سلطنت کی طلب کیوں کی محض ابتغاء شریعت اور حفاظت دین کے لئے کیونکہ ہر سلطنت تو دنیا نہیں

"ایت الذین ان مکنا ھم فی الارض اقامو الصلواۃ" الخ

اس کی واضح دلیل ہے اسی سلسلہ سلطنت شہادت میں فرمایا کہ اودھ کی سلطنت کی تباہی اسی روز شروع ہوئی جس روز مولوی امیر علی صاحب شہید ہوئے ہیں ان کے مقابلہ میں اودھ کی سلطنت کا لشکر بھی تھا سنا ہے کہ جس روز ان کی شہادت ہوئی کسی نے بطور تفاول

ہے کے دیوان حافظ دیکھا یہ شعر نکلا۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　　چندان امان نداد کہ شب را سحر کند

(تو نے دیکھا کہ پروانہ کے خون ناحق نے شمع کو اتنی مہلت بھی نہ دی کہ صبح ہی کرلیتی)
اس کے بعد جب پارلیمنٹ میں اودھ کی سلطنت کے انتزاع کا مشورہ طے ہوا ہے وہ عین وہی تاریخ شہادت کی تھی اللہ والوں سے جنگ کرنا حقیقت میں خدا سے جنگ کرنا ہے ان کو اکیلا نہیں سمجھنا چاہیئے انکے ساتھ بڑی زبردست قوت ہوتی ہے حضرت مرزا صاحب کو بھی شیعوں ہی نے شہید کیا ہے سنا ہے کہ جس روز مرزا صاحب شہید ہوئے ہیں اس روز صبح ہی سے یہ شعر بار بار آپکی زبان پر جاری ہوتا تھا۔

سر جدا کرد از تنم یارے کہ باما یار بود　　　قصہ کوتہ کرد ورنہ دردسر بسیار بود

(میرا سر تن سے اسی شوخ نے جدا کیا جو ہمارا یار اور ساتھی تھا۔ چلو قصہ مختصر کردیا ورنہ عشق کا دردسر تو بہت تھا)

مسلمانوں کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم

(ملفوظ ۲۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ عشق ہے دوسرے مذاہب کے پیشوا بھی اس کے معترف ہیں۔ ایک پادری نے لکھا ہے کہ جس قدر عشق مسلمانوں کو اپنے پیغمبر سے ہے کسی دوسرے مذہبی شخص کو اپنے مقتداؤں سے نہیں اور جس قدر اپنی مذہبی کتاب یعنی قرآن کا عشق اور احترام مسلمانوں کو ہے کسی عیسائی کو انجیل کا نہیں اور یہی ادب بڑی چیز ہے اور بے ادبی نہایت ہی بری چیز ہے بے ادب ہمیشہ محروم رہتا ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

ازخدا جوئیم توفیق ادب　　　بے ادب محروم گشت از فضل رب

(ہم اللہ تعالی سے ادب کی توفیق کی دعاء کرتے ہیں۔ کیونکہ بے ادب حق تعالی کی مہربانی سے محروم رہتا ہے)

بے ادبی اور گستاخی کے ثمرات

(ملفوظ ۲۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام خصوص خلفائے راشدین کے شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنا عنداللہ نہایت ہی مبغوض اور مردود فعل ہے

گستاخ اور بے ادب کبھی مقصود تک راہ نہیں پا سکتا کبھی صورت تک مسخ ہو جاتی ہے بعض گستاخ فرقے اس باب میں بہت دلیر اور جری ہیں ہندوؤں کے چہرہ میں بھی وہ ظلمت اور بے رونقی نہیں جو ان گستاخوں کے چہرہ پر ہوتی ہے جس کا راز یہ ہے کہ کفر ایک باطنی لعنت ہے اس کا اثر باطن پر زیادہ ہوتا ہے اور گستاخی ایک ظاہری بیہودگی ہے اس کا اثر ظاہر پر زیادہ ہوتا ہے اور یہ سب بے ادبی اور گستاخیوں کے ثمرات ہیں اور ان گستاخوں میں سے بعض کے چہروں اور پیشانیوں پر گو سجدوں کے نشان نمایاں ہوتے ہیں مگر ساتھ ہی کھرا پن بھی ہوتا ہے جس کو دیکھ کر وحشت ہوتی ہے ملاحت نہیں ہوتی۔

حضرات چشتیہ کو کم فہموں نے بدنام کیا ہے

(ملفوظ ۲۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات چشتیہ کو کم فہموں نے زیادہ بدنام کیا ہے کہ ان کے بہت سے افعال خلاف سنت ہیں بات یہ ہے کہ یہ حضرات عشاق ہیں غلبہ حال میں کسی ایسی بات کا صدور ہو جاتا تھا جو بظاہر سنت کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور حقیقت اس کی دوسری ہوتی تھی اسی غلبہ حال کے باب میں فرماتے ہیں۔

گفتگو ئے عاشقاں در کار رب   جوشش عشق ست نے ترک ادب

(حق تعالیٰ کے بارہ میں عاشقوں کی گفتگو جوش عشق کی وجہ سے ہوتی ہے۔ نہ کہ بے ادبی کی وجہ سے)

اس لئے یہ حضرات معذور تھے ایک چشتی بزرگ سے کسی شخص نے عرض کیا کہ حضرت سماع آپ کے لئے تو جائز ہے فرمایا کہ جو چیز شریعت میں حرام ہے وہ سب کے لئے حرام ہے احترام شریعت کی یہ حالت تھی کہ ایک روز حضرت نظام الدین اولیا نے فرمایا کہ اس وقت ہم کچھ سنیں گے مگر اتفاق سے کوئی سنانیوالا نہیں ملا فرمایا مولانا حمید الدین صاحب کے مکتوب نکالو وہ نکالے گئے فرمایا یہی پڑھ کر سناؤ سنایا گیا اس مکتوب کے شروع میں تھا از خاک پائے درویشاں گرد راہ بستان بس یہ سن کر وجد ہو گیا تین دن وجد رہا نماز کے وقت ہوش ہو جاتا تھا اور پھر وہی کیفیت ہو جاتی تھی کوئی ایسا شورش کا مضمون بھی نہ تھا صرف تواضع انکسار و شکستگی کا مضمون تھا اس پر بھی ان حضرات کو لوگ بدنام کرتے ہیں میں جس وقت مکہ معظمہ سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت سے آیا ہوں تو ایک ایسی حالت طاری تھی کہ اس میں اکثر یہ شعر میرا وظیفہ تھا۔

اے بادشہ خوباں داداز غم تنہائی ۔۔۔ دل بے بجاں آمد وقت ست کہ باز آئی

اے درد توام درماں بر بستر ناکامی ۔۔۔ وے یاد توام مونس در گوشہ تنہائی

(اے شہنشاہ! محبوبان اس تجر کی حالت سے رہائی دیجئے۔ بغیر آپ کے دل بے جان ہوا جاتا ہے۔ وقت ہے کہ آپ تشریف لے آویں اے وہ ذات! کہ آپ کا درد بھی بستر ناکامی پرورماں کا کام دے رہا ہے اور اس حالت تجر میں آپ کی یاد ہی میری مونس ہے)
یہ پڑھتا تھا اور مزے لیتا تھا بدون اس کے چین نہ تھا اور ہم تو ہیں کیا مگر اس اکابر پر حال بھی قوی ہوتا ہے جس میں معذوری ہوتی ہے اور معذور پر ملامت نہیں۔

سچے صوفی کی عجیب مثال

(ملفوظ ۲۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ان دکاندار جہلا صوفیوں نے اللہ کی مخلوق کو گمراہ کر دیا ان کی اور سچے صوفی کی ایسی مثال ہے گو فحش مثال ہے مگر ہے منطبق جیسے ایک بازاری عورت اور ایک گھر ستن سو وہ بازاری عورت کتنا سامان کرتی ہے لوگوں کو پھنسانے کا اور قسم قسم کے روپ بدلتی ہے۔ ناز و انداز دکھلاتی ہے پوڈر ملتی ہے اور شب و روز اسی فکر میں رہتی ہے کہ اس کو لاؤ اسکو لاؤ بخلاف گھر ستن کے کہ ایک ہی پر اکتفا کئے بیٹھی رہتی ہے جس میں ایک استغناء و ناز کی شان ہوتی ہے اسی کو فرماتے ہیں

زیر بار ند درختاں کہ ثمر ہا دارند ۔۔۔ اے خوشا سرو کے از بند غم آزاد آمد

دل فریباں نباتی ہمہ زیور بستند ۔۔۔ دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

سائل کی رعایت

(ملفوظ ۲۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں الحمد للہ ہمیشہ مسائل کی رعایت کرتا ہوں سائل کی رعایت نہیں کرتا اس ہی وجہ سے مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے اس وقت چاہتے یہ ہیں کہ احکام ہمارے تابع ہوں کس قدر ظلم ہے بس میں ایسوں کے دماغ درست کرتا ہوں اس لئے بدنام ہوں۔

قبر فی البناء کی ممانعت نہیں

(ملفوظ ۲۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ استفتاء آیا تھا اس میں سوال تھا کہ حضور کے

روضہ مبارک کو شہید کرنا واجب ہے یا باقی رکھنا چاہیئے میں سخت پریشان ہوا ضابطہ کا جواب تو یہ ہی تھا کہ متابر متابر سب ایک مگر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور دل میں ایک فرق ڈال دیا اس فرق کی بناء پر میں نے جواب لکھا کہ نصوص میں ممانعت بناء علی القبر (پہلے قبر بنا کر اس پر تعمیر بنانا) کی ہے قبر فی البناء (تعمیر کے اندر قبر بنانا) کی ممانعت نہیں اور روضہ مبارک مفہوم ثانی کا مصداق ہے نہ کہ مفہوم اول کا پھر حضرات صحابہ و تابعین نے اس کو بلا نکیر باقی و محفوظ رکھا لہذا اس کا انہدام واجب کیا جائز بھی نہیں خلاصہ یہ کہ وہ بناء حضور ﷺ کی قبر شریف کی وجہ سے نہیں بنائی گئی بلکہ خود حضور ﷺ کو بناء سابق میں دفن کیا گیا پھر صحابہؓ و تابعین و اتباع تابعین نے برابر اس کی حفاظت کی جب یہ مضمون "النور" میں شائع ہوا اور بمبئی میں حکیم محمد سعید صاحب کے پاس گیا ان کے پاس ایک بدعتی مولوی نے دیکھا اس کو وجد ہو گیا اور کہنے لگا کہ واقعی جواب یہ ہے کہ مجھ کو اس پر ناز نہیں میری حقیقت ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں۔

عبث اور فضول تحریر سے نفرت

(ملفوظ ۲۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو عبث اور فضول سے ہمیشہ نفرت ہے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ خطوط میں اشعار لکھا کرتے ہیں میں تو اپنے احباب کو خطوط میں اشعار لکھنے کو منع کر دیتا ہوں کہ اکثر فضول ہوتے ہیں یا اگر مضمون بھی فضول نہ ہوا تب بھی جتدی ان کو فضول موقع پر لکھتا ہے آج بھی ایک خط ایسا ہی آیا ہے میں نے لکھ دیا کہ چونکہ آپ کے پرچہ میں بہت ہی تکلف کی تحریر ہے اس لئے آئندہ ایسا تکلف نہ کیا جائے ایسی باتیں عرفاً بڑی جگہوں میں کھپتی ہیں۔ میں تو ایک معمولی طالب علم ہوں جسکی سیدھی سادھی زندگی ہے اور ایسی ہی باتیں پسند بھی ہیں۔

تاخیر بیعت میں مصلحت

(ملفوظ ۲۸۱) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ میری اس نازک حالت پر رحم فرماویں میری مدد فرماویں ان کو بیعت پر بہت اصرار ہے مطلب اس لکھنے سے یہ ہے کہ اس عنوان سے رحم آجائے اور مجھ کو بیعت کر لیں میں نے لکھ دیا ہے کہ دیر جو کر رہا ہوں مدد

ہی تو کر رہا ہوں کہ جبل سے نکال رہا ہوں۔

نواز جنگ سے ملاقات کی تفصیل

(ملفوظ ۲۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کے لئے یہ بات بہت ہی ناپسند ہے کہ وہ امراء سے خلط کریں اس لئے کہ غربا کو جو کسی مصلح سے نفع ہو جاتا ہے امراء سے ملکر وہ بھی گیا ہو جاتا ہے قلوب پر مصلح کا وہ اثر نہیں رہتا۔ مجھ کو حیدر آباد دکن میں ایک دوست نے مدعو کیا تھا تقریباً چودہ روز قیام رہا جس وقت یہاں سے حیدر آباد دکن کے لئے سفر کا ارادہ کیا تو ایک خاص ضرورت سے اس وقت دیو بند بھی جانا ہوا تو بعض احباب خاص اہل علم نے مشورہ دیا کہ نواب صاحب سے ملاقات ضروری ہے میں نے کسی کو کوئی جواب نہیں دیا دل میں جو بات تھی اس کو ظاہر نہیں کیا غرض وہاں پر پہنچ کر غالباً پانچ سات ہی روز گذرے تھے کہ فلاں نواز جنگ صاحب کا ایک پرچہ آیا جس میں لکھا تھا کہ ایک عرصہ سے مجھ کو زیارت کا اشتیاق تھا مگر بد قسمتی سے تھانہ بھون کی حاضری نصیب نہ ہوئی خوش قسمتی ہم لوگوں کی کہ حضرت کا ورود اس شہر میں ہو گیا۔ میں برائے زیارت حاضر ہونا چاہتا ہوں اور مجھ کو فلاں فلاں وقت اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملتی ہے مطلب یہ ہے کہ اسکی رعایت سے مجھ کو وقت ملاقات کا بتلایا جائے۔ میں ان صاحب سے واقف نہ تھا اس وقت مجلس میں بہت سے جنگ اور دولہ جمع تھے۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ یہ کون صاحب ہیں ان میں سے ایک صاحب نے کہ وہ بھی ایک بہت بڑے عہدے پر ممتاز تھے بتلایا کہ یہ نواب صاحب کی ناک کے بال ہیں ارکان سلطنت میں سے ہیں میں نے اس پرچہ کے جواب میں لکھا کہ آپکے پرچہ کے مضمون کو پڑھکر بجد مسرت ہوئی اس لئے کہ آپ کے دل میں دین اور اہل دین کی عظمت اور محبت ہے مگر نیچے کی سطر پڑھکر افسوس کی بھی کوئی حد باقی نہیں رہی اس لئے کہ اس میں فہم سے کام نہیں لیا گیا جس سے ملنے کو زیارت کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا اسکو تو اپنے اوقات فرصت بتلا کر پابند کیا گیا اور خود آزاد رہے۔ یہ کون سی تہذیب اور فہم کی بات ہے۔ جو شخص پرچہ لیکر آیا تھا واپس ہو گیا کوئی دس منٹ کے بعد جواب لیکر آیا اس میں لکھا تھا کو فی الحقیقت غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ بات میری بد فہمی کی ہے معافی کا خواستگار ہوں حضرت والا]

اپنی ملاقات کے اوقات تحریر فرمادیں میں نے لکھا کہ اب بھی پورے فہم سے کام نہیں
لیا گیا مردہ بدست زندہ کی طرح مہمان میزبان کے ہاتھ میں ہوتا ہے اس لئے سفر میں
اوقات کا ضبط ہونا غیر اختیاری ہے آپ ساتھ ہیں جس وقت مجھ کو فارغ دیکھیں ملاقات کر
لیں اس میرے جواب پر جواب آیا کہ بد فہمی پر بد فہمی ہوتی چلی جارہی ہے میں اب نہ تو
اپنے اوقات کو ظاہر کرتا ہوں اور نہ حضرت سے معلوم کرتا ہوں جس وقت فرصت ہو گئی
حاضر خدمت ہو کر زیارت سے مشرف ہو جاؤں گا اگر آپ کو فرصت نہ ہوئی لوٹ آؤں گا
میں نے اس کا جواب لکھا کہ اب پورے فہم سے کام لیا گیا جس سے اسقدر مسرت ہوئی کہ
پہلے تو آپ کا میری زیارت کو جی چاہ رہا تھا اب میرا آپ کی زیارت کو جی چاہنے لگا اگر
آپ کو فرصت ہو آپ تشریف لے آئیں ورنہ مجھ کو اجازت فرمائیے میں خود حاضر ہو
جاؤں یہ جواب لکھ کر میں نے اہل مجلس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ میرا طرز اس لئے تھا
کہ یہ دنیا کے لوگ جس قدر بڑے ہیں اہل دین کو بیوقوف سمجھتے ہیں انکو یہ دکھلانا تھا کہ
اہل علم اور اہل دین کی یہ شان ہے تو پہلے تو تذلل سے بچنا مقصود تھا مگر جب وہ اپنی کوتاہی
تسلیم کر چکے تو اب کھچنا تکبر تھا اللہ کا شکر ہے کہ دونوں سے محفوظ رکھا کوئی پندرہ ہی
منٹ غالباً گزرے تھے کہ خود وہی صاحب آگئے اہل مجلس میں سے بعض لوگوں نے دور
سے دیکھ کر کہا کہ فلاں صاحب آرہے ہیں میں اس وقت ڈاک لکھ رہا تھا برابر لکھتا رہا۔
جس وقت انہوں نے مجلس پر پہنچ کر کہا اسلام علیکم تب میں نے السلام کا جواب دیا اور
کھڑے ہو کر مصافحہ کیا بیچارے بہت ہی مہذب تھے دوزانو ہو کر سامنے بیٹھ گئے میں نے
اپنی برابر جگہ دیکر کہا بھی کہ اس طرف آجایئے اس پر کہا کہ مجھ کو یہیں پر آرام ملیگا کچھ
دیر تک میرے سوال پر نواب صاحب کی بیدار مغزی اور انتظام سلطنت کے واقعات
بیان کرتے رہے اس کے بعد کہا کہ اگر نواب صاحب سے ملاقات ہو جاتی تو بہت
مناسب ہے میں نے سوال کیا کہ یہ آپکی خواہش ہے یا نواب صاحب کی اس میرے
سوال پر کچھ سکوت کے بعد کہا کہ میری ہی خواہش ہے میں نے سوال کیا کہ جس وقت
آپ نے ملاقات کے مناسب نامناسب ہونے پر غور فرمایا ہو گا اس پر بھی ضرور غور
فرمایا ہو گا کہ ملاقات سے نفع کس کا ہے کہا کہ نواب صاحب کا میں نے کہا کہ نفع تو
نواب صاحب کا اور ملاقات کی ترغیب مجھ کو دی جارہی ہے طالب کو مطلوب اور مطلوب

کو طالب بنایا جا رہا ہے میں اگر ملاقات کو گیا تو میں طالب اور وہ مطلوب ہوں گے اس پر کوئی جواب نہیں دیا میں نے کہا کہ اب میں خود اسکے متعلق عرض کرتا ہوں اور وہ یہ کہ اس صورت میں کہ میں ملاقات کو جاؤں مضرت ہی مضرت ہے نفع کچھ نہیں یہ تو میں پہلے ہی عرض کر چکا کہ میں اگر ملاقات کو گیا تو وہ مطلوب اور میں طالب ہونگا تو اس صورت میں انکو تو مجھ سے کوئی نفع نہ ہوگا ہاں ان سے مجھ کو کچھ نفع ہو سکتا ہے اس لئے کہ جو چیز انکے پاس ہے وہ مجھ کو ملیگی یعنی دنیا اور جو میرے پاس ہے وہ ان کو نہ ملیگا یعنی دین لیکن ان کے پاس جو چیز ہے وہ بقدر ضرورت الحمدللہ میرے پاس بھی ہے اور جو چیز میرے پاس ہے وہ بقدر ضرورت بھی انکے پاس نہیں تو ان کو چاہیئے کہ وہ مجھ سے ملاقات کریں مجھے ضرورت ان سے ملاقات کی نہیں اور اگر میں گیا بھی اور جو ان کے پاس ہے وہ مجھ کو مل بھی گئی تو اس صورت میں ایک خاص ضرر بھی ہے وہ یہ کہ اگر قبول کرتا ہوں تو اپنے مسلک کیخلاف اگر نہیں قبول کرتا آداب شاہی کے خلاف کیونکہ قبول نہ کرنے میں انکی سبکی اور اہانت ہوگی اور جو کہ اسوقت میں انکے حدود میں ہوں وہ اسکی پاداش میں جو چاہیں میرے لئے تجویز کر سکتے ہیں تو نواب صاحب کا کوئی نفع نہ ہوگا اور میرا نقصان ہوگا ایک یہ کہ امراء کی ملاقات کے لئے عرفاً شرط ہے کہ وہ معزز لباس کیساتھ ملاقات کے لئے جاوے جیسے چوغہ پگڑ وغیرہ سو ایسا لباس نہ میرے بزرگوں نے کبھی اختیار کیا اور نہ میں خود استعمال کرتا ہوں اور نہ اسکو پسند کرتا ہوں تو میں کیوں اپنی اچھی خاصی جان کو مصیبت میں پھنساؤں ایک یہ کہ میں اگر ملاقات کو گیا تو مجھ کو انکے قواعد کی پابندی کرنا ہو گی اور اگر وہ میرے پاس آئے تو انکو میرے قواعد کی پابندی کرنا ہو گی سو انکو تو یوں ضرورت نہیں کہ وہ سلطان ہیں اور مجھ کو یوں ضرورت نہیں نہ میں ملا ہوں وہ بھی آزاد میں بھی آزاد میں اپنی آزاد جان کو وہاں جا کر کیوں مصیبت میں پھنساؤں کسی نے خوب کہا ہے

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کم خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

نیز یہ امر بھی شان سلاطین کے خلاف ہے کہ وہ اپنی رعایا سے کے مدعو کئے ہوئے شخص سے ملاقات کریں اس میں کم فہم لوگ انکو تنگ دلی کی طرف منسوب کرینگے کہ فلاں شخص

نے مدعو کیا تھا نواب صاحب نے بھی ملاقات کرلی اس میں ان کی اہانت ہے کہ کیا خود نہیں مدعو کر سکتے تھے تو اس کو جی گوارا نہیں کرتا خلاصہ یہ کہ خیر اسی میں ہے کہ نہ میں انکے پاس ملاقات کو جاؤں اور نہ وہ میرے پاس اس نیت سے آئیں اگر انکا جی چاہے تو تھانہ بھون سے مجھ کو بلالیں میں خاص شرائط طے کر کے آجاؤں گا کچھ عذر نہ ہوگا یہ سنکر نواز جنگ صاحب کی آنکھیں کھل گئیں اور یہ کہا کہ ان چیزوں پر تو ہم لوگوں کی نظر بھی نہیں پہنچ سکی عرض کہ امراء سے علماء کا خلط کرنا اس میں امراء کا تو کوئی نفع نہیں اور اہل علم کو اور غربا کو دین کا نقصان ہوتا ہے اس لئے علماء کے لئے میں اسکو نا پسند کرتا ہوں۔

قیام فی المیلاد اور فاتحہ کا فرق

(ملفوظ ۲۸۳) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں فاتحہ کا نہ قائل ہوں نہ عامل ہوں ہاں قیام فی المیلاد کا قائل ہوں مگر مجتنب رہتا ہوں میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ قیام فی المیلاد میں اور فاتحہ میں فرق کیا ہے اس پر فرمایا کہ میں نے اپنی طرف سے کوئی شرح نہیں کی۔ جب فرق نکالنے بیٹھیں گے یا تو فاتحہ کے قائل ہوجائیں گے اور نہیں تو قیام فی المیلاد کو بھی چھوڑ دیں گے۔ دیکھئے اس پر کیا جواب آتا ہے میں بچوں کی طرح سے تعلیم کرتا ہوں یعنی جیسے وہ سبق میں خود حرف نکالتے ہیں استاد خود نہیں بتلاتے میں بھی نہیں بتلاتا ان ہی سے نکلواتا ہوں محض اس لئے کہ آئندہ کے لئے استعداد قوی ہو طبیعت کو فکر اور غور کی عادت ہو بس اس ہی لئے مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کہ خشک ہے اور مجھ کو اس کی شکایت ہے کہ تم اس قدر تر ہو کر تری میں ڈوب ہی مر رہے ہو۔

غیر اختیاری کے پیچھے پڑنے سے باطنی ضرر

(ملفوظ ۲۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ غیر ضروری یا غیر اختیاری باتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایسا کوئی عمل بتلادیا جائے کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے یہ امر غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری کے پیچھے پڑنے سے اندیشہ باطنی ضرر کا ہے اور وہ ضرر یہ ہے کہ ایسی چیزیں موجب تشویش قلب ہوجاتی ہیں اور تشویش اس طریق میں سخت مخل مقصود ہے دوسرے

اگر زیارت بھی ہو جائے تو بیداری میں تو ہو گی نہیں خواب میں ہو گی اور خواب میں ہونے سے نفع مقصود کیا ہوا کیونکہ اس سے کوئی اصلاح تو ہو نہیں سکتی جو کہ اصل مقصود ہے یوں مطلق زیارت حضور کی بلاشبہ برکت کی چیز ہے مگر اس زیارت سے جبکہ اصلاح نہ ہو مقصود نفع کیا ہوا۔ آخر کیا کفار عرب کو حضور کی زیارت نہیں ہوئی مگر نفع کیا ہوا۔ بعض لوگوں پر محبت کا غلبہ ہوتا ہے اور اس اشتیاق کا داعی وہی محبت ہے مگر نری محبت سے بھی کیا ہوتا ہے جب تک کہ اطاعت نہ ہو دیکھئے ابو طالب کو حضور سے کس درجہ محبت تھی اور حضور کو بھی ان سے تھی مگر ایمان نہ لائے باوجود حضور کی کوشش کے بھی وقت انتقال کلمہ نہ پڑھا پھر کیا نتیجہ ہوا وجہ یہ ہے کہ وہ محبت محض طبعی تھی جو کام نہ آئی اصل کار آمد چیز محبت عقلی ہے۔ جو معین اتباع ہوتی ہے مگر آجکل ان حدود کی لوگوں میں رعایت ہی نہیں رہی۔

غیر انبیاء علیہم السلام سے نہ طبعی محبت فرض نہ عقلی محبت فرض

(ملفوظ ۲۸۵) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ابہام (صاف بات نہ کرنا) بےحد ناگوار ہوتا ہے اس سے بےحد تکلیف ہوتی ہے بہت ہی اذیت کی چیز ہے بڑا بار ہوتا ہے قلب مشوش ہوتا ہے اس سے دوسرے کو بہت تکلیف ہوتی ہے مگر اسوقت عام عادت ہو گئی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ لوگ قصد کرتے ہیں ایذا کا قصد تو ایذا کا نہیں کرتے مگر وہ کام کرتے ہیں جو سبب ہوتا ہے ایذا کا اور وہ کام قصد سے ہوتا ہے اس ابہام کا موجب ایذا ہونا اگر آپکو معلوم نہیں تو نہایت بے حسی ہے اور اگر معلوم ہے تو آپ نے اس کو اختیار کیوں کیا اس کا سبب محض بے پروائی اور بیفکری ہے اگر نہ محبت ہو نہ عقیدت ہو نہ خوف ہو یہ اسباب ہو سکتے ہیں بے پروائی کے اگر ان میں سے ایک بھی ہو تو کبھی بے پروائی نہیں ہو سکتی میں کمبخت کیا چیز ہوں کہ میں اس کا انتظار کروں کہ مجھ سے محبت ہو خود حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی طبعی محبت کرنا فرض نہیں اور غیر انبیاء سے تو نہ عقلی محبت فرض نہ طبعی محبت فرض اس صورت میں ایسی چیز کا دوسروں سے کیسے طالب ہو سکتا ہوں کہ مجھ سے محبت کرو چاہتا صرف یہ ہوں کہ اذیت نہ پہنچائیں اور جو شخص خود خشکی کا برتاؤ کرتا ہو جیسا میں اس پر احتمال کرنا کہ وہ دوسروں کی محبت کا منتظر ہو

گا کیا یہ اسکی ناگواری کا سبب نہ ہوگا اور اس سے اس کو اذیت نہ ہوگی میرے اس طرز آزادی کو دیکھ کر فلاں نظامی نے تو چھاپ دیا کہ یہ جو طرز اختیار کر رکھا ہے اس سے طریق کی اشاعت نہیں ہو سکتی میں نے سنکر کہا کہ تمہارے یہاں یہ بات ہوگی کہ یہ طرز مانع اشاعت طریق ہے ہمارے یہاں تو یہی تدبیر اشاعت طریق کی ہے کیا میں اس طرز کو چھوڑ کر طریق کو ذلیل کردوں طریق کو طالب اور مخلوق کو مطلوب بناؤں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا مجھ کو غیرت آتی ہے اور یہ سب امور میرے فطری ہیں۔ میں بھی نہیں ان کے خلاف پر قادر نہیں ہوں لوگ چاہتے یہ ہیں کہ تابع بنکر خدمت کرے تو کیا میں انکا نوکر ہوں غلام ہوں خدمت سے انکار نہیں آدھی رات بھی خدمت کو تیار ہوں خادم ہوں مجھ سے خدمت مگر طریق سے کسی کا غلام نہیں ہوں جو مجھ پر حکومت کرے مجھ کو تابع بنا کر خدمت لینا چاہتے ہو اور میں واقع میں گو حقیر سہی ذلیل سہی گنہگار سہی سب ہی کچھ سہی مگر دوسروں کو اور خصوص ان کو جو محبت کا دعویٰ کر کے آتے ہیں عقیدت لیکر آتے ہیں انکو کیا ہے کہ وہ میرے ساتھ ایسا برتاؤ کریں ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کی میری پیدائش ہے تو اس حساب سے ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ کو اکہتر سال کی عمر ہو جائیگی تو آخر اتنی عمر کے تجربات بھی تو کوئی چیز ہیں میں انکو کس طرح چھوڑ دوں اور دوسروں کے کہنے پر چلنے لگوں اگر کسی کو میرا یہ طرز ناپسند ہے تو میرے پاس مت آؤ جہاں چاپلوسی ہو اور خاطر تواضع ہو وہاں جاؤ ایسے بھی دنیا میں بہت ملیں گے میں کسی کیوجہ سے اپنے طرز کو مسلک کو نہیں چھوڑ سکتا کج طبع لوگوں کی اصلاح بدوں اس طرز کے ہو نہیں سکتی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس مرید کا پیر ٹرانہ ہو اسکی اصلاح نہیں ہو سکتی آخر میں حضرت مولانا دیو بندی کو جو کہ مجسم اخلاق تھے یہ رائے ہو گئی تھی کہ ایسے متکبروں کو تھانہ بھون بھیجا جاوے وہیں انکا دماغ درست ہو سکتا ہے یہ تو زندوں کی رائیں ہیں۔ اب اہل برزخ کی رائے سنو مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت ہیں ایک مرتبہ انہوں نے حضرت حاجی صاحب کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے اور وہ اصلاح اپنے ماموں سے کرالو۔ زندوں کی مردوں کی سب کی یہی رائے ہے کہ آجکل اصلاح بدون اس طرز کے نہیں ہو سکتی آدمی ولی بن سکتا ہے۔ بزرگ بن

سکتا ہے قطب بن سکتا ہے غوث ابدال سب کچھ بن سکتا ہے لیکن آدمیت انسانیت اور چیز ہے اور وہ بدون کسی کی جوتیاں سیدھی کئے ہوئے بلکہ جوتیاں کھائے ہوئے پیدا نہیں ہو سکتی اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے مصلح کے سامنے جا کر سب اپنا کچا چٹھا کھول کر رکھ دے پھر انکی تعلیم پر عمل کرے اس وقت منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو　　　پیش مرد کاملے پامال شو

(قال کو چھوڑ، حال پیدا کر، اور کسی مرد کامل کے آگے پامال ہو جا)

پھر ان کی تعلیم پر جو عمل کیا جاویگا اس میں ہر ناگوار کو گوارا کرنا پڑیگا یعنی اگر اپنے دعویٰ میں صادق ہے اور اس راہ میں قدم رکھا ہے تو سب سے پہلے اسکی ضرورت ہے کہ ہر چیز کے لئے تیار ہو جاوے اسکو عارف شیرازی فرمائیں۔

یا مکن با پیلبانان دوستی　　　یا بنا کن خانہ برانداز پیل

یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی　　　یا فرو شو جامہ تقوے بہ نیل

(یا تو ہاتھی والے سے دوستی مت کر دیا گھر ایسا بناؤ جس میں ہاتھی آسکے۔ یا تو عاشقی کا دعویٰ مت کر یا پھر تقویٰ اور وقار وغیرہ کو چھوڑ دے)

پھر اس پر انشاء اللہ تعالیٰ فضل مرتب ہے جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں

"والذین جاهدو وافینا لنهد ینهم سبلنا" جاهدوا

کا حاصل یہ چیزیں ہی غور فکر دعا والتجا وسعی خدا کے سامنے الحاح وزاری تواضع وانکسار عجز وخاکساری تکبر اور نخوت کو دماغ سے نکال کر پھینک دینا اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ مقصود میں کچھ دیر نہ ہوگی اگر یہ طریقہ اعتقاد سے اختیار نہیں کرتے تو ذرا بطور امتحان ہی کر کے دیکھے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ　　　جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود　　　ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

ہر کجا دردے دوا آنجا رود　　　ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

بہت مدت سے دوسری طرف لگے ہوئے تھے اب ذرا اس طرف متوجہ ہو کر تو دیکھو کیا ملتا ہے مولانا اسی کو فرماتے ہیں اور خوب فرماتے ہیں سبحان اللہ

سالہا تو سنگ بودی دل خراش　　　آزموں را یک زمانے خاک باش

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ　　　خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ

(عقل اور سمجھ کو تیز کر لینا راہ سلوک نہیں ہے حق تعالیٰ کا فضل اسی کی دستگیری کرتا ہے جو شکستگی اختیار کرتا ہے۔ پانی ڈھال ہی کی طرف جاتا ہے جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ہر پل کی وہیں ضرورت ہوتی ہے جہاں درد ہوتا ہے دوا کی وہیں ضرورت ہوتی ہے جہاں بیماری ہوتی ہے شفاء وہیں جاتی ہے۔ ۱) (برسوں تک سخت پتھر کی طرح رہا۔ آزمائش کے لئے کچھ دن خاک ہو کر دیکھ موسم بہار میں پتھر سرسبز نہیں ہوتا خاک ہو جا تو پھر رنگ برنگ کے تجھ میں پھول کھلیں گے۔ ۲)

لباس درویشی میں ہزاروں راہزن

(ملفوظ ۲۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل درویشی کے لباس میں ہزاروں راہزن اور ڈاکو مخلوق کے دین پر ڈاکہ مارتے پھرتے ہیں قسم قسم کے شعبدے اور طلسم دکھا دکھا کر پھنساتے پھرتے ہیں ادھر لوگوں میں بھی عقل اور فہم کا اسقدر قحط ہو گیا ہے کہ ایسے ڈاکوؤں کو درویش اور بزرگ سمجھ کر انکے ہاتھوں پر اپنے ایمان اور دین کو خراب و برباد کرتے ہیں بھوپال میں ایک ایسے ہی درویش پہنچے۔ بڑے بڑے دنیاداروں کو اپنے تصرف سے جذب کرتے پھرتے تھے۔ اس زمانہ میں وہاں پر حافظ ضامن صاحب کے صاحبزادے حافظ محمد یوسف صاحب تحصیلدار بھی تھے ان کے پاس بھی وہ درویش پہنچے اور جا کر ایک کونے میں کھڑے ہو کر توجہ سے تصرف شروع کیا حافظ صاحب کو اسکا احساس ہو گیا اور اس کی طرف متوجہ ہو کر یہ شعر پڑھا

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں　　　کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہو

شعر پڑھنا تھا کہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا بیہوش ہو گیا ہوش آنے پر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور یہ کہا کہ میں بھی حضور کا شغال رنگین (رنگا گیدڑ) ہوں رحم فرمائیے معاف فرمائیے حافظ صاحب نے کہا کہ جاؤ کیوں مخلوق کو گمراہ کرتے پھرتے ہو ان باتوں کو چھوڑو اتباع سنت اختیار کرو پھر فرمایا کہ ایسے تصرفات مشق سے حاصل ہو سکتے ہیں اس کا بزرگی سے کیا تعلق یہ مسمریزم والے بھی کر لیتے ہیں اصل چیز احکام کا اتباع ہے بلکہ بعض اوقات یہ چیزیں منزل مقصود سے بعید کر دیتی ہیں اگر مضر مقصود بھی نہ ہوں مگر مقصود تو کسی

حال میں نہیں درجہ مقصودیت میں نہ کشف کوئی چیز ہے اور نہ کرامت نہ تصرف نہ کیفیت ان میں سے اگر کوئی چیز بھی نہ ہو مگر اتباع سنت ہو بس مقصود حاصل ہے۔

مشغول الی اللہ کو فضول چیزوں کی فرصت کہاں

(ملفوظ ۲۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مشغول الی اللہ کو فضول چیزوں کی فرصت کہاں ایک مردار عورت پر کوئی عاشق ہو جائے اس میں سب کچھ بھول جاتا ہے مگر یہ لوگ درویشی کا دعویٰ کرتے ہیں اور ہزاروں فضولیات میں ان کو ابتلا رہتا ہے کانپور میں ایک ایسے ہی درویش نے دو سال میں ایک خرقہ اس طرح بنایا کہ درزیوں سے رنگ برنگ کے ٹکڑے جمع کر کر کے انکو جوڑا اہتمام کی بھی کوئی حد ہے ایک صاحب کے سوال پر فرمایا کہ اہتمام اور چیز ہے قصد اور چیز ہے اور ان دونوں میں لوگ فرق نہیں کرتے یہ الگ الگ دو چیزیں ہیں۔ بزرگوں کی ریس کرتے ہیں کہ بزرگوں نے خرقہ پہنا ہے تو کیا انہوں نے ایسے تکلف سے بنایا بھی ہے چند الفاظ یاد کر رکھے ہیں اور انکو بزرگوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور حقیقت کی کچھ تحقیق نہیں کرتے۔

اصلاح اور تبلیغ کا ہر شخص اہل نہیں

(ملفوظ ۲۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح اور تبلیغ کا کام نہایت ہی سخت ہے ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوتا اس کام کو وہی کر سکتا ہے جس کو حق تعالیٰ نے اس کا اہل بنایا ہو۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا یہی راز ہے کہ اہل سے تبلیغ کا کام لیا اور وہ حضرات نہایت ہی عالی ظرف تھے ورنہ دوسرا تو ایک دن میں مایوس ہو کر اس کام سے بیٹھ جاتا مگر حضرات انبیاء علیہم السلام نے اپنی ساری عمریں اس میں صرف فرما دیں اور وہی عالی ہمتی رہی دوسرے کا کیا حوصلہ ہے اور آپ یہیں دیکھ لیجئے کہ لوگ ستاتے ہیں میرے اصول اور قواعد کیوجہ سے بعد خفا ہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں جب زیادہ گڑبڑ کرتے ہیں میں تنگ آ کر تعلق چھوڑ دیتا ہوں نباہ کی ہمت نہیں ہوتی حالانکہ تھوڑا سا غبار بھی نکال لیتا ہوں چنانچہ اگر ایسے شخص کا خط آتا ہے تو جواب میں کچھ لکھ پڑھ کر دل ٹھنڈا کر لیتا ہوں اگر سامنے ہوتا ہے ڈانٹ ڈپٹ کر لیتا ہوں شفاء غیظ کے بعد بھی بعض اوقات قلب پر ایسا اثر رہتا ہے کہ آئندہ اس سے خطاب کی ہمت نہیں ہوتی مگر حضرات انبیاء علیہم

السلام کے صبر کو دیکھئے کہ سب کچھ سنتے تھے اور سب کچھ سہتے تھے اور پھر اصلاح اور تبلیغ کرتے تھے کیا ٹھکانا ہے اس عالی ظرفی کا اس سے ان حضرات کی شان معلوم ہوتی ہے فی الحقیقت یہ کام ان ہی حضرات کا تھا ہم تو ایک دن کی تبلیغ میں مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام سب سے بڑی عمر والے نبی ہیں انہوں نے نو سو برس تبلیغ اور اصلاح کی اس میں صرف تقریباً اسی مسلمان ہوئے مگر ایک دن آپ کو مایوسی نہیں ہوئی اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں

نوح نہ صد سال دعوت می نمود　　دمبدم انکار قومش می فزود

ہیچ از دعوت عنان واپس کشید　　ہیچ اندر غار خاموشی خزید

(نوح علیہ السلام نے نو سو برس تبلیغ فرمائی اور ان کی قوم کا انکار برابر بڑھتا ہی رہا مگر انہوں نے کیا کبھی تبلیغ چھوڑی یا کبھی کسی غار وغیرہ میں خاموش ہو کر بیٹھے۔)

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کی عجیب شان

(ملفوظ ۲۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی قدس سرہ کی عجیب شان ہے آپکے گھر فاقہ کی نوبت رہتی تھی کبھی بیوی کہتیں کہ اب برداشت نہیں کچھ انتظام کیجئے فرماتے انتظام ہو رہا ہے دریافت کرتیں کہاں فرماتے جنت میں اس کہنے پر وہ راضی ہو جاتیں کیا ٹھکانا ہے اس قوت ایمان کا حضرت کی بیوی کے پاس ایک چاندی کا ہار تھا حضرت جب مکان میں تشریف لاتے تو فرماتے کہ مکان میں سے دنیا کی بو آتی ہے مطلب یہ تھا کہ ہمارے گھر میں مال دولت نہ ہونا چاہیئے ایک مرتبہ حضرت شیخ کے یہاں ایک بزرگ مہمان تشریف لائے ان سے بیوی صاحب نے شکایت کی کہ ایک ہار میرے پاس ہے میں نے اس خیال سے رکھا ہے کہ شاید رکن الدین صاحبزادہ کی شادی میں دو چار مہمان آجائیں تو انکو فاقہ کی تکلیف نہ ہو۔ مگر شیخ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور مجھ کو دق کرتے ہیں ان کو منع کر دیجئے۔ شیخ نے ان سے فرمایا کہ میاں تمہیں اپنی دنیا میں سے بو آتی ہے یا ساری دنیا کی مخلوق سے بو آتی ہے آج سے ان کے دق نہ کیجئے گا کیا آپ نے ساری دنیا کا ٹھیکہ لیا ہے اس کے بعد سے حضرت شیخ نے اس ہار کے متعلق بیوی سے کچھ نہیں فرمایا یہ حالت تھی بزرگوں کے احترام اور

اتباع کی آجکل یہ باتیں مفقود ہیں بلکہ قریب قریب معدوم کے ہیں۔

تارکان دنیا کی اولاد میں فطری اثر

(ملفوظ ۲۹۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تارکان دنیا کی اولاد کو اکثر اتنی دنیا دی گئی کہ وہ صاحب ثروت صاحب عزت صاحب جاہ صاحب مال ہوئے مگر فطری یا نسلی اثر جو اللہ نے انکو دیا ہے وہ ان میں پھر بھی باقی رہتا ہے اور وہ اثر اس قدر ہے کہ حضرت شیخ عبدالقدوس کی اولاد میں ایک صاحب اچھے رئیس تھے مگر کھانا کھاتے ہوئے ان کے کان میں ایک سپیرے کی بین کی آواز پڑ گئی کھانا چھوڑ کر اس کے قدموں میں جا پڑے تڑپنے لگے جو مناسبت فطری خلقی اللہ کی دی ہوئی ہوتی ہے اس کا اثر رہتا ہی ہے ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ فطری تواضع کی ساتھ خوش پوشاک بھی بہت تھے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کے مزاج میں تکلف ہے مگر واقع میں لطافت تھی اب مولانا کے فطری تواضع کا واقعہ سنئے ایک روز دیکھا گیا کہ مولانا نے بجائے کسی کپڑے وغیرہ کے بان کی رسی کا کمر بند ڈال رکھا ہے پوچھنے پر فرمایا کہ اس وقت جلدی تھی کون تلاش کرتا اصل مقصود اس سے بھی حاصل ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں بعد لطافت تھی ہر لطیف چیز پسند تھی مگر فطری تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ پیدل سفر کر کے گنگوہ پہنچے جماعت کھڑی ہو چکی تھی نماز شروع ہونیکو تھی کہ لوگوں نے دیکھ کر خوشی میں کہا کہ مولانا آ گئے مولانا آ گئے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مصلے پر پہنچ چکے تھے یہ سن کر نگاہ اٹھا کر مولانا کو دیکھا تو مصلے سے واپس ہو کر صف میں آ کر کھڑے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نماز پڑہانے کے لئے فرمایا مولانا سیدھے مصلے پر پہنچے چونکہ پیدل سفر کر کے تشریف لیگئے تھے پاجامہ کے پائنچے چڑھے ہوئے تھے اور پیر گرد آلود تھے مگر غایت سادگی سے اسی ہیئت میں مصلے کی طرف چلے جب حضرت مولانا گنگوہی کی محاذات (برابر) میں پہنچے تو مولانا نے صف میں سے آگے بڑھ کر اپنے رومال سے پہلے پیروں کی گرد صاف کر اور پھر پائنچے اتارے اور فرمایا اب نماز پڑھایئے اور خود واپس صف میں آ کر کھڑے ہوئے مولانا محمد یعقوب صاحب علیہ السلام نے نماز پڑھائی حالانکہ حضرت مولانا محمد

یعقوب حضرت گنگوہی کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جیسے استاد کا ادب کرتے ہیں اسکے بعد حضرت مولانا گنگوہی نے کسی سے فرمایا کہ مجھ کو اس سے بعد مسرت ہوئی کہ مولانا نے میری خدمت سے انکار نہیں فرمایا قبول فرمالی سچ تو یہ ہے کہ ایسے حضرات اور ایسی جماعت نظر سے نہیں گزری جنہوں نے عالم کی سیاحت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ عالم میں ایسی جماعت نہیں سو میں نے تو ان حضرات کو دیکھا ہے ان حضرات کی طرز معاشرت میری آنکھوں میں ہے اس لئے وہی باتیں پسند ہیں اور اس لئے آجکل کے جو یہ لوگ باتیں بناتے پھرتے ہیں میری نظر میں یہ ایک طفل مکتب کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نا سمجھ بچے ہیں کھیل کود کرتے پھرتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ اب تو اپنے بزرگوں سے نسبت ہونے کا نام ہی نام رہ گیا ہے کام انکا سا ایک بھی نہیں۔

سلف صالحین جاہ و عزت سے بھاگتے تھے

(ملفوظ ۲۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سلف میں تو اس جاہ اور عزت کے متعلق اس کی کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح اس سے جان بچے اور کہیں بھاگ جائیں مگر آجکل اسی کے طالب ہیں مگر کیا اس جاہ کے لئے اپنے ہاتھوں مصیبت میں پڑنا کوئی اجر ثواب ہے ایک مولوی صاحب سے ان تحریکات حاضرہ کی شرکت کے متعلق گفتگو ہوئی تو انہوں نے یہ حکمت بیان کی اگر ہندوستان کو کچھ حقوق مل گئے تو ہندو کہیں گے کہ تم نے کون سی قربانی کی تھی جو حقوق مانگتے ہو تو محض اس حکمت کیوجہ سے نا مشروع افعال کا بھی ارتکاب کیا گیا استغفر اللہ تعجب ہے کیا علم دین بھی فاسد خیال کے تابع ہو جاتا ہے اور حقیقت میں زیادہ تر عوام کی گمراہی کا موجب ان اہل علم ہی کی شرکت ان تحریکات میں ہوئی۔

فساق فجار کی ذہانت

(ملفوظ ۲۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض فساق فجار بھی ذہین ہوتے ہیں اپنے معائب اور معاصی کی بھی نہایت لطیف توجیہ کرتے ہیں جس سے دوسروں کو دھوکا ہو جاتا ہے ایک شخص پیران کلیر میں ایک عورت کو لے کر ایک مکان میں اپنا منہ کالا کر رہا تھا اتفاق سے اور بھی مسافر آگئے ان کو بھی ٹھہرنے کے لئے مکان کی ضرورت تھی اس

نے اس مکان کی اندر سے کنڈی لگا رکھی تھی ان لوگوں نے دستک دی تو آپ اندر سے کہتا ہے کہ کہ میاں یہاں جگہ کہاں یہاں خود ہی آدمی پر آدمی پڑا ہے دیکھئے کیسا سچا آدمی تھا جھوٹ نہیں بولا کیسی ذہانت کا جواب ہے ایک جگہ مجلس سماع ہورہی تھی گانے والی شیخ مجلس کی مریدنی تھی شیخ پر وجد طاری ہوا تو اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف الگ ایک مکان میں لے گئے اور اس سے اپنا منہ کالا کیا اور آکر مجمع میں اپنے اس خبیث فعل کی یہ توجیہ کی کہ "جب آگیا جوش پھر نہ رہا ہوش" دونوں جگہ چھوٹا سین بولا جاہل بھی پیٹ بھر کر ہی تھے اور مزاحاً فرمایا کہ پیٹ بھرنے ہی کی وجہ سے تو یہ مستیاں سوجھتی ہیں مگر اس پر بھی پیر پیر رہے مرید مرید رہے اور جب مرغے انڈے حلوے مانڈے اڑاتے ہیں اور شادی نہ کرنے کو ترک دینا سے تعبیر کرتے ہیں تو آخر یہ ذخیرہ کہاں نکلے ضرور ان بدمعاشیوں میں ابتلا ہوگا میں نے ایسوں ہی کے ڈھونگ کو مخلوق پر ظاہر کیا انکی مکاریاں اور چالاکیاں لوگوں پر کھولیں اس بناء پر مجھ سے خفا ہیں ناراض ہیں خیر ہوا کریں اب تو الحمد اللہ طریق اسقدر صاف اور واضح ہوچکا ہے کہ جاہلوں کو بھی بہکانا آسان نہیں بڑا حصہ بہکانے کا اس حیلہ سے تھا کہ طریقت الگ چیز ہے سو الحمد للہ عام لوگوں پر بھی ظاہر ہوگیا کہ طریق کوئی جداگانہ چیز نہیں ہے وہ عین شریعت ہے صرف اصطلاحاً ظاہری اعمال کا نام شریعت ہوگیا اور باطن کے اعمال کا نام طریقت یہ اصطلاح میں دو نام ہیں مگر حقیقت میں ایک ہی چیز ہے لیکن ہر حقیقت کے سمجھنے کے لئے توجہ اور فکر کی ضرورت ہے اگر کوئی شخص اس سے کام لے تو ہر بات سمجھ میں آجاتی ہے کوئی ضروری چیز اسلام میں ایسی نہیں ہے کہ انسان اس کو نہ سمجھ سکے باقی دقائق اور غوامض وہ مقاصد اسلام سے بھی نہیں جن کی بناء پر کوئی یہ دعویٰ کرسکے کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے جس کو کہہ کر کوئی جان بچالے۔

کاتب، اہل علم کو بننا چاہیئے

(ملفوظ ۲۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ کاتب لوگ بھی بڑی ہی گڑ بڑ کرتے ہیں اور اسکا سبب کم علمی ہے میری رائے میں نہایت ضروری ہے کہ کاتب اہل علم ہونے چاہئیں میری ایک کتاب چھپی تھی اس میں باری تعالیٰ کی صفات میں عموم قدرت

لکھا تھا اس کو کاتب صاحب نے لکھا عدم قدرت میں نے دیکھ کر کہا کہ تم لوگ اور
گالیاں دلواتے ہو اس کا تو پہلے یہ مجھ پر الزام ہے ہی کہ رسول کی تنقیص کرتے ہیں نعوذ
باللہ منہ اب کہیں گے اللہ میاں کی بھی تنقیص شروع کر دی نعوذ باللہ کیونکہ بہت سے
عنایت فرما ہر وقت تاک میں لگے رہتے ہیں ایک کاتب نے صغائر کبائر کو لکھا تھا صغائر
کبائر آپ ہمزہ کو ط سمجھے اور گڑبڑ کرتے تو یہ لوگ ہیں مگر سر پڑتی ہے مصنفین کے اس
لئے میری رائے ہے کہ کاتب اہل علم ہوں پھر اس قسم کی گڑبڑ ہرگز نہ ہو۔

۲ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ایک بیہودہ تحریر پر عتاب

(ملفوظ ۲۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج صبح بعد نماز فجر ہی ایک صاحب کا پرچہ لیٹر
بکس سے نکلا نہایت ہی بیہودہ تحریر تھی پڑھ کر نہایت طبیعت مکدر ہوئی میں بیچارا تو کیا
چیز ہوں محض ایک گنہگار آدمی ہوں بزرگ نہیں صاحب ریاضت نہیں صاحب مجاہدہ
نہیں مگر یہ باتیں تو صاحب مجاہدہ صاحب ریاضت بھی برداشت نہیں کر سکتا میں تو پھر
بہت برداشت کرتا ہوں چنانچہ باوجود کاتب پرچہ کے اسقدر بیہودگی کے میں نے انکو صحیح
راہ بتلا دیا وہ یہ کہ اپنی اصلاح کے لئے کسی اور سے تعلق پیدا کر لیں اور میں نے یہ بھی لکھ
دیا ہے کہ اگر تم پوچھو گے تو میں کسی مصلح کا نام بھی بتلا دوں گا اس پر کوئی جواب نہیں
دیا اس پر مجھ کو زیادہ تغیر ہوا مگر میں پھر بھی مصلح کا نام بتلانے کے لئے تیار ہوں۔
افسوس ہے فہم کا اس درجہ قحط ہو گیا ہے کہ جس کا کوئی حد و حساب نہیں آخر کہاں تک آدمی
برداشت کرے خود تو بے حس ہیں ہی دوسروں کو بھی بے حس بنانا چاہتے ہیں شرم
نہیں آتی ان لوگوں کو اس کی فکر ہی نہیں کہ اپنے سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے جو جی میں آیا کر
لیا جو منہ میں آیا کہہ دیا جو قلم میں آیا لکھ مارا فکر اور غور کا نام نہیں جیسے سانڈ آزاد ہوتے
ہیں بس یہ حالت ہے آزادی اور بیفکری کی حدیث شریف میں کامل اسلام کا مدار اس پر
رکھا ہے کہ ہاتھ سے زبان سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو ان بیہودوں نے چند چیزوں
کو دین کی فہرست میں درج کر کے اور تمام تعلیمات اسلام کو دین کی فہرست سے خارج
ہی کر دیا وہ چند چیزیں جو دین کی فہرست میں درج ہیں یہ ہیں نماز روزہ حج زکوۃ تہجد اشراق

چاشت صلوۃ الاوابین اور اگر صوفی ہوئے تو ذکر و شغل بھی بس ہو گئے قطب الاقطاب معاشرت کو تو دین کی فہرست سے خارج ہی سمجھتے ہیں بالکل یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو دین سے کیا تعلق حالانکہ یہ بھی دین کا بڑا حصہ ہے اور جس طرح نماز روزہ وغیرہ فرض ہیں یہ بھی فرض ہے مگر دیکھا جاتا ہے کہ کہیں نہ اس کی تعلیم ہے نہ اس کا تذکرہ اور اہتمام حتی کہ مشائخ کے یہاں بھی بس یہی چند چیزیں تعلیم ہوتی ہیں جنکا میں ذکر کر چکا ہوں اب الحمدللہ صدیوں کے بعد طریق کی حقیقت واضح ہوئی اور روز روشن کی طرح مخلوق پر ظاہر ہو گئی پھر اس کو اپنے اغراض فاسدہ کیوجہ سے ناپید کرنا چاہتے ہیں مگر اب یہ انشاء اللہ تعالیٰ غیر ممکن ہے اب بفضل خداوندی صدیوں تک کسی نئی کوشش کی ضرورت نہیں اور جب ہوگی وہ اپنے دین کے محافظ ہیں وہ اپنے کسی اور بندہ کو پیدا فرمادیں گے سو اس حالت میں کہ فضل الٰہی سے اس طریق کا احیاء ہو گیا میں کس طرح ایسے بدفہموں کی خاطر اپنے اصول و قواعد اور اپنے طرز اور مسلک کو چھوڑ دوں مجھ ہی کو تو معلوم ہے کہ یہ اصول اور قواعد کس طرح منضبط اور مدون ہوئے ہیں ان کی تاسیس کے اسباب بیان کروں تو ایک اچھا خاصہ دفتر تیار ہو جائے اب ان لوگوں کو خبر نہیں اس لئے یہ اپنی ہی باتیں بناتے پھرتے ہیں اور ایسی بیہودہ تحریر اور بے جوڑ باتیں کر کے دنیوی اغراض حاصل کرنا چاہتے ہیں اور دین کو اس کا واسطہ بنانا چاہتے ہیں جو سخت قبیح ہے مولانا شیخ محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ بہت زیادہ قرضدار تھے مریدین وغیرہ نے بہت چاہا کہ ہم چندہ کر کے ادا کر دیں فرمایا کہ بے غیرتی مجھ سے ہرگز گوارا نہیں ہو سکتی ہاں اتنا تو گوارا کر سکتا ہوں کہ ایک شخص تنہا ادا کر دے ایک ہی کا احسان ہو باقی یہ صورت کہ تھوڑا تھوڑا جمع کیا جائے یہ کسی طرح گوارا نہیں ہو سکتا غرض ہر شے میں حدود ہیں مگر آجکل حدود چھوڑ کر دکانداروں نے طریق کو بدنام کر دیا کہاں تک کوئی اصلاح کرے کثرت سے گمراہ کرنے والے کمر باندھے پھرتے ہیں۔

لفافہ میں خط رکھنے کا انداز

(ملفوظ ۲۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو یہاں تک خیال رکھتا ہوں کہ لفافہ میں جو خط رکھتا ہوں اس میں بھی اس کا خیال رہتا ہے کہ کہیں نشیب اور کہیں فراز نہ رہے

مناسبت کیساتھ کاغذ موڑ کر رکھتا ہوں یوں جی چاہتا ہے کہ کسی کو ذرا بھی الجھن نہ ہو۔

آجکل کے عشاق اکثر فساق ہیں

(ملفوظ ۲۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے عشاق اکثر فساق ہیں عشق اور ہی چیز ہے اب تو فسق کا نام عشق رکھ لیا ہے محض بوالہوس ہیں یہ گندم کھانے کا فساد ہے اسی کو ایک حکیم فرماتے ہیں۔

ای نہ عشقست آنکہ در مردم بود این فساد خوردن گندم بود

جو عشق انسان کے ساتھ ہے وہ عشق نہیں ہے بلکہ گیہوں کھانے کا فساد ہے اور پیٹ بھرنے کی مستی ہے)

واقعہ زیارت روضہ اقدس حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی

(ملفوظ ۲۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جس کو دیکھو الاماشاءاللہ بڑا بننے کی فکر میں ہے اور یہ مرض ایسا عام ہوا ہے کہ مشائخ اور علماء تک کو اس میں ابتلاء ہے پہلے حضرات اسکے ایہام سے بچتے تھے اور ایہام تک کا تدارک کرتے ہیں چنانچہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا واقعہ کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور شدت شوق میں یہ اشعار پڑھے

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها تقبل الارض عنی وھی نائبتی
فھذہ دولة الاشباح قد حضرت فامدد یمینک کے تحظی بھا شفتی

(دوری کی حالت میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا کہ میری نائب ہو کر زمین بوسی کرے اب مجھ کو حاضری کی دولت میسر آئی ہے تو ذرا دست مبارک بڑھایئے تاکہ میں بوسہ کے شرف سے محظوظ ہوں ۱۲۔)

فوراً ہی حضور ﷺ کا دست مبارک مزار مبارک سے باہر ظاہر ہو گیا انہوں نے دوڑ کر بوسہ دیا اور بیہوش ہو گئے اس وقت حضور کے دست مبارک کے نور سے سورج بھی ماند ہو گیا تھا لکھا ہے کہ اس وقت نوے ہزار آدمی کا مجمع تھا جس میں بڑے بڑے قطب اور غوث ابدال اوتاد بھی موجود تھے حاضرین میں سے ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ اس وقت تم کو کچھ رشک ہوا تھا۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ میں بیچارا کیا چیز ہوں اس وقت تو

فرشتے رشک کر رہے تھے پھر جس وقت سید احمد کبیر رفائی کو ہوش آیا اندیشہ ہوا کہ میں کہیں مخلوق کی نظر میں بڑا نہ ہو جاؤں تو تمام نوے ہزار کے مجمع کو اللہ کی قسم دے کر کہا کہ میں زمین پر لیٹتا ہوں سب میرے اوپر سے پھاند کر جائیں کثرت سے لوگ ایسے بھی تھے جو اسی طرح گذرے مگر بعضے بزرگ ایسے بھی تھے جنھوں نے یہ کہا کہ ہم اگر ایسا کرتے تو ہم پر خدا کا قہر ناز ہو جاتا یہ ہے بزرگوں کی شان کیا ٹھکانہ ہے اس فنا اور بے نفسی کا کہ ساتھ کے ساتھ نفس کا علاج بھی کیا سخت کیا آج کل کے مشائخ جو اپنے غوائل سے بیفکر ہیں اس سے سبق حاصل کریں۔

ایک غیر مقلد کے سوال کا جواب

(ملفوظ ۲۹۸) فرمایا کہ کل ایک غیر مقلد کا ایک سوال آیا ہے اسکا میں پہلے جواب دے چکا ہوں اس جواب کا تو کوئی ذکر نہیں کیا پھر وہی سوال کر دیا چاہیئے یہ تھا کہ میرے جواب پر اول گفتگو کرتے یہ سب بے صابطگیاں ہیں ان لوگوں کی اور اس سوال میں میری کتاب کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی کتر بیونت کی ہے بیچ میں سے عبارت ہی اڑا دی ہے ان سائل صاحب کا یہ دین ہے اور اس پر دعوی ہے عامل بالحدیث ہونیکا میں تو کہا کرتا ہوں کہ ان میں اکثر کی طبیعتوں میں فساد ہے اگر دین ہو اور نیت اچھی ہو تو اختلاف میں کوئی حرج نہیں اور نہ اس سے روکا جاتا ہے کہ تحقیق نہ کریں مگر دین تو مقصود ہی نہیں محض تعصب ہے۔

اہل اللہ بڑے عادل ہوتے ہیں

(ملفوظ ۲۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ بڑے عادل ہوتے ہیں ہر چیز میں عدل و اعتدال کو پسند کرتے ہیں حضرت مرزا مظہر جان جاناں حالانکہ بہت ہی نازک مزاج تھے مگر انکے عدل کا واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ایک روز اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ تم اپنے بچوں کو لاؤ ہم دیکھنا چاہتے ہیں مرید بیچارے سمجھے کہ حضرت نازک مزاج ہیں اور بچے شوخ ہوتے ہیں ممکن ہے کہ ان کی بے ڈھنگی حرکات سے حضرت کو تکلیف ہو ٹال گئے کچھ روز کے بعد پھر فرمایا کہ میاں ہم نے تم سے بچوں کو لانے کے لئے کہا تھا تم لائے نہیں مرید نے پھر ٹال دیا کچھ روز کے بعد پھر یہی فرمایا تب مرید سمجھے کہ جان بچے گی

نہیں انہوں نے بچوں کو نہلا دھلایا صاف کپڑے پہنائے اور حضرت کے مزاج کے مناسب ضروری آداب تعلیم کر کے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر کیا حضرت مزار صاحب نے ان لڑکوں کو بہت سے بے تکلف بنانا چاہا مگر وہ گردن جھکائے آنکھیں نیچے کئے بیٹھے رہے حضرت نے ان کے باپ سے فرمایا کہ میاں ہم نے تم سے کہا تھا کہ اپنے بچوں کو لانا عرض کیا کہ حضرت یہ حاضر تو ہیں فرمایا کہ یہ بچے ہیں یہ تو تمہارے بھی باوا ہیں بچے تو ایسے ہوتے کہ کوئی ہماری کمر پر سوار ہو جاتا کوئی ہمارا عمامہ لے بھاگتا دیکھئے یہ حضرات کیسے عادل ہوتے ہیں طبیعت کے تابع نہیں ہوتے اصول کے تابع ہوتے ہیں اس لئے اگر بڑی عمر والے کوئی حرکت کرتے تو ان پر دارو گیر کرتے اور بچوں نے شوخی نہیں کی تو اس کی شکایت کی کتنے بڑے عدل کی بات ہے۔

حضرات چشتیہ میں شان فنا کا غلبہ

(ملفوظ ۳۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات چشتیہ کی شان ہی جدا ہے ان میں شان فنا کا غلبہ ہوتا ہے محویت ہوتی ہے انکے قلب سے سب زائد چیزیں ھباءً منثوراً (غائب) ہو جاتی ہیں ماسوا سب سے ذہول ہو جاتا ہے اس واسطے میں نے اس گروہ کا نام بجائے اولیا اور بزرگ کے عشاق رکھا ہے کیونکہ عشق کے جو کاروبار ہیں وہ ان حضرات میں نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب ردولوی نے غالباً بیس برس تک جامع مسجد میں باجماعت نماز پڑھی مگر جامع مسجد کا راستہ تک یاد نہیں ہوا بختیار نام خادم حق حق کہتا ہوا آگے آگے چلتا تھا اور اس آواز پر جامع مسجد پہنچتے تھے اور عجیب بات یہ کہ یہ تو حالت استغراق اور محویت کی تھی مگر ساتھ ہی اتباع کی یہ حالت تھی کہ نماز جامع مسجد میں باجماعت اداء فرماتے تھے آجکل کے بعضے اہل ظاہر زاہد خشک ان حضرات پر معترض ہوتے ہیں بڑی خطرناک بات ہے۔ اس سے اندیشہ آخرت کے خراب ہو جانے کا ہے جو شخص اس راہ سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ بعض احوال میں ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ تمام تر توجہ دوسری طرف ہو جاتی ہے اس میں محویت ہو جاتی ہے اس لئے دوسری چیزیں نظر میں ہی نہیں رہتیں۔ ایسی حالت میں وہ مجبور معذور ہیں چنانچہ بعض عبارتیں میری ہی پہلی لکھی ہوئی اب خود میری ہی سمجھ میں نہیں آتیں آج ہی کا واقعہ ہے کہ ایک

ایک فتویٰ میرا ہی لکھا ہوا نکل آیا بڑے غور سے فکر سے بار بار دیکھا تب سمجھ میں آیا یہ معترضین محض نحوی ہیں اگر محوی ہو جائیں تو پھر انکو کوئی اعتراض نہ رہے اور صاحب یہ تو خدا تعالیٰ کا عشق ہے۔ اس طرف کا استغراق ہے اس کے سامنے دوسری چیزیں کیا نظر میں رہ سکتیں کسی عورت مردار پر کوئی عاشق ہو جاتا ہے اسکی نظر سے سب چیزیں اوجھل ہو جاتی ہیں مجنوں ہی کو دیکھ لیجئے کے عشق میں کیا کچھ نہ ہو گیا تھا تو کیا خدا کی محبت خدا کا عشق اس سے بھی گیا گذرا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود　　گوئے گشتن بہر اواولیٰ بود

حضرت عشق تو وہ چیز ہے کہ جب کسی دل میں آکر گھر کر لیتا ہے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔

جس کو مولانا رومی فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کوچوں برفروخت　　ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لاور قتل غیر حق براند　　در نگر آخر کہ بعد لاچہ ماند

ماند الااللہ و باقی جملہ رفت　　مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

(عشق وہ آگ ہے کہ یہ بھڑکتی ہے تو معشوق کے سوا اور ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔ جب غیر حق کے فنا کرنے کے لئے جلاد کی تلوار کو دیکھولا کے بعد کیا رہ گیا؟ ظاہر ہے کہ الااللہ رہ گیا۔ مبارک ہو ایسے عشق تجھ کو جو شرکت غیر کو جلائے)

انسانیت دنیا سے رخصت ہو رہی ہے

(ملفوظ ۱۳۰۱) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ انسانیت تو دنیا میں سے رخصت ہی ہوتی چلی جاتی ہے محض لفظوں کا پڑھنا اور تسبیح کا ہاتھ میں لینا یہی دو کام جانتے ہیں معلوم نہیں کیا یہ جانوروں میں رہے ہیں آدمیت انسانیت قریب قریب مفقود ہی ہو گئی میں نے کونسی ایسی باریک بات کا سوال کیا تھا جس کا جواب نہیں دے سکے اچھی خاصی سیدھی سادی بات کو اینچ پینچ کر کے خود بھی پریشان ہوئے اور مجھ کو بھی بیٹھے بٹھلائے اذیت پہنچائی یہی وجہ لوگوں کی محرومی کی ہے کیونکہ نفع موقوف ہے بشاشت اور انشراح قلب پر اور جب آتے ہی ستانا شروع کر دیا اذیت پہنچائی تو پھر کیا خاک نفع ہوا اگر سو برس بھی صحبت میں رہے تب بھی اس صورت میں خاک نفع نہ ہو گا بلکہ اگر پہلے

سے بھی کچھ نفع ہوا ہو وہ بھی اس وقت سلب ہو جاتا ہے مگر اس کا ذرا اہتمام نہیں پس جو آتا ہے اور جس کو دیکھو ایک ہی مشین کے نکلے ہوئے آتے ہیں خدا معلوم بد فہمی کی تعلیم کا کوئی خاص اسکول ہے جہاں تعلیم پا کر آتے ہیں یا سارے بد فہم میرے ہی حصہ میں آ گئے ہیں میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ یا تو کو فہم کا قحط ہے یا مجھ کو فہم کا ہیضہ تو اس حالت میں بھی قحط زدہ اور ہیضہ زدہ میں مناسبت نہیں ہو سکتی اب بتلایئے جبتک یہ نہ معلوم ہو کہ یہ کون ہے کہاں سے آیا ہے کس غرض سے آیا ہے اسوقت تک میں کیا خدمت کروں کہ آنے والے مختلف اغراض لے کر آتے ہیں میں اپنی طرف سے ایک شق کو کیسے متعین کر سکتا ہوں اور یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ اس شخص کی کس درجہ کی تعلیم ہے خورد و نوش کا کیا انتظام ہے یہاں پر کتنا قیام ہو گا اور یہ سب میں اس لئے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہر بات کی رعایت کرتے ہوئے مشورہ اور تعلیم دے سکوں۔ مگر اس میں بھی گڑ بڑ کرتے ہیں ایچ پیچ سے کام لیتے ہیں ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ جیسے صاحب غرض کیسا تھ کوئی کیا کرتا ہے تیز آنے والوں میں بعض اہل علم ہوتے ہیں ان کی رعایت سے علمی مضمون بیان کر دیتا ہوں مگر یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ معلوم ہو میں اپنا ادب نہیں چاہتا تعظیم نہیں چاہتا مگر اتنا تو میرا حق ضرور ہے کہ آ کر مجھے ستاویں نہیں میرا مقصود ہر بات سے یہ ہوتا ہے کہ میں نفع پہنچاؤں اور نفع موقوف ہے مناسبت پر اور مناسبت عادۃً موقوف ہے پورے تعارف اور علم حالات پر تو نفع کی اولین شرط خاص تعارف ہوا مگر آجکل پیروں کو بت سمجھ رکھا ہے کہ بت کی طرح بے حس ہوتے ہیں جیسے بت پر اگر کوئی چڑھاوا چڑھائے تب کچھ نہیں بولتا اور اگر اس کے جوتے لگائیں تب کچھ نہیں بولتا بس بےحس ہو کر تسبیح ہاتھ میں لئے گردن جھکائے آنکھیں بند کئے بیٹھا رہے تب وہ پیر ہے سو یہاں یہ باتیں کہاں یہاں تو گھن کی چوٹ پڑتی ہے تب ٹیڑھا پن نکلتا ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ اور شیخ ہیں میں شیخ ہوں اور جگہ برکت ہے میرے یہاں حرکت اور جگہ دلجوئی ہوتی ہو میرے یہاں دلشوئی ہوتی ہے میرا یہ طرز اصلاح کسی کو ناپسند ہے تو وہ نہ آئے میرے پاس بلانے کون جاتا ہے اور اس کے متعلق اکثر یہ پڑھا کرتا ہوں۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

اس طریق میں لگا رہنا عادۃً شرط ہے

(ملفوظ ۳۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تو وہ راہ ہے کہ اگر ساری عمر میں بھی اسی میں کھپا دے اور اس میں لگا رہے پھر اس کے بعد بھی فضل ہو جائے تو سب کچھ مل گیا اس لئے کہ ہماری کیا عبادت اور کیا زہد و تقویٰ محض ان کے فضل ہی پر مدار ہے اور وہ فضل تو فرما ہی دیتے ہیں مگر لگا رہنا عادۃً شرط ہے اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں

اندریں رہ می تراش و می خراش　　تادم آخر دمے فارغ مباش

تادم آخر دمے آخر بود　　کہ عنایت باتو صاحب سر بود

(اس راہ میں تراش خراش بہت ہیں۔ آخر دم تک ایک دم کے لئے بے فکر مت ہو آخر کار آخر دم تک ایک گھڑی ایسی ہوگی کہ تجھ پر عنایت حق ہوگی)

مکر و فریب سے طبعی نفرت

(ملفوظ ۳۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی سچا ہو اس میں مکر و فریب نہ ہو بس یہ ادا مجھ کو پسند ہے جس میں بھی یہ ادا ہو اور متعارف اینچ پینچ اور مکر و فریب سے مجھ کو طبعی نفرت ہے مگر آج کل یہ محاسن میں داخل ہو گئے ہیں کہا جاتا ہے کہ بہت ہوشیار ہیں۔ بیدار مغز ہیں مگر مکاری اور چالاکی کو بیدار مغزی سے کیا تعلق۔

عربی خواں کے نئے طرز پر فدا ہونے پر اظہار افسوس

(ملفوظ ۳۰۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انگریزی خواں تو پہلے ہی سے آزاد اور بے فکر ہیں مگر اب عربی خواں بھی اسی نئے طرز کا شکار ہو گئے ہیں بس اب تو عربی خواں ہوں یا انگریزی خواں عوام ہوں یا خواص سب ایک ہی حالت پر اور ایک راستہ پر چلے جا رہے ہیں ان سب کی ان موذی حرکات کا منشا بیفکری ہے اگر فکر اور غور سے کام لیں تو کبھی ایک سے دوسرے کو اذیت یا تکلیف نہیں پہنچ سکتی مگر فکر اور غور کی انکو ضرورت ہی کیا اسکی ضرورت تو جب ہو جب دین اور آخرت کی فکر ہو عام طور سے ایسی آزادی اور حریت کا سبق پڑھا ہے کہ خدا تعالیٰ سے اور ان کے احکام سے بھی آزاد ہو گئے جس غلامی سے نکلنے کے لئے یہ سبق یاد کیا تھا اسکی زنجیروں سے پھر بھی نجات نہ ملی اگر خدا کے غلام ہوتے انشاء اللہ پھر سب سے آزاد ہوتے مگر ان سے تو تعلق پہلے

منقطع کر لیا اب پریشان پھرا کریں یہ ان تحریکات کی بدولت الحاد اور نیچریت کا بڑا برا زہریلا اثر پھیل گیا اور زیادہ تر یہ اثر اہل علم کی شرکت سے ہوا۔ ان لیڈروں کی تو کوئی سننے والا تھا نہیں عوام مسلمان بیچارے ان علماء ہی کیوجہ سے پھنسے مذہبی جذبہ تو ایسی چیز ہے کہ آدمی جان تک دے دیتا ہے اور قطعاً پروا نہیں کرتا موپلوں کو دیکھ لیجئے ان لیڈروں کی بدولت ان کا کیا حشر ہوا عربی النسل قوم تھی تقریروں سے ان میں اشتعال پیدا ہو گیا لڑبیٹھے کچلے گئے بیچارے مدتوں تک بھی نہیں سنبھل سکے۔

۲ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

بے فکری سے اکثر بد تمیزیوں کا صدور

(ملفوظ ۳۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر سچے طالب اور مخلص سے کوتاہی بھی ہو جاتی ہے تو ناگواری نہیں ہوتی اور جس میں طلب واخلاص بھی نہ ہوں پھر اوپر سے ہو بے پروائی اور بے فکری تو اس کو کیسے کوئی گوارا کر سکتا ہے مگر آجکل طبائع میں بہت ہی بے پروائی اور بے فکری بڑھ گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر غلطیوں اور بد تمیزیوں کا صدور ہوتا ہے اور اس کا تحمل نہیں ہوتا۔

اصل کام تعلیم کا اتباع ہے

(ملفوظ ۳۰۶) فرمایا کہ رنگون سے ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک شخص دوسری جماعت باطلہ میں تھا اب اس نے رجوع کر لیا اور آپ کی کتابیں بھی دیکھتا ہے بہت زیادہ آپ سے عقیدتمند ہے اس لئے اسی عریضہ کے ذریعہ سے اسکو غلامی کا شرف بخشیں اور بیعت فرما کر سلسلہ میں داخل فرما دیں۔ یہ شخص مقدمہ جاریہ میں بھی زیادہ کوشاں ہے اور اہل حق کی طرف سے گواہ بھی ہے میں نے لکھ دیا کہ آپ کے نزدیک یہ وجوہ تعجیل بیعت کے مقتضیات ہیں اور میرے نزدیک یہ وجوہ تاخیر بیعت کے مقتضیات ہیں کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ صاحب الرائی ہے اور رائے کا بدل جانا مستبعد نہیں اس لئے بہت انتظار کی حاجت ہے مگر آجکل لوگوں کو بیعت پر زیادہ اصرار ہے اور کام کی جو بات ہے وہ محبت کا تعلق اور تعلیم کا اتباع ہے اس کے بعد اگر بیعت بھی کر لی جائے تو مضائقہ نہیں۔

تاویلیں کرنا عدم محبت کا مرادف ہے

(ملفوظ ۳۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر مرید کو شیخ سے محبت ہو تو اس کے سامنے کبھی تاویلیں یا اینچ پینچ نہیں کر سکتا محبت وہ چیز ہے کہ ایسی سب باتوں کو فنا کر دیتی ہے تاویلیں کرنا بالکل مرادف ہے عدم محبت کا مگر لوگ ایسی باتوں کو معلوم کرنا نہیں چاہتے سن کر خفا ہوتے ہیں۔

کیمیا کا نسخہ

(ملفوظ ۳۰۸) فرمایا کہ آج ایک صاحب کا خط آیا ہے اس میں ایک عجیب اور نئی درخواست لکھی ہے ایسی درخواست کسی نے آج تک نہیں کی تھی لکھتے ہیں کہ میں آپ کا معتقد ہوں اور بہت زیادہ عقیدت رکھتا ہوں اس لئے یہ عرض ہے کہ میں قرضدار ہوں آپ مجھ کو کیمیا کا نسخہ بتلا دیں اگر آپ نے جواب جلدی نہ دیا تو میرا دل پھٹ جائیگا۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کسی نے مجھے سکھا دیا تو میں تم کو سکھا دوں گا اور صورت اس کی یہ ہے کہ ایک کارڈ میں وقت مقرر کر کے اتنے وقت تک اگر کسی نے سکھا دیا تو مجھ کو اطلاع کر دیجائے میرے پاس رکھدو اگر اس وقت مجھ کو کسی نے بتلا دیا تو میں تم کو اطلاع کر دونگا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ کہیں یہ شعر سن لیا ہے نہ معلوم کس نے لکھ مارا ہے کہ۔

کیمیا و ریمیا و سیمیا　　　این نباشد جز بذات اولیا

یہاں پر اولیا سے مراد اس قسم کے اولیا ہیں جن کا سبق ہے اولیاء (یعنی فلاں شخص روپیہ پیسہ لے آ) فضول چیزوں کے پیچھے پڑ کر لوگ اپنے بیش بہا وقت کو بیکار کھوتے ہیں تقدیر میں جس قدر ملنے والا ہے وہ تو مل ہی کر رہے گا۔ حدیث شریف میں آیا کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے دنیا ناک رگڑتی ہوئی اس کے قدموں میں آ کر پڑتی ہے بس انسان کو چاہیئے کہ آخرت کی فکر میں لگے۔

۴ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

میری بداخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے

(ملفوظ ۳۰۹) ایک صاحب کے سوال جواب میں فرمایا کہ میرے یہاں صاحب حاجت اور ضرورت مند کے لئے کوئی وقت متعین نہیں جس وقت حاجت لائے حتی الوسع پورا

کر دیتا ہوں اگرچہ آدھی رات آئے میں کہا کرتا ہوں کہ میری بداخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے میں طبعاً خود سب کی رعایت کرتا ہوں پھر جب میں دوسروں کی رعایت کروں اور وہ اس کی قدر نہ کریں اور میری کوئی رعایت نہ کریں تو بتلایئے کہ اگر ناگواری نہ ہو تو اور کیا ہو مزاحاً فرمایا کہ جب وہ ناگواری کی بات کرتے ہیں میں بھی ناگوار ہو جاتا ہوں (مراد مشابہ سانپ کے)

اہل اللہ کی محبت ضرور رنگ لاتی ہے

(ملفوظ ۳۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کے قلب میں اہل اللہ کی اور دین کی عظمت ہو یہ ضرور ایک روز رنگ لا کر رہتی ہے خالی نہیں جاتی یہ خدا کی بڑی نعمت اور بڑی دولت ہے۔

طریق میں سم قاتل

(ملفوظ ۳۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں سب سے بدتر اور رہزن اور سم قاتل مخلوق کو ستانا اور اس پر ظلم کرنا ہے خواہ کسی عنوان اور کسی طریق سے ہو اس لئے اس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے۔

چھوٹے بچوں کی حرکات میں سادگی ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چھوٹے بچوں کی حرکات چونکہ بیساختہ اور سادگی کے ساتھ ہوتی ہیں مجھ کو بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں ایک روز ایک بچہ نے چھیڑ نے پر مجھ کو کوسا کہ اللہ کر کے بڑے ابا مر جا۔ میں نے کہا کہ تو اپنے دل میں بڑا خوش ہوا ہو گا کہ میں نے بڑی بددعا دی۔ مگر واقع میں یہ تو دعا ہے یہ کہنا ایسا ہے جیسے کوئی مسافر سفر میں ہو اور کسی بیابان دشت خار میں پریشان ہو اس کو کوئی کہے کہ اللہ کر کے یہ اپنے گھر پہنچ جائے تو یہ کوسنا نہیں دعا ہے موت کے وقت مومن کو اگر طبعی تکلیف بھی ہو مگر اس کے ساتھ ہی عقلی خوشی بھی ہوتی ہے یہ دونوں ایک وقت میں جمع ہو سکتی ہیں جیسے آپریشن کے وقت طبعی الم اور عقلی خوشی ایک وقت میں جمع ہوتی ہیں اور موت کے وقت بعض عشاق کی طبعاً بھی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ مشتاقانہ یہ کہتے ہیں۔

خرم آں روز کزیں منزل ویران بردم　　　راحت جان طلبم وزپے جانان بردم

(وہ دن بڑی خوشی کا ہوگا جب اس ویران گھر سے میں روانہ ہونگا اور اس روانگی سے جان کی راحت مکمل کروں گا اور محبوب کی)

پختہ قبریں بنا کر اسباب رحمت کم کردیتے ہیں

(ملفوظ ۳۱۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو آج کل پختہ قبریں بناتے ہیں یہ لوگ میت پر جو رحمت کے اسباب ہوتے ہیں ان میں سے ایک سبب کو کم کردیتے ہیں ایک حدیث میں ہے کہ کوئی نبی کسی مقبرہ سے گذرے بعض اموات کو معذب دیکھا پھر ایک مدت کے بعد جو گذر ہوا تو مغفور پایا وجہ پوچھی ارشاد ہوا کہ عذاب کیوجہ تو اعمال بد تھے مگر جب ان کے کفن گل ہوگئے ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں قبریں منہدم ہوگئیں اس حالت پر ہم کو رحم آیا ہم نے بخش دیا پھر عقلی طور پر سمجھو کہ جب خود ہی نہ رہے اب پختہ قبر ہی میں کیا رکھا ہے اور پختہ قبر تو محض بیکار ہے اہل فنا کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ بعضی برکات کی غیر ضروری چیزوں سے بھی بلکہ بعض اوقات غلبہ حال میں بعض ضروری چیزوں سے بھی ان کو دلچسپی نہیں رہتی مولوی غوث علی شاہ صاحب پانی پتی نے عین جان کندنی کے وقت جب لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کو کہاں دفن کریں مخدوم صاحب میں یا قلندر صاحب میں۔ جواب میں فرمایا کہ میں نے سب کے تلوے سہلائے اب مجھ کو نہ ضرورت مخدوم صاحب کی نہ قلندر صاحب کی مجھ کو صرف جوار رحمت کافی ہے میری لاش کو کفن دے کر ایک چٹیل میدان میں رکھ دینا تاکہ چیل کوے میری لاش کو کھائیں اور ان کا پیٹ بھر جائے شاید اسی سے حق تعالیٰ میری نجات فرمادیں۔

مولانا عبدالحی کو ہمارے بزرگوں سے محبت تھی

(ملفوظ ۳۱۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کی عمر غالباً چالیس سال کی بھی نہیں ہوئی مولانا گو باقاعدہ کسی شیخ کے پاس نہیں رہے مگر رات دن چونکہ کتاب و سنت کی خدمت میں مشغول رہتے تھے اس کی یہ سب برکت تھی جو ان کے حالات سے ظاہر ہے جس میں بڑی نعمت مقبولین سے محبت تھی چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب بیمار ہوئے تو ایک روز فرمایا کہ

لکڑیوں کو جی چاہتا ہے ان کو خبر ہو گئی بڑے اہتمام کے ساتھ لکھنو سے لکڑیاں بھیجیں جس وقت مولانا نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحی صاحب کے مولانا کو ہمارے بزرگوں سے بے حد عقیدت اور محبت تھی۔

ریاستوں کے لوگوں میں سادگی

(ملفوظ ۳۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر ریاستوں کے لوگوں میں اب تک بھی سادگی خلوص مروت اور محبت ہے مگر جہاں انگریزی کا غلبہ ہے وہاں نہ ادب ہے نہ خلوص نہ مروت نہ سادگی ہر شخص فرعون بے سامان نظر آتا ہے ریاستوں کی سادگی پر ایک واقعہ یاد آیا جس سے علماء کی سادگی کے ساتھ والیان ملک تک کی سادگی ظاہر ہوتی ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا عبدالقیوم صاحب جو بھوپال میں تشریف رکھتے تھے ایک مرتبہ بیگم صاحبہ ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں جب رخصت ہونے لگیں مولانا نے بیگم صاحبہ کے جوتے سیدھے کر کے رکھ دیئے۔ بیگم صاحبہ بہت شرمائیں اور عرض کیا کہ مجھ کو آپ نے گنہگار کیا مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے آپ کو بزرگ سمجھ کر جوتیاں سیدھی کی ہیں بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھ کو آپ نے بزرگ کیسے سمجھا مولوی صاحب نے کہا کہ مجھ کو آپ کے شہر میں اتنا عرصہ وعظ کہتے اور نکاح بیوگان کی ترغیب دیتے ہو گیا مگر اب تک ایک نکاح بھی نہیں ہوا۔ یہ تو میری بزرگی تھی اب آپ اپنی بزرگی آزما کر دیکھ لیجئے کہ بس اس کے متعلق ایک عام حکم دے دیں پھر دیکھیں اگر ایک بیوہ بھی نکاح سے رہ جائے اس سے آپ کی اور میری بزرگی معلوم ہو جائے گی بیگم صاحبہ سمجھدار اور دیندار تھیں اگلے ہی روز صبح کو دربار میں بیٹھ کر ایک دم حکم دے دیا اور ایک مناسب مدت معین کر کے اعلان کر دیا کہ اس مدت کے اندر کوئی بیوہ نکاح ثانی سے باقی نہ رہنے پاوے ورنہ سزا ہو گی جناب ہفتہ ہی دو ہفتہ کے اندر اندر تمام بیواؤں کے نکاح ہو گئے مولوی صاحب کی تدبیر کیسی کار آمد ہوئی دیکھئے اس واقعہ میں رئیسہ کی سادگی تو یہ کہ ایک عالم کی زیارت کو خود آئیں اور مولانا کی سادگی یہ کہ ان کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھ دیں (جس کے ذریعہ سے بیگم صاحبہ سے ایک دینی خدمت لے لی) اور یہ مولانا تھے بڑے ظریف کسی نے

ان سے مسئلہ پوچھا مولوی صاحب نے مسئلہ کا جواب دے دیا اس نے حدیث سے دلیل طلب کی فرمایا کہ میں تو مسلم نہیں ہوں کہ حدیثیں دیکھ کر عمل شروع کیا ہو۔ میرے آباؤاجداد سب مسلمان تھے ان کو جس طرح کرتے دیکھا کرنے لگا۔ اسی طرح انہوں نے اپنے بڑوں کو کرتے دیکھا بس اسی طرح سلسلہ آرہا ہے باقی حدیث کا طلب کرنا تو مسلموں کا کام ہے عجیب گہری بات فرمائی۔ یہ غیر مقلدوں پر تعریض تھی کہ باوجود قوت اجتہاد نہ ہونے کے بزرگوں کی تقلید نہیں کرتے۔

یورپین لوگوں میں جانثاری اور انس کا مادہ نہیں ہوتا

(ملفوظ ۳۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اب تو ایک ریاست کا قصہ سنا ہے کہ وہاں رئیس کا خانساماں ایک یورپین ہے ان یورپ والوں میں جان نثاری اور انس کا مادہ نہیں ہوتا بخلاف ہندوستانی کے کہ وہ جانثار اور مونس ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ وہ انگریز خانساماں معین وقت تک تو نواب صاحب کے کھانے کا انتظار کرتا ہے اس کے بعد باورچی خانہ بند کر کے چل دیتا ہے یہ لوگ روکھے ہوتے ہیں۔

۴ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

مسلمانوں کے عقائد بھی خراب ہوگئے

(ملفوظ ۳۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کثرت سے مسلمانوں کے عقیدے بھی خراب ہوگئے ہیں بزرگوں کو مختار کل سمجھتے ہیں جو عقیدے ہندوؤں کے تھے وہ مسلمانوں کے بھی ہوگئے کتنے بڑے ظلم کی بات ہے۔ ایک مولوی صاحب تھے تو قدرے متشدد مگر ایک بات بڑے کام کی کہی کہ اگر کسی بزرگ کو اعتقاد سے تو بندہ ہی سمجھے مگر معاملہ آلہ (معبود) کا سا کرے وہ بھی شرک میں داخل ہے اور اس معاملہ سے جیسے حق تعالی ناراض ہوں گے خود وہ بزرگ بھی ناخوش ہوں گے جیسے حاکم کو جس ہیئت سے سلام کرنے کا قاعدہ ہے اگر اس ہیئت سے کوئی شخص اجلاس پر سررشتہ دار کو سلام کرے تو حاکم کو تو ناگوار ہوہی گا مگر سررشتہ دار کو بھی یقیناً ناگوار ہوگا۔

السنتہ الجلیتہ فی الچشتیہ العلیہ کے بارے میں

(ملفوظ ۳۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فارسی گو شرعی زبان نہیں عربی کی طرح مگر

دین کا ایک بڑا حصہ بالخصوص تصوف کا اس زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے اس لئے دین سے ایک گونہ تلبس ہونے کیوجہ سے اس کی تحصیل کی ایک درجہ میں ضرورت ہے آج کل یہ بڑی کوتاہی ہے کہ فارسی کو بالکل ہی لوگوں نے چھوڑ دیا حتیٰ کہ علماء تک نے اس کو چھوڑ دیا پڑھتے نہیں۔ پھر فارسی میں تصوف کے ذخیرہ ہونے کا سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے ایسی ہی کتابوں سے ملتقط کر کے ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام بھی عجیب ذہن میں آیا۔ "السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ" اس رسالہ میں ان ہی حضرات کے اقوال و افعال سے شریعت کی ضرورت ثابت کی ہے تاکہ ان حضرات کو سنت کا مخالف سمجھ کر ان کی شان میں گستاخی نہ کریں اگر ایک ایک نسخہ اس رسالہ کا تمام سجادوں کے نام بھیج دیا جائے تو بہت نفع ہو۔ پھر خاص چشتیہ کے متعلق فرمایا کہ جیسے حنفیہ بدنام ہیں کہ یہ کتاب و سنت کے خلاف ہیں حالانکہ سب میں زیادہ یہی حدیث کے متبع ہیں ایسے ہی چشتیہ بدنام ہیں کہ شریعت کے خلاف ہیں اور ان کے اقوال افعال خلاف سنت ہیں حالانکہ تتبع سے یہ حضرات سب سے زیادہ متبع شریعت ہیں اور بھلا جن حضرات نے اپنی جان مال آبرو سب خدا اور رسول پر فدا کردی ہو کیا وہی شریعت کے خلاف ہوں گے پھر اتباع شریعت کی اہمیت کے متعلق فرمایا کہ حضرت اویس قرنی ساری عمر ماں کی خدمت کرتے رہے اور حضور کی زیارت نہ کر سکے کیونکہ حضورؐ کی زیارت فرض نہ تھی اور ماں کی خدمت فرض تھی اس فرض کے لئے ساری عمر آتش فراق میں جلتے رہے دیکھ لیجئے اتباع شریعت کس درجہ واجب الاہتمام ہے۔

ایک نامعقول حرکت پر تنبیہ

(ملفوظ ۳۱۹) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ تم کو خود کہنا چاہئے تھا کہ میں فلاں غرض سے آیا ہوں میرے پوچھنے کا انتظار کیا معنی مجھ کو اس قدر فراغ کہاں۔ اگر پوچھنا میرے ذمہ ہو تو مجھ کو ہر وقت سب کاموں سے معطل ہو کر فارغ رہنا چاہئے کیونکہ یہاں پر تو ہر وقت ہی آدمی آتے رہتے ہیں تو ہر وقت مجھ کو بے کار اور فارغ رہنا چاہئے کیونکہ اس صورت میں اگر کسی دوسرے کام میں میں مشغول ہوں اور اسی وقت دوسرا آدمی آجائے تو اس کی طرف متوجہ ہو جاؤں تو گویا بس اسی ایک کام کا ہو جاؤں تو یہ

کیا نامعقول حرکت ہے خدا معلوم لوگوں کی سمجھ کیا ہوئی۔

انگریزی خواں اور عربی خواں میں موازنہ کا طریق

(ملفوظ ۳۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جس قدر کوئی زیادہ انگریزی پڑھا ہوا ہوتا ہے اسی قدر تہذیب سے دور ہوتا ہے یہ مشاہدہ ہے اور اس کے مقابل جس قدر عربی زیادہ پڑھا ہوا ہوگا اسی قدر زیادہ مہذب ہوگا مگر انگریزی خواں اور عربی خواں کے اس موازنہ میں یہ ضرور ملحوظ رہے کہ جس درجہ کا ایک انگریزی داں ہو اسی درجہ کا دوسرا عربی داں ہو یہ نہ ہو کہ عربی خواں تو چھوٹے طبقہ کا ہو اور انگریزی داں عالی خاندان اور سید ہو بلکہ وہ انگریزی خواں بھی چھوٹے ہی طبقہ کا ہونا چاہئے اور اگر وہ انگریزی داں رئیس اور سید ہو تو یہ عربی داں بھی رئیس اور سید ہو تب موازنہ کر لیجئے۔ میرے دعوے کی حقیقت معلوم ہو جائے گی مجھ کو تو ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ہے اور موازنہ میں لوگ یہ بے انصافی کرتے ہیں انگریزی خواں تو ایک شہری اور عالی خاندان لیتے ہیں اور عربی دان ایک دیہاتی چھوٹے طبقہ کا لیتے ہیں اور موازنہ کر کے کہتے ہیں کہ دیکھئے عربی خوان بد تہذیب اور پست خیال ہوتے ہیں اور انگریزی خوان مہذب اور بلند خیال ہوتے ہیں۔

مخاطب کی بد تمیزی سے بچنے کے لئے ڈانٹنا

(ملفوظ ۳۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں اپنا ادب نہیں کراتا اپنی تعظیم نہیں کراتا۔ ابتداءً ڈانٹتا نہیں۔ مارتا نہیں۔ ہاں بضرورت یہ کرتا ہوں کہ جیسے ایک پیر نے ایک سانپ کو مشورہ دیا تھا ضرب المثل کے طور پر ایک قصہ ہے کہ ایک سانپ کسی پیر کا مرید ہو گیا تھا تمام جنگل میں سانپ کے مرید ہونے کی خبر مشہور ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ اس نے کسی کو کاٹنے سے توبہ کر لی ہے اب جانوروں نے ستانا شروع کیا اور وہ صبر کرتا تھا ایک روز پیر صاحب کا ادھر گذر ہوا دیکھا۔ سانپ تمام زخمی ہو رہا ہے مکھیاں لپٹ رہی ہیں چیونٹیاں چمٹ رہی ہیں پیر نے پوچھا کیا حال ہے عرض کیا حضرت یہ سب بیعت کی برکت ہے سب جنگل میں میری توبہ کی خبر ہو گئی سب مطمئن ہو گئے کہ یہ کسی کو کچھ کہے گا نہیں اس لئے سب جانور ستانے لگے پیر نے فرمایا کہ ارے نادان میں نے کاٹنے ڈسنے سے توبہ کرائی تھی یا پھنکارنے سے بھی۔ ذرا پھنکار دیا کر اپنی حفاظت کے لئے

پھنکار نا ضروری چیز ہے تو میں بھی مخاطب کی بد تمیزی سے بچنے کے لئے پھنکار دیتا ہوں اس کی ضرورت ہے اگر ایسا نہ کروں تو چار طرف سے اس قدر ہجوم ہو جائے کہ ضروری کاموں سے بھی رہ جاؤں۔

روح ہشتم حیواۃ المسلمین کے بارے میں

(ملفوظ ۳۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حیواۃ المسلمین میں آٹھویں روح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ہے اگر اس کو روزانہ پڑھ لیا جایا کرے تو ایک بڑے پیمانہ پر حضور کی محبت اور متابعت انشاء اللہ تعالیٰ پیدا ہو جائے گی بعض لوگوں کے خطوط آتے ہیں کہ ہم پڑھتے ہیں بے حد نفع ہوا۔

مدعیان محبت نے حضرت شیخ الہند کو نہیں پہچانا

(ملفوظ ۳۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ مجھ کو ہر بات میں ہر شخص کی مصلحت اور رعایت مد نظر رہتی ہے حتی کہ اگر دو مبلغ ایک ساتھ کہیں بھیجتا ہوں تو خرچ دونوں کو الگ الگ دیتا ہوں تاکہ ایک کو دوسرے کی محتاجی نہ ہو اگر باہم کھٹ پٹ ہو جائے تو دونوں الگ ہو جائیں ایک دوسرے کو پریشان نہ کریں اور جب تک اجتماع رہے بشاشت سے رہے ایسے معمولات پر بعضے برا مناتے ہیں کیا یہ برا ماننے کی بات ہے ظالمو قدر کرنا چاہیے کہ سب کی مصلحت اور راحت کا کس قدر خیال رکھتا ہوں۔

حضرت کا اعتدال

(ملفوظ ۳۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عجیب ہی ذات تھی مدعیان محبت نے تو مولانا کو پہچانا ہی نہیں اور اسی نہ پہچاننے کی وجہ سے پرانے پرانے لوگ جو قبروں میں پیر لٹکائے بیٹھے ہیں اور تقشف میں وہ شیخ العالم کو شیخ الہند کہتے ہیں ہمارے اعتقاد میں تو وہ شیخ الہند والسند والعرب والعجم ہیں۔

قرآن مجید کا ترجمہ طلباء کو پڑھانا چاہیے

(ملفوظ ۳۲۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میری رائے ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ بھی بلا توسط کسی تفسیر کے مثل دوسرے متون کتابوں کے محقق استاد سے سبقاً سبقاً پڑھنا چاہیے ایسا نہ ہونے سے طلبہ کو قرآن مجید سے مناسبت نہیں ہوتی اور

بڑی گڑ بڑ ہوتی ہے یہ خود ایک مستقل مقصود ہے اہل مدار اس کو اس طرف توجہ کرنا چاہیے۔

ستیہ گرہ کا ماخذ سمجھ میں نہیں آتا

(ملفوظ ۳۲۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی ظالم کے مقابلہ میں قدرت ہو تو ضرب یضرب پر عمل ہو۔ اگر قدرت نہ ہو تو صبر یصبر پر عمل ہو یہ بیچ کی صورت جس کو ستیہ گرہ کہا جاتا ہے اس کا کوئی ماخذ سمجھ میں نہیں آتا۔

۵ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

عیدین میں دعا کے بارے میں شرعاً وسعت ہے

(ملفوظ ۳۲۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عیدین میں نہ قبل الخطبہ نہ بعد الخطبہ دعا منقول تو ہے نہیں لیکن اگر کہیں معمول ہو مگر التزام نہ ہو تو کلیات شرعیہ کی بنا پر کوئی حرج بھی نہیں ایسی چیزوں کی بحث میں نہ پڑنا چاہیے جس میں شرعاً وسعت ہے اہتمام کے لائق اور بہت باتیں ہیں لوگ ان کے چھوڑنے پر آمادہ نہیں جن میں کھلم کھلا دین کی تحریف کر رہے ہیں۔

تبرکات کے متعلق مسلک اعتدال

(ملفوظ ۳۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں جو تبرکات کے متعلق تھی فرمایا کہ اگر غیر محترم کا کوئی احترام کرے یہ برا نہیں بشرطیکہ حد کے اندر ہو اور اگر محترم کا احترام نہ کرے یہ برا ہے اصل چیز یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کی حد پر رکھنا چاہیے۔

مجھے ڈھونگ کرنا نہیں آیا

(ملفوظ ۳۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا فضل ہے کہ مجھ کو کبھی ڈھونگ کرنا آیا ہی نہیں اور اگر آتا اور کرتا بھی تو ظاہر پرستوں کی نظر میں جن کا آج خاص غلبہ ہے میری بڑی امتیازی شان ہو جاتی مگر اب کچھ بھی نہیں اس لئے مختلف فیہ مسئلہ ہو رہا ہوں مگر اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا اور یہی پسند ہے۔

الحاد کا زور

(ملفوظ ۳۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے آنے سے پہلے ہندوستان کی نہایت گندگی کی حالت تھی پیشوا بھی سلاطین بھی سارے ہی بندہ شہوت و غضب بنے ہوئے تھے اور اس کے مقابلہ میں یہ زمانہ ڈاکوؤں کا ہے جس کے سبب اب پہلے سے بھی زیادہ حالت خراب ہے اور یہ ایسے مہذب ہیں جن کو میں معذب کہا کرتا ہوں گذشتہ جاہلیت کا زمانہ کفر کے زور شور کا تھا اب الحاد کا زور ہے لیکن کفر خالص میں جو برنگ مذہب ہو ایک قوت بھی ہوتی ہے مگر الحاد میں یہ بھی نہیں ہوتی بلکہ اس سے آدمی بزدل ہوجاتا ہے اس لئے کہ اس کے قلب کا کوئی مرکز نہیں اس لئے الحاد نہایت ہی بری چیز ہے۔

فضول باتیں یاد نہ ہونے کا سبب

(ملفوظ ۳۳۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسی فضول باتیں یا تو ان کو یاد رہیں جن کا حافظہ قوی ہو یا جن کو دلچسپی ہو یہاں دونوں باتیں نہیں اب یاد رہنے کی کیا صورت ہے۔

شکایت سننے پر اکابر کا عمل

(ملفوظ ۳۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض بزرگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے معتقدین کے اس قدر معتقد ہوتے ہیں کہ وہ جو بھی کہہ دیں امنا اور صدقنا کہہ کر اس پر عمل شروع کردیتے ہیں مگر الحمدللہ ہمارے حضرات اس سے منزہ ہیں مگر اتنا تفاوت ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ تو پوری شکایت سن کر فرمادیتے کہ تم غلط کہتے ہو وہ شخص ایسا نہیں میں اس کو خوب جانتا ہوں اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ شروع ہی سے نہ سنتے تھے اور حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سنتے تھے اور کچھ نہ فرماتے تھے ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا حضرت پر کسی کی شکایت سنکر کچھ اثر ہوتا ہے فرمایا ہوتا ہے اور وہ اثر یہ ہوتا ہے کہ میں سمجھ جاتا ہوں کہ ان دونوں میں لڑائی ہے پھر اپنا مذاق بیان کیا کہ میرے یہاں احتمال تو ہوجاتا ہے مگر اس کو زبان سے نکالنا یا اس پر جزم کرنا یا اس کے اقتضاء پر عمل کرنا بحمداللہ تعالیٰ یہ نہیں ہوتا ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی منکر بات سنکر

نبی کی جانب دونوں احتمال ہوں تو معصیت ہے اور اگر غیر نبی پر دونوں جانب احتمال ہو تو معصیت نہیں البتہ بڑے پہلو پر عمل جائز نہیں نہ اعتقاداً نہ قولاً نہ فعلاً البتہ اگر بمصلحت زجر کہہ دے کہ میں سزا دینے میں زیادہ تحقیق بھی نہ کروں گا تو کہہ دینا جائز ہے مگر اس پر عمل جائز نہیں اس پر حضرت مولانا محمد یعقوب رحمتہ اللہ علیہ کی ایک حکایت یاد آئی ایک موقع پر زجر کے لئے یہ فرمایا کہ میں انتظاماً بھی پیٹ دوں گا اور اس انتظام کے متعلق ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں فوج کے لوگ بازار میں سودا خرید نے جاتے اور وہاں کسی بات پر دکاندار سے جھگڑا ہو جاتا عدالت میں مقدمہ آتا اکثر فوجی کی زیادتی ثابت ہوتی اس کو سزا ہو جاتی کسی مخبر نے بادشاہ سے شکایت کی کہ حضور تمام جیل خانہ فوجیوں سے بھر گیا اور سب قصہ سنایا سن کر حکم فرمایا کہ اب سے ایسے مقدمات ہمارے پاس بھیج دیئے جایا کریں۔ ایسا ہی ہوا اب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ نے یہ کیا کہ جہاں جھگڑا ہوا مجرم کے ساتھ اس موقع کے ارد گرد کے پچاس پچاس دکانداروں کو سزا کردی بس جنگ موقوف ہوگئی وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے تو سب تماشہ دیکھتے تھے صلح کوئی نہیں کراتا تھا اس کے بعد سے جب کبھی جھگڑا شروع ہوتا تمام بازار والے کھڑے ہو کر جھگڑے کو بند کرا دیتے کہ میاں ہم بھی تمہارے ساتھ جائیں گے بس امن ہو گیا مگر مولانا نے یہ محض زجر کے لئے فرما دیا باقی کبھی اس پر عمل نہیں کیا اور ایک موقع پر شکایت کے بعد عمل بھی جائز ہے اور وہ موقع وہ ہے جہاں وہ عمل بدون شکایت بھی جائز ہے جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھنے کے متعلق شکایت سننے کے بعد باوجودیکہ تحقیق سے واقعہ غلط معلوم ہوا مگر پھر بھی اس مصلحت سے معزول فرما دیا کہ امیر اور مامور میں اختلاف رہنا بہت سے مفاسد کا پیش خیمہ ہو جاتا ہے سو ظاہر ہے کہ کسی کو معزول کر دینا بدون کسی سبب خاص کے جائز ہے۔

عدم مناسبت پر علیحدہ کرنے کا ثبوت

(ملفوظ ۳۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مفید اور مستفید میں توافق و مناسبت نہ ہو تو استفادہ کا نظام خراب ہو جاتا ہے اور اس وقت اسلم یہی ہے کہ علیحدگی ہو جانے چنانچہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام نے اسی اصل پر علیحدہ فرمادیا ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نعوذ باللہ کون سی معصیت کی تھی پس بناء وہی عدم مناسبت تھی یہاں بھی وہی اوپر والے ملفوظ کی قید ہے کہ جہاں بلا کسی وجہ کے بھی علیحدہ کرنا جائز ہو سو یہ احتیاط کا پہلو ہے۔

حب فی اللہ کو بقاء

(ملفوظ ۳۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر مشائخ کے یہاں کچھ مقربین رہتے ہیں وہ جس سے چاہیں شیخ کو راضی کردیں جس سے چاہیں ناراض کردیں مگر بحمد اللہ ہمارے حضرات کے یہاں کسی کو اتنا دخل نہ تھا نہ محض روایات کا اثر ہوتا تھا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اس قدر شکائتیں ہوئیں کہ مولانا کو اپنے متعلق اندیشہ ہوگیا تھا کہیں حضرت خفا نہ ہوجائیں مگر حضرت نے میرے ہاتھ کہلا کر بھیجا کہ میں نے جو کچھ ضیاء القلوب میں لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے میرا وہ الہام بدلا نہیں اور مجھ کو تم سے اللہ کے لئے محبت ہے اور جیسے اللہ کو بقاء ہے ویسی ہی حب فی اللہ کو بھی بقاء ہے تم بے فکر رہو مجھ پر ان شکایتوں کا کچھ اثر نہیں پھر اسی سلسلہ میں اپنے مجمع کے دوسرے بزرگوں کے مختلف ابواب کے واقعات بیان فرمائے۔ ایک واقعہ مدرسہ والوں کا اور حاجی عابد حسین صاحب کا بیان کیا کہ جب حاجی صاحب میں اور مدرسہ والوں میں اختلاف ہوا بیچ والوں نے یہاں تک کہا کہ مدرسہ والے مولود کو حرام کہتے ہیں یہ سن کر حاجی صاحب نے فرمایا کہ پھر اب تو ضروری ہوگیا تاکہ مدرسہ والوں کی عملاً مخالفت ہوجائے ایک مرتبہ اسی زمانہ میں میرا دیوبند جانا ہوا اور یہ اختلاف دیکھ کر پریشان ہوا کہ حاجی صاحب سے ملوں یا نہ ملوں۔ آخر میں نے حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ احمد صاحب سے عرض کیا کہ میں مدرسہ میں رہا ہوں اور اس زمانہ میں حاجی عابد حسین کی خدمت میں بھی آنا جانا تھا اب نہ ملنا بے مروتی ہے لیکن بشرط جواز سوا گران سے ملنا شرعاً جائز ہو تو میں مل لوں حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ضرور مل لو اس میں ایک حکمت بھی ہے وہ یہ کہ مخالفت کم ہوجائے گی دیکھئے اختلاف کی حالت میں حضرت مولانا نے کس قدر رعایت فرمائی۔ دوسرا واقعہ

ایک طالب علم کا حاجی عابد حسین کے ساتھ بیان فرمایا۔ اس نے حاجی صاحب کو دکاندار مکار منہ پر کہا اس وقت حاجی صاحب خاموش ہو گئے اور رات کو حاجی صاحب اس طالب علم کے حجرہ پر گئے اور معافی چاہی اور فرمایا تم عالم نائب رسول ہو تمہارا ناراض ہونا رسول کا ناراض ہونا ہے مجھ سے راضی ہو جاؤ حضرت زبان سے حکایت بیان کر دینا تو آسان ہے مگر ذرا دل کو ٹٹول کر دیکھو ایسا کر بھی سکتے ہو یہ حالت تھی ان بزرگوں کی۔ تیسرا واقعہ حضرت مولانا فتح محمد صاحب نے ان ہی حاجی صاحب کا بیان کیا کہ ایک ڈپٹی صاحب حاجی صاحب کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوئے کہ حاجی صاحب اٹھ کر حجرہ بند کر کے چل دیئے تھے ڈپٹی صاحب سامنے آ گئے تو ان سے کھڑے کھڑے بات کی اتنے میں مولانا فتح محمد صاحب جو اس وقت مدرسہ کے معمولی طالب علم تھے کچھ عرض کرنے کے لئے پہنچے تو حاجی صاحب اپنی نشست کی جگہ بڑھے کہ بیٹھ کر کہیں جو کہنا ہو۔ مولانا نے عذر کیا کہ میں پھر آجاؤں گا فرمایا شاید ڈپٹی صاحب کے ساتھ جو معاملہ کیا گیا اس سے آپ کو دھوکہ ہوا ہو گا مگر کہاں سگ دنیا اور کہاں آپ نائب رسول ظاہر ہے کہ یہ بات بلا بزرگی کے ہو نہیں سکتی۔ اللہ اور رسول کی عظمت کس درجہ قلب میں تھی حقیقت میں یہ مجمع ہی عجیب و غریب تھا۔ چوتھا واقعہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کا بیان فرمایا کہ مولانا طالب علموں کو توجہ دیا کرتے تھے۔ یہ واقعہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے سنا ناراض ہو کر فرمایا کہ یہ لوگ یہاں پڑھنے آئے ہیں یا فقیر بننے آئے ہیں مولانا نے توجہ بند کر دی واقعی یہ حضرات حکیم ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مثنوی کا سبق پڑھنا چاہا مجھ پر بہت عنایت فرماتے تھے حضرت مولانا رفیع الدین صاحب نے سن لیا مجھ کو بلا کر پوچھا سنا ہے کہ حضرت مولانا سے تم مثنوی پڑھنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا کہ مولانا کو مدرسہ میں بیٹھا رہنے دو ورنہ جنگلوں میں چڑھ جائیں گے یہ ارشاد بھی حکیم ہونے پر مبنی تھا فرمایا کہ وہ وقت بھی عجیب تھا مدرسہ کی درودیوار سے اللہ اللہ نکلتا معلوم ہوتا تھا جدھر دیکھو بزرگ نظر آتے تھے اس وقت گو عدد میں مجمع کم تھا کم تو بے شک کم ہی تھا مگر کیفاً زیادہ تھا اب سب کچھ ہے مگر وہ بات نہیں۔ اب ماشاء اللہ تعمیر بھی بہت بڑی ہے کتب خانہ بھی بہت بڑا ہے آمدنی بھی بہت زیادہ ہے مجمع بھی کثرت سے ہے مگر وہ چیز جو اس وقت

تھی وہ نہیں گویا جسد بے روح نہیں بس اسوقت سارا مدرسہ خانقاہ بنا ہوا تھا۔

۵ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

شاعری بگھارنا طالب کی شان نہیں

(ملفوظ ۳۳۵) فرمایا کہ پہلے ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں کچھ حالات لکھے تھے میں نے اس پر لکھا تھا کہ پھر مجھ سے کیا چاہتے ہو آج جواب میں ایک شعر لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ

نہ پوچھو کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں　　میں تم سے تمہاری رضا چاہتا ہوں

میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ بہتر اب میں کچھ نہیں پوچھتا جانے دو قصہ ختم کرو تمہارے ہی اس کہنے پر عمل کرتا ہوں کہ نہ پوچھو۔ تو بس نہیں پوچھتا اس پر فرمایا کہ کیا کام کرنے کا یہی طریقہ ہے محض مسخرہ پن ہے شاعری بگھارنی شروع کر دی کیا طالب کی یہی شان ہوتی ہے۔

ذوق بہت ہی ذہین شاعر تھا

(ملفوظ ۳۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذوق بہت ہی ذہین شاعر تھا ان کا نام ابراہیم تھا مرنے کے وقت کسی نے کہا آپ اپنی تاریخ خود ہی کہتے جایئے ہم تاریخ گو کی تلاش میں کہاں پریشان پھریں گے ذہانت دیکھئے فی البدیہہ کہتے ہیں کہ ہماری تاریخ تو شیخ سعدی کہہ گئے ہیں

بلغ العلی بکمالہ

کیا ٹھکانا ہے اس ذہانت کا۔

ستانے والے دو قسم کے لوگ

(ملفوظ ۳۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو ستانے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک دوست اور ایک دشمن۔ سو دشمن سے تو صبر ہو سکتا ہے فلاں خان صاحب نے مجھ کو ہمیشہ گالیاں دیں مگر کبھی ذرہ برابر بھی قلب پر اثر نہیں ہوا۔ لیکن دوست سے صبر نہیں ہو سکتا کہ معتقد اور طالب ہو کر تو آئیں خواہ دین کے یا دنیا کے اور پھر پریشان کریں اس کی موافقت کرتے ہوئے غیرت آتی ہے کہ طالب کو مطلوب بنایا جائے حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئے حضور نے دریافت کیا کون

عرض کیا انا یعنی میں اس پر حضور خفا ہوتے حالانکہ یہ ہو سکتا تھا کہ حضور باہر تشریف لا کر
دیکھ لیتے مگر ایسا نہیں ہوا اس واقعہ کو سن کر مجھ کو رعایت و موافقت کا مشورہ دینے والے
حضور کے برتاؤ کے متعلق کیا کہیں گے حالانکہ اعداء کے معاملات میں حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے کس درجہ کا صبر فرمایا ان مدعیان محبت کی حماقت تو ملاحظہ ہو کر معتقد بھی بنتے
ہیں اور میرے مصلحانہ تنبیہ پر اعتراض بھی کرتے ہیں یہ دونوں جمع کیسے ہوگئے البتہ میں
اگر شریعت کے خلاف کچھ کرتا ہوں تو اس پر یہ حق ضرور ہے کہ مجھ کو ٹوکیں مطلع کریں
مگر تمیز کے ساتھ مہذب طریقہ کے ساتھ نہ کہ اعتراض کے لہجہ میں کیونکہ دعوے اعتقاد
کے ساتھ اعتراضات جمع نہیں ہو سکتے۔

۶ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

پر فتن زمانہ

(ملفوظ ۳۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ زمانہ آج کل بڑا ہی پر فتن زمانہ ہے تدین کا
تو نام ہی لوگوں میں نہیں رہا الا ماشاء اللہ بدون تحقیق جو جی میں آتا ہے کہہ ڈالتے ہیں
گنگوہ سے جبہ موجودہ جلال آباد کے متعلق سوالات آئے ہیں وہاں پر جماعتیں ہو گئیں ایک
کو اثبات میں غلو ہے ایک کو نفی میں۔ عموماً خود مجتہد اور محقق بننے کو جی چاہتا ہے دوسرے
کے اتباع سے عار آتی ہے میں خدام جبہ کو اپنے شغف سے کبھی نہیں بلاتا مگر گھر والے
ایک جائز فرمائش کرتے ہیں میں منع نہیں کرتا نہ میں نے اب جلال آباد سے یہاں بلایا۔
ایک اور صاحب ہیں انہوں نے بلایا تھا میں خود اس درجہ غلو کو پسند نہیں کرتا کہ دور دور
سے بلا کر زیارت کا اہتمام کیا جائے دوسرے اگر میں ایسا کروں بھی تو میرا فعل حجت
نہیں اگر میں فرضاً حد سے آگے بڑھتا ہوں برا کرتا ہوں مجھ سے شرعی حکم معلوم کرو پوچھو
اور عمل کرو مگر لوگوں کو ایک مشغلہ ہاتھ آجاتا ہے اس خط میں ایک مضمون یہ بھی لکھا ہے
کہ یہ سنا ہے کہ تم زیارت کے وقت بے ہوش ہو کر گر گئے یہ بھی محض جھوٹ ہے میں نہ
گرا نہ پڑا غیر محققین کا تو یہ مذاق ہے کہ معدوم کو موجود کر لیتے ہیں اور محققین کا یہ مذاق ہے
کہ اگر کسی میں کوئی نقص موجود بھی ہو حسن ظن سے تاویل کر کے اس کو معدوم کر دیتے
ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ صبح کے وقت میں حضرت گنگوہی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت

میں حاضر تھا کچھ سماع کا ذکر آ گیا میں نے عرض کیا کہ اب تو فلاں مولوی صاحب کو سماع میں بہت ہی غلو ہو گیا ہے سفر میں بھی قوال ساتھ رہتے ہیں حضرت کچھ نہیں بولے میں سمجھا کہ حضرت خوش ہوئے ہوں گے کیونکہ سماع خود حضرت کے مذاق کے خلاف تھا مگر عصر کے بعد حضرت نے سماع کے متعلق ایک تقریر فرمائی اور فرمایا کہ میں فلاں مولوی صاحب کو معذور سمجھتا ہوں دیکھئے حضرت نے تاویل کر کے نقص سے ان کا کیسا تنزیہ فرما دیا

خلاف تہذیب امر سے ناگواری

(ملفوظ ۳۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں اختلاف سے برا نہیں مانتا البتہ تہذیب کے خلاف کرنے سے برا مانتا ہوں باقی اختلاف کا مجھ پر بحمد اللہ ذرہ برابر اثر نہیں ہوتا۔

مولوی محمد علی مرحوم مہذب و خوش نیت تھے

(ملفوظ ۳۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو ایک یہ بات بہت ہی ناپسند ہے کہ دوسروں کو بہکا بہکا کر مرید کرانے کے لئے لاتے ہیں بڑی غیرت معلوم ہوتی ہے قریب ہی زمانہ ہوا کہ ایک مولوی صاحب نے جامع ملیہ والوں کو یہاں پر کھینچنا شروع کیا مجھ کو بے حد ناگوار ہوا۔ میں نے منع کر دیا بلکہ وہاں ایک دوسرا امر بھی طبعاً مانع ہے وہ یہ کہ ان میں اور ہم میں زمین آسمان کا فرق ہے جامعہ ملیہ والے ہم سے بہت دور ہیں ہاں محمد علی مرحوم سے باوجودیکہ وہ اس کے بانی ہیں مجھ کو محبت ہے ایک تو وہ نہایت مہذب و خوش نیت تھے دوسرے اس وجہ سے بھی کہ وضوح حق کے بعد اہل باطل کا ساتھ چھوڑ دیا تھا ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں جو کسی خاص صاحب کے متعلق تھا فرمایا کہ وہ تو مہتمم ہیں ان کو تو ضرورت ہے مدارات کی مگر مجھ کو کیا ضرورت ہے مدارات کی ہاں میں اہانت بھی خدانخواستہ کسی کی نہیں کرتا مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں۔

مولویوں کو مالیات میں پڑنا مناسب نہیں

(ملفوظ ۳۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نہ کسی کی اہانت رکھتا ہوں اور نہ کسی کے فیصلہ میں پڑتا ہوں دونوں سے مجتنب رہتا ہوں اپنا معمول قولاً و عملاً ظاہر کر دینے کے لئے ایسی ہی صفائی کی ضرورت ہے اور یہی بات اکثر لوگوں میں نہیں ہے اسی کو میں روتا ہوں

اس کے بعد امانت کے قصہ سے مجتنب رہنے کی مناسبت سے فرمایا کہ میں جس وقت ڈھاکہ گیا تو نواب صاحب نے سوال کیا کہ مدرسہ دیوبند اور سہارنپور سے اکثر رونداویں آتی ہیں سو یہ مدارس کیسے ہیں میں نے کہا کہ مدارس اسلامیہ کو جیسا ہونا چاہئے ویسے ہیں یہ الفاظ اس قدر جامع اور موثر تھے کہ انہوں نے ایک معقول رقم تجویز کر کے میرے سپرد کرنا چاہی مگر مجھ کو ہاتھ میں لیتے ہوئے طبعاً شرم معلوم ہوئی باوجودیکہ یہ اپنے ہی مدرسہ ہیں اور انکار کرنے میں مدرسوں کا نقصان تھا اس لئے میں نے یہ کہا کہ سفر میں حفاظت رقم کی مشکل ہے آپ بیمہ کے ذریعہ سے دونوں جگہ بھیج دیجئے یہی ہوا میرے نزدیک مولویوں کو مالیات میں پڑنا مناسب نہیں اور یہ بھی واقعہ ہے کہ احباب کو جو مجھ پر اس قدر اعتماد ہے اسکی زیادہ یہی وجہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان قصوں میں نہیں پڑتا۔

روپے کی قدردانی میں اعتدال

(ملفوظ ۳۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روپیہ میں چونکہ تصویر ہوتی ہے اس لئے وہ کوئی احترام کی چیز نہیں مگر چونکہ اس میں ایک دوسری حیثیت بھی ہوتی ہے اور وہ حیثیت اس کا خدا کی نعمت ہونا ہے اس لئے جس ہاتھ میں روپیہ ہوتا ہے میں اس ہاتھ میں جوتہ نہیں لیتا کیونکہ خدا کی نعمت کی قدر کرنا چاہئے اس کے قابل قدر ہونے کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ اس کی بھی ضرورت ہے کہ کچھ نقد اپنے پاس جمع رکھے تاکہ حاجت کے وقت تنگی اور تشویش نہ ہو اور اس تنگی سے دین میں خلل نہ ہو تو روپیہ کی حفاظت دین کا ذریعہ بنانا اس کی اعلیٰ درجہ کی قدردانی ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اس قدر قدر کرو کہ دین کو بے قدری ہونے لگے اگر دونوں کو جمع نہ کر سکو تو پھر اس کو دین پر نثار کردو اور اگر جمع کر سکو تو اس کی شرط یہی ہے کہ دین محفوظ رہے حقوق واجبہ ادا ہوتے رہیں ورنہ پھر وہ مال وبال جان بلکہ وبال ایمان ہو جائے گا حاصل یہ کہ خوشی سے دونوں کو جمع کرو مگر حدود سے تجاوز نہ ہو حقوق کا خیال رہے پھر مال رکھنے کی اور اس کی طلب کرنے کی اجازت ہے بلکہ بعض حالتوں میں ضروری ہے یہ اسباب معاش وہ چیز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھوک میں دعا کی تھی

رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر

اور اس حیثیت سے معاش کا طلب کرنا منافی زہد نہیں بلکہ مطلوب ہے اور اس سے استغناء خلاف ادب ہے خوب فرمایا ہے

چون طمع خواہد من سلطان دین　　　خاک برفرق قناعت بعد ازین

(جب حق تعالیٰ ہم سے طمع چاہیں تو قناعت پر خاک ڈالو)

خلاصہ یہ کہ نعمت کی قدر ہونی چاہئے مگر نہ اتنی کہ منعم کی بے قدری ہونے لگے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس کا راز فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ عاشق احسانی ہیں عاشق ذاتی و عاشق صفاتی نہیں جب تک آرام میں رہتے ہیں کچھ محبت رہتی ہے اور تکالیف میں کچھ بھی نہیں رہتا یہی مذاق فطری جب زیادہ بگڑ جاتا ہے تو پھر وہ حالت ہوجاتی ہے جس کو فرماتے ہیں۔

فاما الانسان اذاما ابتاہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذما ابلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن

(سو جب آدمی اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو اکرام وانعام دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کردیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی)

اور نعمت مال کی بے قدری کی دو صورتیں ہیں ایک اسراف دوسرے بخل اسی لئے اسراف کی بھی ممانعت ہے اور بخل کی بھی ممانعت ہے یعنی غیر مستحق کو تو پہنچادیا جو اسراف میں ہوتا ہے یا مستحق کو بھی نہیں پہنچایا جو بخل میں ہوتا ہے دونوں صورتوں میں نعمت الٰہی کی بے قدری کی پھر بخل اور اسراف میں بھی ایک فرق ہے یعنی بخل بھی برا ہے مگر اسراف اس سے بھی زیادہ برا ہے اسراف بعض اوقات افلاس کا سبب ہوجاتا ہے اور افلاس کفر کا بخل سے کفر نہیں ہوتا اس لئے میں عوام کے خیال کے خلاف اسراف کو زیادہ برا سمجھتا ہوں جس کی وجہ ظاہر ہے کہ بخیل کو حاجات میں پریشانی نہیں ہوتی اور مسرف کو ہوجاتی ہے اس پریشانی میں اپنا دین چھوڑ دیتا ہے۔

پھوڑپن عفت کی شرط نہیں

(ملفوظ ۳۴۳) ایک سلسلہ گفتگو فرمایا کہ آج کل عورتوں کے حقوق میں نہایت ہی کوتاہی

ہورہی ہے جو بڑے ظلم اور بے دردی کی بات ہے اپنی عفیف و شریف بیویوں کی چھوٹی چھوٹی بے تمیزیوں سے تنگ ہوتے ہیں اور تنگ ہو کر ان کے حقوق ضائع کرتے ہیں بڑی بے سمجھی کی بات ہے یہ نہیں سمجھتے کہ جس قدر بد تمیز عورتیں ہیں سب عفیف ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ ایک ہی صفت ایسی ہے کہ اس کے سامنے اور سب چیزیں گرد ہیں اس عفت کی صفت میں ہندوستان کی شریف عورتیں حوریں ہیں اگر ان کو گھر میں چھوڑ کر کہیں غائب ہو جاؤ اور اس حالت میں نہ تو ان کو خرچ دو نہ ان کی خبر لو نہ ان کو اپنی خبر دو لیکن اگر تم بیس برس کے بعد دفعتہً آجاؤ تو جس کونے میں اس مظلومہ کو چھوڑ گئے تھے وہیں پڑی دیکھو گے عورتوں میں یہ ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی صفت ہے جس کی نسبت حق تعالیٰ عموم الفاظ میں فرماتے ہیں۔

فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً
(اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شیئی کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھدے)

اور میں یہ نہیں کہتا کہ پھوڑ پن عفت کی شرط ہے ایسا نہیں عفت اور سلیقہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں لیکن پھوڑ پن اور عدم عفت عادۃً ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے وہ اپنی عفت میں جس قدر مست ہے کہ اس کو تکلف اور تصنع اور عرفی سلقیہ کے اظہار کی ضرورت نہیں بخلاف غیر عفیف کے کہ اس کا اصل سرمایہ ہی مکر و فریب سے مرد کو لبھانا ہے ناواقف نے اس کا نام سلیقہ رکھا ہے اور اس پر غش ہے اس پر ایک حکایت یاد آئی ایک شخص کی بیوی نہایت حسین تھی مگر اس شخص کا تعلق ایک بازاری عورت سے تھا ایک روز بیوی نے اپنی خادمہ سے کہا کہ ایک تو یہ بات دیکھ کر آ کہ وہ عورت مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے دوسرے یہ دیکھنا کہ یہ اس کی کس بات پر مر رہا ہے معلوم ہوا کہ نہایت بدشکل عورت ہے اور یہ کہ جب یہ پہنچتا ہے تو پانچ سات جوتیاں سر پر لگا کر کہتی ہے کہ بھڑوے تو اب تک کہاں تھا بیوی نے کہا کہ آج آنے دو میں ٹھیک کروں گی پھر معاف کرالوں گی غرض وہ گھر آیا بیوی نے لے جوتہ ہاتھ میں اور چار پانچ کھوپری پر رسید کئے اور کہا بھڑوے تو اب تک تھا کہاں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا بس گھر میں اسی کی کمی تھی جب گھر میں یہ لطف موجود ہے اب باہر کبھی نہیں جاؤں گا۔

معتبر ہونا بزرگی کے لوازم سے نہیں

(ملفوظ ۳۴۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معبر ہونا بزرگی کے لوازم میں سے نہیں ابوجہل بڑا معبر تھا بس جس طرح بزرگ کا طبیب ہونا ضروری نہیں ایسے ہی بزرگ کا معبر ہونا ضروری نہیں۔ دو چیزوں میں مناسبت معلوم ہو جائے یہ حقیقت ہے تعبیر کی اور یہ ایک مستقل فن ہے بزرگی سے اسکو تعلق نہیں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خواب کی تعبیر دی حضور نے فرمایا کہ کچھ صحیح اور کچھ غلط ہے اگر یہ بزرگی کے لوازم سے ہوتی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ علیہ سے زیادہ کون بزرگ ہوگا پھر استطراداً بعض تعبیروں کا ذکر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں خواب میں اپنے دانت ٹوٹ جانے کو بیان کیا۔ فرمایا دانت سخت ہوتا ہے تمہاری سختی دور ہو جائے گی ایک اور شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے فلاں بزرگ کو دیکھا ہے کہ برہنہ ہیں حضرت نے فرمایا کہ مجمع میں ایسا خواب بیان نہیں کیا کرتے۔ نہ معلوم لوگوں کے ذہنوں میں کیا کیا آیا ہوگا سمجھے ہوں گے کہ وہ تقوے سے عاری تھے حالانکہ تعبیر میں یہ دنیا سے بے تعلقی کی طرف اشارہ ہے پھر فرمایا کہ مجھ کو تو اس فن سے بالکل ہی مناسبت نہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ خواب میں رکھا گیا ہے بیداری کی باتیں ٹھیک ہونی چاہئیں۔ مگر آج کل لوگوں کو اسمیں بجد انہماک ہو گیا ہے۔

۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

بدعت سے قلب میں قساوت اور غفلت پیدا ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ آج کل بدعتی لوگ اکثر بددین ہوتے ہیں دوسروں پر تو الزام ہے کہ یہ بزرگوں کی اہانت کرتے ہیں اور اپنی حرکات کو نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کرتے ہیں ایک صاحب نے حنفیہ کے دلائل میں ایک حدیث کی کتاب لکھی ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بخاری سے بھی زیادہ صحیح ہے کیا یہ بزرگوں کی تنقیص اور اہانت نہیں حقیقت میں ان کے دل میں علماء کی قطعاً وقعت نہیں وجہ یہ کہ بدعت سے قلب میں قساوت اور ظلمت پیدا ہو جاتی ہے کتنی بڑی گستاخی

اور بے ادبی کی بات ہے جرأت تو دیکھئے کہ یہ کتاب بخاری سے بھی اصح ہو یہ کتاب میرے پاس بھی تقریظ کے لئے بھیجی گئی تھی میں نے انکار لکھ کر واپس کر دی۔

معلم کو ترحم اور عقل کی ضرورت ہے

(ملفوظ ۳۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بچوں کی تعلیم کے باب میں بڑی گڑبڑ ہو رہی ہے نااہل استاد تعلیم دینے کے لئے مقرر ہوتے ہیں نہ تو تعلیم ہی بچوں کی ہوتی ہے نہ تربیت ایک بڑی کوتاہی یہ ہو رہی ہے کہ بچہ کو مانوس بنا کر تعلیم نہیں دیتے میرا یہ مطلب نہیں کہ گستاخی کے درجہ تک مانوس بنوانا مقصود ہے مگر یہ بھی نہیں کہ متوحش بنایا جائے توحش کی حالت میں بچہ پڑھ نہیں سکتا اس ہی لئے ضرورت ہے کہ بچہ کو مانوس بنایا جائے مانوس ہونے کی حالت میں نہایت سہولت سے پڑھ سکتا ہے مگر یہ معلم لوگ اکثر سنگدل اور کم عقل ہو جاتے ہیں تعلیم کے لئے ترحم اور عقل کی ضرورت ہے اور مزاحاً فرمایا کہ کبھی کبھی اکل کی بھی ضرورت ہے یعنی بچوں کو کچھ کھانے کو بھی دے دیا کریں مگر آج کل بچوں کو گلگلہ تو دیتے نہیں محض غلغلہ سے کام لیتے ہیں سو اس سے کیا کام چلتا ہے نیز معلم کے لئے تقوے کی بھی ضرورت ہے اس میں تقوے کو بھی بڑا دخل ہے اس سے برکت ہوتی ہے تعلیم میں۔

امامت کی حالت میں غیر استغراق مطلوب ہے

(ملفوظ ۳۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امامت کی حالت میں استغراق غیر مطلوب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سی نماز ہونا چاہیے کہ بچہ کے رونے کی بھی خبر ہوتی ہے البتہ انفرادی حالت میں استغراق نافع ہے اب اس کا عکس ہو رہا ہے کہ تنہائی میں تو نماز جلدی جلدی پڑھتے ہیں اور امامت میں خوب دیر لگاتے ہیں کہ اگر استغراق نہیں تو استغراق کی نقل ہی سہی جس کی غرض بھی صحیح نہیں کہ اظہار حسن قرأت و اظہار حسن صلاۃ بھی مطمع نظر ہے گو مقتدیوں کو تکلیف ہی کیوں نہ ہو ان حدود کو سمجھنا چاہیے تمام احکام کی طرح امامت میں بھی عقل صحیح کی ضرورت ہے ایک مسافر شاہ صاحب نے کانپور میں جمعہ کی نماز پڑھائی اول رکعت میں سورہ ق پڑھی اور وہ بھی ترتیل کے ساتھ گرمی کا زمانہ تھا بعضے لوگ بے ہوش ہو کر گرنے کو ہو گئے ایک شخص کو قے ہو گئی یہ شاہ صاحب پیری مریدی کا بھی سلسلہ رکھتے تھے اس کے مقابل محققین کی عادت سنئے حضرت

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوش الحان تھے مگر فجر کی نماز میں سورہ اذا الشمس کورت اور اذا السماء انفطرت وامثالہما پڑھتے تھے۔

بے اصولی کی خرابی

(ملفوظ ۳۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلد محض خشک اور کھرے ہوتے ہیں ایک شخص نے ایک غیر مقلد عالم سے پوچھا کہ یہ حنفی فاسق ہیں یا کافر کہا کہ فاسق ہیں کافر نہیں۔ سائل نے کہا کہ یہ لوگ امام کے ساتھ سورۃ فاتحہ کو قصداً ترک کرتے ہیں کیونکہ حدیث میں ہے

لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب

بلا فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی اور تارک صلوۃ کے متعلق حدیث میں ہے۔

من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر

تو اس حساب سے تو ان کو کافر ہونا چاہیے کہنے لگے اس میں تاویل ہو سکتی ہے سائل نے کہا کہ ایسی تاویل تو

لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب

میں بھی ہو سکتی ہے مگر آپ تو اس میں کوئی تاویل نہیں کرتے پھر

فقداکفر

میں کیوں کرتے ہیں اور ان کو فاسق کیسے کہتے ہیں جواب نہیں بن پڑا یہ تمام خرابی بے اصولی کی ہے علم بے اصول ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہاں نہ علم ہوتا ہے نہ سمجھ نہ تدین جو جی میں آیا ہانک دیا۔ ان بے اصول علوم کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نے جو ملادو پیازہ کے ساتھ مناظرہ کرنے بیٹھا تھا ملاجی کی طرف ایک انگلی سے اشارہ کیا۔ ملاجی نے دو انگلیوں سے اشارہ کر دیا اس نے تھپڑ دکھلایا انہوں نے گھونسہ دکھلایا اس نے دوسروں سے اقرار کیا کہ ملاجی نے میرے ایسے سوالوں کا جواب دیا کہ کسی نے نہیں دیا لوگوں نے شرح پوچھی اس نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ اللہ ایک۔ ملادو پیازہ نے کہا دوسرا اس کا رسول بھی ہے پھر میں نے اشارہ کیا کہ پنجتن پاک برحق ہیں۔ ملا نے کہا کہ وہ سب متفق ہیں پھر ملاجی سے پوچھا گیا کہا کہ وہ کہتا تھا کہ تیری ایک

آنکھ چھوڑ دوں گا میں نے کہا کہ میں تیری دونوں چھوڑ دوں گا اس نے کہا کہ میں تیرے تھپڑ ماروں گا میں نے کہا گھونسہ ماروں گا بس یہ ارشادات وکنایات علوم تھے ایک دوسرا واقعہ یاد آیا مولوی نورالحسن صاحب کاندھلوی مولوی فضل حق صاحب کے شاگرد تھے ان کے ایک عزیز سرشتہ داری پر مامور تھے ایک انگریز ان کا افسر تھا یہ ان کی پیشی میں تھے مولوی نورالحسن صاحب ان کے یہاں مہمان ہوئے اس انگریز کو معلوم ہوا کہ ان کے یہاں ایک عالم مہمان آئے ہیں اس انگریز نے ان سے کہا کہ ہم سے بھی ملاقات کراؤ۔ انہوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ انہوں نے سرشتہ دار صاحب کی رعایت سے ملاقات کرنا قبول کر لیا ملاقات ہوئی بیٹھتے ہی انگریز نے کہا کہ ہم کچھ پوچھ سکتا ہوں انہوں نے کہا پوچھئے وہ کہتا ہے کہ گنگ۔ انہوں نے کہا سنگ بس ملاقات ختم ہو گئی مولوی صاحب نے سرشتہ دار سے کہا کہ تم نے کس جاہل سے ملاقات کرائی وہ بولے کہ وہ تو تمہارے علوم کی تعریف کر رہا تھا کہ مولوی صاحب بہت بڑا عالم ہے ہم نے پوچھا تھا کہ گنگ۔ دریا کہاں سے نکلا اس نے کہا کہ پہاڑوں سے مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے تو قافیہ ملایا تھا ایسے ہی بعضوں کے علوم کی کیفیت ہے بے جوڑ باتیں کیا کرتے ہیں نہ قرآن کو سمجھیں نہ حدیث کو۔ ہانکنے سے غرض۔

لڑکوں کو مکتب سے وحشت کا سبب

(ملفوظ ۳۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لڑکوں کو جس قدر مکتب اور مدرسہ جانے سے وحشت ہوتی ہے اس قدر وحشت خوف موت سے بھی نہیں ہوتی اس لئے سخت ضرورت ہے کہ انکو مانوس بنا کر تعلیم دیجائے تاکہ یہ وحشت دور ہو مگر آج کل کے استاد بجائے مانوس بنانے کے بچوں کو اس قدر مارتے ہیں کہ اور وحشت بڑھ جاتی ہے سو یہ طرز بہت ہی برا ہے پھر ایک حکایت بیان فرمائی کہ مامون رشید یا ہارون رشید کا واقعہ ہے صحیح یاد نہیں رہا ان میں سے کسی کا لڑکا مکتب میں پڑھنے جاتا تھا ایک لڑکا ان کا غلام تھا وہ بھی پڑھتا اور مدرسہ میں ضروری خدمت بھی کرتا تھا اس غلام کا انتقال ہو گیا اس پر بادشاہ کو خیال ہوا کہ لڑکے کو رنج ہوا ہو گا کہا کہ بیٹا تمہارا خادم مر گیا ہم کو بڑا رنج ہے کہا کہ اباجان اچھا ہوا مکتب سے چھوٹ گیا اس وحشت کی کوئی انتہا ہے۔

خاصان حق کی علامات

(ملفوظ ۳۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی علامات اور ان حضرات کی صحبت کی برکت کو اہل بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

نور حق ظاہر بود اندر ولی　　　نیک بین باشی اگر اہل ولی

اس کا ترجمہ گلزار ابراہیم میں مولوی ابوالحسن صاحب نے کیا ہے اور خوب کیا ہے

مرد حقانی کی پیشانی کا نور　　　کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

اس کی تائید میں ایک قصہ نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا رفیع الدین صاحب کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ یہ مولانا رشید احمد صاحب سے کمالات باطنی میں کسی طرح کم نہیں۔ بس اتنا فرق ہے کہ وہ ظاہری عالم بھی ہیں یہ عالم نہیں ایسا ادراک اہل بصیرت ہی کو ہوسکتا ہے اور اس کو وہی سمجھ سکتے ہیں ہم لوگوں کو ان کمالات کا کیا خاص پتہ اور علم ہوسکتا ہے البتہ اتنا یاد ہے کہ کیسا ہی رنج اور غم اور پریشانی ہوئی حضرت مولانا گنگوہی کے پاس جا کر بیٹھے اور سکون ہوا اتنی برکت تو صحبت کی یاد ہے جو ایک درجہ میں علامت بھی ہے اس برکت کا ایک اور واقعہ یاد آیا میں نے ایک بار مولانا گنگوہی سے ایک سوال کیا کہ توسل کی حقیقت کیا ہے مولانا نے پوچھا سائل کون ہے میں نے عرض کیا کہ اشرف علی تعجب سے فرمایا تم پوچھتے ہو اور کچھ نہیں فرمایا۔ میں نے بھی دوبارہ عرض کرنے کو خلاف ادب سمجھا مگر یہ حضرت کی برکت ہے کہ بدون کسی ظاہری ذریعہ کے اللہ تعالی نے اس کی حقیقت منکشف فرمادی مقبولین کی صحبت سے علمی مشکلیں بھی حل ہوجاتی ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال　　　مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

اور جو تحقیق منکشف ہوئی وہ یہ ہے کہ توسل کے معنی تقریب کے ہیں

وابتغو الیہ الوسیلۃ

میں بھی وسیلہ کے معنے قرب کے ہیں یعنی اعمال صالحہ سے قرب حاصل کرو بعض نے ناواقفی سے پیر کے معنی مراد کے لئے ہیں جو محض غلطی ہے آگے تقرب کی دو قسمیں ہیں (۱) بالاعمال اور (۲) بالاعیان پس یہی دو قسمیں توسل کی بھی ہیں اور کلام توسل

بالاعیان میں ہے

ابن تیمیہ توسل بالاعیان

کو جائز نہیں کہتے اور جہاں منقول ہے اس میں تاویل کرتے ہیں کہ مراد ان اشخاص سے دعا کرانا ہے اور توسل بالاعمال کو وہ بھی جائز کہتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے جن میں تین شخصوں کے توسل بالاعمال سے پتھر کا غار پر سے ہٹ جانا مذکور ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر توسل بالاعمال اور توسل بالاعیان کی ایک ہی حقیقت ثابت ہو جائے تو پھر توسل بالاعیان کے ناجائز ہونے کی وجہ کیا بس وہ حقیقت مشترک ان کے ذہن میں نہیں آئی اس لئے ایک کو جائز ایک کو ناجائز لکھ دیا پس وہ حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ فلاں عمل یا فلاں شخص آپ کے نزدیک مقبول ہے اور ہم کو اس سے تلبس ہے عمل میں صدور کا اور عین میں محبت کا اور آپ کا وعدہ ہے کہ جو شخص ہمارے مقبول سے تلبس رکھے یعنی ان عمال کو اختیار کرلے اور اس شخص سے محبت رکھے ہم اس پر خاص رحمت نازل فرماتے ہیں بس ہم اس رحمت خاص کے طالب ہیں بس یہ حقیقت ہے توسل کی جو اعیان اور اعمال دونوں میں مشترک ہے پس جو توسل بالاعمال کی جو حقیقت ہے وہی توسل بالاعیان کی بھی ہوئی تو پھر توسل بالاعیان میں کیا حرج ہوا اور یہ حقیقت احیاء و اموات دونوں میں مشترک ہے نہ کہ دعا کرانا جو احیاء کے ساتھ خاص ہو اور نہ اعیان سے استغاثہ کہ ناجائز ہو۔

ادب تو صوفیاء اہل حق پر ختم ہے

(ملفوظ ۳۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ادب تو صوفیہ اہل حق پر ختم ہے یہ چیز ان میں سب سے بڑھ کر ہے خواہ کبھی صورۃً خلاف ادب کا بھی شبہ ہو جائے جس کی نسبت مولانا فرماتے ہیں۔

گفتگوئے عاشقاں در کار رب　　　جوشش عشق ست نے ترک ادب

بے ادب ترنیست زو کس درجہاں　　　باادب ترنیست زو کس درنہاں

پھر صوفیہ کے ادب کی ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شاہ ابوالمعانی کے یہاں ان کے شیخ مہمان ہوئے یہ سفر میں تشریف لے گئے تھے بیوی نے چاہا کہ خاوند کے شیخ

آئے ہیں کچھ خدمت ہو گھر میں فاقہ تھا مجبور تھیں محلہ سے قرض بھی نہ ملا شیخ کو معلوم ہو گیا بازار سے ایک روپیہ کے گیہوں منگا کر ایک مٹکی میں بھر کر ایک تعویذ لکھ کر اس میں رکھ دیا اور یہ کہہ دیا کہ اس مٹکی کو خالی نہ کرنا جتنی ضرورت ہو اس میں سے نکال لیا کرو شیخ تو تشریف لے گئے کچھ روز کے بعد شاہ ابوالمعالی صاحب مکان پر تشریف لائے کئی روز تک کھانے پینے کی فراغت دیکھ کر وجہ دریافت کی کہا گیا کہ آپ کے شیخ تشریف لائے تھے اور سارا قصہ بیان کیا اب اگر تعویذ باقی رکھتے ہیں تو ان کے زہد اور توکل کے خلاف اور اگر ہٹاتے ہیں تو شیخ کا ادب مانع کہ صورت اعراض کی ہے فرمایا کہ اس تعویذ کا مستحق مٹکا نہیں اس کا مستحق ہمارا سر ہے اور یہ کہہ سر میں باندھ لیا غلہ ختم ہو گیا اور پھر وہی فقر و فاقہ ہونے لگا واقعی اس شان کا ادب یہ صوفیہ ہی پر ختم ہے پھر فقر وفاقہ کی مناسبت سے ایک تمہید کے بعد ایک واقعہ بیان فرمایا تمہید یہ تھی کہ بعضے لوگ جو بزرگ زادوں کی تحقیر کرتے ہیں یہ بری بات ہے ان میں کچھ نہ کچھ بزرگ زادہ ہونے کا اثر ہوتا ہے پھر واقعہ بیان فرمایا کہ الہ آباد میں ایک صاحب تھے وکیل اور یہی دلیل کافی ہے ان کے دنیادار اور غیر متقی ہونے کی مگر بزرگوں کی اولاد میں سے تھے ان کے یہاں یہ ایک عجیب رسم تھی کہ جس روز گھر میں فاقہ ہوتا تو چھوٹے چھوٹے بچے ہنستے کھیلتے کودتے پھرتے تھے کہ آبا باجی ہمارے گھر شیخ جی آئے جنہوں نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا وہ ان کے یہاں کئی روز سے مہمان تھے کہتے ہیں کہ گھر سے ایک روز کھانا آنے میں دیر ہوئی یہ انتظار میں تھے کہ بچوں کو دیکھا وہ یہی کہتے پھرتے تھے یہ سمجھے کہ مہمان کیوجہ سے کھانا تکلف کا پکا ہو گا اس لئے تیاری میں دیر ہوئی۔ مگر جب بہت ہی دیر ہو گئی تو انہوں نے ان کے نوکر سے پوچھا کہ میاں یہ کیسے شیخ جی ہیں نہ تو خود نظر آئے اور نہ ہی کھانا ہی آیا اپنے ساتھ ہمیں بھی بھوکا مار دیا نوکر نے کہا کہ شیخ جی کہاں ہیں یہ فاقہ کو شیخ جی کہتے ہیں ان کے خاندان میں یہ رسم ہے دیکھئے دنیادار ہو کر بھی یہ حالت تھی کہ صرف بزرگوں کی نسل کی برکت ہے تو صحبت میں کیسا اثر ہو گا جو لوگ اہل اللہ کی صحبت میں نہیں رہتے ہیں ان میں واقعی بہت کمی ہوتی ہے اور ان حضرات کی صحبت کی برکت سے بڑے نفع کی چیزیں میسر ہو جاتی ہیں اور خصوص اس پر فتن زمانہ میں تو بزرگوں کی صحبت بہت ہی ضروری چیز ہے۔

مضبوطی اور سختی کی عجیب مثال

(ملفوظ ۳۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کسی سے کسی غلطی پر مواخذہ کرتا ہوں اور وہ معذرت پیش کرتا ہے میں فوراً نرم ہوجاتا ہوں پگھل جاتا ہوں دل میں بھی کوئی شکایت نہیں رہتی پھر اس کے بعد بھی اگر کچھ تجویز کرتا ہوں وہ بھی اس کے مصالح کی بنا پر تجویز کیا جاتا ہے اس واقعہ کے اثر کی بناء پر نہیں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس واقعہ کا اثر ہے سو یہ بالکل غلط ہے میرے مزاج میں بحمد اللہ درشتی نہیں دوستی ہے عین غصہ کی حالت میں بھی میں مغلوب نہیں ہوتا جو کچھ کہتا ہوں وہ قصد سے کہتا ہوں اور جو کرتا ہوں قصد سے کرتا ہوں سخت نہیں ہوں مضبوط ہوں جیسے ریشم کا رسہ نرم تو اس قدر کہ جس طرف کو چاہو موڑ لو توڑ لو جہاں چاہے گرہ لگا لو اور مضبوط اس قدر کہ اگر اس میں ہاتھی کو باندھ دو تو وہ جنبش نہیں کر سکتا تو الحمد للہ سخت نہیں ہوں نرم ہوں مگر مضبوط ہوں لوگ مضبوطی اور سختی کے فرق کو نہیں سمجھتے اس ریشم کے ڈورے کی مثال سے سختی اور مضبوطی کا فرق اچھی طرح واضح ہوگیا دوسرے یہاں آنے والے میرے ساتھ کون سے نرمی اور رعایت کا برتاؤ کرتے ہیں جو مجھ سے مکافات کی توقع رکھتے ہیں میں ان بیہودگیوں پر متنبہ کرتا ہوں تو مجھ کو سخت سمجھتے ہیں میں معاملہ کو صاف رکھنا چاہتا ہوں اور آنے والے الجھانا چاہتے ہیں سو میں تو سخت ہوگیا اور یہ کیا ہوئے آخر انصاف بھی کوئی چیز ہے عجیب بات ہے کہ اس زمانہ میں ظالم کی ہر شخص نصرت کرتا ہے مظلوم کی کوئی اعانت اور دستگیری نہیں کرتا یہ بھی مرض عام ہوگیا ہے اور یہ سب کچھ دین سے غفلت کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

مدعی عقیدت کی بدتمیزی ناقابل برداشت ہے

(ملفوظ ۳۵۳) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مخالف کی بدتمیزی تو سہی جاتی ہے مگر مدعی عقیدت مدعی محبت کی بدتمیزی نہیں سہی جاتی پھر بدتمیزی کے بھی درجات ہیں جس کا بدتمیزی ہونا کھلا ہوا ہو اس کی برداشت اور بھی مشکل ہے جیسے بعضے لوگ موٹی موٹی باتوں میں الجھتے ہیں سیدھی اور صاف باتوں کو ایچ پیچ کر کے

ٹیڑھا بنا دیتے ہیں اگر یہاں آکر کوئی شخص پوری بات کہہ دے تو میری طرف سے ایک منٹ کی بھی دیر نہیں لگتی میں تو خدمت کے لئے ہر وقت تیار بیٹھا رہتا ہوں مگر اس پر بھی پریشان کرتے ہیں بتلایئے اس حالت میں غصہ آئے یا نہ آئے مجھے اگر پوری بات معلوم ہو جائے خواہ تحریر سے خواہ تقریر سے تو مجھے خدمت سے عذر نہیں۔ باقی صاحب حاجت تو کچھ نہیں اور میں ہی خود کھود کرید کروں اس سے مجھے غیرت آتی ہے کام تو اس کا اور پوچھوں میں مگر عموماً اسی کو خوش خلقی سمجھا جاتا ہے سو ان ہی اخلاق مروجہ اور متعارفہ کی وجہ سے لوگ تباہ اور برباد ہوئے ہیں اور بزرگوں کے یہاں تو ڈھیلا پن (بیاء معروف) برتا جاتا ہے۔ مزاحاً فرمایا کہ میرے یہاں ڈھیلا پن (بیائے مجہول) برتا جاتا ہے بس یہی وجہ لوگوں کے خفا ہونے کی ہے مگر ہوا کریں میں تو کسی کی وجہ سے خفا بکسر خاء نہیں کروں گا صاف صاف کہونگا کھول کر کہونگا۔ لوگ اپنے معائب کو حماقتوں کو بلی کے گو کی طرح چھپاتے پھرتے ہیں یہاں آکر ان کا پول کھول جاتا ہے ظاہر ہے جب کوئی شخص طبیب سے بھی مرض کو چھپاتے تو علاج ہو چکا اور اچھا ہو چکا میں ان کی نبضیں پہچانتا ہوں میرے پاس بحمد للہ ان کے امراض کی دارو ہے جیسا مرض ویسی ہی تجویز اور ویسی ہی دوا اس پر کوئی منہ بنائے اور گالیاں دے اور بدنام کرے تو اس سے کیا ہوتا ہے صدیوں کے بعد اصلاح کا باب مفتوح ہوا ہے یہ بد فہم اس کو مسدود کرنا چاہتے ہیں یہ دیہاتی کہلاتے ہیں اور دیہاتی ہی ہونیکا عذر کرتے ہیں مگر بڑے ہوشیار ہوتے ہیں مجھ کو اکثر ان سے یہ پوچھنے کا بھی اتفاق ہوا کہ آتے ہی پوری بات کیوں نہیں کہہ دی تھی کس بات کا انتظار تھا تو جواب میں کہتے ہیں اجی میں بات یعنی انتظار دیکھوں تھا کہ جب یہ پوچھیں گے بتاؤں گا تو یہ تصریحات میرے پاس موجود ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ قصداً ایسا کرتے ہیں میں محض تخمین سے نہیں کہتا جن کو واسطہ نہیں پڑتا وہ بیچارے کیا جانیں مجھ کو تو رات دن واسطہ پڑتا ہے نیز مجھے ان کی بیہودگیوں کے منشاء کی بھی خبر ہے وہ منشاء نہایت مذموم اور برا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں سب جگہ باہوش ملانوں کے پاس آکر جاہل اور بے وقوف بنتے ہیں یہ حد درجہ کی چالاکی ہے حاصل اس عادت کا وہی ہے جس کو میں بیان کر رہا ہوں کہ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خود ان کا کام ہے ہماری چاپلوسی کرنے کا اس لئے یہ خود ہی پوچھیں گے سو ان کا مرض

میں ہی پہچانتا ہوں میں ہی علاج بھی کرتا ہوں دوسروں کو رائے یا اعتراض کا دخل دینا دخل در معقولات سے کم حیثیت نہیں رکھتا۔

غیر ضروری چیزوں میں عوام کا ابتلاء

(ملفوظ ۳۵۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اس میں ایسے ہی بیکار سوالات کئے ہیں چنانچہ تربیت کے تحت میں نے دریافت کیا ہے کہ کیا مسلم اور غیر مسلم کی غیبت میں کچھ فرق ہے اگر ہے تو کیا اور دونوں کی غیبت سے اجتناب ایک ہی درجہ میں ضروری ہے یا کیا میں نے لکھ دیا ہے کہ کیا غیر مسلم کی غیبت کی آپکو کچھ ضرورت ہے جو فرق معلوم کیا جاتا ہے پھر فرمایا کہ لوگ مقصود سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں غیر مقصود اور غیر ضروری چیزوں میں زیادہ ابتلاء ہو رہا ہے میں چاہتا ہوں مقصود پر لگانا بس اس میں الجھے ہیں۔

اغواء اور ارشاد کا فرق

(ملفوظ ۳۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے حکام غیر مسلم بھی شریف خاندان کے افسر آتے تھے ایک طالب علم نے ایک انگریز حاکم کا عجیب فیصلہ مجھ سے بیان کیا ایک مقام پر مقلدوں اور غیر مقلدوں میں کسی مسجد کے اندر آمین بالجہر پر جھگڑا ہو گیا اس انگریز حاکم نے تحقیقات کی اور تمام واقعہ کو سمجھ کر فیصلہ دیا اور لکھا کہ آمین کی تین قسمیں ہیں ایک آمین بالجہر یہ اہل اسلام کے ایک فرقہ کا مذہب ہے اور اس میں حدیثیں وارد ہیں اور ایک آمین بالسر یہ بھی ایک فرقہ کا مذہب ہے اس کے ثبوت میں بھی حدیثیں وارد ہیں تیسری آمین بالشر یہ آجکل غیر مقلد فرقہ کا مذہب ہے اس کا ثبوت کسی حدیث میں نہیں لہذا اس کو بند کیا جاتا ہے کیسی عجیب تحقیق ہے ایسا ہی ایک اور فیصلہ ہے وہ بھی ایک انگریزی افسر کا ہے ایک شخص نے بھوپال میں ایک ہندو عورت کو اس کی درخواست پر مسلمان کر لیا ایک مسلمان حاکم کے اجلاس میں مقدمہ دائر ہوا اس نے اس مسلمان کرنے والے کو اغوا میں سزا کر دی اپیل ہوا۔ حاکم انگریز تھا اس نے فیصلہ لکھا کہ فلاں حاکم فلاں عہدیدار نے اس کو مقدمہ اغوا میں سزا دی حالانکہ اغوا اور ارشاد میں فرق ہے ہر شخص اپنے مذہب کو حق سمجھتا ہے اس کی ترغیب دینا اغوا نہیں ہو سکتا خیر خواہی اور ارشاد کہا

جائے گا۔ ہاں اگر زیور کی وجہ سے یا کسی جائداد وغیرہ کی وجہ سے نفسانی خواہش کے لئے ایسا ہوتا تو اغوا ہوتا اور وہ جرم تھا مجھے اس پر بھی افسوس ہے کہ میں نے ایسا حاکم حکومت کے واسطے کیوں منتخب کیا۔ جس کو اغوا اور ارشاد میں فرق معلوم نہیں۔ یہ دونوں فیصلے عجیب ہیں۔ ایسی انتظامی باتوں میں ان لوگوں کا دماغ خوب کام کرتا ہے باقی حقیقی علوم سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ یہ خاص مسلمانوں ہی کا حصہ ہے اس میں انگریز اور ہندو دونوں پیچھے ہیں۔

۸ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

نیچرل پارٹی

(ملفوظ ۳۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عام یورپین تو حکومت کے دلدادہ ہیں انہیں مذہبیت سے دلچسپی بہت کم ہے یہ نیچرل پارٹی ہے جیسے مسلمانوں میں ایک نیچرل پارٹی ہے البتہ انکے جو مذہبی لوگ ہیں وہ بڑے متعصب ہوتے ہیں ان میں ایک تو کفر کی ظلمت ہوتی ہے اور ایک تعصب کی ظلمت ہوتی ہے وہ ظلمت ان کے چہروں سے نمایاں ہوتی ہے۔

ظاہر کو باطن میں بڑا دخل ہے

(ملفوظ ۳۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ظاہری صورت کی درستی کی ضرورت کی جو تعلیم کی جاتی ہے اس پر بعض لوگوں کو یہ اعتراض ہے کہ میاں صورت چاہے جیسی رہے باطنی عقائد درست ہونے چاہئیں حالانکہ ظاہر کو باطن میں بڑا دخل ہے پھر ظاہر میں بھی تو اس میں بڑی ذلت ہوتی ہے اگر اس ذلت کو کوئی محسوس نہ کرے یا کسی کی حس ہی باقی نہ رہی ہو تو اس کا کسی کے پاس کیا علاج بھائی اکبر علی مرحوم کے پاس ایک تحصیلدار اور ایک تھے۔ تھانہ دار ملنے آئے تھانہ دار مسلمان تھے تحصیلدار ہندو تھے مگر تحصیلدار کی تو لبیں کٹی ہوئیں داڑھی بڑھی ہوئی اور تھانہ دار صاحب کے سب صاف بھائی مرحوم کے ملازم نے پان لاکر تحصیلدار کے سامنے رکھ دیئے اس پر تھانہ دار ہنسا ملازم ہوشیار تھا سمجھ گیا اس نے پان اٹھا کر تھانہ دار کے سامنے رکھ دیئے بھائی مرحوم نے تھانہ دار سے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے ایک ذلیل آدمی معمولی حیثیت کا ملازم اس نے

آپ کا کافر سمجھا محض آپ کی ظاہری صورت کی وجہ سے تھانہ دار بہت محجوب اور ذلیل ہوا۔ یہ تو داڑھی منڈوانے والوں سے کلام تھا لیکن داڑھی رکھنے والوں کو بھی یہ حق نہیں کہ منڈانے والوں کی دل سے تحقیر کریں کیا خبر کس کا انجام کیسا ہو چنانچہ ایک داڑھی منڈوانے والے کا واقعہ ہے کہ کسی زمانہ میں گوالیار میں فوج کے لئے قانون تھا کہ چاہے داڑھی منڈائی جائے یا رکھی جائے آزادی تھی جس کا جی چاہے رکھے جس کا جی چاہے منڈا لے قریب قریب سب لوگ رکھتے تھے مگر ایک شخص جو مسلمان ہی تھا وہ منڈایا کرتا تھا لوگ ملامت کرتے وہ کہتا کہ گنہگار ہیں اللہ معاف کریں کچھ روز بعد حکومت کی طرف سے حکم ہو گیا کہ داڑھی منڈوانا فوج پر لازم ہے سب نے منڈوا دی اس شخص سے بھی کہا لو بھائی مبارک ہو۔ تمہارا ہی چاہا ہو گیا دریافت کیا کہ کیا ہوا؟ کہا کہ حکم ہو گیا داڑھی منڈانے کا۔ کہنے لگا کہ اگر قانون ہو گیا تو اب نہیں منڈائیں گے پہلے تو نفس پر ستی تھی اور اب خدا کے مخالف کی اطاعت ہے چاہے کچھ بھی ہو چنانچہ ملازمت سے خارج کر دیا گیا مگر کچھ پروا نہیں کی اتنا قوی الایمان تھا اب آدمی کسی کو کیا حقیر سمجھے پھر کسی کو دل سے حقیر نہ سمجھنے اور انجام کے معلوم نہ ہونے پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ لکھنؤ میں ایک خان صاحب تھے عمر رسیدہ ہو گئے تھے مگر دنیا کی تمام بازیاں ان میں جمع تھیں ملنے والے چھوٹے بڑے ملامت کرتے کہ خان صاحب ضعیفی کا وقت آ گیا قبر میں پیر لٹکا رکھنے ہیں اب تو ان معصیتوں سے توبہ کر لو۔ نماز پڑھا کرو۔ روزے رکھا کرو۔ کہتے کہ ان کے کرنے سے کیا ہو گا لوگ کہتے جنت ملے گی خان صاحب کہتے کہ بس جنت کے لئے اتنی محنت جنت تو ایک لمحہ میں مل جائے گی۔ لوگ دریافت کرتے وہ کس طرح خانصاحب کہتے کہ کوئی موقع ہو لو ایک ہاتھ ادھر ایک ہاتھ ادھر بس سامنے سے کالی پھٹی چلی جائیگی اور کھٹ سے جنت میں جا کھڑے ہونگے۔ اس راز کو کوئی نہ سمجھتا اتفاق سے مولوی امیر علی صاحب نے جب ہنومان گڑھی میں جہاد کا فتویٰ دیا اور کثرت سے تمام مسلمان میدان میں پہنچ گئے خان صاحب کو بھی معلوم ہوا پہنچے مولوی صاحب کے پاس اور جا کر کہا کہ مولانا ہم جیسے گنہگاروں کی بھی کچھ پرسش ہو سکتی ہے مولوی صاحب نے فرمایا کہ خان صاحب مانع کون چیز ہے خان صاحب سر پر صافہ باندھ اور کمر سے تلوار لگا دھم سے میدان میں پہنچے اور تلوار کے ہاتھ ادھر ادھر چلاتے ہوئے ستر اسی لاشیں

ڈالدیں کسی کافر کا ہاتھ ان پر پڑا شہید ہو گئے اور کٹ سے پلک جھپکتے میں جنت میں جا کھڑے ہوئے یہ تھا وہ راز جس کو کوئی نہ سمجھتا تھا ان خان صاحب کی قوت ایمانیہ دیکھئے کہ باوجود اسقدر موانع کے ایمان کتنا قوی تھا۔ اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ معاصی سے نفرت کر دو مگر عاصی سے نفرت نہ کرو کبھی ایک سیکنڈ اور منٹ میں کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔

اھل اللہ کا شعار عدل اور اعتدال ہوتا ہے

(ملفوظ ۳۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ اور خان صاحب حق ادب کے پتلے ہوتے ہیں ہر چیز کو اس کی حد پر رکھتے ہیں اور اس کے حقوق کو ادا کرتے ہیں عدل اور اعتدال ان کا خاص شعار ہوتا ہے بالکل اس کے مصداق ہوتے ہیں جیسا کہ روایات میں آیا ہے

خیرالامور اوسطھا

ہمارے حضرت حاجی صاحب سب سے خدمت لیتے تھے مگر عالم اور سید اور بوڑھے سے خدمت نہ لیتے تھے ان صفات کا خاص ادب فرماتے تھے ہر چیز کے لئے ان کے یہاں میزان عدل ہوتی ہے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت عالم افضل ہے یا سید فرمایا کہ ایک بات تو ہم جانتے ہیں کہ ایک جاہل سید ہم کو لا کر دو دس سال کے بعد عالم بنا کر تم کو دیدیں گے اور ہم تم کو ایک غیر سید دیتے ہیں تم بیس برس میں اس کو سید تو بنا دینا۔ اتنا فرق تو ہم کو معلوم ہے عجیب جواب ہے نہ سید کی بے ادبی ہوئی نہ عالم کی شاہ صاحب کے اکثر ایسے ہی جواب ہوتے تھے۔

حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عمر

(ملفوظ ۳۵۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحب کی عمر کس قدر ہوئی فرمایا کہ غالباً چوراسی سال کی حضرت کے قویٰ پہلے ہی سے کمزور تھے۔ اور بہت پتلے دبلے تھے پھر ایک سوال پر فرمایا کہ میری پیدائش ۱۲۸۰ھ کی ہے یعنی غدر سے سات برس بعد کی اور میاں جی صاحب قدس سرہ، کی وفات غدر سے پہلے ہی ہو چکی تھی میں نے حضرت میاں جی صاحب قدس سرہ کو نہیں دیکھا سوال یہ تھا کہ آپ نے میاں جی

صاحب کو تو نہیں دیکھا۔

حکایت حضرت یحییٰ بن اکثم رحمتہ اللہ علیہ

(ملفوظ ۳۶۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت چالیس برس کی عمر جب ہو جاتی ہے آگے عمر کا حصہ محض نفع ہی نفع میں ہے کیونکہ پھر استیلاء ضعف سے حیوۃ موہوم ہی ہو جاتی ہے فرمایا کہ اس کے مقابل یہ بھی تو مشہور ہے کہ چالیس برس تو خطرہ ہے پھر خطرہ نہیں کیونکہ اب تو بچے اور جوان ہی زیادہ مرتے ہیں اور بوڑھے کم مزاحاً فرمایا کہ بوڑھوں کی تو ویسے بھی رعایت کی جاتی ہے حتی کہ آخرت میں بھی۔ حضرت یحییٰ بن اکثم جو بخاری کے شیخ ہیں انتقال کے بعد جب انکی پیشی ہوئی تو حق تعالیٰ نے سوال فرمایا کہ ارے بد حال بوڑھے فلاں دن یہ کیا فلاں دن یہ کیا یہ خاموش تھے کوئی جواب نہ دیا پھر سوال ہوا کہ جواب کیوں نہیں دیتا۔ عرض کیا اے اللہ کیا جواب دوں یہ واقعات سب صحیح ہیں مگر میں ایک بات سوچ رہا ہوں سوال ہوا کیا سوچ رہا ہے؟ عرض کیا کہ یہاں کا تو یہ حال سنا نہ تھا ارشاد ہوا کیا سنا تھا؟ عرض کیا کہ میں نے ایک حدیث میں پڑھا تھا اور اس کو مع سند پڑھا

ان اللہ یستحیی من ذی الشیبۃ المسلم

یعنی اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے شرماتے ہیں اور میں معاملہ اس کے برعکس دیکھ رہا ہوں فرمایا کہ تم نے صحیح پڑھا جاؤ آج صرف بوڑھے ہونیکی وجہ سے تم پر رحمت کی جاتی ہے جنت میں تو یہ بوڑھا ہونا بھی بڑی رحمت کا سبب ہے لوگ بوڑھوں کی قدر نہیں کرتے۔

عنایت فرماؤں کے بدولت بدنامی

(ملفوظ ۳۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عنایت فرماؤں کی بدولت میں تو اس قدر بدنام ہوں کہ اگر اب نیک نام بھی بننا چاہوں تو شاید تقیہ پر محمول ہو مگر ضرورت ہی کیا ہے نیک نام ہونے کی۔

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں   مانمی خواہیم ننگ و نام را

حزب البحر پڑھنے کی برکات

(ملفوظ ۳۶۲) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں حزب البحر کی اجازت چاہتا ہوں محض خوشنودی حق کے لئے میں نے لکھا ہے کہ جس وقت حزب البحر نہ تھی اسوقت خوشنودی حق کا کیا طریقہ تھا۔ اس پر فرمایا کہ قرآن شریف و حدیث کو لوگ چھوڑ کر ان چیزوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ہاں اگر ہر چیز اپنے درجہ پر رہے تو برکات کا کس کو انکار ہے۔

حجت صرف احکام شرعیہ ہیں

(ملفوظ ۳۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کو کوئی بات ہاتھ لگ جائے اسکو بیٹھے ہوئے فضول کہرل کئے جائیں گے یہ سب آخرت سے بیفکری کی باتیں ہیں اگر آخرت کی فکر ہو تو کبھی انسان عبث اور فضول میں نہیں پڑ سکتا اور پڑنا تو بڑی چیز ہے اس کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ گنگوہ سے ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں تقریباً سولہ سوال تھے لکھا تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم جیبہ والوں کو گھر بلاتے ہو یہ (جیبہ والے جلال آباد کے رہنے والے ہیں) زیارت کراتے ہو زیارت کے وقت بے ہوش بھی ہو گئے تھے میں نے لکھ دیا کہ ہم سے مسائل شرعی پوچھو ہمارے افعال کی تحقیق کیوں کرتے ہو اگر میں ایسا کرتا بھی ہوں تو میرا فعل کوئی حجت نہیں حجت صرف احکام شرعیہ ہیں خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئے اول تو یہی غلط ہے کہ میں بلاتا ہوں میں نے کبھی بھی آج تک نہیں بلایا اور نہ زیارت کیوقت بیہوش ہوا اگر کوئی قصبہ والا بلالیتا ہے تو گھر والوں کی فرمایش پر زیارت بیشک کرا دیتا ہوں اور کھانا کھلا دیتا ہوں بہر حال وہ لوگ آخر مہمان تو ہیں ہی سب ہی بستی والے خدمت کرتے ہیں اگر میں نے بھی کھانا کھلا دیا تو اس میں کونسا جرم ہے اب رہا جبہ کے ادب کے متعلق سو اس کے لئے یقین شرط نہیں احتمال بھی کافی ہے جیسے مختلف فیہ سید کی کوئی عزت یا احترام کرے گو اس کی سیادت کی سند صحیح اور قوی نہ ہو تب بھی کیا گناہ ہے بلکہ اقرب الی الاحتیاط ہے اور وہ احترام بھی محض حضور کے ساتھ نسبت ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے یہی یہاں بھی سمجھ لیا جائے۔

خاصان حق کی صحبت بڑی چیز ہے

(ملفوظ ۳۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی کو اپنا بناتے ہیں اس کے

اسباب بھی ویسے ہی جمع فرما دیتے ہیں ان اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی کسی پر نظر شفقت ہو جائے اور صحبت میسر آجائے تو بہت ہی بڑی چیز ہے ان کی تو اگر کوئی جوتیاں بھی کھائے تو وہ بھی محروم نہیں رہتا جوتیاں کھانے کی برکت کا ایک قصہ یاد آیا۔ مولوی رحم الٰہی صاحب منگلوری نہایت نیک اور سادہ بزرگ تھے مگر نہایت ہی جوشیلے اور جذبہ حق قلب میں تھا۔ ایسے بزرگوں کے اکثر دنیا دار لوگ مخالف ہوا ہی کرتے ہیں۔ اہل محلہ نے محض بہ نیت شرارت یہ حرکت کی کہ جس مسجد میں آپ نماز پڑھتے تھے اس کے اور ان کے مکان کے درمیانی حصہ میں کہ بمنزلہ ساحت (میدان) مشترکہ کے تھا۔ ناچ کی تجویز کی ایک طوائف کو بلایا گیا۔ شامیانہ لگایا گیا غرض خوب ٹھاٹ کیساتھ انتظام ہو کر مجلس رقص شروع ہو گئی۔ مولوی صاحب مکان سے عشاء کی نماز کے لئے مسجد کو چلے راستہ میں یہ طوفان بے تمیزی۔ خیر چلے گئے خاموش مگر نماز پڑھ کر جو واپسی ہوئی پھر وہی خرافات موجود برداشت نہ کر سکے۔ ماشاءاللہ ہمت اور جرأت دیکھئے کہ نکال جوتہ اور لے ہاتھ میں بھری مجلس کے اندر بیچ میں پہنچ کر اس عورت کے سر پر بجانا شروع کر دیا اہل محلہ میں شرارت سہی مگر علم اور بزرگی کا ادب ایسا غالب ہوا کہ بولا کوئی کچھ نہیں رقص و سرور سب بند ہو گیا۔ اب لوگوں نے جن کی یہ شرارت تھی اس طوائف سے کہا کہ تو مولوی صاحب پر دعویٰ کر اور روپیہ ہم خرچ کریں گے شہادتیں ہم دینگے اس عورت نے کہا میں دعویٰ کر سکتی ہوں روپیہ میرے پاس بھی ہے شہادتیں تم دے سکتے ہو مگر ایک مانع موجود ہے وہ یہ کہ مجھ کو ان کے اس فعل سے یہ یقین ہو گیا کہ یہ اللہ والا ہے اور اس کے قلب میں ذرہ برابر دنیا کا شائبہ نہیں اگر اس میں ذرا بھی دنیا کا لگاؤ ہوتا تو مجھ پر اس کا ہاتھ اٹھ نہیں سکتا تھا تو اس کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے جسکی مجھ میں ہمت نہیں کیسی عجیب بات کہی یہ اتنی سمجھ ایمان ہی کی برکت ہے لوگ ایسے آوارہ لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں مگر ایمان والے میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے جو ایک دم اس کی کایا پلٹ کر دیتی ہے یہ کہ کر وہ عورت مولوی صاحب کے پاس پہنچی اور عرض کیا کہ میں گنہگار ہوں۔ نابکار ہوں میں اپنے اس پیشہ سے توبہ کرتی ہوں اور آپ میرا نکاح کسی شریف آدمی سے کرادیں تاکہ آئندہ میری گذر کی صورت ہو جائے مولوی صاحب نے توبہ کرا کے اور کسی بھلے آدمی کو تلاش کر کے نکاح پڑھا دیا۔ دیکھا

بزرگوں کے جوتوں کی برکت برسوں کی معصیت اور کبائر سے ایک دم اللہ کی طرف متوجہ کردیا۔ ایک دوسرا قصہ دینی سیاست کی ایسی ہی تاثیر کا یاد آیا ایک ذاکر شاغل شخص یہاں پر مقیم تھے جو اکثر وساوس کی شکایت لیا کرتے میں ان کی تسلی کردیتا پھر اس کا زور ہوتا اور میں سمجھادیتا یہی سلسلہ چل رہا تھا ایک روز میرے پاس آئے کہنے لگے اب تو جی میں آتا ہے کہ عیسائی ہو جاؤں میں نے ایک دھول رسید کیا اور کہا نالائق ابھی عیسائی ہو جا۔ اسلام کو ایسے بیہودوں اور ننگ اسلام کی ضرورت نہیں بس اٹھ کر چلے گئے بس دھول نے اکسیر کا کام دیا ایک دم وہ خیال دل سے کافور ہو گیا۔ اس کے بعد پھر کبھی وسوسہ تک نہیں آیا مزاحاً فرمایا دھول سے دھول جھڑ جاتی ہے اور مطلع صاف بے غبار ہو جاتا ہے۔ شرعی تعزیر کا اثر تھا ایک اور قصہ ہے کہ ایک شخص کہیں باہر سے میرے پاس آیا وہ ایک گھوسن پر عاشق ہو گیا تھا اس نے اپنا واقعہ بیان کیا۔ میں نے تدبیر بتلائی کہ نہ اس محلہ میں جاؤ نہ اسکو دیکھو اور ضروری کام کی طرف مشغول رہا کرو۔ کہنے لگا میں تو اسکے یہاں سے دودھ خریدا کرتا ہوں حالانکہ دودھ کی مجھ کو ضرورت نہیں اس کے دیکھنے کی وجہ سے خریدتا ہوں میں نے اس سے بھی منع کیا کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ میں نے اسکے بھی ایک نہ دھول رسید کی اور کہا کہ نکل یہاں سے دور ہو جب علاج نہیں کرتا پھر مرض لے کر کیوں آیا۔ چلا گیا اسکے بعد مجھ کو خیال ہوا کہ میں نے ایسا کیوں کیا غیر شخص تھا تعارف تک بھی نہ تھا مگر اسوقت حق تعالیٰ نے دل میں یہی ڈالا تقریباً کوئی سال بھر کے بعد فلاں مولوی صاحب سے وہ شخص ملا اس نے ان کو پہچانکر مصافحہ کیا اور یہاں کی خیریت معلوم کی انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ میں وہ شخص ہوں یہ سمجھ گئے پوچھا کہ اب اس مرض کا کیا حال ہے مجھ کو دعائیں دے کر کہا کہ انکی دھول نے سب کام بنا دیا دھول کے لگنے کیساتھ ہی بجائے عشق اور محبت اور رغبت کے ایک دم اس کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی حق تعالیٰ جس کے لئے جو مناسب جانتے ہیں بعض اوقات قلب میں وہی ڈال دیتے ہیں اور وہی نافع ہوتا ہے اس میں کسی کو کیا دخل، پھر فرمایا یہ مرض عشق صورت کا نہایت ہی پلید ہوتا ہے۔ برسوں کے مجاہدہ سے بھی نہیں زائل ہوتا ساری عمریں بعضوں کی اسی خباثت میں ختم ہو گئیں جس پر حق تعالیٰ اپنا فضل فرما دیں اور اپنی رحمت سے نواز دیں وہی بچ سکتا ہے۔

اپنے گھر میں بھی بغیر آواز دیئے نہ جانا چاہیئے۔

(ملفوظ ۳۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے گھر میں چاہے ماں ہی ہو مگر بدون پکارے اور کسی سمجھ دار کے بلائے گھر میں نہیں جانا چاہیئے بڑی بد تمیزی کی بات ہے بدون پکارے جانا بعض مرتبہ محلہ کی عورتیں یا برادری کی عورتیں گھر میں آجاتی ہیں بدون پکارے جانے سے بے پردگی ہوتی ہے ایک صحابی نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ میرے گھر میں تو صرف ماں ہی ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم ماں کو ننگی بھی دیکھنا پسند کرتے ہو عرض کیا کہ نہیں فرمایا تو پکار کر جاؤ ممکن ہے کہ نہارہی ہو کیسی پر مغز اور پاکیزہ اور نور بھری تعلیم ہے غیر آسمانی مذاہب ایسی تعلیم سے کورے ہیں۔

ادب نہ ہونے کے سبب بے برکتی۔

(ملفوظ ۳۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خیر و برکت کہاں سے ہو دنیا سے ادب ہی اٹھ گیا اس ادب نہ ہونے کی وجہ سے بھی بہت سی پریشانیاں اور بے برکتیاں مخلوق کے گلو گیر ہو گئی ہیں اور میری مراد ادب سے ادب متعارف یعنی تعظیم نہیں بلکہ حقیقی ادب مراد ہے وہ یہ کہ ہر شے اپنی حد پر رہے جس کے لوازم میں سے ایک یہ امر بھی ہے کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے بس یہ ادب ہے صرف تعظیم و تکریم حقیقی ادب نہیں ہاں کسی محل میں یہ تعظیم بھی ادب ہے جبکہ رعایت حدود تعظیم کو مقتضی ہو چنانچہ ایسا ادب اللہ کے نام کا ہونا چاہیئے جیسے نواب ٹونک نے اپنے آرام کے لئے ایک مکان بنوایا تھا اس میں مستری نے یعنی معمار نے نواب صاحب کی دینداری کے خیال سے انکو خوش کرنے کی غرض سے ایک اونچے مقام پر لفظ اللہ لکھ دیا جب مکان تیار ہو گیا۔ نواب صاحب نے آکر دیکھا نام پاک پر بھی نظر پڑی تو فرمایا کہ اب رہنے کا مکان نہیں رہا اس میں رہنا بے ادبی ہے بلکہ ادب کی جگہ ہو گئی اس مکان میں وہ رہ سکتا ہے جو ہر وقت اللہ اللہ کر سکے اب یہ عبادت گاہ رہے اور رہنے کے واسطے دوسرا مکان بنایا جائے اور اس مکان میں جا کر نواب صاحب نماز وغیرہ پڑھتے تھے۔ تو ایسا ادب تو اللہ ہی کے نام کا ہونا چاہیئے۔ باقی مخلوق کا ادب اسکی حقوق کی رعایت ہے جس کی روح راحت رسانی ہے۔ مگر اب وہ زمانہ ہے کہ نہ بیٹے کو باپ کا ادب نہ باپ کو بیٹے کا ادب نہ شاگرد کو استاد کا ادب نہ استاد کو شاگرد کا ادب نہ مرید کو پیر کا ادب نہ پیر کو مرید کا ادب نہ بیوی کو خاوند کا ادب

نہ خاوند کو ادب بایں معنی صرف چھوٹوں کے ذمہ بڑوں ہی کا نہیں بلکہ بڑوں کے ذمہ چھوٹوں کا بھی ہے اور وہ ادا کرنا ہے حقوق کا اور اداء حقوق کے لئے لازم ہے راحت رسانی پس ہر شخص کو اس کے خیال رکھنے کی ضرورت ہے مگر افسوس کہ اس باب میں عوام تو عوام خواص تک بکثرت کوتاہی کرتے ہیں صرف چند چیزوں کو لوازم بزرگی سمجھ رکھا ہے اور معاشرت کو دین کی فہرست سے بالکل ہی نکال دیا حق تعالیٰ فہم سلیم عطاء فرمائیں۔

دنیا کی عجیب مثال

(ملفوظ ۳۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب نے دنیا کی عجیب مثال دی کہ دنیا سانپ ہے تو اس کو وہ پکڑے جو منتر جانتا ہو صحابہ اس کا منتر جانتے تھے اس لئے وہ انکو مضر نہیں ہوئی اور ہم منتر جانتے نہیں اس لئے ہم کو اس سے بچنے کی ضرورت ہے کہ کہیں ڈس نہ لے اس دارالایمان اور دارالحزن میں بہت ہوشیار ہو کر رہنے کی ضرورت ہے ذرا غفلت ہوئی اور اس نے اپنا وار کیا اس لئے ہر وقت خدا سے دعا کرتا رہے ڈرتا ہے اور دین کے کام میں لگا رہے اور عمر بھر اسی مجاہدہ میں رہے کیونکہ یہ وہ راہ ہے کہ اس سے تمام عمر بھی فراغ کی امید کرنا بڑی بے عقلی ہے مولانا اسی کو فرماتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش و می خراش　　　تادم آخر دمے فارغ مباش

ذکاوت کی کمی سے بعض اشکالات کا حل مشکل ہوجاتا ہے

(ملفوظ ۳۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر چیز کے احکام اور حدود ہیں ان سے نہ گذرنا چاہیئے مگر بعضے حدود ایسے ہیں کہ انکے سمجھنے کے لئے خاص ذکاوت کی ضرورت ہے ذکاوت کی کمی سے بعض مشکلات کا حل بھی مشکل ہو جاتا ہے اس پر ایک قصہ یاد آیا مولانا اسمٰعیل صاحب شہید نے ایک مدعی مولوی صاحب سے امتحانا دریافت کیا کہ اگر کوئی پلنگ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ جائے اور ایک شخص نیچے بیٹھا قرآن شریف پڑھ رہا ہے یہ جائز ہے یا نہیں انہوں نے کہا بے ادبی ہے ناجائز ہے مولانا نے سوال کیا کہ سرین کے اونچے ہونے سے بے ادبی اگر ہے تو کھڑے ہونے میں بھی اونچے ہوتے ہیں ایسی جگہ

کھڑا ہونا بھی جائز نہ ہونا چاہیئے اگر اگر پیروں کی وجہ سے بے ادبی ہے تو پاؤں تو اب بھی نیچے ہیں پھر کیوں ناجائز ہے۔ مولوی صاحب سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اگر وہ ذکی ہوتے تو یہ جواب دیتے کہ ادب نہ سرین کا ہے نہ پاؤں کا اس کا مدار عرف پر ہے۔ جو ہیئت عرف میں بے ادبی ہو وہ جائز نہیں سو عرف میں کھڑا ہونا تو بے ادبی نہیں اور چارپائی پر بیٹھنا بے ادبی ہے۔

بیماری اور مصیبت میں حکمت خداوندی

(ملفوظ ۳۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر چیز میں خدا کی حکمت اور رحمت رکھی ہوئی ہے حتیٰ کہ بیماری اور مصیبت میں بھی کیونکہ اگر انسان ہمیشہ تندرست رہے تو کبھی دنیا سے جانے کو جی نہ چاہے اگر چاہے بھی تو تکلف کیساتھ اور بیماری وغیرہ کی وجہ سے دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ اپنے اصلی گھر کو جائیں تاکہ راحت نصیب ہو یہ کتنی بڑی رحمت اور حکمت ہے۔

تعزیت میں حدود کی ضرورت

(ملفوظ ۳۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بعضے لوگ تعزیت میں حدود سے گذر کر کلام کرنے لگتے ہیں کہ بجائے تسلی دینے کے غم کو برانگیختہ کرتے ہیں اور اس کو ہمدردی سمجھتے ہیں میں الحمدللہ تعزیت میں عرف کو قطعاً چھوڑ دیتا ہوں اور اپنے غم کا اظہار نہیں کرتا ہوں اور اہل عرف کا ایسا کرنا صرف اپنی مصلحت سے ہوتا ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ ان کو مرنے پر رنج ہوا سو وہ موقع اپنی مصلحت کا نہیں بلکہ دوسروں کی (یعنی غمزدوں) کی مصلحت کا ہے کہ اس واقعہ غم کی حکمتیں اور اس کا رحمت ہونا بیان کیا جائے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ میرا کسی کی بیماری سے بہت جی کڑھتا ہے اور مرنے پر اتنا نہیں کڑھتا اس لئے کہ مردے کی تو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی ہے جس سے ہمدردی کی جائے اور بیمار کی تکلیف محسوس ہوتی ہے اس لئے اس کے ساتھ ہمدردی ہوتی ہے۔

سرکشی اور تمرد کا اس دربار میں ناپسند ہونا

(ملفوظ ۳۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سرکشی، تمرد اس دربار میں بے حد ناپسند

ہے۔ ان کے دربار میں تو عاجزی، عبدیت، انکساری، بندگی، تواضع، خضوع۔ یہ چیزیں پسند ہیں۔

عطا حق کا استحقاق سمجھنا زوال کا سبب ہے

(ملفوظ ۳۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک نعمت خداوندی کو عطاء سمجھ کر استعمال کرتا رہیگا کبھی زوال نہ ہوگا اور جب اپنا استحقاق سمجھے گا چونکہ اس عطاء کی بیقدری ہوگی اس لئے زوال اس کے ساتھ ساتھ ہوگا جو بڑے خوف کی بات ہے۔

ایک حدیث کا مفہوم

(ملفوظ ۳۷۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت

من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ

میں اتنا ہی کلمہ مراد ہے یا پورا مع محمد رسول اللہ کے۔ فرمایا کہ پورا کلمہ مراد ہے اور یہ فرمانا ایسا ہے جیسے یہ کہا جائے کہ یسین پڑھ لو تو کل سورہ یسین مراد ہوگی۔ بعض لوگوں کو اس مسئلہ میں بڑا دھوکا ہوا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نجات کے لئے صرف توحید کافی ہے اگرچہ رسالت کا منکر بھی ہو وہ اس سے شاید اپنے دعوے کی تائید کریں کہ

من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ

حالانکہ قواعد سے یہاں پورا کلمہ مراد ہے ایک جواب تو یہ ہے اور میں نے اس کا ایک اور بھی جواب دیا ہے وہ یہ کہ جو رسالت کا منکر ہے وہ کبھی موحد اور لاالہ اللہ کا معتقد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ انکار رسالت سے وہ خدا تعالیٰ کی ایک صفت کمال کا منکر ہے یعنی صدق کا اس نے خدا کو جھوٹا سمجھا کیونکہ حق تعالیٰ کلام پاک میں فرماتے ہیں محمد رسول اللہ اور وہ اس کی تکذیب کرتا ہے توحید کہاں رہی جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو ذات وصفات میں یکتا ماننا میں نے ایک ایسے ہی اعتقاد والے کو اس کی دلیل کے جواب کے لئے دس برس کی مہلت دی تھی۔

۹ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

واقعات تحریک خلافت

(ملفوظ ۴۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس تحریک خلافت میں اگر مسلمانوں کی جماعت الگ ہوتی توانکی لغزشوں سے یہ سمجھ کر چشم پوشی بھی کی جاسکتی کہ مقصود تو دین ہے خیر کوئی خفیف سی لغزش بھی ہو گئی مگر اب تو ہندوں کیساتھ ان کی اغراض خلاف شرع ہیں مقصود دین نہیں محض دنیا ہے یعنی صرف حکومت جاہ عزت اور مال کی طلب ہے تو ایسی حکومت تو فرعون نے بھی شداد نے بھی نمرود نے بھی قارون نے بھی کی تھی ان کی ہی حکومت کو کیوں مردود سمجھتے ہو صرف اسی وجہ سے تو کہ حدود دینیہ سے گذر کر کی تھی سو تم بھی ویسی ہی حکومت کے طالب ہو جس میں نہ احکام کی پروا نہ حدود شرعیہ کی رعایت تو دونوں میں فرق کیا ہوااور پھر اس حالت میں شرکت نہ کرنے والوں پر قسم قسم کے فتوے لگائے جاتے ہیں استقبال اور جلوس اور جلسوں کے اندر جے کے نعرے لگاتے ہیں جو کفار کے شعار میں سے ہے- ایک صاحب نے اس کے معنی بیان کیے کہ جے بمعنی فتح کے ہے اس میں کیا حرج ہے مگر یہاں معنی سے بحث ہے یا یہ بات دیکھنے کی ہے کہ کفار اسکو کس موقع پر کہتے اور پکارتے ہیں سبکو معلوم ہے کہ عبادت غیر اللہ کے موقع پر پکارتے ہیں چنانچہ گنگا پر سے گذرتے وقت جے پکارتے ہیں سو اسکی حقیقت عرفیہ شعار کفر ہے حقیقت لغویہ کا اعتبار نہیں جس طرح "زنار" کی حقیقت لغویہ کیا ہے ایک تاگہ اور قشقہ کی حقیقت لغویہ کیا ہے ایک رنگ مگر عادۃً عرفاً شعار کفر ہے اس لئے احکام شرعیہ میں علامات کفر سے سمجھے جائیں گے اسی سلسلہ میں اس کا ذکر ہوا کہ بعضے لوگ ان حقائق کو سمجھتے نہیں اور بد اعتقاد ہو جاتے ہیں اسی کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ احمقوں کا تو کل جانا ہی مناسب ہے باقی جو شخص حقیقت کو سمجھ کر حق کو قبول کرے اس سے مجھ کو اس حیثیت سے تو خوشی ہوتی ہے کہ ایک شخص حق پر آ گیا- باقی اس حیثیت سے ذرہ برابر بھی خوشی نہیں ہوتی کہ ہماری جماعت بڑھ ہی اسی سلسلہ میں اس کا ذکر آ گیا کہ بعضے بد اعتقاد ضرر رسانی کی فکر میں بھی ہو جاتے ہیں- اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک روز ایک ہندو راجپوت پرانی عمر کا آدمی یہیں کا رہنے والا مجھ کو جنگل میں مل گیا کہنے لگا کہ کچھ خبر بھی ہے تمہارے لئے کیا کیا تجویزیں ہو رہی ہیں تم اکیلے مت پھرا کرو- میں نے کہا کہ ہاں مجھ کو اس کی بھی خبر ہے اور اس کے ساتھ اور بات کی بھی خبر ہے جس کی تم کو خبر نہیں کہنے لگا وہ کیا ہے میں نے کہا کہ وہ یہ

ہے کہ بدون خدا کے چاہے ہوئے کسی سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس پر کہا کہ بس جی پھر تمہیں کیا ڈر تم جہاں چاہو پھرو یہاں پر بعض لوگوں نے محبت کی وجہ سے میرے لئے یہ انتظام سوچا کہ یہ عشاء کے بعد تنہا جاتا ہے چپکے سے ایسے طور پر کہ اس کو معلوم نہ ہو اس کے ساتھ ہو لیا کرو۔ جب گھر میں پہنچ جایا کرے چلے آیا کرو ان ہی میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کو خدا کی حفاظت پر بھروسہ اور اعتماد نہیں تب وہ انتظام خود ہی موقوف کر دیا اسی اختلاف کے سلسلہ میں ایک صاحب کے سوال پر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے مکان کی بیٹھک میں بعض لوگ بیٹھے ہوئے مجھ پر طعن و اعتراض کر رہے تھے حضرت نے سن لیا فرمایا کہ تمہیں خبر بھی ہے کہ تم ایسے شخص کی برائی کر رہے ہو جس کو میں اپنا بڑا سمجھتا ہوں۔ حضرت کے یہ الفاظ غلبہ شفقت اور محبت کی بناء پر تھے مجھ کو تو ان الفاظ کے نقل سے بھی گرانی ہوتی ہے۔ میں کیا میری ہستی کیا کجا حضرت، کجا میں اور یہ بھی فرمایا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ کو وحی ہوئی ہے۔ اور جو کچھ کہہ رہا ہوں وحی سے کہہ رہا ہوں میری بھی ایک رائے ہے اس کی بھی ایک رائے ہے دونوں طرف صحت کا احتمال ہے۔ واقعی حضرت اس اختلاف کی حقیقت سے بحمد اللہ پوری طرح باخبر تھے یہ بیچارے کیا جانیں اور ایک شخص کے سوال پر حضرت مولانا یہ بھی فرمایا تھا کہ ہمیں اس پر بھی فخر ہے کہ ایسا شخص جو ہندوستان بھر سے متاثر نہ ہوا وہ بھی ہماری ہی جماعت میں سے ہے۔ نیز جب حضرت مولانا دیوبندی کے پاس اختلاف کی خبریں پہنچنے لگیں تو یہ فرمایا کہ تو لاؤ پھر میں ہی کسی قدر اپنی رائے کو چھوڑ دوں ایک صاحب نے جب کہ حضرت مولانا مالٹا سے تشریف لائے اور میں زیارت کے لئے دیو بند حاضر ہوا عرض کیا کہ حضرت وہ (یعنی میں) یہاں آیا ہوا ہے اس وقت حضرت اس مسئلہ کے متعلق کچھ فرما دیں یہ حضرات کیسے عادل ہوتے ہیں فرمایا کہ وہ میرا لحاظ کرتا ہے اس لئے میری گفتگو کرنے پر بولیگا نہیں تنگی ہو گی سو میں تنگ کرنا نہیں چاہتا نیز گفتگو سے رائے بدلا نہیں کرتی واقعات سے بدلتی ہے باقی اس پر یقین ہے کہ جب اس کی رائے بدل گئی وہ خود اعلان کر دیگا۔ اسی حاضری میں ایک صاحب نے دیو بند ہی میں مجھ سے کہا کہ زمانہ غدر میں آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بزرگ کھڑے ہوئے تھے مطلب یہ تھا کہ بزرگوں کے اتباع میں تم بھی کھڑے ہو میں

نے کہا کہ ہاں یہ بھی معلوم ہے اور اس سے آگے بھی معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں وہ یہ کہ آخر میں بیٹھ بھی گئے تھے اور آخری قول یا فعل ناسخ ہوا کرتا ہے تو تم منسوخ پر عامل ہو اور میں ناسخ پر اب بتلاؤ اپنے بزرگوں کا متبع کون ہے تم یا ہم پھر کچھ نہیں بولے اور اس تحریک میں جس قدر بے برکتی تھی اسکی وجہ بانی کی نیت ہے خبر بھی ہے کہ بانی اس کا کون ہے ظاہر ہے کہ ایک غیر مسلم اگر اس صورت میں کامیابی بھی ہو گئی تو ہندوؤں کی کامیابی ہو گی اور نفع بھی اس صورت میں ہندوں ہی کو ہو گا اور مسلمانوں نے جو اس کا ساتھ دیا اس کا آخیر نتیجہ یہ ہوا کہ جیسے سوختہ ہنڈیا کو تو پکا دیتا ہے اور خود فنا ہو جاتا ہے یہی حشر مسلمانوں کا ہوا اور ہو گا کہ انکی سالہا سال کی مردہ کانگریس کو تو زندہ کر دیا اور خود ختم ہو گئے اس پر اگر کوئی خیر خواہی کی غرض سے مسلمانوں کو سمجھائے اور حقیقت بتلائے کہ یہ بانی عدو اسلام ہے تو کوئی نہیں سنتا مگر اب آنکھیں کھلیں جب اس نے کھلم کھلا زہر اگلا اور مسلمانوں کے حقوق کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ یہ ان مسلمانوں کی عقلیں ہیں اور بیدار مغزی ہے پھر ایسے بد فہم راہبر اور پیشوا بنے ہوئے ہیں ان کے ہاتھ میں عام مسلمانوں کی باگ ہے ایسے لیڈر ان کی کشتی کے ناخدا کہلاتے ہیں اللہ حافظ ہے ان کے بیڑے کا سوائے دعاء کے اور کیا چارہ ہو سکتا ہے اللہم سب کو دین کامل اور فہم کامل نصیب فرمائیں۔

۹ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

اصول صحیحہ راحت کی چیز ہیں

(ملفوظ ۳۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصول صحیحہ سب کی راحت کی چیز ہیں میرے یہاں اصول ضرور ہیں مگر ایسے نہیں کہ کوئی آسانی سے عمل نہ کر سکے ہاں اگر کوئی اصول کو من حیث الاصول ہی مشکل سمجھے یہ دوسری بات ہے پھر یوں تو نماز میں روزہ میں حج میں زکوۃ میں سب میں اصول ہیں کوئی شعار اسلام بھی اس سے خالی نہیں کیا اس بناء پر انکو بھی مشکل کہو گے تو پھر آیت "یرید اللہ بکم الیسر" اور حدیث "الدین یسر" کا کیا جواب دو گے جو اس کا جواب دو گے وہی میری طرف سے سمجھ لیا جائے میرے یہاں کے اصول اور قواعد اپنی اور دوسروں کی راحت کے واسطے ہیں حکومت کے لئے نہیں۔

ضروریات کی تعلیم آجکل ناپید ہے

(ملفوظ ۳۷۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس قسم کی ضروریات کی تعلیم اور اہتمام حضرت ہی کے یہاں ہے دوسری جگہ اس کا نام و نشان بھی نہیں بہت سے بہت ذکر و شغل کی تعلیم کر دیجاتی ہے فرمایا کہ جی ہاں اور یہی تو وجہ ہے کہ یہاں آکر لوگوں کو ایک نئی چیز نظر آتی ہے اور اس سے وحشت ہوتی ہے حالانکہ سلف میں اس سے بھی زائد سخت تعلیمات مشائخ کے یہاں ہوتی تھیں اس زمانہ میں تو صحیح طریق نہایت ہی بری طرح بدنام ہوا کیونکہ لوگ حقیقت کو عرف کے تابع کرنے کے عادی ہوگئے ہیں اور یہ عادت مذمومہ محض دکانداروں کیوجہ سے اپنے پیٹ بھرنے کی غرض سے شائع ہوئی ہے مگر ان کی غرض پوری ہونے کے بعد کچھ ہی ہوا کرے مردہ بہشت میں جائے یا دوزخ میں اپنے حلوے انڈوں سے کام۔

حضرت حکیم الامت کا رعب اور ہیبت

(ملفوظ ۳۷۷) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آخر تم لوگوں کو ہوا کیا۔ کیا سب ایک ہی مدرسہ سے تعلیم پا کر آتے ہو عوام ہوں یا خواص سب ایک ہی مرض کے شکار بنے ہوئے ہیں پوری بات کہتے ہوئے دم نکلتا ہے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کا رعب اور ہیبت اسقدر ہے کہ جو لوگ حضرت سے بے تکلف ہیں ان تک پر ہوتا ہے نووارد تو کس شمار میں ہیں۔ فرمایا کہ میں اس کی تکذیب نہیں کرتا مگر میرے پاس اسکا کیا علاج ہے۔ خیالات کا تو کوئی علاج نہیں حدیث میں ہے کہ

من راه بد اهۃ هابہ ومن خالطہ احبہ

یعنی حضور ﷺ کو دفعۃً دیکھنے سے تو ہیبت چھا جاتی تھی اور جب آپ سے میل جول بڑھتا تھا تو آپکی محبت بڑھتی تھی باقی بظاہر تو میرے یہاں کوئی اہتمام ہیبت کا نہیں۔ نہ پہرہ ہے نہ چوکی نہ فوج نہ پلٹن غیر اختیاری چیز کا میں بھی کوئی علاج نہیں کر سکتا جو چیز اپنے اختیار میں ہے ہنسنا بولنا نووارد کے حالات وحاجات پوچھنا میں اس میں ذرا دریغ نہیں کرتا پھر بھی بدمزاجی کے اندیشہ سے وحشت اس کا کیا علاج اور اس کے خلاف اگر میں آنکھ بند کئے منہ چڑھائے خاموش بیٹھا رہتا لیکن غلطیوں کی اصلاح نہ کرتا تو نیک نام

مشہور ہوتا لیکن میں چاہتا یہ ہوں کہ دوستوں کے حالات کی مجھ کو معرفت ہو اپنی کہوں ان کی سنوں مگر اس میں میری اعانت نہیں کرتے اور اصل بات اور ہے وہ یہ کہ لوگوں کے ذہن میں بزرگی کا ایک خاص نقشہ ہے وہ یہاں منطبق نہیں ہوتا میں طالب علموں کی طرح رہتا ہوں درویشی مجھے آتی جاتی نہیں نہ میں نے سیکھی میں تو اپنی کھلی حالت رکھتا ہوں تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو لوگ اس کے خوگر نہیں بس یہ وجہ مانع ہے باہمی تناسب کی۔

قوم اور نسب بدلنے کا عالمگیر مذہب

(ملفوظ ۳۷۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل اقوام اور انساب بدلنے کا مرض بھی عالمگیر ہو گیا ہے عرفی شرفاء پر الزام تھا کہ یہ غریب قوموں کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں مگر وہ خود ہی اس جرم کے مرتکب بنے ہوئے ہیں آخر اس کی کوشش کیوں ہے کہ کوئی اپنے کو قریشی کہلانا چاہتا ہے کوئی انصاری بننے کو تیار ہے جس قوم میں یہ عرفاً داخل ہیں اگر ان کو حقیر نہیں سمجھتے تو اس سے نکلتے کیوں ہیں۔ ایک طالب علم قوم سے ڈوم تھا مگر پردیس میں جا کر اپنے کو سید ظاہر کیا اور اپنا نام بھی بدلا ہندی سے عربی نام بنایا جو اسی کا ترجمہ تھا اور ایک مسلم شخص نے جنکے بزرگ برہمن تھے اس کی تحقیق کی تھی کہ ان کے باپ دادا بزور شمشیر مسلمان ہوئے تھے یا اپنی خوشی سے اگر بزور شمشیر مسلمان ہوئے تھے تو بڑی ذلت کا کام کیا اور اگر خوشی سے مسلمان ہوئے تھے تو ان کی اولاد میں ہونے کو فخر کا سبب سمجھا جائیگا۔ غرض یہ خرافات ہیں جن میں لوگوں کو آج کل ابتلاء ہو رہا ہے کیا یہ باتیں روک ٹوک کی نہیں یہ تو انکے متعلق کلام تھا جو اپنی مشہور قوم سے نکل کر بڑی قوموں میں ملحق ہوتے ہیں اب ایک کلام ان کے متعلق بھی ہے جو عرفاً بھی شریف قوموں میں شمار ہوتے ہیں وہ کلام ایک سوال ہے وہ یہ کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جس کو دیکھو بس صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا سید یا انصاری کیا ان ہی چند حضرات صحابہ کی اولاد چھنٹ چھنٹ کر ہندوستان میں آئی تھی اور کسی قبیلہ کے کوئی بزرگ نہیں آئے کوئی طلحی ہوتا کوئی انسی ہوتا کوئی ابوہریری ہوتا معلوم تو یہ ہوتا ہے کہ آئے تھے یہ سب مگر مشہور ہونیکی وجہ سے سب ان ہی میں مدغم ہو گئے۔ البتہ اگر کسی کی نسبت متواتر ہو۔ اور جامع شرائط تواتر ہو اس کے متعلق کلام نہیں یہ تو خاص

انساب کے دعویٰ کے متعلق کلام تھا اب ایک قوم کو جو دوسرے اقوام پر شبہات اور اعتراضات ہیں ان کا نمونہ بھی عرض کرتا ہوں مثلاً بعضے غریب قوموں کا خیال ہے کہ یہ ہم کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں جو محض وہم ہی وہم ہے اور یہ وہم اس سے ہوا کہ بعض باتیں کسی قوم کی طرف عوام میں منسوب ہیں تو کسی موقع پر ان کے بیان کرنے سے یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ مقصود ان کا تحقیر ہے حالانکہ وہ لوگ خود اپنی قوم کی طرف بھی موقع پر بعضے چیزوں پر منسوب کراتے ہیں۔ سو اس سے کوئی قوم بھی مستثنیٰ نہیں۔ مثلاً شیخ زادوں قوم کو دیکھ لیا جائے کہ وہ بہت سے موقعوں پر بے تکلف یہ کہ دیتے ہیں کہ یہ شیخزادے بڑے فطرتی ہوتے ہیں۔ یہاں فطرت کے معنی چالاکی اور مکاری ہیں تو اس حالت میں یہ دوسری قومیں جن کا اہل عرف چھوٹا سمجھتے ہیں خواہ مخواہ برا مانتی ہیں کہ ہماری قوم کی نسبت بعض نقائص کا خیال ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ایک مرتبہ خود فرمایا کہ یہ شیخزادوں کی قوم بڑی ہی خبیث ہوتی ہے ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت آپ بھی تو شیخزادے ہیں تو بے تکلف فرمایا کہ میں بھی خبیث ہوں سبحان اللہ ان حضرات میں کبر کا نام و نشان نہ تھا میں نے اس طالب علم کو دوسرے وقت ڈانٹا کہ ایسی گستاخی کی بات نہیں کیا کرتے عرض حضرت کی یہ بے تکلفی تھی اور انکسار تھا خلاصہ یہ کہ یہ حالت ہو رہی ہے افراط تفریط کی اور صاحب اصل نسب تو یہ ہے کہ سب ابن التراب (مٹی کے بنے ہوئے) ہیں۔

انڈہ کی جگہ ڈنڈا

(ملفوظ ۳۰۷۹) ایک نووارد شخص کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ گھر سے شیخ چلی کا سا حساب لگا کر چلتے ہیں کہ جاویں گے یوں تعظیم و تکریم ہوگی یوں ادب و احترام ہو گا کھانا کھلایا جائیگا۔ چار بسکٹ حلوے انڈے دستر خوان پر ہوں گے۔ اب یہاں آ کر وہ نظر نہیں آتا تو متوحش ہوتے ہیں۔ ایک شخص یہاں پر آئے تھے کہنے لگے کہ حضرت مولانا رائے پوری کے یہاں تو صبح کو چائے اور حلوا کھانے کو ملتا تھا۔ مزاحاً فرمایا اور یہاں اور ہی جلوہ دیکھنے میں آیا یہ طالب ہیں جن کو تعظیم و تکریم ادب و احترام کی تلاش ہے چار بسکٹ حلوے انڈے ڈھونڈتے پھرتے ہیں یہاں تو بجائے انڈے کے ڈنڈے ہیں اگر

کھانے ہوں تو آجاؤ نہیں تو گھر بیٹھو۔ ایک شخص نے لکھا تھا کہ آپ نے میرے خط کا جواب اس لئے نہیں دیا کہ میں نے جواب کے لئے ٹکٹ نہ بھیجے تھے ایک مولوی صاحب سے ہم فتوے پوچھا کرتے تھے وہ برابر اپنے پاس سے ٹکٹ لگا کر جواب دیتے تھے۔ ایک ڈپٹی کلکٹر ہیں انہوں نے کہا تھا کہ اپنے فلاں مسئلہ میں موافقت بھی کی تو فلاں بریلوی خان صاحب کیساتھ منشاء ان سب باتوں کا صرف یہ ہے کہ اپنے تابع رکھ کر خدمت لینا چاہتے ہیں یہاں یہ باتیں ہیں نہیں اسی وجہ سے خفاء ہیں خیر ہوا کریں خفا کیا کوئی ان کا نوکر ہے اگر طریقہ سے خدمت لیجانے آدھی رات خدمت کو حاضر ہوں اور بے طریقہ یہاں خدمت کی تو کیا امید ہے بات بھی نہیں کی جائے گی۔

بغض اور محبت میں اعتدال کی حاجت

(ملفوظ ۳۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر چیز میں اعتدال کی ضرورت ہے۔ بغض میں بھی اعتدال چاہیئے اور محبت میں بھی اعتدال چاہیئے حدود گذرنا نہ عداوت میں پسندیدہ ہے نہ محبت میں پسندیدہ ہے مگر اعتدال اس زمانہ میں عنقا ہو گیا ہے جس کو دیکھو افراط و تفریط میں مبتلا ہے میں چاہتا یہ ہوں کہ ہر شخص اعتدال پر رہے یہی لوگوں سے میری لڑائی ہے اسی وجہ سے مجھ کو بدنام کرتے ہیں کہ سخت گیر ہے اور آپ بہت نرم گیر تمہاری ہر بات سے دوسروں کو تکلیف پہنچے یہ نرم گیری ہے۔

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

جامع العلوم کانپور کے مخالفین کا حضرت کے وعظ پر معذرت کرنا اور رقم کا انتظام کرنا

(ملفوظ ۳۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو تو فضول چیزوں سے طبعی نفرت ہے خواہ وہ کسی سے دوستی ہی کا تعلق کیوں نہ ہو اس سے اندازہ کیجئے کہ جو شخص صلح سے گھبراتا ہو وہ کسی سے جنگ کیا کریگا میری طبیعت سب جھگڑوں سے گھبراتی ہے خواہ وہ کسی کی موافقت ہو یا مخالفت ہو بقول مولانا

خود چہ جائے جنگ و جدل نیک و بد　　　　کیں دلم از صلح ہا ہم میرمد

(نیک و بد کے متعلق لڑائی جھگڑے کی تو کہاں گنجائش ہے میرا دل تو صلح کے تعلق سے بھی

بھاگتا ہے۔)

کانپور میں جس زمانہ میں مدرسہ جامع العلوم میں تھا بعض مخالفین نے مدرسہ کے متعلق قسم قسم کی شہرتیں دیں آئے دن کا ایک مشغلہ ہو گیا حتی کہ اعتراض کے پرچے اہل مدرسہ کے نام آنے لگے ایک روز میں نے مدرسہ کی جماعت سے جس میں مہتمم مدرسہ ممبران مدرسہ اور بعض خیر خواہان مدرسہ سب موجود تھے مشورہ کیا سب نے بالاتفاق کہا کہ جمعہ میں سب آجائیں گے اس میں اس کے متعلق بیان کر کے ان معترضین پر رد کرنا چاہیئے۔ میں نے کہا یہ مفید نہیں وہ اس رد کا جواب دینگے ایسی تدبیر کرنا چاہیئے جس سے ہمیشہ کے لئے انسداد ہو جائے پوچھا گیا وہ کیا تدبیر ہے میں نے کہا کہ وہ کرنے کی ہے کہنے کی نہیں جب وہ ہو گی دیکھ لینا اسکے بعد میں نے مخالفین کے نام کی ایک فہرست مرتب کی اور اس فہرست کی پیشانی پر لکھا کہ آپ حضرات سے مدرسہ کے متعلق کچھ مشورہ کرنا ہے۔ فلاں دن فلاں وقت تشریف لے آئیے۔ مخالف بہت خوش ہوئے کہ اب اعتراضات کرنے کا خوب موقع ملے گا وقت مقررہ پر سب جمع ہو گئے۔ میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ حضرات کو اس لئے تکلیف دی گئی کہ اس وقت تک ہم لوگ مدرسہ کا کام کرتے تھے اور اپنے کو اس کام کا اہل سمجھتے تھے مگر عقلاء کے اتفاق سے معلوم ہوا کہ ہم اس کے اہل نہیں اور غیر اہل کام کرنا خیانت ہے لہذا ہم لوگ مدرسہ کو آپ حضرات کے حوالے کرتے ہیں مدرسہ کی آمد و خرچ و باقی کا حساب سمجھ لیجئے جائزہ لے لیجئے کتابوں پر قبضہ کر لیجئے طلبہ کا رجسٹر لے لیجئے۔ اگر اس وقت آپ نے حساب نہ لیا اور مدرسہ کے نظم و نسق کو اپنے ہاتھ میں نہ لیا تو آئندہ ہم کسی کام کے کسی بات کے ذمہ دار نہ ہونگے اور فلاں وقت مدرسہ سے الگ ہو جائیں گے ہمارے بستر بندھے رکھے ہیں۔ سب کے ہوش اڑ گئے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں سب نے معافی چاہی اور نہایت خوشامد کے لہجہ میں بالاتفاق کہا کہ ہم آئندہ کچھ نہ بولیں گے اور کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کریں گے۔ مدرسہ کا کام آپ ہی کریں۔ اور جس طرح چاہیں کریں میں نے کہا کہ خیر ہم کو اس سے بھی انکار نہیں مگر کام کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے اور مدرسہ میں روپیہ ہے نہیں پھر کام کیسے کریں۔ سب نے کہا کہ ہم روپیہ بھی دیں گے چنانچہ فوراً ہی کافی روپیہ کا انتظام کیا مہتمم بھی محو حیرت تھے اور ممبران بھی کہ عجیب بات ہے۔ روپیہ بھی مخالفین

سے لیا اور آئندہ کے لئے اعتراضات کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ یہ سب اس لئے کیا کہ قیل و قال مذاق کے خلاف تھا اس لئے دو ٹوک بات کہدی جس کا اللہ تعالیٰ نے اثر ظاہر فرما دیا غرض ملانوں کی خرچی میں تو سب کچھ ہے مگر بے محل اس کا اظہار نہیں کیا جاتا اس سے لوگوں کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ لوگ بے حس ہیں اس پر ایک شعر یاد آگیا۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

(راز کا ظاہر ہونا خلاف مصلحت ہے۔ ورنہ ایسی کوئی چیز نہیں جو رندوں کی مجلس میں نہ ہو)

متقدمین پر اعتراض کی عجیب مثال

(ملفوظ ۳۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ متقدین میں خادم دین پر اعتراض کرنا سخت حماقت ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے پکی پکائی ہوئی روٹی میں عیب نکالنا جو بہت آسان ہوتا ہے مگر ذرا پکا کر دیکھے تب حقیقت معلوم ہو آج ذرا کوئی نئی صورت پیش آجائے اس کا ایک مسئلہ بھی حل نہیں ہوتا ان حضرات نے لاکھوں کروڑوں مسائل حل کر دیئے۔

مفقود الخبر کے بارے میں حکم

(ملفوظ ۳۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جنٹلمین لوگ اس پر اعتراض کرتے تھے کہ اسلام نے مفقود الخبر کے متعلق کوئی مخلص نہیں بتلایا مگر امام مالک کے مذہب پر اس کا مخلص موجود ہے سو وہ مذہب بھی تو اسلام ہی میں داخل ہے تو اسلام پر تو کوئی اعتراض نہیں رہا۔ اب رہا حنفیہ کا مذہب اور اس پر اعتراض کہ حنفیہ کے یہاں اس کا کوئی مخلص نہیں تو حنفیہ نے بھی ضرورت کے وقت مالک کی مذہب پر عمل کرنیکی اجازت دے دی ہے بعض قیود کے ساتھ تو اب حنفیہ پر بھی اعتراض نہ رہا یہ سب مباحث مفصل رسالہ حیلہ ناجزہ میں منضبط کر دیئے گئے ہیں۔

بزرگوں کے معتقدین کا تجاوز حدود

(ملفوظ ۳۸۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں یہ بزرگوں کے معتقدین تو اس قدر حدود سے تجاوز کئے ہوئے ہیں اور ان کے مقابل ایک جماعت ہے کہ وہ

حضرت مخدوم صاحب کے وجود ہی کی منکر ہے کہ اس نام کے کوئی بزرگ ہی نہیں ہوئے پیران کلیر میں جو مخدوم صاحب مدفون ہیں یہ ان کے متعلق اس جماعت کا خیال ہے۔

مشورہ نہ دینے کا سبب

(ملفوظ ۳۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں کسی کے کام یا بات میں دخل نہیں دیتا اور مشورہ بھی بہت کم دیتا ہوں اس لئے کہ لوگ مشورہ کی حقیقت سے ناواقف ہیں اس کو حکم سمجھ کر عمل کرتے ہیں مشورہ لیکر سوچنے سمجھنے سے فارغ ہو جاتے ہیں خود فکر و غور نہیں کرتے اب آگے اس میں دونوں پہلو محتمل ہیں اگر نفع ہو تو اعتقاد میں غلو ہو جاتا ہے کہ فلاں کے تصرف سے ایسا ہو گیا اور اگر نقصان ہوا تو دل میں خیال ہوتا ہے کہ فلاں شخص کے کہنے پر عمل کیا تھا اس سے یہ نقصان پیش آیا سو مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں غرض اس میں ہر پہلو میں مضرت ہی کا اندیشہ ہے۔

پرچہ پیش کرنے والے کی اصلاح فرمانا

(ملفوظ ۳۸۶) ایک صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں ایک پرچہ پیش کیا ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ یہ تو کوئی ایسی راز کی بات نہ تھی یہ لو پرچہ اور زبانی کہو جو کچھ کہنا ہو میں بھی موجود تم بھی موجود پھر زبانی نہ کہنے میں کیا مصلحت ہے اس پر وہ صاحب خاموش رہے فرمایا جواب دو بات کو ختم کرو مجھ کو اور بھی کام ہیں صرف تم کو ہی لئے کیسے بیٹھا رہوں۔ میرے پاس اتنا زیادہ اور فضول وقت نہیں جو کہنا ہو زبانی کہو تاکہ معاملہ ایک طرف ہو۔ اس پر بھی وہ صاحب کچھ نہ بولے خاموش ہی رہے۔ فرمایا کہ دیکھو پھر شکایت کرو گے اور بدنام کرتے پھرو گے اب کی مرتبہ میں اور کہتا ہوں کہو جو کہنا ہو کہہ لو ورنہ پھر میں اسی طرح کہوں گا جیسے میں ایسے موقع پر کہا کرتا ہوں اب تغیر ہونیوالا ہے اور جس علت کی بناء پر تم نے پرچہ پیش کیا ہے زبانی نہیں کہا میں تمہاری اس علت کو بھی سمجھ چکا ہوں اب گولر کا پیٹ پھوٹنے والا ہے پھر بھنگے ہی بھنگے اڑتے نظر آئیں گے۔ یہ فرما کر اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب آپ لوگ دیکھ لیں مجھ کو بد خلق سخت گیر بتلایا جاتا ہے اب ان معترض صاحبوں کو بلا کر دکھلایا جائے کہ کون سخت گیر اور کون کون نرم گیر ہے دور سے بیٹھے ہوئے فتوے لگاتے ہیں اب میری رعایت ملاحظہ ہو اور

ان کی زیادتی آخر بشر ہوں کہاں تک صبر کروں اب تغیر نہ ہو تو اور کیا ہوا۔ اس پر بھی وہ صاحب خاموش رہے تب حضرت والا نے فرمایا کہ منشاء تمہارے اس فعل کا محض کبر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اور لوگوں پر میری بیہودگی میری حماقت میرا جہل ظاہر نہ ہو کیا آپ نواب صاحب کے بیٹے ہیں اور سب آپ کے نوکر اور غلام ہیں کہ زبان بند کئے بیٹھے ہو کیا دوسروں کو یہ سمجھتے ہو کہ یہ سب بیوقوف ہیں ارے بیہودہ کسی بات کا تو جواب دے بت بنا کیوں بیٹھا ہے کیا دوسروں کا دماغ دوسروں کا وقت بیکار ہے ایک مشغول آدمی کو اپنی طرف متوجہ کر کے چین سے بیٹھ گیا ایسے ایسے بد نصیب یہاں آ کر مرتے ہیں۔ ارے کیا گھر سے نہ بولنے کی قسم کھا کر چلا تھا جب یہ خیال تھا تو آیا ہی کیوں تھا خواہ مخواہ ستایا اور پریشان کیا چل اٹھ یہاں سے دور ہو اب کیوں دیوار سا بنا میرے سامنے بیٹھا ہے۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی معافی کا خواستگار ہوں فرمایا اب کیوں بولا۔ اب زبان کہاں سے آ گئی لتاڑ پڑی تو بولنا شروع کر دیا نوابیت کی شان اب کیوں ٹوٹی اس سے پہلے تو کچھ اور ہی سمجھے بیٹھا تھا۔ دماغ میں جو خناس تھا وہ کچھ کچھ نکلا۔ اب معافی چاہتا ہے پہلے نظر نہیں آتا تھا چل نکل یہاں سے خبردار جو کبھی یہاں آ کر قدم رکھا۔ عرض کیا کہ اگر حضرت مجھ کو جان سے بھی مار دیں گے نہ تو جاؤں گا اور نہ آنا چھوڑوں گا اور آئندہ ایسا نہ کرونگا۔ جو آپ فرمائیں گے اس کا اتباع کرونگا اور جو پوچھیں گے اس کا جواب دوں گا فرمایا اچھا میں ابھی اس کا امتحان کرتا ہوں بتلاؤ یہ پرچہ کیوں پیش کیا زبانی کیوں نہیں کہا عرض کیا اس کی وجہ تو وہی ہے جو حضرت نے بیان فرمائی۔ کہ کسی کو معلوم نہ ہو اور کام ہو جائے ممکن ہے کہ دس آدمیوں میں میری ہتک ہو فرمایا اب اسکا جواب دو کہ ضروری سوالوں پر بھی بولے کیوں نہیں تھے۔ عرض کیا کہ اس کے متعلق میں یہ سمجھ رہا تھا کہ سن کر خود ہی خاموش ہو جائیں گے بولنے پر ممکن ہے کہ کوئی اور بات زبان سے بیہودہ نکل جائے اور اس پر بھی مواخذہ ہو فرمایا کہ خیر ستایا تو بہت مگر سچ بولا۔ اس وجہ سے معاف کرتا ہوں اور اس وقت مسجد میں یا اور جہاں آرام سے خانقاہ کے اندر مہمان خانہ ہے آرام کرو بعد نماز ظہر مجلس میں آ کر بیٹھنا اس میں بھی ایک شرط ہے وہ یہ کہ مکاتبت مخاطبت کچھ نہ ہو خاموش بیٹھا رہنا اچھا یہ بھی بتلاؤ کے روز قیام رہے گا۔ عرض کیا کہ تین روز فرمایا کہ اب یہاں زمانہ قیام میں نہ تو بولنا اور نہ کوئی پرچہ لکھنا پھر واپس جا کر خط و

کتابت سے اپنے حالات کی اطلاع کرنا عرض کیا ایسا ہی کروں گا۔ فرمایا جس شخص کے پاس اپنی حاجت لیکر جائے اور اس کو مانوس بنانا ہو اور اپنی طرف متوجہ کرنا ہو تو اس کو چاہیئے کہ پہلے دن وہاں کے قواعد معلوم کرے اور جیسا قاعدہ معلوم ہو اس پر کار بند رہے۔ ہر کام اصول کے ماتحت ہو اسی میں خیر ہے۔

کام کرنے کا صحیح طریقہ

(ملفوظ ۳۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کام تو کام کے طریقہ سے ہوتا ہے معلم کی طرف سے تعلیم ہو اور متعلم کی طرف سے قبول اور عمل ہو یہ ہے ضروری چیز اور متعارف بیعت تو ایسی چیز نہیں محض برکت کی چیز ہے مگر تعجیل اس میں کسی طرح مناسب نہیں میں تو آنے والوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم میرا کچا چٹھا دیکھو میری حالت کو دیکھو میں تمہاری حالت کو دیکھوں اس کے بعد اگر طرفین سے مناسبت ہو تو بیعت کا بھی مضائقہ نہیں آجکل کام کرنے کو تو لوگ تیار نہیں بیعت پر مصر ہیں۔

بیعت میں تعجیل مناسب نہیں

(ملفوظ ۳۸۸) ایک صاحب نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ ابھی میں بیان کر چکا ہوں آپ تو سن رہے تھے کہ اس میں تعجیل سے کام نہ لیا جائے اور یہاں کے قیام کے زمانہ میں آپکو بیعت کی درخواست بھی نہیں کرنا چاہیئے یہ میرے قواعد کے خلاف ہے آپ وطن پہنچ کر جو رائے قائم ہو اس رائے سے اور اپنے دوسرے حالات سے اطلاع کرنا بیعت کے متعلق جو اصول بمنزلہ اصول موضوعہ کے ہیں میں وہ اصول آپ کو لکھوں گا اس سے تعلیم کے مبادی طے ہو جائیں گے۔ بدون ان کے طے ہوئے کام چلنا مشکل ہے اور یہ سب وطن کی مکاتبت سے ہو گا۔ باقی یہاں کے قیام کے زمانہ کی نیت تو صرف یہ ہونا چاہیئے کہ دیکھیں طرفین سے مناسبت بھی ہے یا نہیں اور اس کا علم اس طرح ہوتا ہے کہ میں تم کو دیکھ لوں تم مجھ کو دیکھ لو تاکہ نہ مجھے دھوکا ہو آپ کی نسبت اور نہ آپ کو دھوکا ہو میری نسبت یہ ہیں اصول جو شخص ان اصول میں بھی اتباع نہ کرے اور اپنی رائے پر رہے اسی پر اصرار ہو تو وہ محروم رہے گا۔ نیز یہ بھی جان لینے کی بات ہے کہ ہمارے یہاں نہ چھوچھا ہے نہ پھوں پھاں نہ رموز نہ اسرار نکات نہ لطائف نہ

کشف و کرامت نہ تصرف نہ ہوحق نہ کود پھاند نہ شور وغل کچھ نہیں سیدھی سیدھی باتیں ہیں طالب علمی رنگ ہے لوگوں نے تصوف کوایک عجیب چیز بنادیا ہے میں نے اس کو ایک معقول چیز بنا کر پیش کر دیا۔ اور اب تو الحمد اللہ جاہلوں کا بھی ان دکانداروں کے پھندوں میں آنا آسان نہیں بڑے مزے اڑائے اب وہ جلوے ماندے لگنے پڑر ہے ہیں۔

خالص روحانی چیزیں

(ملفوظ ۳۸۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جن کیفیات میں مادہ شرط ہے وہ نفسانی ہیں اور جن میں مادہ شرط نہیں وہ روحانی ہیں عقلی حثیت عقلی محبت یہ سب خالص روحانی چیزیں ہیں اس میں بھی بڑے بڑے لوگوں کو دھوکا ہو جاتا ہے۔

حضرت کی تعلیم کا ایک بڑا حصہ

(ملفوظ ۳۹۰) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ چونکہ فہم میں سلامتی نہیں اس لئے مبادی ہی کے طے ہونے میں بہت وقت صرف ہو جاتا ہے اور موٹی موٹی باتوں کا بھی لوگوں کو مطلق خیال نہیں مثلاً اسی کی پروا نہیں کہ کسی کو ہم سے تکلیف نہ پہنچے اور میری تعلیم کا بڑا حصہ یہ بھی ہے کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو اسی کو ایک صاحب نے رنگون میں اس عنوان سے کہا تھا کہ اس کی تعلیم کا تو حاصل یہ ہے کہ یہاں بھی آرام سے رہو اور وہاں بھی آرام سے رہو

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　　کسے را با کسے کارے نباشد

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو فن تعبیر سے خاص مناسبت تھی۔

(ملفوظ ۳۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل خوابوں کا بازار خوب گرم ہے بیداری کی ایک بات بھی نہیں خواب کو بڑی مہتم بالشان چیز اور تعبیر دینے کو بزرگی کے لوازم میں سے سمجھتے ہیں حالانکہ نہ ہر معبر کا بزرگ ہونا ضروری اور نہ ہر بزرگ کا معبر ہونا ضروری اس کو بزرگی سے کوئی تعلق نہیں یہ ایک مستقل فن ہے تاریخ میں لکھا ہے کہ ابو جہل بہت بڑا معبر تھا بعض لوگوں کو تعبیر سے فطری مناسبت ہوتی ہے خواہ بزرگ ہو یا نہ ہو اور بعض کو نہیں ہوتی چنانچہ مجھ کو اس فن سے مناسبت نہیں ہمارے حضرات میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے خاص مناسبت تھی حضرت کی ایک عجیب تعبیر یاد آئی۔ حضرت سے ایک شخص نے اپنا خواب بیان کیا کہ میری گود میں ایک

چھوٹی سی لڑکی ہے مگر بہت وزنی ہے جس کو میں اٹھا نہیں سکتا۔ میں اس فکر میں ہوں کہ اس کو کہیں رکھ دوں۔ میں نے دیکھا کہ ایک کتیا ہے میں نے اس کا پیٹ چاک کر کے اس میں اس لڑکی کو رکھ کر سی دیا اور گھر کو چل دیا مگر چونکہ اس کتیا کے پیٹ میں میری لڑکی رکھی ہوئی تھی اس لئے میں اس کو بار بار مڑ کر دیکھتا تھا کہ ساتھ بھی ہے یا نہیں تھوڑی دیر وہ میرے ساتھ رہی پھر غائب ہو گئی جس کا مجھ کو قلق ہے یہ خواب تھا حضرت مولانا نے فرمایا کہ اس وقت تعبیر سمجھ میں نہیں آئی پھر کسی وقت آنا شاید سمجھ میں آجاوے وہ پھر دوسرے وقت آیا فرمایا کہ بغیر فکر بیساختہ سمجھ میں آ گئی لڑکی کا وزنی ہونا مادہ منویہ کا زور ہے جو ناقابل برداشت تھا اور وہ کتیا بازاری عورت ہے تم نے اس سے منہ کالا کیا اس کو حمل قرار پا گیا جس سے لڑکی پیدا ہوئی اس عورت نے چند روز تمہارا ساتھ دیا مگر اب تم سے بیزار ہے یہ واقعہ تھا جس کو سن کر وہ شخص سرنگوں ہو گیا اور مجھ کو گو اس فن سے مناسبت نہیں مگر اتفاقاً کبھی ذہن پہنچ بھی جاتا ہے چنانچہ میرے ایک دوست نے مجھ سے بیان کیا کہ موضع سوبھڑو جو مظفر نگر کے قریب ایک موضع ہے وہاں پر ایک پٹرول رہتے تھے انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ نعوذ باللہ میں ایک زوجہ مطہرہ سے ہمبستر ہوا صبح کو بوجہ دیندار اور نیک ہونے کے ان پر وحشت تھی اور یہ سمجھے کہ میں مردود ہو گیا ان میرے دوست نے جنہوں نے مجھ سے اس کو روایت کیا مشورہ دیا کہ یہ خواب تھانہ بھون لکھ دو انہوں نے لکھا میں نے یہ لکھا کہ اول تو خواب حجت شرعیہ نہیں اس لئے اسکی تعبیر کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں دوسرے تعبیر بھی سمجھ میں نہیں آتی یہ لکھ کر پھر اس کے بعد میں نے یہ لکھا کہ میں یہ لکھ ہی رہا تھا کہ تعبیر سمجھ میں آ گئی اور وہ یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے آپ کسی مسئلہ میں شیعی مسئلہ کے معتقد ہیں اور وہ مسئلہ استنجے کے متعلق ہے یہ خواب اس کا اثر ہے اس تعبیر کے پہنچنے پر انہوں نے کہا کہ یہ بالکل صحیح تعبیر ہے میں یہ سمجھتا تھا کہ شیعوں کے قول کے موافق ڈھیلے سے استنجا پاک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اسی پر عامل بھی تھا اور جس عضو سے بے ادبی کا عمل دیکھا استنجا کا تعلق بھی اسی عضو سے تھا پھر اس روز سے وہ تائب ہو گئے تو یہ حقیقت میری سمجھ میں آجانا اتفاقی امر تھا غرض خواب میں جو واقعہ نظر آتا ہے یہاں اس کے اور معنی ہوتے ہیں اور عالم رویا میں دوسرے معنی سو یہ ایک مستقل فن ہے۔ اسی سلسلہ میں

ایک خواب مع تعبیر نقل فرمایا کہ مولوی محمد منیر صاحب نے خواب دیکھا کہ بریلی کی طرف سے کچھ بطیں ہمارے گھر میں آئی ہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے یہ خواب بیان کیا حضرت نے تعبیر فرمائی کہ بریلی کی ملازمت آئے گی اور تنخواہ کی نسبت فرمایا کہ کہو تو گیارہ روپیہ کی تعبیر دوں اور اگر مٹھائی دو تو بیس روپیہ کی تعبیر دوں۔ انہوں نے کہا کہ مٹھائی لے لیجئے اور بیس روپیہ دلوا دیجئے۔ چنانچہ بیس روپیہ کی تنخواہ پر بریلی کے اسکول میں ملازمت مل گئی اور گیارہ اور بیس کی حقیقت یہ فرمائی کہ بط عربی لفظ ہے اور مشدد ہے اور فارسی میں بلا تشدید مستعمل ہے تو اول استعمال پر ط کو مکرر لینے پر اٹھارہ کا عدد حاصل ہوگا اور دو ب کے سب بیس ہوئے اور ثانی استعمال پر نوط کے اور دو ب کے کل گیارہ ہوئے یہ معبر کے اعتبار پر ہے مگر پھر بھی خواب ایسی چیز نہیں کہ اس پر کسی چیز کا مدار ہو اگر کوئی ساری عمر خواب نہ دیکھے نہ خواب کو سمجھے تو خرج کیا ہے اصل چیز تو عبدیت ہے اللہ تعالیٰ یہ اصلی دولت نصیب کرے۔

ہر حال میں تفویض بہتر ہے

(ملفوظ ۳۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کو حق تعالیٰ فراغ نصیب فرما دیں بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے لیکن اگر یہ نہ ہو اس میں بھی حکمت ہے غرض جس حال میں رکھیں وہی رحمت ہے اپنی تجویز سے کچھ نہیں ہوتا حق تعالیٰ کیطرف سے جو پیش آئے اس پر راضی رہنا چاہیئے حاصل یہ کہ ہر حال میں تجویز سے تفویض بہتر ہے بعض اوقات جس چیز کو راحت کے لئے تجویز کرتا ہے وہی آکہ کلفت ہو جاتی ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

گر گریزی بر امید راحتے   ہم از انجا پیشت آمد آفتے

(اگر تم راحت کی امید میں بھاگ دوڑ کرو گے تو بعض اوقات وہیں سے کوئی آفت پیش آجاتی ہے)

اسلامی تعلیم کی عجیب جامعیت

(ملفوظ ۳۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بات اسلامی ہی تعلیم کے اندر ہے کہ وہ سب کے حقوق کی حفاظت کی تعلیم کرتی ہے اور کسی غیر اسلامی مذہب میں ایسی تعلیم کا نام و نشان نہیں حتیٰ کہ عین قتال کیوقت بھی دوسروں کی رعایت کا قانون مقرر ہے مثلاً

کوئی غیر مسلم جس نے مسلمانوں کو سخت ضرر پہنچایا ہو جس وقت اس پر قدرت ہو اور کلمہ پڑھ لے تو حکم ہے کہ فوراً ہاتھ روک لو ایسا مذہب تلوار کے زور سے کب پھیل سکتا ہے اس لئے کہ ہر تلوار کیوقت دوسرے کو سر دیدیگئی ہے؟ ایک حکیم نے عجیب بات لکھی کہ بعد میں تو بزور شمشیر مسلمان ہوئے مگر جنہوں نے اول شمشیر چلائی وہ کس کی شمشیر کے زور سے مسلمان ہوئے تھے ان پر کس نے شمشیر اٹھائی تھی اصل اشاعت اسلام کی اسکی تعلیم و تہذیب سے ہوئی وہ تعلیم ہی ایسی ہے جس کے بدون تہذیب حقیقی آہی نہیں سکتی چنانچہ جہاں نرمی اور تواضع میں تہذیب ہو وہاں نرمی کی جائے گی اور جہاں دبانے میں تہذیب ہو گی وہاں دبائیں گے بس حقیقی مہذب مسلم ہی ہو سکتا ہے غیر مسلم میں کبھی حقیقی تہذیب نہیں آسکتی اور یہ مشاہدہ ہے مگر آجکل مسلم کی بھی قسمیں ہو رہی ہیں یہ نیچری بھی اپنے کو مسلم ہی کہتے ہیں مگر تعلیم انگریزی کی بدولت بکثرت اسقدر غیر مہذب ہیں کہ جس کا کوئی حد و حساب نہیں سو یہ بد تہذیبی انگریزی کی بدولت پیدا ہوئی اس سے کوئی دھوکا نہ کھائے کہ مسلم غیر مہذب کیسے ہوا۔

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

حضرت کی نرمی مگر مضبوطی کی عجیب مثال

(ملفوظ ۳۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کسی بات یا کام کے دونوں شقوں میں کوئی شرعی محذور نہ ہو میں کبھی اپنے دوستوں کو نفیاً یا اثباتاً اس پر مجبور نہیں کرتا دونوں طرف ان کو آزادی دے دی جاتی ہے جس شق پر چاہیں عمل کر لیں بحمداللہ میرے یہاں بڑی وسعت ہے ناحق مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کہ میں سخت ہوں میں تو کہا کرتا ہوں کہ میں سخت نہیں بالکل نرم ہوں مگر مضبوط ہوں اور اس پر ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جیسے ریشم کا رسہ کہ نرم تو اسقدر کہ جس طرف کو چاہو موڑ لو اور جہاں چاہے گرہ لگا لو۔ مگر مضبوط اسقدر کہ اگر اس سے ہاتھی کو بھی باندھ دیا جائے تو جنبش نہیں کر سکتا لوگ مضبوطی کو سختی سمجھتے ہیں جو سخت غلطی ہے۔

جلال آباد کے جبہ کی تحقیق فضول ہے

(ملفوظ ۳۹۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ گنگوہ سے بھی جلال

آباد کے جبہ کے متعلق سوالات آئے تھے میں نے لکھ دیا کہ ان واقعات کو کسی مقصود کے نہ اثبات میں دخل ہے نہ نفی میں اس لئے اس کی تحقیق فضول ہے احکام شرعیہ پوچھو اور میں نے اس کا درجہ بتانے کو یہ بھی لکھ دیا کہ جیسے مختلف فیہ سید کا اگر کوئی ادب کرے تو کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ احکام شرعیہ سے تجاوز نہ کرے اور اگر کوئی اس کی سیادت (سید ہونے کی) نفی کرے مگر اہانت نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں بس اس جبہ شریف کے متعلق سمجھ لیا جائے میں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی کو ایک عریضہ لکھا جس میں سب واقعات کی کیفیت لکھ کر استفسار کیا حضرت نے جواب میں لکھا کہ اگر منکرات سے خالی زیارت میسر ہو سکے تو ہرگز دریغ نہ کریں باقی احکام کا ادب مقدم ہے تبرکات کے ادب پر جیسے حضرت اویس قرنی کا واقعہ ہے کہ والدہ کی خدمت کی مشغولی سے کہ حکم شرعی تھا ساری عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت جو تمام برکات کی اساس تھا نہیں کر سکے تو دیکھئے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو مقدم رکھا حضور کی زیارت پر یہ تو احکام عامہ تھے اب رہا میرا جزئی معاملہ جس کی نسبت اس خط میں پوچھا گیا ہے سو اگر میں ایک دفعہ بھی زیارت نہ کروں تو اس سے اس کی نفی نہیں ہوتی اور اگر پچاس مرتبہ کروں تو اس سے اس کا اثبات نہیں ہو سکتا محتمل کے ساتھ حقیقت کا سا معاملہ نہ کرنا وہاں ہے جہاں امارات (علامات) تکذیب کی ہوں اور جہاں امارات کی تکذیب نہ ہو وہاں (حقیقت کا سا معاملہ) کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

سفارش میں خطاب خاص کو مذموم سمجھنا

(ملفوظ ۳۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں خطاب خاص سے سفارش کرنے کو آج کل اچھا نہیں سمجھتا اس سے دوسرے پر بار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے میں جس وقت ڈھاکہ گیا تو میں نے نواب صاحب سے کہا کہ میرا آپ کا تعلق اب لوگوں کو معلوم ہو گیا لہذا سفارشیں بھی کرائیں گے تو میں سفارش کر دیا کروں یا نہیں اور اجازت کی صورت میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجبور نہ ہوں آپ اپنی مصلحت پر عمل فرمائیں بڑے سمجھدار آدمی تھے کہنے لگے آپ ضرور سفارش کر دیا کریں اور میں ایک پر بھی عمل نہ کروں گا تاکہ جلدی آپ کا پیچھا چھوٹ جائے۔

سلطنت اطاعت الٰہیہ کی بدولت ملتی ہے

(ملفوظ ۳۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حکومت اور سلطنت مسلمانوں کو تو اطاعت الٰہیہ ہی کی بدولت نصیب ہو سکتی ہے دیکھئے اگر کسی سے کوئی چیز مانگنا ہو تو اس کو راضی کرنے سے زیادہ امید ہے ملنے کی یا ناراض کرنے سے اور یہ سب چیزیں حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں تو ان کو راضی کر کے مانگو مگر عجیب بات ہے کہ لوگوں کے خیال میں شریعت پر عمل کرنے سے تو ناکامی ہوتی ہے۔ اور خلاف کرنے میں کامیابی کیا خرافات ہے البتہ کفار کا دوسرا معاملہ ہے کہ وہاں استدراج ہے۔

کام کا ہونا خلاف شرع کے ارتکاب پر موقوف نہیں

(۹۸) ایک سلسلہ [illegible] ۔ جب حق تعالیٰ کسی پریشانی سے اپنے بندے کی خلاصی چاہتے ہیں تو اسکے ا[illegible]ن ویسے ہی مہیا فرما دیتے ہیں قلوب تو ان کے قبضہ میں ہیں غیر مشروع اسباب اور غیر مشروع سفارش کی حاجت نہیں ایک میرے دوست کا واقعہ ہے ان کو پانچ سو روپیہ کی ضرورت تھی بیچارے قرضدار تھے انہوں نے مجھ سے بعض امراء کے نام بلا تعین سفارش چاہی میں نے کہا کہ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ کون لوگ اس قابل ہیں جو امداد کر سکتے ہیں تم نام بتلا دو میں حدود کے اندر لکھ دونگا انہوں نے غالباً تین نام بتلائے میں نے ان مواقع میں خط لکھ دیئے جن کا مضمون ایک ہی تھا کہ میرے ایک دوست ہیں انکو اتنی رقم کی ضرورت ہے وہ مجھ سے سفارش چاہتے ہیں لیکن میں نے یہ خیال گرانی کے عذر کر دیا ہے لیکن آزادی کے ساتھ بطور مشورہ آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر میں ان کے متعلق آپ سے سفارش کر دوں تو آپ پر گرانی تو نہ ہوگی تو اگر گرانی ہو بے تکلف بتلا دیجئے میں آپ کے انکار کی انکو اطلاع نہ کرونگا اپنے طور پر عذر کر دونگا ان دوست نے کہا کہ بھلا اس طرح کون اجازت دیتا ہے ایسی تحریر کا تو وجود عدم برابر ہے میں نے کہا کہ کچھ ہی ہو میں تو اس سے آگے نہیں لکھونگا غرض تینوں جگہ اس مضمون کے خطوط گئے خدا تعالیٰ بجائے جواب خط کے ایک جگہ سے پچاس روپیہ ایک جگہ سے دو سو روپیہ اور ایک جگہ سے اڑھائی سو روپیہ کی چلتی ہوئی کتابیں۔ غرض تینوں جگہ سے پانچ سو روپیہ آ گیا۔ ایک صاحب نے مجھ سے سفارش چاہی کہ بھوپال میں جو فلاں

شخص جلال آباد کے رہنے والے ایک بڑے عہدے پر ہیں ان کو لکھ دو کہ میرے لڑکے کو کوئی ملازمت مل جائے میں نے ان کو بجائے سفارش کے جس میں احتمال گرانی کا تھا یہ لکھا کہ فلاں شخص ایسی سفارش چاہتے ہیں اگر گرانی نہ ہو تو میں تم سے سفارش کردوں ان بیچاروں نے مجھ کو اطلاع بھی نہیں دی اور لڑکے کو ملازم کرا دیا۔ غرض کام کا ہونا خلاف شرع کے ارتکاب پر موقوف نہیں۔

چندہ بلقان میں ایک تحصیلدار کا چندہ

(ملفوظ ۳۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں روپیہ پیسہ کے لینے دینے کے معاملہ میں حتی الامکان احتیاط کے پہلو پر عمل کرتا ہوں مثلاً میرا معمول ہے کہ ہدیہ ایسے شخص سے نہیں لیتا جس سے بے تکلفی کا تعلق نہ ہو اسی طرح ایسے شخص سے لیتے ہوئے مجھ کو حجاب ہوتا ہے جس نے مجھ سے دین کی خدمت نہ لی ہو کہ میں اس سے دنیا کیسے اینٹھ لوں یا خدمت دین کی لی ہو مگر بے تکلفی ابھی تک پیدا نہیں ہوئی اور اس میں جو خرابیاں فی زمانہ پیدا ہو گئیں ہیں وہ میرے مشاہدہ اور تجربہ میں ہیں چنانچہ ایک صاحب سے میرا دینی تعلق تھا وہ مالی گاؤں میں کچھ کاروبار کرتے تھے اتفاق سے وہ یہاں پر آئے۔ میں نے ان سے ضروری سوالات کئے مگر بجائے جواب کے سکوت محض مجھ کو تعجب ہوا۔ ایک ان کے رفیق تھے انہوں نے کہا کہ یہ معذور ہیں یہ تو تمہارا نام تک نہیں سن سکتے بیہوش ہو جاتے ہیں اور پھر انہوں نے ہی انکا تعارف کرایا اسکے بعد انہوں نے ایک دس روپیہ کا نوٹ بطور ہدیہ مجھ کو دیا میں نے اپنے اصول کے خلاف مروت کی بناء پر اس خیال سے کہ کہیں رنج میں بیہوش نہ ہو جاویں وہ نوٹ لے لیا اب آگے سنئے انہوں نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا میں نے بتلا دیا اس پر کہتے ہیں کہ القاسم میں تو اسطرح لکھا ہے میں نے لکھا کہ میں دنیا بھر کا ٹھیکہ دار تھوڑا ہی ہوں جو مجھ کو معلوم تھا بتلا دیا۔ القاسم کا میں جواب دہ نہیں پھر میں نے سوچا کہ جو شخص ضروری تعارف کے متعلق بات نہ کر سکتا تھا اب معارضہ کی بات کیسے کرنے لگا سوچنے سے معلوم ہوا کہ یہ برکت اس نوٹ کی ہے کہ اپنے اس احسان کی بناء پر قواعد سے مستثنیٰ سمجھ لیا اسکے بعد میں نے وہ دس روپیہ کا نوٹ واپس کر دیا کہ پہلے اسکو لو اسکے بعد پوچھو کیا پوچھتے ہو اب جواب دونگا بس نوٹ کا واپس کرنا تھا پھر زبان بند ہو

گئی میرا تجربہ ہے کہ جب میں کسی کیساتھ اپنے اصول اور قاعدہ کے خلاف برتاؤ کرتا ہوں اور رعایت سے کام لیتا ہوں آخیر میں پچھتانا پڑتا ہے چنانچہ اسی واقعہ میں یہ خرابی مروت سے لے لینے کی ہوئی اس لئے میں ان معاملات میں اصول کا سختی کے ساتھ پابند رہنا چاہتا ہوں۔ایک واقعہ اس سے عجیب و غریب سنئے اس حالت میں میں اپنے تجربات اور مشاہدات کو دوسروں کے کہنے سے کیسے چھوڑدوں اور مٹادوں۔واقعہ یہ ہے کہ ایک بار میں مراد آباد گیا تھا وہ زمانہ جنگ بلقان کا تھا اس وقت ترکوں کے ساتھ جنگ ہورہی تھی میں نے وعظ میں بھی جو شاہی مسجد میں ہوا تھا اس کے متعلق کچھ بیان کیا اس بیان کے بعد ایک سپنشنر تحصیلدار نے چندہ بلقان میں ترکوں کی امداد کے لئے وہاں کی انجمن ہلال احمر کو سو روپیہ دیئے اس وقت میں مسجد ہی میں تھا جب میں اس مجمع پر گذرا اور پوچھنے پر معلوم ہوا بس میرا اس میں اتنا قصور ہوا کہ میں نے ان کے دینے کی خبر سن کر یہ کہا جزاک اللہ مگر میرا یہ کہنا سزاک اللہ ہوگیا قصہ یہ ہوا کہ انہوں نے انجمن کے منتظمین سے کہا کہ وہاں سے اس سو روپیہ کی خاص رسید منگا کردو چونکہ یہ معمول کے خلاف تھا اس لئے اہل انجمن نے اس طرف التفات نہیں کیا۔جب وہاں کامیابی نہ ہوئی ان تحصیلدار صاحب نے مجھ کو لکھا کہ میں نے تمہارے کہنے سے یہ روپیہ دیا تھا لہذا تم رسید منگا کردو میں نے اہل انجمن کو لکھا کہ یہ کیا واہیات ہے ان کو اچھی طرح سمجھا کیوں نہیں دیتے مگر وہ اپنے اس مہمل درخواست پر مصر رہے اور مجھ کو لکھا میں عدالت میں دعویٰ کروں گا میں نے ان کا وہ سو روپیہ اپنے پاس سے انجمن والوں کو بھیج دیا کہ میری طرف سے ادا کردو وہ اس سے شرمائے اور اپنی ذاتی رقم سے ادا کرنا چاہا اس کو میں نے منظور نہیں کیا بہت روز تک اس میں قیل و قال رہی آخر ان صاحبوں نے ہی دیا اور سو روپیہ ان کو دیئے گئے اور سو روپیہ ایک دینی کام میں صرف کردیئے گئے اس کے بعد اس سے زیادہ عجیب ایک واقعہ ہے وہ یہ کہ یہاں ایک عالم ملنے آئے تھے ان سے اس کا ذکر آیا وہ بزرگ صاحب درس بھی تھے ذاکر شاغل بھی تھے صاحب افتا بھی تھے مگر حیرت ہے کہ مجھ سے کہتے تھے کہ تم نے فضول اپنا روپیہ دیا بلقان کا چندہ تو تمہارے پاس آتا ہی تھا اس میں سے سو روپیہ ان کو دے دیتے کیونکہ یہ سب روپیہ حکماً ایک ہی ہے اگر تحصیلدار کا روپیہ محفوظ ہوتا تو اس کو جس طرح واپس کرنا جائز ہوتا دوسری رقمیں بھی اس چندہ کی اس روپیہ کے حکم میں

تھیں اس طرح اس میں سے بھی دینا جائز تھا میں نے لاحول پڑھی کیونکہ خود یہ مقدمہ ظاہر الفساد تھا کہ سب رقمیں بحکم واحد تھیں دیکھئے یہ گڑ بڑ علماء میں ہے یہ سب آخرت سے بے فکری کی باتیں ہیں شکر ہے توفیق ایزدی سے میں ان معاملات میں ہمیشہ احتیاط کا پہلو اختیار کرتا ہوں۔

لوگوں کا اپنی غرض کے لئے تاویلیں کرنا

(ملفوظ ۴۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ اپنی غرض کے لئے ایسی ترکیبیں نکالتے ہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ گویا مجتہد العصر اور علامہ زماں یہی ہیں ایک صاحب نے مجھ سے کچھ روپیہ کی سفارش بعض امراء سے کرنے کی درخواست کی میں نے کہا خطاب خاص میں گرانی کا احتمال ہے کہنے لگے کہ آخر تم طالبین کو مجاہدہ کی تلقین کرتے ہو اس میں بھی گرانی ہوتی ہے تو اگر یہ روپیہ بطور مجاہدہ دینے کے لئے کہا جائے تو کیا حرج ہے میں نے کہا کہ سبحان اللہ یہ خوب تاویل نکالی اول تو یہ کیا ضرور ہے کہ ان مخاطبین کی تربیت میرے متعلق ہو دوسرے یہ کیا ضرور ہے کہ ان کو مجاہدہ مالیہ ہی کی ضرورت ہو تیسرے اگر ہو بھی تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ روپیہ تعداد میں اسی قدر ہو چوتھے اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ آپ ہی کو دیا جائے تب ہی مجاہدہ پورا ہو گا مساکین یا ذوالقربیٰ کو اپنے ہاتھ سے دینے سے بھی تو مقصود حاصل ہو سکتا ہے۔

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

شیخ اور مرید کا کام

(ملفوظ ۴۰۱) ایک نووارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا یہ میں سب کچھ اس لئے کہہ رہا ہوں تاکہ معاملہ صاف ہو جائے کیونکہ اگر دل میں تم سے رکاوٹ رہی تو تم کو کوئی نفع نہ ہو گا یہ اس طریق کا خاصہ ہے اور مقصود ہے نفع باقی مریدوں کی تکثیر سے نہ مجھ کو فوج بھرتی کرنا مقصود ہے اور نہ تم کو موج کرنا مفید ہے کہ اپنی خواہش پوری کرو بلکہ میرا کام تعلیم کرنا ہے اور تمہارا کام اس تعلیم کا اتباع ہے پھر کہاں موج اور کہاں چین اور راحت اس راہ میں تو قدم رکھنے سے پہلے اس کے لئے تیار ہو جانے کی ضرورت ہے

درره منزل لیلی که خطر ہاست بجاں　　　شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

پھر اس شرط کے پوری ہونے کے بعد اس کی ضرورت ہے کہ کوئی مربی سر پر ہو اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

یار باید راہ را تنہا مرو　　　بے قلاوز اندریں صحرا مرو

(راستہ طے کرنے کے لئے ساتھی کی ضرورت ہے۔ تنہا مت چلو۔ اس جنگل میں بغیر رہبر کے مت جاؤ)

اور پھر نرے اس سے بھی کام نہیں چل سکتا جب تک کہ اپنا کچا چٹھا اس مربی کے سامنے پیش نہ کردے اس کو حافظ فرماتے ہیں۔

ماحال دل را بایار گفتیم　　　نتواں نہفتن درد از طبیباں

(ہم نے دل کا حال یار سے کہہ دیا کیونکہ طبیب سے مرض کو چھپایا ہی نہیں جاسکتا)

ایک اور بات بھی سمجھ لینے کے قابل ہے کہ میں نہ پیروں کی سی وضع رکھنا چاہتا ہوں نہ بادشاہوں کی سی ہاں طالب علموں کی سی رکھنا چاہتا ہوں ہر معاملہ میں سیدھی سادی زندگی پسند ہے اس ہی طریق پر اپنے بزرگوں کو دیکھا اور یہی پسند ہے اور میں دعوی تو نہیں کرتا مگر بفضل ایزدی اکثر واقع یہی ہوتا ہے کہ جو جس کے لئے تجویز کرتا ہوں وہ بالکل اس کی حالت کے مناسب ہوتا ہے ممکن ہے غلطی بھی ہوتی ہو مگر بہت کم شاذ و نادر تو خدا نے مجھ کو پہچان دی جس میں میرا کوئی کمال نہیں ان ہی کا فضل ہے میں اس نعمت سے کام نہ لوں یہ کفران نعمت ہے اور طالب کو ضروری چیز نہ بتلاؤں خیانت ہے۔ سنتہ اللہ یہی ہے کہ جو کام جس کے سپرد ہو اور وہ اس کو انجام نہ دے مستحق سزا ہے اپنے فرض سے غفلت نہایت ہی سخت جرم ہے اس لئے میں ضرورت کی چیز پر آگاہ کر دیتا ہوں اس سب کے بعد بھی نفع کی جو بڑی شرط ہے وہ مناسبت ہے جو ایک شخص کو مجھ سے مناسبت نہ ہو تو میں کیا کروں یہ امر تجربہ لیا ہوا ہے باقی میں تعلیم میں کسی کی تحقیر نہیں کرتا کسی کو اپنے سے ادنی نہیں سمجھتا پھر وہ عدم مناسبت خواہ طالب کیوجہ سے ہو یا میری وجہ سے یا تھوڑی تھوڑی دونوں طرف سے ہو غرض ہر حال میں مناسبت تو نہ ہوئی جس اس طریق میں نفع کے لئے اعظم شرائط میں سے ہے اور مجھے اس کا خود رنج ہوتا ہے مگر کیا کروں بدون شرائط کے تعلق پیدا کرنا بے کار ہے کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے

مراقبہ کی کیفیت یہ بیان کی کہ مراقبہ میں ان حضرات کی ارواح مکشوف ہوئیں اور ان سے ملاقات ہوئی ان میں ایک بزرگ کا نام خدریا خضر معلوم ہوا اور ایک ان کے بیٹے تھے۔ ابراہیم اور اپنا زمانہ کرنا بتلایا تحقیق سے معلوم ہوا کہ کوئی راجہ کرن گذرا ہے جس کو تقریباً اس وقت دو ہزار برس ہوئے۔

حضرت حاجی صاحب کی برکات

(ملفوظ ۴۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ سب کچھ بڑے میاں کی برکات ہیں مراد حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہیں دیکھنے میں بظاہر تھانہ بھون کے ایک معمولی شیخ زادے معلوم ہوتے تھے مگر وہ شیخ زمانہ کا مجدد تھا امام تھا محقق تھا معاصرین میں حضرت کے کمالات کی نظیر ملنا مشکل ہے متاثرین میں ایسا شخص گذرا ہے جس میں روح متقدمین کے زمانہ کی تھی حضرت بالکل سلف کا نمونہ تھے

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اور اس میں کچھ بُعد نہ سمجھا جائے نبوت ہی تو ختم ہوئی ہے ولایت تو ختم نہیں ہوئی بعض متاثرین بعض متقدمین سے افضل ہوئے ہیں ایک شخص نے کہا تھا کہ اس زمانہ میں علماء ہیں رازی اور غزالی پیدا نہیں ہوتے میں نے کہا کہ ہمارے بزرگوں کی تحقیقات مدونہ کو غزالی اور رازی کی مصنفات سے موازنہ کر کے دیکھ لیجئے انشاءاللہ تعالی رازی اور غزالی سے کم ثابت نہ ہوں گے بلکہ عجب نہیں کہ بہتر ہی ہوں۔

حضرت نانوتوی کا علم لدنی تھا

(ملفوظ ۴۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ عجیب جامع کمالات تھے مولانا کا علم بالکل لدنی تھا مولانا میں حق تعالی نے علمی کمالات بڑے عالی درجہ کے جمع کر دیئے تھے یہ عطاء حق ہے جس پر بھی فضل ہو جائے یہی شان حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی تھی بلکہ اپنے تمام مجمع سے نرالی شان تھی مجھ کو حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے طبعاً زیادہ مناسبت ہے باقی محبت سب سے ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ میں انتہائی شان اور حضرات سے بالاتر تھی خلاصہ یہ کہ امام وقت تھے۔

کہ بیٹھا ہوا بھرتی کیا کروں اور محض اس رعایت سے کہ یہاں سے جا کر نہ معلوم کس کے ہاتھ میں پھنس جائے کسی کی بے جامدارات کرنا مجھ کو تو اس سے غیرت آتی ہے کہ طالب کو مطلوب بنایا جائے ایسی حالت میں تو دور ہی رہنا مناسب ہے۔

ایک مبتدع کا بذریعہ جوابی رجسٹری علم غیب سے متعلق سوال اور حضرت کا عجیب جواب

(ملفوظ ۴۰۲) فرمایا کہ آج ایک مبتدع کا جوابی رجسٹری خط آیا ہے لکھا ہے کہ علم غیب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا یا نہیں اور رجسٹری سے مقصود یہ ہے کہ انکار نہ کر سکیں کہ خط ہم کو نہیں ملا۔ میں نے لکھ دیا کہ کبھی سوال ہوتا ہے استفادۃً کبھی امتحاناً کبھی اعتراضاً اخیر کی دو صورتوں میں تو جواب دینا ہی فضول ہے ہاں پہلی صورت میں جواب دینا ضروری ہے یعنی استفادہ کی صورت میں مگر مجھ کو یہ اطمینان نہیں کہ آپ استفادۃً سوال کر رہے ہیں لہٰذا پہلے مجھ کو یہ اطمینان دلائیں کہ آپ استفادۃً ہی سوال کر رہے ہیں دیکھئے کیا جواب آتا ہے میرے ضوابط کا حاصل یہ ہے کہ میں خود بھی گرانی اور بار بچنا چاہتا ہوں اور دوسروں کو بھی بچانا چاہتا ہوں اس کا نام تشدد رکھا ہے دنیا میں کیسی بے حسی پھیلی ہے اور جوابی رجسٹری کی غایت مذکورہ کا ترتب بھی محل کلام ہے اس لئے کہ اس سے یہ تو نہیں معلوم ہو سکتا کہ کس مضمون کا خط تھا تو وصول کنندہ پر حجت ہی کیا ہوئی۔

ہندوستان میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات

(ملفوظ ۴۰۳) ایک مولوی صاحب کے سوال پر فرمایا کہ بعض بزرگوں کو مکشوف ہوا کہ ہندوستان میں بھی بعض انبیاء علیہم السلام کے مزارات ہیں براس ایک مقام ہے انبالہ سے آگے وہاں پر ایک احاطہ ہے اس میں یہ مزارات ہیں کل قبروں کے نشان نہیں رہے مگر بعض کے محفوظ ہیں مولانا رفیع الدین صاحب وہاں ایک مرتبہ تشریف لے گئے تھے اور چند طلباء بھی ہمراہ تھے مولانا وہاں مراقب ہوئے تھے میں نے خود مولانا سے تو سنا نہیں مگر انہوں نے اپنے ایک مرید حسینی نام سے بیان کیا ان مرید نے مولانا کے داماد مولوی ضیاء الحق سے بیان کیا کہ مولانا کے داماد نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ مولانا نے

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

فن کی مناسبت الگ چیز ہے

(ملفوظ ۴۰۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا نرے تحصیل علم سے دوسرے کی تربیت کا کام نہیں کر سکتا فرمایا نہیں کر سکتا جیسے طب پڑھ کر مطب نہیں کر سکتا فن کی مناسبت الگ چیز ہے علم اور چیز ہے فرشتوں نے جو تمنا کی تھی کہ ہم خلیفہ ہو جائیں وہ ہو نہیں سکتے تھے کہ خلافت کے لئے جن علوم سے مناسبت کی ضرورت تھی فرشتے اس سے خالی تھے وجہ یہ کہ فرشتوں کے خواص اور ہیں انسان کے خواص اور ہیں ان علوم کے لئے استعداد جسری شرط تھی اس لئے فرشتے ان کو سمجھ بھی نہیں سکتے تھے بلکہ بتلانے سے بھی نہیں سمجھ سکتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے جواب میں تفصیل بھی نہیں فرمائی یہ فرمایا کہ

انی اعلم مالا تعلمون

ہم وہ جانتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔

شیخ کے جامع بین الاضداد ہونے کی ضرورت

(ملفوظ ۴۰۷) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے کہ یہ غلام آنجناب کو مثل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ و مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے جانتا ہے میں نے لکھ دیا ہے گو بلا دلیل ہے مگر تمہارے لئے اس میں اثر دلیل ہی کا ہے ایسے موقع پر ہر طرف نظر کرنی پڑتی ہے اگر تواضع کا خیال کرتا ہوں تو اس کا نفع بند ہوتا ہے اگر نہیں کرتا تو تواضع فوت ہوتی ہے اس میں بحمد اللہ دونوں شق کی رعایت ہو گئی اسی لئے ضرورت ہے کہ معلم جامع بین الاضداد ہو۔

معیار تعلیم خدا کا خوف ہونا چاہئے

(ملفوظ ۴۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عموماً حکومتوں میں ملک کے انتظام کے لئے انتخاب کا معیار تعلیم ہے مگر اس سے نہ ضروری انتظام ہو سکتا ہے نہ رعایا کو راحت اور آرام مل سکتا ہے معیار انتخاب خدا کا خوف ہونا چاہئے یعنی جس کے دل میں خدا کا خوف ہو اس کو اس کام کے لئے انتخاب کرنا چاہئے مگر اہل یورپ خصوصاً ایسا کیا کریں گے ان کے یہاں خدا ہی نہیں اکثر اہل یورپ انگریز دہریہ اور ملحد ہیں جیسے مسلمانوں میں بھی دہری

اور ملحد ہیں۔

محض ملاقات خلوص پر موقوف ہے

(ملفوظ ۴۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر آنے والوں کو محض ملاقات مقصود ہو تو وہ موقوف ہے خلوص اور محبت پر یعنی جب آئے اس میں مقصود صرف ملاقات ہو نہ کوئی غرض دنیاوی ہو نہ اخروی اصلاح وغیرہ

تواضع کے حدود

(ملفوظ ۴۱۰) ایک صاحب مجلس میں بہت ہی تواضع کی صورت بنائے بیٹھے تھے اتفاقاً حضرت والا کی نظر ان پر پڑ گئی دیکھ کر فرمایا کہ ایسی تواضع جو حدود سے آگے بڑھی ہوئی ہو وہ محمود نہیں گو نیت آپ کی تصنع کی نہیں مگر بظاہر صورت ایسی ہے جس سے تکلف معلوم ہوتا ہے اور ایسی ہیئت سے خود میرے قلب پر بار ہوتا ہے کہ ایک شخص بندھا بیٹھا ہے کچھ حس وحرکت ہی نہیں کرتا ہر چیز کے حدود ہیں اصول ہیں مجلس کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ کسی میں کوئی امتیازی شان نہ ہونا چاہئے خصوص جس سے دوسروں پر بار ہو گرانی ہو یا اس حرکت کی وجہ سے اس طرف سب کی نظریں پڑیں اور توجہ ہو جائے سو اس اصل پر آپ کی نشست کی یہ ہیئت آداب مجلس کے خلاف ہے ہمیشہ ایسی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

راہ طریق میں نفع مناسبت پر موقوف ہے

(ملفوظ ۴۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب کو لے کر آئے تھے مجھ سے کہا کہ ان کو بیعت کر لیجئے میں نے کہا کہ یہ گھر سے آپ سے بیعت ہونے کی نیت سے چلے تھے مناسب یہی ہے کہ آپ بیعت کر لیں اور اس کے علاوہ ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ اس طریق میں نفع موقوف ہے مناسبت پر اور ان کو آپ سے مناسبت ہے مجھ سے نہیں وہ اس طرح کہ آپ خادم قوم ہیں یہ بھی خادم قوم اور میں نادم قوم ہوں میں نے کوئی قوم کی خدمت نہیں کی اس لئے آپ ہی کی بیعت کرنا مناسب ہے۔

راہ طریق کا پہلا قدم ہی فنا ہے

(ملفوظ ۴۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دو صاحب جن میں ایک انگریزی کے تعلیم یافتہ دوسرے مولوی ہیں دونوں مصنف بھی ہیں اور قومی کاموں میں حصہ بھی لیتے ہیں یہاں پر آئے تھے اور ایک دوسرے عالم کے واسطہ سے کہ وہ صاحب سلسلہ بھی ہیں بیعت کی درخواست کی میں نے ان سے کہہ دیا کہ ان قومی قصوں جھگڑوں سے یکسو ہو کر کام میں لگنا میرے یہاں طریق کی شرط ہے یعنی دو کام ایک وقت میں نہیں ہوسکتے۔ بعضے لوگ بڑے ذہین ہوتے ہیں ان میں سے ایک صاحب کہنے لگے کہ ہم اگر کچھ روز کے لئے ان تعلقات کو منقطع کر کے کام میں لگ جائیں اور پھر اس کے بعد ان کاموں میں مصروف ہوجائیں کیا اس کی گنجائش ہے میں نے کہا کہ کام کا سوال کیا ہے اب اس کا جواب بھی کام کا سنیئے وہ یہ ہے کہ اس طریق میں جس طرح تعلقات مضر ہیں ایسے ہی عزم تعلقات بھی مضر ہیں اس لئے کہ جب یہ عزم کرے گا کہ یہ ایک دو سال پورے ہوں تو پھر ان دھندوں میں پھنسوں یہ تو بالکل ایسا ہی رہے گا جیسا کہ تعلقات کو چھوڑا ہی نہیں کیونکہ اس صورت میں بھی یکسوئی میسر نہ ہوئی جو شرط ہے نفع کی اس سے کام نہیں ہوسکتا کام تو اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے دل سے ہمیشہ کے لئے زوائد کو رخصت کر دیا جائے پھر کام کرنے کے بعد جو حالت ہو میں اس کو دیکھ کر جو تجویز کروں اس کو اختیار کیا جانے حتی کہ اگر میں یہ کہوں کہ خادم نفس ہو تو خادم نفس ہو۔ اگر میں کہوں کہ خادم روح ہو تو خادم روح ہو اگر میں یہ کہوں کہ خادم قوم ہو تو خادم قوم ہو اگر میں کہوں کہ خادم ملک ہو تو خادم ملک ہو اگر میں کہوں کہ خادم حجرہ ہو تو خادم حجرہ ہو اگر میں کہوں کہ خادم مسجد ہو تو خادم مسجد ہو اگر میں کہوں کہ خادم مدرسہ ہو تو خادم مدرسہ ہو میں اگر کہوں کہ کچھ بھی نہ ہو تو کچھ بھی نہ ہو اس طریق میں اپنی رائے کو دخل دینا سم قاتل ہے ساری عمر کے لئے اپنے کو مردہ محض سمجھ کر اس راہ میں قدم رکھنے کی ضرورت ہے یہاں تو فنا پہلے ہے بعد میں اور کچھ ہے اپنی رائے کو اپنے جذبات کو اپنے خیالات کو اپنے علم کو اپنی شجاعت کو اپنی جاہ کو اپنی عزت کو اپنی آبرو کو سب کو فنا کر کے اس راہ میں قدم رکھو تب کچھ مل سکتا ہے دیکھئے کوئی شخص کسی عورت مردار پر عاشق ہوجاتا ہے تو سب کو فنا کر دیتا ہے اس پر نثار کر دیتا ہے مجنوں کو دیکھ لیجئے کیا کچھ فنا نہیں کر دیا تھا اور کیا کچھ تکلیفیں نہیں۔

انتہائیں تو کیا خدا کا عشق لیلی کے عشق سے بھی کم ہے افسوس ہے ان لوگوں کی حالت پر کہ خدا کے عاشق بننے کا دعوی اور پھر غرض کی حفاظت بھی دونوں کو غلط کرنا چاہتے ہیں اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عشق مولی کے کم از لیلی بود گوئے گشتن بہر اواولی بود

اس طریق میں قدم رکھنے سے پہلے تو اس کی ضرورت ہے جس کو فرماتے ہیں۔

در رہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجاں شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

اور اس آمادگی کے بعد پھر ضرورت ہے کسی کامل رہبر کی کیونکہ بدون کسی راہبر کے سر پر ہوئے اس راہ کا طے ہونا ایسا دشوار ہے کہ قریب محال کے ہے

الا نادراً والنادر

کالمعدوم اور نرا دشوار ہی نہیں بلکہ بدون راہبر کے قدم رکھنا خطرناک ہے وہ اس راہ کا واقف کار ہے بس اس کے سامنے بیدست وپا ہو کر جا پڑو اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

یار باید راہ را تنہا مرد بے قلاوز اندریں صحرا مرد

اور نرے جا پڑنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے سامنے اپنا کچا چٹھا کھول کر نہ رکھ دو کیونکہ بدون اظہار مرض کے علاج کیسے ہوگا اسی کو حافظ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ما حال دل را بایار گفتیم نتوان نہفتن درد از طبیباں

اگر یہ سب کر لیا تب دیکھنا کہ کیا سے کیا ہو جائیگا انشاء اللہ تعالی ایک دم کایا پلٹ ہو جائے گی اگر اعتقاد نہیں ہوتا تو بطور امتحان ہی کر کے دیکھ لو اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش آزموں رایک زمانے خاک باش

پھر خاک ہونے کے بعد یہ حالت ہوگی جس کو مولانا فرماتے ہیں۔

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

(موسم بہار میں پتھر کب سرسبز ہوتا ہے خاک بن جا کہ طرح طرح کے پھول کھلیں)

اور یہ حالت کیوں نہ ہو وہ ذات ہی ایسی ہے کہ بندہ کی ادنی توجہ سے بڑی رحمت فرمادیتے ہیں وہ راہ ہمارے ہی نزدیک تو دشوار ہے ان کے نزدیک سب آسان ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

تومگو مارا بداں شہ بار نیست　　با کریماں کارہا دشوار نیست

(تو یہ مت کہہ کہ اس بادشاہ تک ہماری رسائی نہیں ہے۔ کیونکہ کریموں کو کوئی کام دشوار نہیں۔ وہ خود اپنی طرف کھینچ لیں گے)

اور راز اس صحبت کی ضرورت کا یہ ہے کہ اس طریق کا مدار ہے عشق اور محبت پر اور یہ پیدا ہوتی ہے اہل محبت کی صحبت سے جب محبت پیدا ہو گئی تو سب ماسوا "ھباءً منثوراً" ہو جاتا ہے اور کوئی ماسوا قلب میں نہیں رہتا اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ ست کوچوں برفروخت　　ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(عشق وہ شعلہ ہے کہ جب یہ بھڑکتا ہے تو محبوب کے سوا سب کو جلا دیتا ہے)

اسی کا ترجمہ مولانا ابوالحسن صاحب نے گلزار ابراہیم میں کیا ہے اور خوب کیا ہے۔

عشق کی آتش ہے ایسی بدبلا　　دے سوا معشوق کے سب کو جلا

جب سب نکل گیا پھر وہ تجلی فرماتے ہیں کسی نے اس مضمون کو خوب ادا کیا ہے۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی　　اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

کون سی تواضع ناجائز ہے

(ملفوظ ۴۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تکبر ناجائز ہے میں ایسی تواضع کو بھی ناجائز سمجھتا ہوں جس سے دوسرے کے مقصود میں خلل پڑے اگر سب ایسی ہی تواضع کریں تو مستفیدین کہاں جائیں غرض حد سے گذرنے کے بعد کسی چیز میں بھی نور نہیں رہتا۔

خرچ کم کرنا اختیاری ہے

(ملفوظ ۴۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہم لوگوں کے کسی کام میں بھی سلیقہ نہیں رہا کچھ ایسی بے حسی چھا گئی ہے آمدنی کو دیکھو تو اس میں جائز و ناجائز کی پروا نہیں خرچ کو دیکھو تو اس میں موقع محل کا کہیں پتہ نہیں اس کے متعلق میرٹھ کے ایک رئیس ایک عجیب بات کہا کرتے تھے کہ لوگ بڑے بے وقوف ہیں جو چیز غیر اختیاری ہے یعنی آمدنی اس کی تو فکر کرتے ہیں اور جو چیز اختیاری ہے یعنی کم خرچ کرنا اس کی فکر نہیں بڑے کام کی بات کہی واقعہ یہی ہے کہ آمدنی مسلمانوں کی کچھ کم نہیں بشرطیکہ طریقہ سے ضرورت میں صرف کریں تو کبھی پریشانی نہ ہو گو کبھی خواہشوں میں تنگی ہو سو وہ

قابل برداشت ہے پریشانی قابل برداشت نہیں۔

اصول صحیحہ میں راحت

(ملفوظ ۴۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر مسلمان اصول صحیحہ اور احکام شرعیہ کا اتباع کریں تو ساری دنیا بھی مل کر ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا اسی ڈبہ میں چند دیہاتی مسلمان بیٹھے ہوئے تحریکات حاضرہ کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور اپنی اپنی کہہ رہے تھے میں بھی سن رہا تھا ایک ان میں سے خاموش بیٹھا سن رہا تھا جب سب اپنی اپنی کہہ چکے تو وہ شخص بولا اپنی اپنی تو تم کہہ چکے اب میری بھی سن لو کیوں اتنے بکھیڑے کئے اگر مسلمان دو باتوں کی پابندی کر لیں ساری دنیا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ایک بولا کہ بتلاوہ کیا بات ہے کہتا ہے کہ ایک رہو اور ایک نیک رہو۔ دیکھیں پھر کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے کیسی عجیب بات کہہ گیا آب زر سے لکھنے کے قابل ہے دو جملوں میں تمام احکام شرعیہ کا خلاصہ بیان کر گیا ان دیہاتیوں کا دماغ بڑا صحیح ہوتا ہے الفاظ تو بوجہ بے علمی کے ان کے پاس ہوتے نہیں مگر بات پر مغز ہوتی ہے واقعی اصول صحیحہ جو وقتاً فوقتاً احباب کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ایسی ہی چیز ہیں کہ ان سے دنیا میں بھی راحت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی راحت ملے گی چونکہ مسلمانوں نے اصول صحیحہ کو چھوڑ دیا اس وجہ سے پریشان سرگردان ہیں دوسری قوموں نے اس اصول کی قدر کی اور ان کو اختیار کیا وہ راحت اٹھا رہے ہیں اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں جو بھی ان کو اختیار کرے گا راحت پائے گا جیسے سڑک اعظم ہے دونوں طرف درخت ہیں بیچ میں پختہ ہے کلکتہ سے پشاور تک ہے جو بھی اس پر چلے گا راحت پائے گا اس میں یہ قید نہیں کہ چلنے والا بھنگی ہے یا چمار ہے یا سید ہے یا شیخ مغل ہے یا پٹھان ہندو ہے یا نصرانی مسلم یا غیر مسلم ایسے ہی اصول صحیحہ پر جو بھی عمل کرے گا وہی راحت پائے گا کسے باشد۔ (کوئی بھی ہو)

حضرات اہل اللہ حکیم ہوتے ہیں

(ملفوظ ۴۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات اہل اللہ حکیم ہوتے ہیں ان کے یہاں ہر چیز کی صحیح میزان ہوتی ہے ہمارے حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ باوجود یہ کہ خود سلطان التارکین سید التارکین تھے مگر دوسروں کے لئے ان کی حالت کی موافق تعلیم دیتے تھے چنانچہ ایک شخص نے اپنی جائداد غیر مشروط وقف کرنا چاہا حضرت سے مشورہ کیا حضرت نے اس طرح وقف کرنے سے منع فرمایا۔ یہ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کے بہلانے کو بھی کچھ اپنے پاس رکھنا چاہئے کیسی حکیمانہ بات ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے حضرت سے ملازمت چھوڑ دینے کا اور توکل کرنے کا مشورہ کیا حضرت نے فرمایا کہ مولانا ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی اور اور خامی کی حالت میں ملازمت چھوڑنا موجب پریشانی اور تشویش قلب کا ہوگا اور جب پختگی کی کیفیت قلب میں پیدا ہو جائے گی تو اور لوگ منع کریں گے اور تم رسے توڑا کر بھاگو گے وہ وقت ہے ترک اسباب کا اور یہ پختگی شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر نصیب ہوتی ہے غرض حضرت مولانا کو تو ملازمت کے چھوڑنے کو منع فرمایا مگر خود حضرت کا توکل بدرجہ کمال بڑھا ہوا تھا ایک نواب صاحب کو جو اپنی ریاست کا انتظام کر کے خود مہاجر بن کر مکہ رہنا چاہتے تھے حضرت نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ یہاں جو آؤ تو اپنے خرچ کے لئے تو ریاست سے کچھ رقم منگا لینے کے انتظام میں مضائقہ نہیں گو فی حد ذاتہ یہ بھی بے ادبی ہے اور ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی بڑے کریم کا مہمان ہو کر آنے اور بغل میں کھانا دبا کر لائے تاکہ میزبان کے گھر بیٹھ کر کھائیں گے ظاہر ہے کتنی بڑی بے ادبی ہے لیکن ایک عارض کی وجہ سے اس کی اجازت ہے وہ عارض یہ ہے کہ تم ابتداء سے اسباب کے خوگر ہو اور اس عادت کے بعد اسباب کا ترک کرنا موجب تشویش ہوگا اس لئے ایسی رقم تو منگا لیا کرو لیکن خیر خیرات کرنے کی غرض سے یہاں کچھ نہ منگانا کیونکہ اس کا انتظام اور تقسیم یہ خود خلاف جمعیت خاطر ہے جو صاحب طریق کے لئے سخت مضر ہے اور گو یہ فعل فی نفسہ سخاوت ہے لیکن ہر شخص کی سخاوت جدا ہے یہ زاہد کی سخاوت ہے اور عاشق کی سخاوت دوسری ہے جو اس سے اکمل ہے اور یہ شعر تحریر فرمایا۔

نان دادن خود سخائے صادق ست　　　جان دادن خود سخائے عاشق ست

(روٹی دینا اچھی سخاوت ہے اور عاشق کی سخاوت جان دینا ہے۔)

نقشبندیوں میں علماء زیادہ گزرے اور چشتیوں میں عشاق

(ملفوظ ۴۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نقشبندیوں میں علماء زیادہ گزرے ہیں اور چشتیوں میں عشاق زیادہ گذرے ہیں مگر آج کل جو اپنے کو عشاق کہتے ہیں یہ تو فساق ہیں ان میں عشق نہیں فسق ہے اور یہ سب پیٹ بھرنے کا فساد ہے اگر ایک وقت کھانے کو نہ ملے تو سب عشق ختم ہو جائے اسی کو کہا ہے۔

ایں نہ عشق ست آنکہ در مردم بود ایں فساد خوردن گندم بود

ان کی حالت نقالی اصل کی بالکل اس طوطے کی سی ہے جو رات دن ذکر حق کیا کرتا تھا ایک روز ایک بلی نے آدبوچا اس وقت اس کی وہ حالت ہوئی جس کو کسی شاعر نے مع اس کی تاریخ موت کے لکھی ہے۔

میاں مٹھو جو ذاکر حق تھے رات دن ذکر حق رٹا کرتے

گربہ موت نے جو آدابا مضطرب ہو کے اور گھبرا کے

چونچ میں داب کر سر کلیا کچھ نہ بولے سوائے ٹے ٹے ٹے

ٹے ٹے سے تاریخ موت نکلتی ہے یعنی بارہ سو تیس ایسے ہی ان لوگوں کا عشق ہے کھانے کو ملتا رہے ہو حق سب ہے اور اگر ایک وقت نہ ملے سب عشق وشق ختم کیونکہ نقل بے اصل کو ثبات کہاں ان لوگوں کی حالت نہایت ہی ناگفتہ بہ ہے فسق وفجور پر اترے ہوئے ہیں اور دوسروں کو جو کہ احتیاط کریں بدنام کرتے ہیں کہ یہ بزرگوں کے مخالف ہیں ان کی رسوم سے روکتے ہیں۔

حضرت شیخ احمد صابر کے بارے میں

(ملفوظ ۴۱۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شیخ احمد صابر بھی عالم تھے فرمایا نہیں علم کے بدلے کا بھی عشق ہی مل گیا تھا ان پر زیادہ غالب استغراق تھا جسم ان کا ناسوت میں تھا اور روح ملکوت میں اگر ایسے غلبہ میں کوئی امر ظاہراً حد سے آگے نظر آئے تب بھی ان پر اعتراض کر کے اپنی عاقبت خراب کرنا ہے یہ حضرات معذور تھے حالات دیکھنے سے یقیناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات ظاہراً تو اس عالم میں تھے مگر حقیقت میں

اس عالم میں نہ تھے اس لئے ان عشاق کی حالت ہی جدا تھی۔

اہل باطن کو آرائش ظاہر کی ضرورت نہیں

(ملفوظ ۴۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل وطن کو آرائش ظاہر کی کیا ضرورت اس میں خود ہی سب چیزیں آرائش کی موجود ہیں میں تو جب کسی کو بناؤ سنگھار سے رہتا ہوا دیکھتا ہوں فوراً سمجھ جاتا ہوں کہ یہ شخص کمال سے کورا ہے کیونکہ فضول میں وہی شخص پڑتا ہے جو کمال سے کورا ہوتا ہے اسی کو کہا ہے۔

نباشد اہل باطن در پے آرائش ظاہر   بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستان را

اور ایسے شخص کی تو خود یہ حالت ہوتی ہے جس کی شان میں کہا گیا ہے۔

دلفریبان بناتی ہمہ زیور بستند   دلبر است کہ باحسن خداداد آمد

(محبوبان مجازی سب بناؤ سنگھار کے محتاج ہیں۔ ہمارا محبوب وہ ہے جس کو حسن خداداد حاصل ہے)

نور فہم تقوے سے پیدا ہوتا ہے

(ملفوظ ۴۲۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بہت بڑے شیخ ہیں ظاہر کے بھی اور باطن کے بھی حالانکہ ہر فن کی صرف ایک ایک کتاب پڑھی اور باوجود اس کے ہر فن سے کامل مناسبت تھی بات یہ ہے کہ نور فہم تقوے سے پیدا ہوتا ہے ایسے شخص کو مختصر درس بھی کافی ہو جاتا ہے۔

سلطان شمس الدین التمش کے قطب صاحب کے نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ

(ملفوظ ۴۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات کو اس ناپائیدار اور فانی دنیا سے ذرہ برابر تعلق نہیں ہوتا حضرت قطب صاحب کے پاس سلطان شمس الدین التمش نے لکھا کہ میں اپنے مواضع کی آمدنی آپ کی خانقاہ کے نام زد کرتا ہوں اگر اجازت ہو جواب میں تحریر فرمایا کہ شمس الدین ہم کو تم سے محبت ہے اور ہم سمجھتے تھے کہ تم کو بھی ہم سے محبت ہوگی مگر آج معلوم ہوا کہ تم کو ہم سے محبت نہیں اگر محبت ہوتی تو ہمارے لئے وہ چیز تجویز نہ کرتے جو خدا کے نزدیک مبغوض ہے یعنی دنیا کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کی

اس فانی سے نفرت کا حالانکہ حضرت سلطان شمس الدین کی خود حالت بزرگی کی ایسی تھی کہ حضرت قطب صاحب نے بوقت انتقال وصیت کی تھی کہ ہمارے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے جس میں یہ تین باتیں ہوں ایک تو یہ کہ عصر سے قبل کی چار رکعت کبھی اپنی ساری عمر میں قضا نہ کی ہوں اور دوسرے یہ کہ کبھی اپنی ساری عمر میں کسی غیر محرم عورت پر نظر نہ کی ہو تیسری میں بھول گیا جس وقت جنازہ تیار ہو کر آیا تو بڑے بڑے علماء اور مشائخ کا مجمع تھا اور سلطان شمس الدین بھی موجود تھے قطب صاحب کے خدام نے باآواز بلند اس کا اعلان کیا کہ حضرت کی یہ وصیت ہے جس میں یہ صفتیں ہوں وہ نماز جنازہ پڑھائے بڑے بڑے لوگ ششدر اور حیران رہ گئے تب سلطان شمس الدین نے کہا کہ قطب صاحب نے مجھے رسوا کیا الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ نعمتیں دی ہیں اور نماز جنازہ پڑھائی ایک یہ بھی سلاطین تھے کیا ٹھکانا ہے کہ ساری عمر غیر محرم پر نظر نہیں کی دوسری حکایت دنیا سے نفرت کی حضرت پیران پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی آپ کی خدمت میں شاہ سنجر نے لکھا کہ اگر اجازت ہو تو اپنے ملک نیمروز کا کچھ حصہ خانقاہ کے نام زد کردوں جواب میں یہ تحریر فرمایا۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد | دردل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب | من ملک نیمروز بیک جو نمی خورم

قلب کی یکسوئی کا اہتمام ضروری ہے

(ملفوظ ۴۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قلب کی یکسوئی کا اس قدر اہتمام ضروری ہے کہ غیر اللہ سے دوستی کی تو کیا گنجائش ہے دشمنی کے تعلقات سے بھی اپنے دل کو مشوش نہ کرے۔

عمر کی حالت مانند برف ہے

(ملفوظ ۴۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کے قلوب میں مال کی قدر ہے جان کی قدر ہے مگر وقت کی قدر نہیں۔ ایک برف کا تاجر منادی کرتا پھرتا تھا کہ بھائی مجھ پر رحم کرو۔ میں برف کا تاجر ہوں جس کا سرمایہ ہر وقت گھٹتا ہی رہتا ہے جلدی خرید لو تاکہ اس کا بدل محفوظ ہو جائے بس یہی حالت ہماری عمر کی ہے کہ ہر وقت عمر گھٹتی چلی جاتی ہے

اگر اس کا کچھ بدل کما لیا نفع میں رہا ورنہ خسارہ ظاہر ہے لوگوں کو وقت کی ایسی بے قدری ہے کہ اگر کسی سے دو پیسے مانگے جائیں تو سوچ کر دے گا لیکن اگر دو گھنٹے مانگے جائیں تو چار گھنٹے دینے کے لیے تیار ہو جائے گا۔

دشمنوں کی ایذا برداشت فرمانا

(ملفوظ ۴۲۴) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ دوستوں کی طرف سے ایذا ہو اس کی برداشت نہیں ہوتی دشمنی کی ایذاء کی برداشت ہو جاتی ہے فلاں خان صاحب نے مجھ کو ساری عمر کافر کہا مگر کبھی قلب پر ذرا برابر بھی اثر نہ ہوا مگر جو لوگ اپنے ہو کر ایسا کریں اس کی شکایت ہے بلکہ مخالفین کی تو اس قدر رعایت کرتا ہوں کہ میں نے خود ہی دوستوں کو منع کر رکھا ہے کہ میری وجہ سے اپنے تعلقات ان مخالفین سے بھی خراب نہ کریں۔

تحریک خلافت میں شعائر اسلام کی بے حرمتی

(ملفوظ ۴۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت میں لوگوں نے کچھ کسر اٹھا کر نہیں رکھی جو کچھ نہ کرنا تھا کیا اور جو نہ کہنا تھا وہ کہا اور میں بچارا کس شمار میں ہوں اللہ اور رسول کے احکام کو اس فانی اور ناپائیدار دنیا مردار کے پیچھے چھوڑ بیٹھے ایسے شعائر اسلام کو ہندوؤں پر قربان اور نثار کرنے کو تیار ہو گئے جن ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی جانیں قربان کر کے بزرگوں نے ہندوستان میں قائم کیا تھا اس وقت کچھ ایسا جن سر پر سوار تھا کوئی کسی کی سنتا ہی نہ تھا اور زیادہ تر اہل علم کی شرکت سے لوگوں کے ایمان برباد ہوئے۔ طواغیت کفر کے پھندے میں ایسے پھنسے کہ یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ ہیں مسلمانوں کی عقل دیکھو کہ ان طواغیت کی مکاری اور چالاکی کو نہ سمجھے حالانکہ موٹی بات تھی کہ جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو پھر وہ اسلام اور مسلمانوں کا ہمدرد کیسے ہوگا قیامت آجائے کبھی ایسا ہو ہی نہیں سکتا پھر جب ان لوگوں نے گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا تب ان کی خیر خواہی اسلام اور ہمدردی اسلام کا تمام راز کھل گیا اور یہ خیر خواہی کا سبق پڑھایا ہوا تھا لیڈران قوم کا جس میں بعض مولوی بھی شریک ہو گئے بس پھر کیا تھا وہ طوفان بے تمیزی برپا

ہوا کہ الامان الحفیظ البتہ جن پر فضل ایزدی تھا وہی اس بلا سے بچ سکے۔

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

فراست کا مفہوم

(ملفوظ ۴۲۶) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی فراست بھی کشف کے اقسام سے ہے فرمایا جی ہاں کشف بالمعنی الاعم کے اقسام سے ہے ذوق سے ایک چیز معلوم ہو جائے اسی کو فراست کہتے ہیں اس میں اطاعت اور تقوے کو زیادہ دخل ہے اس سے اس میں برکت ہوتی ہے نور پیدا ہوتا ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی آنکھ بند کر کے بھی کھائے تب بھی ذوق سے روکھا کڑوا میٹھا نمکین پھیکا ہونا معلوم ہو جاتا ہے مگر اس کو بھی اس کے درجہ پر رکھا جاتا ہے اس کی وجہ سے حدود شرعیہ کو نہیں توڑ سکتے۔ اس کی بناء پر وہ کام کر سکتے ہیں کہ اگر کشف بھی نہ ہوتا تب بھی اس کا کرنا جائز تھا بس ایسے ہی کام کو کر سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وحی کے مقابلہ میں سب چیزیں ہیچ ہیں اصل چیز وحی ہے۔

نفع کے لئے مناسبت شرط اعظم ہونا

(ملفوظ ۴۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں اعظم شرائط نفع کے لئے مناسبت ہے بدون مناسبت کے نفع نہیں ہو سکتا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی حکومت سے صرف اسی مصلحت سے معزول کیا کہ حاکم و محکوم میں مناسبت نہ ہونا محقق ہو گیا اور نہ اہل کوفہ کی تمام تر شکایات محض غلط ثابت ہو گئی تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام نے اسی بناء پر اپنے سے جدا کیا یعنی عدم مناسبت پر جس کو موسیٰ علیہ السلام نے بھی جائز رکھا ورنہ آپ بھی تو نکیر کر سکتے تھے کہ مجھ کو بلا وجہ کیوں جدا کرتے ہو مگر کچھ نہیں بولے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دی اس کی بھی وہی وجہ تھی یعنی عدم مناسبت۔ سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ طلاق کے بعد حضور کی طرف سے نکاح کے متعلق جس وقت حضرت زینب کو پیام گیا تو انہوں نے یہ عرض کیا کہ میں استخارہ کر لوں یعنی خدا سے مشورہ کر لوں تو کیا نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر کوئی نقص تھا (توبہ توبہ) بلکہ وجہ صرف یہی تھی کہ حضرت زینب کو اپنے اندر احتمال تھا کہ شاید میں حضور

کے حقوق ادا نہ کر سکوں تو عدم مناسبت کا شبہ ہوا اس لئے ایسا جواب دیا یہ کھلی ہوئی نظیر ہے وجہ شرط کی یہ ہے کہ اس طریق میں نرا ضابطہ کام نہیں دیتا بلکہ جانبین سے انبساط انشراح کی ضرورت ہے اور یہی حاصل ہے مناسبت کا۔ حضرت شیخ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ حضرت سلطان جی کے شیخ ہیں ایک مرتبہ حضرت فرید الدین نے فرمایا کہ فصوص کا نسخہ صحیح نہیں ملتا حضرت سلطان جی کی زبان سے یہ نکل گیا کہ حضرت صحیح نسخہ فلاں جگہ ہے حضرت شیخ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واقعی بدون صحیح نسخہ کے مطلب سمجھنا مشکل ہے بات رفت گذشت ہوئی جب حضرت شیخ کی خدمت سے اٹھ کر باہر آئے حضرت شیخ کے صاحبزادے نے سلطان جی سے کہا کہ خبر بھی ہے حضرت نے کیا بات فرمائی۔ تمہاری بات میں حضرت شیخ کی استعداد علمی کی نقص کا ایہام تھا کہ گویا غلط نسخہ سے وہ کام نہیں چلا سکتے اس لئے ضرورت ہوئی صحیح نسخہ کے پتہ دینے کی بس پھر کیا تھا حضرت سلطان جی کی تو جان نکل گئی اور حاضر ہو کر معافی چاہی مگر معافی نہیں ہوئی تب صاحبزادہ کو شفیع لے گئے تب معافی ہوئی اس معافی کے بعد بھی حضرت سلطان جی عمر بھر فرماتے رہے کہ جب کبھی اپنے اس کلمہ کا خیال آجاتا ہے تو کانٹا سا کھٹک جاتا ہے کہ میں نے ایسی بیہودہ بات شیخ کے سامنے کیوں کہی اور وجہ ندامت کی یہ تھی کہ اگر فکر سے کام لیتے تو حضرت سلطان جی لے سکتے تھے تو اس کا رنج تھا کہ بے فکری سے کیوں کام لیا۔ ایسی لطیف باتیں فکر سے تعلق رکھتی ہیں مگر آج کل فکر کا نام و نشان نہیں۔

سارے کام پیر کے سپرد کرنے کی غلطی

(ملفوظ ۴۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو سب کام پیر کے سپرد کر دیا جاتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اصلاح تو مقصود نہیں جو اصل چیز ہے اور اپنے کرنے کی چیز ہے بلکہ یہ حساب لگا رکھا ہے کہ پیر دنیا میں سب مشکلات کا حل کرنے کے لئے ہے اور آخرت میں وہی ذریعہ نجات ہو جائے گا چاہے سب سے پہلے بچارے پیر صاحب ہی کو فرشتے پکڑ کر لیجائیں اور وہ مرید ہی سے کہے کہ بھائی میں تمہاری خدمت کرتا تھا مجھ کو بھی جنت میں ساتھ لے چلو مگر باوجود اس احتمال کے ان کے ذہن میں اور ہی حساب ہے جو محض بلا دلیل ہے۔

واقعہ بیعت حضرت حکیم الامت

(ملفوظ ۴۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے میں نے دیوبند میں بیعت کی درخواست کی تھی میری طالب علمی کا زمانہ تھا حضرت نے فرمایا کہ زمانہ تحصیل علم میں اس قسم کے خیال کو شیطانی وسوسہ سمجھو گو ظاہری عنوان اس کا موحش ہے مگر اس کے عواقب پر نظر کی جائے تو عجیب حکیمانہ بات ہے میں حالانکہ اس وقت اس کی حقیقت نہیں سمجھا مگر الحمدللہ یہ سن کر بھی حضرت کے ساتھ تعلق بھی محبت عقیدت بھی ویسی ہی رہی جیسی بیعت کے بعد ہو سکتی تھی میں نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو یہ واقعہ لکھا میرے لکھنے پر حضرت نے خط سے بیعت فرمایا پھر جس وقت میں مکہ معظمہ گیا اس وقت حضرت نے دست بدست بیعت فرمالیا اور یہ تو ظاہری صورت کے متعلق واقعہ تھا باقی اصل روح بیعت کی تو یہ ہے کہ شیخ یہ قصد کرلے کہ میں تعلیم کیا کروں گا اور طالب یہ قصد کرلے کہ میں اتباع کیا کروں گا پھر اس سلسلہ کے شروع کرنے کے بعد اگر عدم مناسبت ثابت ہو جائے اور شیخ کہے کہ دوسرے سے رجوع کرو تو اس مشورہ کو بھی قبول کرنا چاہیئے مگر اس وقت ایسے شیوخ بہت ہی کم ہیں ایسی سیدھی اور صاف بات کو محض اپنی دکانداریوں کی وجہ سے اپنی مصنوعی رنگ میں چھپا رکھا ہے سو سمجھ لینا چاہیئے کہ دین کو ذریعہ بنانا دنیا کا نہایت مبغوض اور مردود فعل ہے ایمان والے کی شان کے خلاف ہے اگر ایسا ہو گیا تھا تو اب توبہ کر لینی چاہیئے وہ بڑی کریم رحیم ذات ہے معاف کر دیں گے۔

مدتوں بعد راہ طریق زندہ ہونا

(ملفوظ ۴۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ہر شخص محقق مجتہد بننا چاہتا ہے اول تو اصلاح کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تو بے ڈھنگے پن سے یہ سب طریق کی بے خبری اور ناواقفیت کی دلیل ہے ایسی ہی بے ڈھنگی بات کی نسبت کسی نے خوب کہا ہے۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی   تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ایک عالم صاحب نے لکھا تھا کہ تکبر کی حقیقت اور اس کے آثار کیا ہیں میں نے لکھا کہ علاج کراتے ہو یا فن سیکھتے ہو کیونکہ اگر تکبر کی حقیقت اور آثار بتلا دیئے جاتے تو اپنی

موجودہ حالت کے تکبر ہونے نہ ہونے کا مدار تو خود ان ہی کی رائے ہوتی جس کا کیا اعتبار عالم تھے غلطی کو سمجھ گئے اور لکھا کہ مجھ سے غلطی ہوئی اور بہت ہی معذرت کے بعد لکھا کہ مجھے یہ دریافت کرنا چاہئے تھا کہ تکبر کا علاج کیا ہے میں نے لکھا یہ بھی طریقہ نہیں کیونکہ ابھی اسی کی تشخیص نہیں ہوئی کہ موجودہ حالت تکبر ہے یا نہیں اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنی موجودہ حالت لکھ کر یہ پوچھنا چاہئے کہ اگر یہ کوئی مرض ہے تو اس کا کیا علاج ہے مگر طریق کے قواعد و آداب ہی مفقود ہو گئے لوگوں کو بالکل اس سے بے خبری ہے الحمد للہ اب مدتوں کے بعد یہ اصلاح کا طریق زندہ ہوا ہے ورنہ مردہ ہو چکا تھا عوام تو بے چارے کیا چیز ہیں خواص تک اس سے بے خبر تھے۔

عقیدہ کی خرابی اور عملی ضرر

(ملفوظ ۴۴۱) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نے قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا ہے اب حالت یہ ہے کہ دماغ بے حد کمزور ہے چکر آنے لگے میں ایک طبیب صاحب نے فرمایا کہ قرآن شریف حفظ کرنا چھوڑ دو۔ میں نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں گا تو قیامت کے روز اندھا ہو کر اٹھوں گا دو عالموں سے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ کوئی گناہ نہیں۔ اب حضرت سے درخواست ہے کہ ایک تعویذ میرے لئے روانہ فرما دیں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس تعویذ سے پہلے تم کو سلامت فہم کی ضرورت ہے اس کے بعد فرمایا کہ اگر میں تعویذ لکھ دیتا تو یہ ایک بہت بڑا ضرر ہوتا جواب عقیدوں کی خرابی سے ہو رہا ہے وہ یہ کہ آج کل اکثر تعویذ پر بھروسہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے پاس ایک چیز ہے خدا پر توکل اور بھروسہ نہیں رہتا اور یہ عقیدہ کی خرابی ہے جو بہت بڑا ضرر ہے اور ایک عملی ضرر ہے کہ اس کے بعد پھر نہ طبیب سے رجوع کرتے ہیں اور نہ خود کوئی تدبیر کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ کی ذات و صفات میں کلام کرنا خطرناک ہے

(ملفوظ ۴۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی کنہ کا کوئی ادراک نہیں کر سکتا اس لئے اس میں کلام کرنا خطرناک چیز ہے اور متکلمین نے جو اس میں کلام کیا ہے وہ بضرورت کلام کرتے ہیں وہ ضرورت یہ ہے کہ اول سلف کے خلاف اہل بدعت نے اس کا مشغلہ بنایا اور رائے سے کچھ کتر بیونت کرنے لگے اس کے رد کے

لئے متکلمین کو بولنا پڑا ورنہ بلا ضرورت کلام کرنے کو اکابر نے اچھا نہیں سمجھا۔ ایک شخص کا واقعہ سنا ہے کہ وہ ایک طویل سفر کرکے شیخ ابوالحسن اشعری سے ملنے آئے چونکہ کبھی پہلے ملاقات ہوئی نہ تھی اس لئے پہچانتے نہ تھے اتفاقاً اول ان سے ہی ملاقات ہوئی ان ہی سے دریافت کیا کہ میں ابوالحسن اشعری سے ملنا چاہتا ہوں اس وقت یہ بادشاہ کے بلائے ہوئے ایک مناظرہ کی مجلس میں جا رہے تھے فرمایا کہ آؤ ہمارے ساتھ ہم ان سے ملاقات کرادیں گے یہ ساتھ پہنچ گئے تمام مذاہب کے علماء موجود تھے کسی خاص مسئلہ کی تحقیق کے لئے سب کی تقریر ہوئی۔ ابوالحسن خاموش بیٹھے رہے سب کے بعد جو ان کی تقریر ہوئی تو سب کو نیست کردیا جب مجلس ختم ہوگئی تو ان مسافر نے ان سے کہا کہ ابوالحسن اشعری سے کب ملاؤ گے فرمایا وہ میں ہی ہوں یہ مسافر بے حد خوش ہوا کہ میں نے جیسا سنا تھا اس سے بدرجہا افضل و اکمل پایا اور عرض کیا کہ ایک میری سمجھ میں نہیں آئی وہ یہ کہ اگر آپ پہلے ہی اس مسئلہ پر تقریر فرمادیتے تو ان میں سے پھر کسی کی بھی تقریر کرنے کی ہمت نہ ہوتی سو آپ نے پہلے ہی کیوں نہ فرمادیا اس کا کیسا عجیب جواب فرمایا کہ جن چیزوں میں سلف نے کلام نہیں کیا ان میں بلاضرورت کلام کرنا بدعت ہے اس لئے میں نے اول کلام نہیں کیا اور جب اہل بدعت کا کلام ظاہر ہوچکا اب اس کے رد کی ضرورت ہوگئی اور ضرورت کے وقت کلام کرنا بدعت نہیں سبحان اللہ کیسی پاکیزہ بات فرمائی یہ شان ہوتی ہے اہل تحقیق کی تو کیا عام کلام کرنے والے اپنے کو ان محققین پر قیاس کرسکتے ہیں اسی کو مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کار پاکان را قیاس از خود مگیر　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اہل طریق کی حالت برزخ کے مشابہ ہے

(ملفوظ ۴۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل طریق کی حالت بالکل اہل برزخ کے مشابہ ہوتی ہے کسی پر کوئی کیفیت طاری ہے کسی پر ایک حالت کا غلبہ ہے کسی پر ایک حالت کا غلبہ مگر عاشق ہونے میں سب ایک ہیں۔ جانبازی سر فروشی سب میں ہے اور ان احوال کی دوسروں کو کیا خبر کہ ان پر کیا گزرتی ہے دوسروں کو تو یہ نظر آتا ہے کہ کھا بھی رہے ہیں پی بھی رہے ہیں ہنس بھی رہے ہیں مگر ان کا ہنسنا ایسا ہے جیسے مشہور ہے کہ تو

ہنس رہا ہے مگر کوئی ہاتھ تو لگا کر دیکھے ہنسنے کی حقیقت معلوم ہو جائے گی یہ کھانا پینا ہنسنا بولنا سب ظاہری حالت ہے مگر اندر آرے چل رہے ہیں اسی حالت کو اور اس کے آثار کو مختلف عنوانات سے بزرگوں نے تعبیر کیا ہے ایک فرماتے ہیں۔

اے ترا خارے بہ پا نشکستہ کی دانی کہ چیست　　حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

(تیرے پیر میں کبھی کانٹا بھی نہیں لگا۔ تو ان بہادروں کی حالت کا کیا اندازہ کر سکتا ہے جو سر پر تلواریں کھاتے ہیں؟)

دوسرے فرماتے ہیں۔

این چنیں شیخے گدائے کو بکو　　عشق آمد لاابالی فاتقوا

(ایسا شیخ ذلت و عشق کی بدولت گلی گلی کا فقیر بنا پھرتا ہے عشق کو کسی کی پرواہ نہیں۔ ذرا اس سے بچتے ہی رہنا)

تیسرے فرماتے ہیں۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(خدا کرے دشمن کو یہ نصیب یہ نہ ہو کہ آپ کی تلوار سے ہلاک ہو۔ آپ کی خنجر آزمائی کے لئے دوستوں کے سر حاضر ہیں)

چوتھے فرماتے ہیں۔

ناخوش تو خوش بود بر جان من　　دل فدائے یار دل رنجان من

(آپ کی ظاہری ناگوار بات بھی مجھ کو دل و جان سے گوارا ہے۔ ایسے ستانے والے محبوب پر میری جان فدا ہے)

حضرت بایزید کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ غلبہ شکر میں یہ فرماتے تھے

سبحانی ما اعظم شانی

مریدوں نے عرض کیا کہ حضرت غلبہ کی حالت میں یہ کلمہ فرماتے ہیں فرمایا کہ میں برا کرتا ہوں اب کی مرتبہ اگر ایسا کلمہ میری زبان سے نکلے تو چھریاں لے کر بیٹھ جاؤ مجھ پر حملہ کر کے ختم کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا ان بزرگ پر پھر غلبہ ہوا اور زبان سے وہی

ما اعظم شانی

نکلا مریدین نے چہار طرف سے حسب الحکم حملہ کیا مگر خود ہی سب زخمی ہو گئے بزرگ کو

ہوش ہوا اور زخمیوں کو دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے حملہ نہیں کیا عرض کیا گیا واہ حضرت اچھی تدبیر بتلائی ہمیں ہی ختم کرایا ہوتا اور تمام واقعہ ظاہر کیا فرمایا تو بس اس سے معلوم ہوا کہ وہ بات میں نہیں کہتا اگر کہتا تو سزا کا مستحق ہوتا کہنے والا کوئی اور ہی ہے پھر اس کی توجیہ میں فرمایا کہ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت کوہ طور پر حاضر ہوئے تو شجر طور سے آواز آئی

انی انا اللہ

جب شجر میں مظہر ہونے کی اہلیت ہو سکتی ہے تو اگر انسان مظہر ہو جاوے تو اس میں کیا بعد ہے اب آگے ایسی حالت کے کمال یا نقص ہونے کا سوال یہ دوسری بات ہے کہ سو کمال ایسی حالت کا نہ ہونا ہی ہے حضرت شیخ عبدالحق ردولوی فرماتے ہیں

منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بہ فریاد آمد　　اینجا مرد انند کہ دریا یا فرد برند و آروغ نزنند

چنانچہ محققین نے بھی کہا ہے کہ منصور کامل نہ تھے ایک معذور شخص تھے ان کو نہ ماجور (مستحق اجر) کہو نہ (مستحق گناہ) مازور کہو پس ایک ماجور ہے جو سب سے افضل ہے ایک مازور ہے یہ برا ہے اور ایک معذور ہے نہ صاحب فضیلت نہ قابل ملامت پس منصور اسی درجہ کے تھے ان پر تشنیع خطرناک بات ہے دیکھئے اگر کسی شخص پر اللہ بخش گنگوہی (ایک جن کا نام ہے) کا اثر ہو جائے تو اس کے افعال کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ یہ معذور ہے مثلاً کسی عورت پر اثر ہوا اور اس نے خاوند کے جوتہ پھینک کر مارا تو اس کو معذور سمجھ کر کچھ نہ کہے گا اگر منصور پر اللہ بخش نہ تھا تو اللہ بخش سے زیادہ تھا تو اس کو معذور کیوں نہیں سمجھا جاتا بات یہ ہے کہ اہل غلو کو ان حضرات سے بغض ہے ورنہ توجیہ تو بہت قریب ہے۔

ہر جگہ ادھوری بات نہ کرنے کی تعلیم

(ملفوظ ۴۳۴) ایک صاحب نے حضرت والا سے تعویذ کی درخواست کی اور یہ نہیں کہا کہ فلاں چیز کا تعویذ دے دیجئے اس پر فرمایا کہ نام بھی تو لیا ہوتا کہ کس چیز کا تعویذ میرا جی بے اصول اور ادھوری بات سے گھبراتا ہے یہی میری بدنامی کا راز ہے لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور وجہ اس سمجھنے کی یہ ہے کہ بے قاعدہ کاموں کے لوگ عادی

ہوگئے ہیں اس عادت کے غلبہ سے اس کی برائی دل سے نکل گئی دیکھئے اگر یہ پہلے ہی پوری بات کہہ دیتے تو مجھ پر گرانی کیوں ہوتی مگر اس پر بھی حضرت والا نے تعویذ لکھ کر دے دیا اور فرمایا کہ آئندہ اسکا خیال رہے کہ پوری بات کہہ دی جایا کرے اور یہ قاعدہ میں خاص اپنے ہی لئے نہیں بتلا رہا ہوں بلکہ جہاں بھی جاؤ اور کسی سے کوئی کام لو یا کوئی بات کہو پوری کہو۔ اس کے بعد ان صاحب نے عرض کیا کہ ایک تعویذ اور فلاں حاجت کے لئے دے دیجئے۔ فرمایا کہ اگر یہ بات پہلے سے کہہ دیتے تو میں اسی تعویذ میں دونوں کی رعایت کر دیتا مگر تم لوگوں میں تو یہ مرض ہے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بات کہنے کا۔ اب دوسرا تعویذ نہیں مل سکتا اپنے کئے کو خود بھگتو مجھ کو کیا ضرورت کہ خلاف اصول فعل تو تمہارا اور بھگتوں میں اب تم خود بھگتو میں جتنی رعایت کر رہا ہوں آپ بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں اول تو میں پہلے ہی تعویذ نہ دیتا کیوں کہ ادھوری بات کہی تھی مگر تمہاری وقتی ضرورت سمجھ کر دے دیا اب تم انگلی پکڑ کے پہونچا ہی پکڑنے لگے۔

غیبت سے بچنے کا طریق

(ملفوظ ۴۳۵) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ غیبت سے بچنے کا طریقہ ہے اگر معلوم ہو جائے ممنون ہوں گا میں نے لکھ دیا ہے کہ استحضار اور ہمت۔ اس پر فرمایا کہ یہ سب کام کرنے کے ہیں بدون ہمت کے کچھ نہیں ہوتا یہاں وظیفوں کا کام نہیں جیسا عام لوگوں کا خیال ہے۔

الحمد للہ حصہ پنجم الافاضات الیومیہ ختم ہوا

☆ مختلف پیچیدہ امراض ومشکلات کے آسان مستند عملیات
☆ عملیات وتعویذات کی شرعی حیثیت ☆ جادو سے نجات کے اعمال
☆ جنات تابع کرنے کی حقیقت ☆ قوتِ خیال کے کرشمے
☆ جادو کی حقیقت ☆ دُعاء کی حقیقت ☆ دُعا و وظیفہ
☆ مسمریزم کی حقیقت ☆ استخارہ اور قیافہ

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت
حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان 061-540513